طبقات کبیر

جزو سابع

سلسلۂ نصابیات علمیہ جامعہ عثمانیہ

طبقات کبیر

جزو سابع

طبقۂ ثانیۂ مہاجرین و انصار

تصنیف

محمد بن سعد کاتب الواقدی

ترجمہ

مولانا عبد اللہ العمادی صاحب

(سابق رکن سر رشتۂ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ)

۱۳۶۳ھ م ۱۳۵۳ ف م ۱۹۴۴ء

دار الطبع جامعہ عثمانیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن

فہرست مضامین

طبقات ابن سعد جزو سابع

(مہاجرین و انصار کا طبقۂ ثانیہ)

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
۱	۲	۱	۲
حبشہ کو ہجرت کرنے والے اور اُحد و مشاہد مابعد میں شریک ہونے والے بنی ہاشم بن عبد مناف کے مہاجرین		نوفل بن الحارث۔	۴۷
		ربیعہ بن الحارث۔	۵۰
		عبداللہ بن الحارث۔	۵۲
		ابوسفیان بن الحارث۔	۵۳
		فضل بن عباس۔	۶۰
		جعفر بن ابی سفیان۔	۶۳
		حارث بن نوفل۔	″
		عبدالمطلب بن ربیعہ۔	۶۴
عباس بن عبدالمطلب۔	۱	عتبہ بن ابی لہب۔	۶۷
جعفر بن ابی طالب۔	۳۵	مُعتّب بن ابی لہب۔	۶۸
عقیل بن ابی طالب۔	۴۳	اُسامہ الحِبّ بن زید۔	۶۹

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
۱	۲	۱	۲
ابو رافع مولائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم -	۸۲	بنی اسد بن عبد العزیٰ بن قصی -	
سلمان فارسی -	۸۵	سائب بن العوام -	۱۳۸
بنی عبد شمس بن عبد مناف -		خالد بن حزام -	۱۳۸
خالد بن سعید بن العاص -	۱۰۸	اسود بن نوفل -	۱۳۹
عمرو بن سعید -	۱۱۷	عمرو ابن امیہ -	۱۴۰
حلفائے بنی عبد شمس ابن عبد مناف -		یزید بن زمعہ	〃
ابو احمد بن جحش -	۱۱۹	بنی عبد الدار بن قصی	
عبد الرحمن بن رُقیش	۱۲۲	ابو الروم بن عمیر بن ہاشم	۱۴۱
عمرو بن محصن -	〃	فراس بن النضر -	〃
قیس بن عبد اللہ -	〃	جہم بن قیس	۱۴۲
صفوان بن عمرو -	۱۲۳	حلفائے بنی عبد الدار	
ابو موسیٰ الاشعری -	〃	ابو فکیہہ	۱۴۲
مُعیقیب بن ابی فاطمہ الدوسی -	۱۳۵	بنی زہرہ بن کلاب	
صُبیح مولائے ابی احیحہ		عامر بن ابی وقاص -	۱۴۳
سعید بن العاص بن امیہ بن عبد شمس -	۱۳۷	مطلب بن ازہر -	۱۴۴
		طلیب بن ازہر -	۱۴۵
		عبد اللہ الاصغر	〃

مضمون	صفحہ
۱	۲
عبداللہ بن شہاب -	۱۴۶
حلفائے بنی زہرہ بن کلاب	
عُتبہ بن مسعود -	۱۴۶
شرحبیل بن حسنہ	۱۴۷
بنی تمیم بن عامر	
حارث بن خالد -	۱۴۸
عمرو بن عثمانؓ	۱۴۹
بنی مخزوم بن یقظہ بن مرہ	
عیّاش بن ابی ربیعہ -	۱۴۹
سلمہ بن ہشام -	۱۵۰
ولید بن الولید بن المغیرہ	۱۵۲
ہاشم بن ابی حذیفہ -	۱۵۶
ہبّار بن سفیان -	۱۵۶
عبداللہ بن سفیان -	″
حلفائے بنی مخزوم اور ان کے موالی	
یاسر بن عامر بن مالک -	۱۵۸

مضمون	صفحہ
۱	۲
حکم بن کیسان	۱۵۹
بنی عدی بن کعب	
نُعیم النحّام بن عبداللہ بن اُسید -	۱۶۰
معمر بن عبداللہ -	۱۶۳
عدی بن نضلہ -	″
عُروۃ بن ابی اُثاثہ -	۱۶۴
مسعود بن سُوید -	″
عبداللہ بن سُراقہ	۱۶۵
عبداللہ بن عمرؓ بن الخطاب	″
خارجہ بن حذافہ -	۲۱۴
بنی سہم بن عمرو بن ہُصیص ابن کعب	
عبداللہ بن حذافہ -	۲۱۵
قیس بن حذافہ -	۲۱۶
ہشام بن العاص -	۲۱۷
ابو قیس بن الحارث -	۲۲۰
عبداللہ بن الحارث -	۲۲۱
حجاج بن الحارث -	۲۲۲

مضمون	صفحہ
۱	۲
تمیم یا نمیر بن الحارث۔	۲۲۲
سعید بن الحارث۔	〃
معبد بن الحارث۔	۲۲۳
سعید بن عمرو التمیمی۔	〃
عمیر بن رئاب۔	〃
حلفائے بنی سعد	
محمیہ بن جزء۔	۲۲۴
نافع بن بدیل بن ورقاء	
بنی جمح بن عمرو بن ہصیص ابن کعب	
عمیر بن وہب بن خلف	۲۲۵
حاطب بن الحارث	۲۲۸
خطاب بن الحارث	۲۲۹
سفیان بن معمر۔	〃
نبیہ بن عثمان۔	۲۳۰
بنی عامر بن لؤی	
سلیط بن عمرو۔	۲۳۱
سکران بن عمرو۔	〃

مضمون	صفحہ
۱	۲
مالک بن زمعہ۔	۲۳۲
ابن ام مکتوم۔	۲۳۳
بنی فہر بن مالک	
سہیل بن بیضاء	۲۴۰
عمرو بن الحارث بن زہیر۔	۲۴۱
عثمان بن عبد غنم بن زہیر۔	۲۴۲
سعید بن عبد قیس۔	〃
بقیہ عرب	
عمرو بن عبسہ۔	۲۴۲
ابوذر۔	۲۴۹
طفیل بن عمرو۔	۲۷۳
ضماد الازدی۔	۲۷۷
بریدہ بن الحصیب۔	۲۷۸
مالک و نعمان فرزندان خلف	۲۸۱
ابو رہم الغفاری۔	〃
عبداللہ و عبدالرحمن فرزندان ہبیب۔	۲۸۳
جعال بن سراقہ الضمری۔	〃
وہب بن قابوس المزنی	۲۸۵
عمرو بن امیہ۔	۲۸۷

مضمون	صفحہ
۱	۲
دحیہ بن خلیفہ۔	۲۸۹
صحابہ جو فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے	
خالد بن الولید رض۔	۲۹۱
عمرو بن العاص رض	۲۹۳
عبداللہ بن عمرو بن العاص	۳۰۴
بنی جُمَح بن عمرو	
سعید بن عامر بن حِذیم۔	۳۱۱
حجاج بن عِلاط۔	۳۱۲
عباس بن مرداس	۳۱۴
جامعہ بن العباس بن مرداس	۳۱۸
یزید بن الاخنس بن حبیب	۳۱۹
ضحاک بن سفیان بن الحارث	″
عقبہ بن قرقد۔	۳۲۰
خفاف بن عمیر بن الحارث	″
ابن ابی العوجاء السلمی۔	″
ورد بن خالد بن حذیفہ۔	۳۲۱
ہوزہ بن الحارث بن عجرہ۔	″
عِرباض بن ساریہ السلمی۔	″
ابو حصین السلمی۔	۳۲۲

مضمون	صفحہ
۱	۲
بنی اشجع بن ریث بن غطفان بن سعد بن قیس عیلان بن مضر	
نعیم بن مسعود بن عامر۔	۳۲۲
مسعود بن رُخیلہ بن عائذ۔	۳۲۵
حُسیل بن نویرۃ الاشجعی۔	۳۲۶
عبداللہ بن نعیم الاشجعی۔	۳۲۶
عوف بن مالک الاشجعی۔	″
جاریہ بن حمیل بن نشبہ۔	۳۲۷
عامر بن الاضبط الاشجعی۔	″
معقل بن سنان بن مظہر۔	۳۲۸
ابو ثعلبۃ الاشجعی۔	۳۳۰
ابو مالک الاشجعی۔	″
ثقیف کی شاخ قسی بن منبہ بن بکر بن ہوازن ابن عکرمہ بن خصفہ بن قیس ابن عیلان بن مضر	
مغیرۃ بن شعبہ بن ابی عامر۔	۳۳۱

مضمون	صفحہ
۱	۲
عمران بن الحصین۔	۳۳۴
اکثم بن ابی الجون	۳۳۸
سلیمان بن صرد بن الجون۔	//
خالد الاشعر بن خلیف۔	۳۴۰
عمرو بن سالم بن حضیرہ۔	//
بدیل بن ورقاء بن عبد العزیٰ	۳۴۱
ابو شریح الکعبی۔	۳۴۲
تمیم بن اسد بن عبد العزیٰ	//
علقمہ بن الفغواء بن عبید۔	//
عمرو بن الفغواء	۳۴۳
عبداللہ بن اقرم الخزاعی	۳۴۴
ابو لاس الخزاعی۔	//
اسلم بن افصیٰ بن حارثہ۔	۳۴۵
جمہد بن رزاح۔	//
ابو برزۃ الاسلمی۔	۳۴۶
عبداللہ بن اوفیٰ۔	۳۴۸
الاکوع۔	۳۵۰
عامر بن الاکوع۔	۳۵۱
سلمہ بن الاکوع	۳۵۴
اہبان بن الاکوع۔	۳۵۸
عبداللہ بن ابی حدرد۔	۳۵۹
ابو تمیم الاسلمی۔	۳۶۰

مضمون	صفحہ
۱	۲
مسعود بن ہنیدہ مولائے اوس بن حجر ابی تمیم الاسلمی۔	۳۶۰
سعد مولائے الاسلمیین۔	۳۶۱
ربیعہ بن کعب الاسلمی۔	۳۶۲
ناجیہ بن جندب الاسلمی۔	۳۶۳
ناجیہ بن الاعجم الاسلمی۔	۳۶۴
حمزہ بن عمرو الاسلمی۔	۳۶۵
عبدالرحمن بن الاشیم الاسلمی	//
محجن بن الادرع الاسلمی۔	۳۶۶
عبداللہ بن وہب الاسلمی۔	//
حرملہ بن عمرو الاسلمی۔	۳۶۷
سنان بن سنۃ الاسلمی۔	//
عمرو بن حمزہ بن سنان الاسلمی	۳۶۸
حجاج بن عمرو الاسلمی۔	//
عمرو بن بہم الاسلمی۔	۳۶۹
زاہر بن الاسود بن مخلع۔	//
ہانی بن اوس الاسلمی۔	۳۷۰
ابو مروان الاسلمی	//
بشیر الاسلمی۔	۳۷۱
ہیثم بن نصر بن دہر الاسلمی	//
حارث بن حبال۔	//
مالک بن جبیر بن حبال	۳۷۲

مضمون	صفحہ
۱	۲
اسما بن حارثہ۔	۳۷۳
ہند بن حارثہ الاسلمی۔	۳۷۴
ذویب بن حبیب الاسلمی	۳۷۵
ہزال الاسلمی۔	"
ماعز بن مالک الاسلمی۔	۳۷۷
ابو ہریرہ رضؓ۔	"
ابو الروی الدوسی۔	۳۹۵
سعد بن ابی ذباب الدوسی	"
عبد اللہ بن بحینہ۔	۳۹۶
جبیر بن مالک۔	۳۹۷
حارث بن عمیر الازدی۔	"
قضاعہ بن مالک بن عمرو بن مرہ بن زید بن حمیر کی شاخ جہینہ بن زید بن لیث بن سود اسلم ابن الحاف بن قضاعہ	
عقبہ بن عامر بن عبس الجہنی	۳۹۸
زید بن خالد الجہنی۔	۳۹۹
نعیم بن ربیعہ بن عوفی۔	"

مضمون	صفحہ
۱	۲
رافع بن مکیث بن عمرو۔	۴۰۰
جندب بن مکیث بن عمرو۔	۴۰۱
عبد اللہ بن بدر بن زید۔	"
عمرو بن مرہ بن عبس۔	۴۰۲
سبرہ بن معبد الجہنی۔	۴۰۳
معبد بن خالد رضؓ۔	"
ابو صبیس الجہنی	۴۰۴
کلیب الجہنی۔	"
سوید بن صخر الجہنی۔	۴۰۵
سنان بن وبرہ الجہنی۔	"
خالد بن عدی الجہنی۔	۴۰۶
ابو عبد الرحمٰن الجہنی رضؓ	"
عبد اللہ بن خبیب الجہنی۔	۴۰۷
حارث بن عبد اللہ الجہنی۔	۴۰۸
عوسجہ بن حرملہ بن جذیمہ۔	۴۰۹
نبتہ الجہنی۔	"
ابن حدیدۃ الجہنی۔	۴۱۰
رفاعہ بن عرادہ الجہنی۔	"
بلی بن عمرو بن الحاف بن قضاعہ	
رویفع بن ثابت البلوی۔	۴۱۰

مضمون	صفحہ
۱	۲
ابوالشموس البلوی ۔	۴۱۰
طلحہ بن البراء بن عمیر ۔	۴۱۱
ابو امامہ بن ثعلبۃ البلوی ۔	″
عبداللہ بن صیفی بن وبرہ ۔	۴۱۲
بنی عذرہ بن سعد بن زید ابن لیث بن سود بن اسلم ابن الحاف بن قضاعہ	
خالد بن عرفطہ ۔	۴۱۲
حمزہ بن النعمان بن ہوذہ ۔	۴۱۳
ابو خزامۃ العذری ۔	″
ابو بردہ بن قیس ۔	″
ابو عامر الاشعری	۴۱۴
عامر بن ابی عامر ۔	۴۱۵
ابو مالک الاشعری ۔	″
حارث الاشعری ۔	۴۱۶
علاء بن الحضرمی ۔	″
شریح الحضرمی ۔	۴۲۱
عمرو بن عوف ۔	″
لبید بن عقبہ ۔	۴۲۲
حاجب بن بریدہ	″

مضمون	صفحہ
۱	۳
بنی حارثہ بن الحارث بن الخزرج بن عمرو	
براء بن عازب ۔	۴۲۳
عبید بن عازب ۔	۴۲۹
اسید بن ظہیر	″
عرابہ بن اوس ۔	۴۳۰
عکبہ بن یزید الحارثی ۔	۴۳۱
مالک و سفیان فرزندان ثابت	۴۳۲
بنی عمرو بن عوف بن مالک بن الاوس	
یزید بن حارثہ ۔	۴۳۲
مجمع بن حارثہ ۔	۴۳۳
ثابت بن ودیعہ ۔	۴۳۵
عامر بن ثابت ۔	۴۳۶
عبدالرحمٰن بن شبل	″
عمیر بن سعد ۔	۴۳۷
عمیر بن سعید ۔	″
جدی بن مرہ ۔	۴۳۹
اوس بن حبیب	۴۴۰

مضمون	صفحہ
۱	۲
اُنیف بن وائلہ۔	۴۴۰
عُروہ بن اسماء بن الصّلت السُّلَمی	"
جزء بن عباس۔	۴۴۱
بنی خطمہ بن جُشم بن مالک ابن الاوس	
خُزیمہ بن ثابت۔	۴۴۱
عمیر بن حبیب۔	۴۴۴
عمارۃ بن اوس	۴۴۵
بنی السلم بن امرئ القیس ابن مالک بن الاوس	
عبداللہ بن سعد۔	۴۴۵
بنی وائل بن زید بن قیس بن عامر بن مرۃ بن مالک بن الاوس مُرۃ بن مالک بن الاوس کی اولاد الجعادِرہ کہلاتی تھی	
محصن بن ابی قیس	۴۴۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مہاجرین و انصار کا طبقۂ ثانیہ

حبشہ کو ہجرت کرنیوالے اور اُحد و مشاہد مابعد میں شریک ہونے والے

بنی ہاشم بن عبد مناف کے مہاجرین

عباس بن عبد المطلب

ابن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی ابن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خُزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مُضر ابن نزار بن مَعَد بن عدنان۔

عباس کی والدہ نتیلہ بنت جناب بن کلیب بن مالک بن عمرو بن عامر ابن زید مناۃ بن عامر تھیں، ابن عامر الضحیان بن سعد بن الخزرج بن تیم اللہ

ابن النمر بن قاسط بن ہنب بن افصیٰ بن دعمی بن جدیلہ بن اسد بن ربیعہ بن نزار بن معد بن عدنان تھے، عباس کی کنیت ابوالفضل تھی۔

شعبہ مولائے ابن عباس سے مروی ہے کہ میں نے عبداللہ بن عباس کو کہتے سنا کہ میرے والد عباس بن عبدالمطلب اصحاب فیل کے آنے سے تین سال پہلے پیدا ہوئے، اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین سال بڑے تھے۔

لوگوں نے بیان کیا کہ عباس بن عبدالمطلب کی اولاد میں فضل[1] ان کے سب سے بڑے بیٹے تھے، انھیں سے ان کی کنیت ابوالفضل تھی، وہ خوبصورت تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج میں انھیں اونٹ پر ہم نشین (ردیف) بنایا تھا، شام میں طاعون عمواس میں ان کی وفات ہوئی، بقیہ اولاد نہ تھی۔

عبداللہ[2] بڑے زبردست عالم تھے، ان کی ترقی علم کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی، وفات طائف میں ہوئی، بقیہ اولاد تھی۔

عبیداللہ[3] بخشش کرنے والے، بڑے سخی اور مال دار تھے، وفات مدینے میں ہوئی، بقیہ اولاد تھی۔

عبدالرحمٰن[4] وفات شام میں ہوئی، بقیہ اولاد نہ تھی۔

قثم[5] انھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شکل و شمائل میں تشبیہ دی جاتی تھی، مجاہد بن کے خراسان گئے تھے، سمرقند میں وفات ہوگئی، بقیہ اولاد نہ تھی۔

معبد[6] افریقہ میں شہید ہوئے، بقیہ اولاد تھی۔

ام حبیبہ بنت العباس،

ان سب کی والدہ ام الفضل تھیں جو لبابۃ الکبریٰ بنت الحارث ابن حزن بن بجیر بن الہزم بن رویبہ بن عبداللہ بن ہلال بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ

ابن قیس بن عیلان بن مُضر تھیں۔

ام الفضل کے بطن سے عباس کے ان بیٹوں کی نسبت عبداللہ بن یزید الہلالی نے قطعۂ ذیل کہا:۔

ماولدت نجلیبۃ من فحل ⁂ بجبل نعلمہ او سہل

(کسی شریف عورت نے کسی شوہر سے ایسے بچے نہیں جنے ⁂ کسی پہاڑ میں جسے تو جانتا ہو یا زمین پر)

کستۃ من بطن ام الفضل ⁂ اکرم بھا من کہلۃ وکہل

(مثل ان چھ بچوں کے جو ام الفضل کے بطن سے ہیں ⁂ جو ادھیڑ بیوی اور ادھیڑ میاں سے کیسے اچھے ہیں)

ہشام بن محمد بن السائب الکلبی نے اپنے والد سے روایت کی کہ ہم نے ایک ماں اور ایک باپ کی اولاد کی قبور کو کبھی ایک دوسرے سے اتنا بعید نہیں دیکھا جتنا کہ عباس بن عبدالمطلب کے ان لڑکوں کی قبریں جو ام الفضل سے تھے۔

عباس بن عبدالمطلب کی اولاد ام الفضل کے علاوہ دوسری بیویوں سے بھی تھی۔

کثیر بن العباس بن عبدالمطلب فقیہ و محدّث تھے، تمام بن العباس، اپنے معاصرین میں سب سے سخت تھے، صفیہ اور امیمہ ان کی والدہ ام ولد تھیں۔

حارث بن العباس ان کی والدہ حُجیلہ بنت جُندب بن الربیع بن عامر ابن کعب بن عمرو بن الحارث بن کعب بن عمرو بن سعد بن مالک بن الحارث ابن تیم بن سعد بن ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار تھیں، حارث کی بقیہ اولاد تھی، جن میں السری بن عبداللہ والی یمامہ تھے۔

کثیر اور تمام کی آج بقیہ اولاد نہیں ہے۔

ابی البداح بن عاصم بن عدی بن عبدالرحمٰن بن عویم بن ساعدہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ جب ہم مکے آئے تو مجھ سے سعد بن خلیثمہ

وعن بن عدی وعبداللہ بن جبیر نے کہا کہ اے عویم ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے چلو کہ آپ پر اسلام لائیں، ہم نے آپ کو کبھی نہیں دیکھا، حالانکہ آپ پر ایمان لائے ہیں۔

میں ان لوگوں کے ساتھ روانہ ہوا، مجھ سے کہا گیا کہ آپ عباس ابن عبدالمطلب کے مکان پر ہیں، ہم لوگ ان کے پاس گئے، سلام کیا اور کہا کہ ہم لوگ کب ملاقات کر سکیں گے، عباس بن عبدالمطلب نے کہا کہ تمہارے ساتھ تمہاری قوم کا وہ شخص بھی ہے جو تمہارا مخالف ہے، لہذا اپنا معاملہ اس وقت تک پوشیدہ رکھو کہ یہ حجاج چھنٹ جائیں، اس وقت ہم اور تم ملاقات کریں، اور تمہارے لئے اس امر کو واضح کریں، پھر تم لوگ امر بین کی بنا پر داخل ہو گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس شب کا وعدہ فرمایا جس کی صبح کو نفر آخر (یعنی ۱۳ ذی الحجہ کا دن) تھا کہ آپ ان لوگوں کے پاس عقبہ کے نیچے آئیں گے جہاں آج مسجد ہے انہیں آپ نے یہ حکم دیا کہ نہ کسی سونے والے کو بیدار کریں اور نہ کسی غائب کا انتظار کریں۔

۲ معاذ بن رفاعہ بن رافع سے مروی ہے کہ اس کے بعد شب نفر اول (شب ۱۲ ذی الحجہ) یہ قوم روانہ ہوئی، لوگ پوشیدہ طور پر جا رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مقام پر پہلے ہی سے پہنچ چکے تھے، آپ کے ہمرکاب عباس بن عبدالمطلب تھے، ان کے سوا کوئی دوسرا نہ تھا، آنحضرتؐ اپنے تمام معاملات میں ان پر اعتماد فرماتے تھے۔

جب سب لوگ جمع ہو گئے تو عباس بن عبدالمطلب نے کلام شروع کیا، انھوں نے کہا۔

اے گروہ خزرج، (قبیلہ اوس وخزرج کو ملا کر بھی خزرج پکارا جاتا تھا) تم لوگوں سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جس بات کی طرف بلایا ہے اس بات کی طرف بلایا ہے (یعنی ہجرت مدینہ کی طرف)، محمد کی ان کے قبیلے کے معزز لوگ حفاظت کرتے ہیں، واللہ ہم میں جو ان کے قول پر ہیں وہ بھی اور

جو ان کے قول پر نہیں ہیں وہ بھی حسب و نسب و شرف کی وجہ سے ان کے محافظ ہیں، سوائے تمھارے سب لوگوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دعوت رد کی ہے اگر تم لوگ اہل قوت و شجاعت اور جنگ کا تجربہ رکھنے والے اور سارے عرب کی عداوت میں ثابت قدم رہنے والے ہو تو دعوت دو، کیونکہ عرب سب ملکے تمھیں ایک ہی کمان سے تیر ماریں گے، لہذا اپنی رائے پر غور کرلو، اپنے معاملے میں مشورہ کرلو اور بغیر اپنے اتفاق و اجتماع کے یہاں سے نہ جاؤ، سب سے اچھی بات وہ ہے جو سب سے زیادہ سچی ہو، مجھے خاص کر جنگ کا اندیشہ ہے، تم لوگ اپنے دشمن سے کس طرح جنگ کروگے؟"

قوم نے سکوت کیا، عبداللہ بن عمرو بن حرام نے جواب میں کہا کہ واللہ ہم لوگ اہل جنگ ہیں، جو ہمیں غذا میں دی گئی ہے، ہمیں اس کا خوگر بنایا گیا ہے، ہم نے اپنے بزرگوں سے یکے بعد دیگرے اسے میراث میں پایا ہے، ہم فنا ہونے تک تیر اندازی کریں گے، نیزوں کے ٹوٹنے تک نیزہ بازی کریں گے، ہم تلواریں چلائیں گے، ہم اسے اس وقت تک چلائیں گے جب تک کہ ہم میں سے یا ہمارے دشمن میں سے جو جلدی مرنے والا ہے وہ مر نہ جائے۔

عباس بن عبدالمطلب نے کہا کہ بیشک تم لوگ اہل جنگ ہو، کیا تمھارے پاس زرہیں ہیں، لوگوں نے کہا، ہاں موجود ہیں۔

براء بن معرور نے کہا اے عباس تم نے جو کچھ کہا وہ ہم نے سنا، واللہ اگر ہمارے دل میں اس کے علاوہ ہوتا جو عبداللہ بن عمرو نے کہا تو ہم اسے ضرور کہہ دیتے، ہم لوگ وفا و صدق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی جانیں قربان کرنا چاہتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی تلاوت فرمائی، انھیں اللہ کی طرف دعوت دی، اسلام کی رغبت دلائی اور وہ امر بیان فرمایا جس کے لیے وہ لوگ جمع ہوئے تھے۔

براء بن معرور نے ایمان و تصدیق کے ساتھ اس کو قبول کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس پر انہیں بیعت کیا، عباس بن عبد المطلب اُس شب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑے ہوئے آپ کے لئے انصار پر بیعت کو مؤکد کر رہے تھے۔

سفیان بن ابی العوجاء سے مروی ہے کہ مجھ سے اُس شخص نے بیان کیا جو اُس شب کو اُن لوگوں کے پاس موجود تھا کہ عباس بن عبد المطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑے ہوئے کہہ رہے تھے کہ "اے گروہ انصار اپنے گروہ کو پوشیدہ رکھنا کیونکہ ہم پر مخبر لگے ہوئے ہیں، اپنے سن رسیدہ لوگوں کو آگے کرو تاکہ وہ لوگ تم میں سے ہمارے کلام کے نگران و محافظ بن جائیں، ہمیں تم پر تمہاری قوم سے اندیشہ ہے، جب تم لوگ بیعت کر چکو تو اپنے اپنے مقامات میں منتشر ہو جاؤ، اور اپنا حال پوشیدہ رکھو، اگر تم نے اس امر کو اتنا پوشیدہ رکھا کہ یہ موسم چھنٹ جائے تو تم لوگ مرد ہو اور تم لوگ آج کے بعد کے لئے بھی ہو۔"

براء بن معرور نے کہا کہ اے ابو الفضل ہماری بات سنو، عباس خاموش ہو گئے، براء نے کہا کہ "واللہ تم جس امر کو چاہتے ہو ہم پوشیدہ رکھیں تو وہ تمہارے لئے ہمارے پاس پوشیدہ رہے گا، وہ چیز ظاہر کی جائے گی جسے تم چاہتے ہو کہ ہم ظاہر کریں اور اپنی جان قربان کریں اور اپنی جانب سے اپنے پروردگار کو راضی کریں، ہم لوگ بہت بڑے گروہ والے اور کافی حفاظت و غلبے والے ہیں، ہم لوگ جس سنگ پرستی پر تھے اُس پر تھے، ہم لوگ جیسے تھے ویسے تھے، آج ہمارے ساتھ کیونکر ہوگا جب کہ اللہ نے ہمیں وہ چیز دکھا دی جو ہمارے اغیار پر پوشیدہ رکھی، ہماری محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے تائید کی، (یا رسول اللہ) آپ اپنا ہاتھ پھیلا دیئے۔"

سب سے پہلے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر (بیعت کے لئے ہاتھ) مارا وہ براء بن معرور تھے، ایک قول یہ ہے کہ ابو الہیثم بن التیہان تھے،

اور ایک قول یہ ہے کہ اسعد بن زرارہ تھے۔

سلیمان بن سحیم سے مروی ہے کہ اوس وخزرج نے باہم اس شخص کے بارے میں فخر کیا جس نے لیلۃ العقبہ میں سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی، لوگوں نے کہا کہ اس کو عباس بن عبدالمطلب سے زیادہ جاننے والا کوئی نہیں ہے، عباس سے دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ اسے مجھ سے زیادہ جاننے والا کوئی نہیں، سب سے پہلے اس شب کو جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی وہ اسعد بن زرارہ تھے پھر ان کے بعد براء بن معرور، پھر اسید بن الحضیر۔

عامر الشعبی سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام لیلۃ العقبہ میں درخت کے نیچے ستر انصار کے پاس جو سب کے سب ذی رتبہ تھے، عباس بن عبدالمطلب کو لے گئے عباس نے کہا کہ تمھارا مقرر تقریر شروع کرے مگر خطبے میں طول نہ دے، تم پر مشرکین کے جاسوس ہیں، اگر ان لوگوں کو علم ہو جائے گا تو وہ تمھیں رسوا کریں گے۔

ان میں سے ایک خطیب نے، جو ابوامامہ اسعد بن زرارہ تھے، کہا کہ یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اپنے پروردگار کے لئے ہم سے جو چاہیں مانگیں، اپنے اور اپنے اصحاب کے لئے جو چاہیں طلب فرمائیں، مگر ہمیں یہ بتا دیجئے کہ جب ہم ایسا کریں تو ہمارے لئے اللہ کے پاس کیا ثواب ہے، اور آپ لوگوں کے ذمے کیا ہے؟

فرمایا: میں اپنے پروردگار کے لئے تم لوگوں سے یہ طلب کرتا ہوں کہ اسی کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، اپنے اور اپنے اصحاب کے لئے تم سے یہ طلب کرتا ہوں کہ ہمیں ٹھکانا دو اور ہماری مدد کرو، جس چیز سے اپنی حفاظت کرتے ہو اس سے ہماری بھی حفاظت کرو۔

اسعد بن زرارہ نے پوچھا کہ جب ہم یہ کریں گے تو ہمیں کیا ملے گا؟ فرمایا: جنت، عرض کی: پھر آپ کے لئے بھی وہ ہے جو آپ نے طلب فرمایا۔

شعبی جب یہ حدیث بیان کرتے تھے تو کہا کرتے تھے کہ بوڑھوں اور جوانوں نے اس سے مختصر اور اس سے بلیغ خطبہ نہیں سنا۔

عبداللہ بن الحارث بن نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب سے مروی ہے کہ قریش جب بدر کی طرف روانہ ہوئے تو مرالظہران میں تھے کہ ابوجہل اپنے خواب سے بیدار ہوا، اس نے پکار کر کہا:

اے گروہِ قریش، کیا تمہاری عقل پر تباہی نہ ہوگی، تم نے کیا کیا کہ بنی ہاشم کو اپنے پیچھے چھوڑ دیا؟ اگر محمد تم پر فتحمند ہو گئے تو اس سے وہ بھی انہی کے شامل ہو جائیں گے، اور اگر تم محمد پر فتحمند ہو گئے تو وہ لوگ تمہارا انتقام عنقریب تم سے، تمہاری اولاد سے اور تمہارے اعزہ سے لیں گے، لہٰذا تم انھیں اپنے صحن اور اپنے میدان میں نہ چھوڑو، انھیں اپنے ساتھ لے چلو، خواہ ان سے کام نہ نکلے۔

لوگ ان کے پاس واپس گئے، عباس بن عبدالمطلب اور نوفل اور طالب اور عقیل کو زبردستی اپنے ساتھ لے لیا۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ ہم بنی ہاشم میں سے جو لوگ مکے میں تھے وہ اسلام لے آئے تھے، لیکن ظاہر کرتے ڈرتے تھے کہ ابولہب اور قریش حملہ کر کے انھیں مقید کر دیں گے، جیسا کہ بنی مخزوم نے سلمہ ابن ہشام اور عباس بن ابی ربیعہ وغیرہما کو پابزنجیر کر دیا تھا، اسی لئے غزوہ بدر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرما دیا کہ تم میں سے جو شخص عباس، طالب، عقیل، نوفل اور ابوسفیان سے ملے تو انھیں قتل نہ کرے کیونکہ یہ لوگ زبردستی لائے گئے ہیں۔

ابو رافع مولائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ میں عباس بن عبدالمطلب کا غلام تھا، اسلام ہم اہل بیت میں داخل ہو چکا تھا، عباس اسلام لے آئے تھے، ام الفضل اسلام لے آئی تھیں اور میں بھی اسلام لے آیا تھا، عباس اپنی قوم سے ڈرتے تھے اور ان کی مخالفت کو ناپسند کرتے تھے، اپنا اسلام چھپاتے تھے، وہ مالدار تھے،

ان کا مال قوم میں پھیلا ہوا تھا، وہ ان لوگوں کے ساتھ بدر گئے، حالانکہ اسلام پر تھے۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ غزوۂ بدر میں نبی علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ بنی ہاشم وغیرہم کے کچھ لوگ زبردستی لائے گئے ہیں، ان کو اس جنگ سے کچھ سروکار نہیں، تم میں سے کوئی شخص بنی ہاشم کے کسی شخص سے ملے تو اسے قتل نہ کرے جو شخص عباس ابن عبد المطلب عم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے انہیں قتل نہ کرے کیونکہ وہ زبردستی لائے گئے ہیں۔

ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ نے کہا کہ ہم اپنے باپ، بیٹوں، بھائیوں اور عزیزوں کو قتل کرینگے اور عباس کو چھوڑ دیں گے؟ واللہ اگر میں ان سے ملوں گا تو ضرور تلوار سے ان کی ہڈیوں کو گوشت سے جدا کردوں گا۔

یہ گفتگو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوئی تو آپ نے عمرؓ ابن الخطاب سے فرمایا کہ اے ابو حفص (عمرؓ نے کہا کہ واللہ یہ پہلا دن تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو حفص کی کنیت سے مجھے پکارا)، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے منہ پر تلوار ماری جائے گی؟ عمرؓ نے کہا کہ مجھے ابو حذیفہ کی گردن مار دینے دیجئے کیونکہ وہ منافق ہو گیا ہے۔

ابو حذیفہ اپنی گفتگو پر نادم ہوئے، وہ کہا کرتے تھے کہ واللہ میں اپنے اس کلمے سے جو اس روز کہا بے خوف نہیں ہوں، میں برابر اس سے خوف میں رہوں گا سوائے اس کے کہ اللہ عزوجل بذریعہ شہادت مجھ سے اس کا کفارہ کردے وہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ غزوۂ بدر میں جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین سے ملے تو فرمایا کہ جو شخص بنی ہاشم کے کسی فرد سے ملے تو اسے قتل نہ کرے کیونکہ وہ لوگ زبردستی گھر سے نکالے گئے ہیں

ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ نے کہا کہ واللہ میں تو اُن میں سے جس سے ملوں گا اُسے ضرور قتل کردوں گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ تم نے ایسا ایسا کہا ہے، عرض کی، جی ہاں، یارسول اللہ، جب میں اپنے باپ اور چچا اور بھائی کو مقتول دیکھوں گا تو یہ مجھ پر گراں گذرے گا، میں نے جو کہا وہ کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا کہ تمہارے باپ، چچا اور بھائی جنگ کی خاطر خوشی خوشی بغیر جبر واکراہ کے، نکلے ہیں، یہ لوگ تو زبردستی، بلا رضاء ورغبت لڑائی کے لئے نکالے گئے ہیں۔

عبداللہ بن الحارث سے مروی ہے کہ جب غزوہ بدر ہوا تو قریش بنی ہاشم اور اُن کے حلفاء ایک خیمے میں جمع کیے گئے، مشرکین نے اُن سے اندیشہ کیا، اُن پر اُن لوگوں کو مقرر کیا جو اُن کی حفاظت کریں اور انھیں روکے رکھیں، اُن میں سے حکیم بن حزام بھی تھا۔

عبید بن اوس سے، جو بنی ظفر کے قیدیوں کے محافظ تھے، مروی ہے کہ غزوہ بدر ہوا تو میں نے عباس بن عبدالمطلب اور عقیل اور عباس کے فہری حلیف کو گرفتار کرلیا، میں نے عباس اور عقیل کو رسی سے باندھ دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو دیکھا تو میرا نام مُقَرِن (رسی سے جکڑنے والا) رکھ دیا، اور فرمایا کہ اُن دونوں پر ایک بزرگ فرشتے نے تمہاری مدد کی۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ جس شخص نے عباس کو گرفتار کیا وہ ابوالیسر کعب بن عمرو برادر بنی سلمہ تھے، ابوالیَسَر دُبلے پتلے آدمی تھے اور عباس بھاری جسم کے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالیسر سے فرمایا کہ اے ابوالیسر تم نے عباس کو کس طرح اسیر کرلیا، عرض کی، یارسول اللہ، اُن پر ایک شخص نے میری مدد کی جس کو نہ میں نے پہلے کبھی دیکھا تھا نہ بعد کو، اُس کی ہیئت ایسی ایسی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُن پر ایک بزرگ فرشتے نے تمہاری مدد کی۔

محمد بن اسحاق کے علاوہ ایک دوسرے راوی نے اپنی حدیث میں اتنا اور کہا کہ ابوالیسر غزوہ بدر میں عباس بن عبدالمطلب کے پاس پہنچے جو

بت کی طرح کھڑے تھے، ان سے کہا کہ تمھیں تمہارے کیئے کی جزا ملے کیا تم اپنے بھتیجے کو قتل کرو گے؟ عباس نے کہا کہ محمدؐ کیا ہوئے کیا وہ قتل نہیں ہوئے؟ ابوالیسر نے کہا کہ اللہ بڑا غالب اور بڑا مددگار ہے، عباس نے کہا کہ محمدؐ کے سوا ہر چیز باطل ہے، تم کیا چاہتے ہو؟ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے قتل سے منع کیا ہے، عباس نے کہا کہ یہ ان کی پہلی نیکی اور احسان نہیں ہے۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ غزوۂ بدر میں قوم نے اس حالت میں شام کی کہ قیدی بیڑیوں میں محبوس تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اول شب بیداری میں گذاری، آپ سے اصحاب نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ کو کیا ہوا کہ آپ سوتے نہیں؟ فرمایا میں نے عباس کی آہ بیڑیاں پہنے ہوئے سنی، لوگ اٹھ کر عباس کے پاس گئے، انھیں کھول دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوئے۔

یزید بن الاصم سے مروی ہے کہ جب بدر کے قیدیوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس بھی تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس رات کو جاگتے رہے، بعض اصحاب نے کہا کہ یا نبی اللہ آپ کو کیا چیز جگا رہی ہے، فرمایا، عباس کی آہ، ایک آدمی اٹھا، اور ان کی بیڑی ڈھیلی کردی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا بات ہے کہ اب میں عباس کی آہ نہیں سنتا جماعت میں سے ایک شخص نے کہا کہ میں نے کسی قدر ان کی بیڑی ڈھیلی کردی ہے، فرمایا، یہی تمام قیدیوں کے ساتھ کرو۔

محمود بن لبید سے مروی ہے کہ جس وقت عباس بن عبدالمطلب قیدیوں کے ساتھ لائے گئے تو ان کے لئے ایک کرتہ درکار ہوا لوگوں نے یثرب میں کوئی کرتہ ایسا نہ پایا جو ان کے ٹھیک ہوتا، سوائے عبداللہ بن ابی کے کرتے کے جو انھوں نے اپنے والد کو پہنا دیا تھا اور ان کے پاس تھا۔

جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ جس وقت عباس قید کیے گئے تو کوئی کرتہ نہ ملا جو ان کے ٹھیک ہوتا سوائے ابن ابی کے کرتے کے۔

محمد بن اسحاق سے مروی ہے کہ عباس بن عبدالمطلب جس وقت مدینے لائے گئے تو اُن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے عباس اپنا، اپنے بھتیجے عقیل بن ابی طالب، نوفل بن الحارث اور اپنے حلیف عتبہ بن عمرو بن جحدم برادر بنی الحارث بن فہر کا فدیہ دو کیونکہ تم مالدار ہو۔

انھوں نے کہا، یا رسول اللہ میں تو مسلمان تھا لیکن قوم نے مجھ پر جبر کیا، فرمایا، جو کچھ تم بیان کرتے ہو اگر حق ہے تو اللہ تمھارے اسلام کو زیادہ جانتا ہے تمھیں وہ اس کی جزا دے گا، لیکن تمھارا ظاہر حال وہی ہے جو ہمارے سامنے تھا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے بیس اوقیہ سونا لینے کو فرمایا، عباس نے کہا، یا رسول اللہ، میں خیال کرتا ہوں کہ میرا فدیہ میرے ہی لیے ہوگا (یعنی مجھ ہی کو مل جائے گا) فرمایا نہیں، یہ تو وہ چیز ہے جو اللہ نے تم سے ہمیں دلائی ہے، عرض کی: میرے پاس مال نہیں ہے۔

فرمایا کہ وہ مال کہاں ہے، جو تم نے روانگی کے وقت مکے میں ام الفضل بنت الحارث کے پاس رکھا تھا جب کہ تم دونوں کے ساتھ کوئی نہ تھا؟ تم نے اُن سے کہا تھا کہ اگر مجھے اس سفر میں موت آگئی تو فضل کے لیے اتنا اتنا اور عبداللہ کے لیے اتنا اتنا ہے، انھوں نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے حق کے ساتھ آپ کو مبعوث کیا کہ اس کا سوائے میرے اور ام الفضل کے کسی کو علم نہ تھا، میں ضرور جانتا ہوں کہ بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں، عباس نے اپنا، اپنے بھتیجے کا اور اپنے حلیف کا فدیہ ادا کر دیا۔

انس بن مالک سے مروی ہے کہ کسی انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم اپنے بھتیجے عباس بن عبدالمطلب کو اُن کا فدیہ چھوڑ دیں، فرمایا، نہیں، ایک درم بھی نہیں۔

عبداللہ بن الحارث سے مروی ہے کہ عباس نے اپنا اور اپنے بھتیجے عقیل کا فدیہ اسّی اوقیہ سونا ادا کیا، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک ہزار دینار۔

لوگوں نے بیان کیا کہ عباس کے گئے، انھوں نے اپنا اور اپنے بھتیجے کا فدیہ بھیج دیا، مگر حلیف کا فدیہ نہیں بھیجا، رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے حسان ابن ثابت کو بلایا اور انھیں خبر دی، ابو رافع، جو عباس کا فدیہ لائے تھے، واپس چلے گئے، عباس نے ان سے پوچھا کہ تم سے کیا فرمایا تو انھوں نے قصہ بیان کر دیا، انھوں نے کہا کہ اس سے زیادہ کونسا قول سخت ہوگا، قبل اس کے کہ تم اپنا کجاوہ اتارو میں باقی بھی روانہ کر دوں گا، وہ لے گئے، عباس نے اُن سب کا فدیہ ادا کیا۔

ابن عباس سے آیت "یا ایھا النبی قل لمن فی ایدیکم من الاسری ان یعلم اللہ فی قلوبکم خیرا یؤتکم خیرا مما اخذ منکم و یغفر لکم و اللہ غفور رحیم" (اے نبی ان قیدیوں سے کہد و جو تم لوگوں کے قبضے میں ہیں کہ اگر اللہ تمھارے قلوب میں خیر جانے گا تو جو تم سے لیا گیا اس کے عوض میں تمھیں خیر دے گا اور تمھاری مغفرت کرے گا، اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے) کی تفسیر میں مروی ہے کہ یہ آیت بدر کے قیدیوں کے بارے میں نازل ہوئی، جن میں عباس بن عبدالمطلب، نوفل بن الحارث اور عقیل بن ابی طالب بھی تھے، عباس اُن لوگوں میں تھے جو اس روز گرفتار کیے گئے تھے، اُن کے پاس بیس اوقیہ سونا تھا۔

ابو صالح مولائے ام ہانی نے کہا کہ میں نے عباس کو کہتے سنا کہ وہ سونا مجھ سے لے لیا گیا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ اسی کو میرا فدیہ کر دیں، آپ نے اس سے انکار فرمایا، پھر اللہ نے مجھے اس کے عوض بیس غلام دے دیے کہ ہر ایک کا اندازہ بیس اوقیہ کے برابر کیا جاتا ہے، مجھے زمزم عطا کیا جس کے بدلے مجھے اہل مکہ کا تمام مال بھی پسند نہیں، اور مجھے اپنے پروردگار سے مغفرت کی بھی امید ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر عقیل بن ابی طالب کے فدیے کا بار ڈالا تو عرض کی یا رسول اللہ آپ نے میری وہ حالت کر دی کہ جب تک زندہ رہوں لوگوں سے بھیک مانگتا رہوں، فرمایا کہ اے عباس سونا کہاں ہے؟

عرض کی، کون سا سونا؟ فرمایا، وہ جو تم نے روانگی کے دن ام الفضل کو دیا اور اُن سے کہا کہ مجھے معلوم نہیں کہ اِس موقع پر کیا پیش آئے گا، لہذا یہ تمہارے لئے اور فضل، عبداللہ، عبیداللہ اور قثم کے لئے ہے۔

عرض کی، اُس کی آپ کو کس نے خبر دی؟ واللہ، سوائے میرے اور ام الفضل کے کسی کو اس کی اطلاع نہ تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اللہ نے خبر دی، عرض کی، میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں اور بیشک آپ سچے ہیں، میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی لائقِ عبادت نہیں، بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں۔

اللہ کے قول "ان یعلم اللہ فی قلوبکم خیرا" (اگر اللہ کو تمہارے قلب میں خیر معلوم ہوگی) کا یہی مطلب ہے جس کو اُس نے سچ کہا ہے۔ یوتکم خیرا مما اخذ منکم و یغفر لکم واللہ غفور رحیم" (تم سے جو کچھ لیا گیا ہے اُس کے عوض تمہیں اُس سے بہتر دے گا۔ اور تمہاری مغفرت کرے گا، اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے)" اُس نے مجھے بجائے بیس اوقیہ سونے کے بیس غلام عطا کئے، اور اب میں اپنے رب کی طرف سے مغفرت کا منتظر ہوں

حُمید بن ہلال العدوی سے مروی ہے کہ علاء الحضرمی نے بحرین سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی ہزار درم بھیجے اس سے قبل نہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اتنا مال آیا تھا، حکم دیا کہ بوریے پر پھیلا دیا جائے، اور نماز کی اذان دے دی گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور مال کے پاس کھڑے ہو گئے، لوگوں نے جس وقت مال دیکھا تو وہ بھی آئے اُس زمانہ میں نہ شمار کرنے کا رواج تھا اور نہ وزن کا، سوائے مٹھی کے، عباس آئے اور عرض کی، یارسول اللہ، میں نے یوم بدر میں اپنا اور عقیل بن ابی طالب کا فدیہ دیا تھا، جب کہ عقیل کے پاس کوئی مال نہ تھا، لہذا مجھے اس مال میں سے عطا فرمائیے فرمایا، لے لو۔

عباس نے اپنی چادر، جو اوڑھے تھے، بھر لی، جب چلنے کے لیے کھڑے ہوئے تو چل نہ سکے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اپنا سر اٹھایا اور عرض کی یا رسول اللہ مجھے اٹھوا دیجیے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اتنا مسکرائے کہ آپ کی کچلیاں ظاہر ہو گئیں، اور فرمایا، ایک حصہ مال کا دوبارہ لے جانا، اتنا لے جاؤ جتنی تمھیں طاقت ہو۔

وہ اس مال کو لے گئے اور یہ کہتے تھے کہ اللہ نے جو دو وعدے کیے تھے ان میں سے ایک پورا کر دیا، مجھے معلوم نہیں کہ دوسرے وعدے میں کیا کرے گا، ان کی مراد یہ آیت تھی "قل لمن فی ایدیکم من الاسریٰ ان یعلم اللہ فی قلوبکم خیرا یؤتکم خیرا مما اخذ منکم ویغفر لکم" یہ اس سے بہتر ہے جو مجھ سے لیا گیا تھا، مجھے معلوم نہیں کہ مغفرت کے بارے میں میرے ساتھ کیا کرے گا۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ بنی ہاشم کے جتنے لوگ مشرکین کے ساتھ بدر میں حاضر تھے سب اسلام لے آئے، عباس نے اپنا اور اپنے بھتیجے عقیل کا فدیہ ادا کر دیا، اس کے بعد سب لوگ مکے واپس آئے، بعد کو ہجرت کر کے مدینے چلے گئے۔

اسحاق بن الفضل نے اپنے اشیاخ سے روایت کی کہ عقیل ابن ابی طالب نے نبی علیہ السلام سے کہا کہ آپ نے جن اشراف کو قتل کر لیا آیا ہم لوگ انھیں میں سے ہیں، پھر کہا کہ ابو جہل قتل کر دیا گیا، فرمایا کہ ابتو وادی (مکہ) بالکل تمہارے ہی لئے ہو گیا، عقیل نے عرض کی کہ آپ کے اہل بیت میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو اسلام نہ لے آیا ہو، فرمایا کہ ان لوگوں سے کہدو کہ میرے ساتھ شامل ہو جائیں (اور میرے ہی ساتھ مدینے میں رہیں) جب عقیل ان لوگوں کے پاس یہ گفتگو لے کے آئے تو وہ لوگ روانہ ہو گئے، بیان کیا گیا ہے کہ عباس اور نوفل اور عقیل مکے لوٹ گئے جن کو اس کا حکم دیا گیا تھا، تاکہ وہ لوگ جس طرح سقایہ و رفادہ و ریاست کا انتظام کرتے تھے بدستور کریں (سقایہ چاہ زمزم کا انتظام رفادہ۔ حجاج کی آسائش

کے لیے مال جمع کرنا)۔

یہ ابولہب کی موت کے بعد ہوا، زمانۂ جاہلیت میں سقایہ رفادہ و ریاست بنی ہاشم میں تھی، اس کے بعد اُن لوگوں نے مدینے کی طرف ہجرت کی اور وہیں اپنی اولاد و اعزہ کو بھی لے آئے۔

عباس بن عیسیٰ بن عبداللہ سے مروی ہے کہ عباس بن عبدالمطلب اور نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب کی مکے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں باریابی زمانۂ خندق میں ہوئی تھی، ان دونوں کی روانگی کے وقت الابوا تک ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب نے مشایعت کی، جب ربیعہ نے مکے واپس جانے کا ارادہ کیا تو ان سے اُن کے چچا عباس اور بھائی نوفل بن الحارث نے کہا کہ تم کہاں دارالشرک میں واپس جاتے ہو، جہاں لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرتے ہیں اور آپ کی تکذیب کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غالب ہو گئے ہیں اور آپ کے اصحاب بھی بہت ہو گئے ہیں، ہمارے ساتھ چلو، ربیعہ بھی اُن دونوں کے ہمراہ روانہ ہو گئے اور یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسلم مہاجر بن کے آئے۔

ابن عباس بن عبداللہ بن معبد بن عباس سے مروی ہے کہ اُن کے دادا عباس خود اور ابوہریرہ ایک ہی قافلے میں آئے جس کا نام قافلۂ ابی شمر تھا، یہ لوگ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فتح خیبر کے دن الجحفہ میں اُترے، آنحضرتؐ کو اطلاع دی کہ ہم الجحفہ میں اُترے ہیں اور شرف باریابی کا ارادہ رکھتے ہیں، یہ روز فتح خیبر کا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس اور ابوہریرہ کو خیبر میں حصہ دیا۔

محمد بن سعد نے کہا کہ میں نے یہ حدیث محمد بن عمرؓ سے بیان کی تو انھوں نے کہا کہ ہمارے نزدیک یہ وہم ہے، اہل علم و روایت کو اس میں کچھ شک نہیں کہ عباس مکے میں تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر فتح کر لیا تھا، حجاج بن علاط السلمی نے گئے اگر (اپنا قرض وصول کرنے کیلئے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے قریش کو وہ خبر دے دی جو وہ لوگ چاہتے تھے کہ آپ پر فتح حاصل کرلی گئی اور آپ کے اصحاب قتل کر دیے گئے، قریش اس سے مسرور ہوئے، عباس کو اس خبر نے خاموش کر دیا، انھیں ناگوار ہوا، اپنا دروازہ کھول دیا اور اپنے بیٹے قثم کو سینے پر بٹھا لیا اور یہ کہنے لگے

یا قثم یا قثم یا شبۃ ذی الکرم　　(اے قثم اے قثم اے کرم والے کے مثل)

عباس اسی حالت میں تھے کہ ان کے پاس حجاج آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سلامتی کی خبر دی اور کہا کہ آپ نے خیبر فتح کرلیا اور جو کچھ اس میں تھا وہ سب اللہ نے آپ کو غنیمت میں دے دیا، عباس اس سے مسرور ہوئے انھوں نے اپنے کپڑے پہنے، صبح کے وقت مسجد حرام گئے، بیت اللہ کا طواف کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سلامتی، فتح خیبر کی خوش خبری اور یہ اطلاع کہ اللہ نے اہل خیبر کے اموال آپ کو غنیمت میں دیے قریش کو دی مشرکین رنجیدہ ہوئے، انھیں یہ ناگوار ہوا اور معلوم ہوگیا کہ حجاج ان سے جھوٹ بولے تھے۔

وہ مسلمان جو مکے میں تھے خوش ہوئے، عباس کے پاس آئے اور انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سلامتی پر مبارک باد دی، اس کے بعد عباس روانہ ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مدینے میں فدمبوس ہوئے، آنحضرتؐ نے انھیں خیبر کی کھجوروں سے دو سو وسق سالانہ کی جاگیر عطا فرمائی، وہ آپ کے ہم رکاب مکے روانہ ہوئے، فتح مکہ، حنین، طائف اور تبوک میں شریک تھے، غزوۂ حنین میں جب لوگ آپ کے پاس سے بھاگے تو وہ اہل بیت کے ہمراہ آپ کے ہم رکاب ثابت قدم رہے۔

کثیر بن عباس بن عبدالمطلب نے اپنے والد سے روایت کی کہ میں یوم حنین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب تھا، میں اور ابوسفیان ابن الحارث بن عبدالمطلب اس طرح آپ کے ہم رکاب رہے کہ آپ سے جدا نہ ہوئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفید خچر پر سوار تھے جو فروۃ بن نفاثہ الجذامی نے بطور ہدیہ دیا تھا۔

مسلمانوں اور کافروں کا مقابلہ ہوا تو اول الذکر پشت پھیر کر بھاگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر کو ایڑ مار کر کفار کی طرف بڑھانے لگے، عباس نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر کی لگام پکڑے ہوئے اسے تیز روی سے روک رہا تھا' ابو سفیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رکاب پکڑے ہوئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عباس لوگوں کو ندا دو کہ اے اصحاب سَمُرَہ[1] (اے ببول کے درخت والو)۔

عباس نے کہا کہ میں بلند آواز آدمی تھا میں نے اپنی بلند آواز سے کہا کہ اصحاب سَمُرَہ کہاں ہیں' واللہ جس وقت انھوں نے میری آواز سنی تو اُن کا پلٹنا اس طرح تھا جیسے گائے کا پلٹنا اپنے بچوں کی طرف ہوتا ہے، اُن لوگوں نے جواب دیا "یالبیک یالبیک" (اے پکارنے والے ہم حاضر ہیں' اے پکارنے والے ہم حاضر ہیں) انھوں نے کفار سے جنگ کی، دعوت (ندا) انصار میں تھی جو کہہ رہے تھے کہ اے گروہ انصار اے گروہ انصار' پھر صرف بنی الحارث بن الخزرج میں رہ گئی، جو پکار رہے تھے کہ اے بنی الحارث بن الخزرج' اے بنی الحارث'۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر دوڑائی' آپ اپنے خچر پر تھے اور گویا گردن اٹھا کے میدان جنگ کی طرف دیکھ رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ وہ وقت ہے کہ تنور گرم ہو گیا ہے (یعنی جنگ زوروں پر ہے)' آپ نے چند کنکریاں لے کے کفار کے چہروں پر ماریں' اور فرمایا' رب محمدؐ کی قسم' بھاگو'۔

میں دیکھتا گیا کہ جنگ اپنی اسی ہیئت پر تھی کہ جس پر پہلے دیکھی تھی، اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں کنکریاں ماریں اور خود سوار ہو گئے'

---

[1] ان لوگوں نے حدیبیہ میں ببول کے درخت کے نیچے بیعت کی تھی' (۱۳م) لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لقب سے ندا دلوائی۔

آناً فاناً مشرکین کی تلواروں کی دھاریں کند پڑ گئیں، ان کی حالت برگشتہ ہو گئی، اور اللہ نے انھیں شکست دے دی۔

۱۲ قتادہ سے مروی ہے کہ یوم حنین میں جب لوگ بھاگ گئے تو عباس ابن عبد المطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے تھے، ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کو ندا دو، وہ بلند آواز آدمی تھے، ایک ایک قبیلے کو (اس طرح) ندا دو کہ اے گروہ مہاجرین، اے گروہ انصار، اے اصحاب سمرہ، یعنی اس درخت رضوان والو جس کے نیچے انھوں نے بیعت کی تھی، اے اصحاب سورۂ بقرہ، وہ برابر ندا دیتے رہے، یہاں تک کہ لوگ ایک ہی طرف رخ کر کے (آپ کی جانب) متوجہ ہو گئے۔

ابو عبد اللہ الایلی سے مروی ہے کہ غزّہ کا اسقف (پادری) تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ یا رسول اللہ، ہاشم و عبد شمس جو تاجر تھے میرے پاس مر گئے، ان دونوں کا مال ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس کو بلایا اور فرمایا کہ ہاشم کا مال بنی ہاشم کے بوڑھوں پر تقسیم کر دو، ابو سفیان ابن حرب کو بلایا اور فرمایا کہ عبد شمس کا مال عبد شمس کی معمر اولاد پر تقسیم کر دو۔

سلیمان بن عبد اللہ بن الحارث بن نوفل سے مروی ہے کہ عباس ابن عبد المطلب اور نوفل بن الحارث جب ہجرت کر کے مدینے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے درمیان عقد مواخاۃ کیا، مدینے میں ایک ہی جگہ زمین عطا فرمائی اور وسط میں ایک دیوار سے آڑ کر دی، دونوں ایک ہی مقام پر باہم پڑوسی ہو گئے، زمانۂ جاہلیت میں بھی وہ شریک تھے اور شرکت میں ان کا مال برابر تھا، باہم محبت اور خلوص کرنے والے تھے۔

نوفل کا مکان جو انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا تھا۔ مقام رحبۃ القضاء میں اس جگہ تھا جہاں قریب ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد تھی، وہ مقام آج بھی رحبۃ القضاء میں ہے اور اس دار الامارۃ کے مقابل ہے

جس کا نام آج دار مروان ہے۔

عباس بن عبدالمطلب کا مکان جو انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا تھا، اُس کے پڑوس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کی طرف دار مروان میں تھا، یہ وہی دارالامارۃ تھا جس کا نام آج دار مروان ہے۔

آنحضرتؐ نے عباس کو ایک اور مکان عطا فرمایا جو بازار میں اُس مقام پر تھا جسے حُزرۂ ابن عباس کہتے تھے۔

عبید بن عباس سے مروی ہے کہ عباس کا ایک پرنالہ عمرؓ کے راستے پر تھا، عمرؓ نے جمعے کے دن کپڑے پہنے، عباس کے لئے دو چوزے ذبح کئے گئے تھے، جب عمرؓ پرنالے کے پاس پہنچے تو اُس میں وہ پانی ڈالا گیا جس میں چوزوں کا خون تھا، پانی بہ کر عمر تک پہنچا، انھوں نے اُس کے اکھاڑنے کا حکم دیا اور واپس ہو گئے، کپڑے اتار کے دوسرے پہنے، پھر آئے اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔

اُن کے پاس عباس آئے اور کہا کہ واللہ اس پرنالے کا مقام وہی ہے جہاں اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا تھا عمرؓ نے عباس سے کہا کہ میں تمھیں قسم دیتا ہوں کہ تم میری پیٹھ پر چڑھو اور اسے اسی مقام پر رکھ دو جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا تھا، عباس نے یہی کیا۔

۱۱　یعقوب بن زید سے مروی ہے کہ عمرؓ بن الخطاب جمعے کے روز مکان سے روانہ ہوئے، ان پر عباس کا پرنالہ ٹپک گیا جو مسجد نبوی کو جاتے ہوئے راستے میں پڑتا تھا، عمرؓ نے اسے اکھاڑ ڈالا، عباس نے کہا کہ آپ نے میرا پرنالہ اکھاڑ ڈالا، واللہ وہ جس جگہ تھا وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے نصب فرمایا تھا، عمرؓ نے کہا کہ ضرور ہے کہ تمھارے لئے میرے سوا کوئی سیڑھی نہ ہو اور اسے سوائے تمھارے ہاتھ کے کوئی نہ لگائے، عمرؓ نے عباس کو اپنی گردن پر بٹھایا، انھوں نے اپنے دونوں پاؤں عمرؓ کے شانوں پر رکھے اور پرنالہ دوبارہ اسی جگہ

لگا دیا جہاں وہ پہلے تھا۔

سالم ابی النضر سے مروی ہے کہ عمرؓ کے زمانے میں جب مسلمانوں کی کثرت ہوگئی تو مسجد اُن کے لیے تنگ ہوگئی، عمرؓ نے مسجد کے گرد کے تمام مکانات سوائے عباس بن عبدالمطلب کے مکان اور امہات المومنینؓ کے حجروں کے خرید لئے۔

عمرؓ نے عباس سے کہا کہ اے ابوالفضل مسلمانوں کی مسجد اُن پر تنگ ہوگئی ہے، میں نے اُس کے گرد کے تمام مکانات سوائے تمہارے مکان اور امہات المومنینؓ کے حجروں کے خرید لیے ہیں، جن سے ہم مسلمانوں کی مسجد وسیع کریں گے، لیکن امہات المومنینؓ کے حجروں تک رسائی کی کوئی سبیل نہیں ہے بجز تمہارے مکان کے، تم اُسے بیت المال سے جس عوض میں چاہو میرے ہاتھ فروخت کردو کہ میں مسلمانوں کی مسجد وسیع کردوں عباس نے کہا کہ میں ایسا کرنے والا نہیں ہوں۔

عمرؓ نے اُن سے کہا کہ تم میری تین باتوں میں سے ایک بات مان لو، یا تو اُسے بیت المال سے جس قیمت پر چاہو میرے ہاتھ بیچ ڈالو یا مدینے میں جہاں چاہو میں تمہیں زمین دیدوں اور تمہارے لئے بیت المال سے مکان بنا دوں، یا اُسے مسلمانوں پر وقف کردو کہ ہم اُن کی مسجد وسیع کردیں، عباس نے کہا کہ نہیں، ان میں سے مجھے ایک بھی منظور نہیں۔

عمرؓ نے کہا کہ تم اپنے اور میرے درمیان جسے چاہو حکم کردو، انھوں نے کہا کہ اُبی بن کعب، دونوں ابی کے پاس گئے اور اُن سے قصہ بیان کیا، اُبی نے کہا کہ اگر تم چاہو تو میں وہ حدیث بیان کروں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے، دونوں نے کہا کہ بیان کرو۔

انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ نے داؤدؑ کو وحی کی کہ میرے لئے ایک مکان بناؤ جس میں میرا ذکر کیا جائے، انھوں نے بیت المقدس کا یہی خطہ معین کیا، اتفاق ایسا ہوا کہ

وہ بنی اسرائیل کے ایک شخص کے مکان سے مربع ہوتا تھا، داؤدؑ نے اس سے درخواست کی کہ وہ اُسے اُن کے ہاتھ فروخت کردے، مگر اُس نے انکار کیا، داؤدؑ نے اپنے دل میں کہا کہ وہ اُس مکان کو اُس سے چھین لیں، اللہ نے انھیں وحی کی اے داؤدؑ میں نے تمھیں یہ حکم دیا تھا کہ میرے لیے ایک گھر بناؤ جس میں میرا ذکر کیا جائے، تم نے یہ ارادہ کیا کہ میرے گھر میں غصب داخل کیا جائے، حالانکہ غصب میری شان نہیں ہے، تمھاری سزا یہ ہے کہ تم اُسے نہ بناؤ، انھوں نے کہا، یارب، میری اولاد میں سے کوئی بنائے، فرمایا تمھاری اولاد میں سے کوئی بنائے گا۔

عمرؓ نے اُبی بن کعب کی تہمد کا کمربند پکڑ کر کہا کہ میں تمھارے پاس ایک چیز لایا، مگر تم وہ چیز لائے جو اس سے زیادہ سخت ہے، جو کچھ تم نے کہا اُس کی وجہ سے انھیں ضرور ضرور بری ہونا پڑے گا۔

عمرؓ انھیں گھسیٹتے ہوئے لائے اور مسجد میں داخل کیا، وہاں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک گروہ کے سامنے کھڑا کر دیا جس میں ابوذر بھی تھے، اور کہا کہ میں اُس شخص کو اللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حدیث بیت المقدس بیان کرتے سنا، جس میں اللہ نے داؤدؑ کو حکم دیا تھا کہ بیت المقدس کی تعمیر کریں، کہ وہ اسی حدیث کو بیان کرے، ابوذرؓ نے کہا کہ میں نے اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، ایک دوسرے شخص نے کہا کہ میں نے بھی آپ سے سنا ہے، ایک اور شخص نے کہا کہ میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ ۱۴

عمرؓ نے اُبی کو بلا بھیجا، اُبی عمرؓ کے پاس آئے اور کہا کہ اے عمرؓ کیا تم مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں جھوٹ کی تہمت لگاتے ہو، عمرؓ نے کہا کہ اے ابو المنذر میں تم پر تہمت نہیں لگاتا، البتہ یہ ناپسند کرتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ظاہر ہو۔

عمرؓ نے عباسؓ سے کہا کہ جاؤ میں تمھارے مکان کے بارے میں تم سے کچھ نہ کہوں گا، عباسؓ نے کہا کہ جب آپ نے ایسا کر دیا تو میں نے اُسے

مسلمانوں پر وقف کر دیا، جس سے میں اُن کی مسجد وسیع کر دوں گا، لیکن اگر آپ مجھ سے جھگڑا کریں تو وقف نہیں کرتا؛

عمرؓ نے اُن لوگوں کو مکان کے لیئے وہ زمین دی جو آج بھی اُن کی ہے اور اُسے انھوں نے بیت المال سے تعمیر کر دیا۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ مدینے میں مسجد کے پہلو میں عباس بن عبدالمطلب کا ایک مکان تھا، عمرؓ نے کہا کہ اُسے مجھے ہبہ کر دو، یا میرے ہاتھ فروخت کر ڈالو، کہ میں اُسے مسجد میں داخل کر دوں، انھوں نے انکار کیا، عمرؓ نے کہا کہ میرے اور اپنے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی کو حکم بنا دو، دونوں نے ابی بن کعب کو بنایا، ابی نے عمرؓ کے خلاف فیصلہ کیا، عمرؓ نے کہا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مجھ پر ابی سے زیادہ جری کوئی نہیں ہے، ابی نے کہا کہ زیادہ جری یا اے امیر المومنین آپ کے لیئے ابی سے زیادہ خیر خواہ کوئی نہیں ہے، کیا آپ کو عورت کا قصہ معلوم نہیں کہ جب داؤدؑ نے بیت المقدس کی تعمیر کی تو اس میں انھوں نے ایک عورت کا مکان بغیر اُس کی اجازت کے داخل کر لیا، جب وہ مردوں کے حجروں تک پہنچے تو اُس کی تعمیر روک دی گئی، انھوں نے کہا کہ یا رب جب تو نے مجھے روک دیا تو یہ تعمیر میرے بعد میری اولاد پوری کرے۔

جب فیصلہ ہو چکا تو اُن سے عباس نے پوچھا کہ کیا میرے حق میں فیصلہ نہیں ہوا؟ عمرؓ نے کہا، بے شک ہوا، انھوں نے کہا کہ اب وہ مکان آپ کے لیے ہے، میں نے اُسے اللہ کے لیئے وقف کر دیا۔

ابی جعفر محمد بن علیؓ سے مروی ہے کہ عباس عمرؓ کے پاس آئے اور کہا کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بحرین جاگیر میں دیا ہے، فرمایا اُسے کون جانتا ہے، انھوں نے کہا کہ مغیرہ بن شعبہ، وہ انھیں لائے، مغیرہ نے اُن کے موافق شہادت دی مگر عمرؓ نے وہ علاقہ عطا نہیں فرمایا، گویا انھوں نے اُن کی شہادت قبول نہیں کی، عباس نے عمر کو سخت وسست کہا،

عمرؓ نے عبداللہ بن عباس سے کہا کہ اپنے والد کا ہاتھ پکڑ لو اور یہاں سے لے جاؤ:

سفیان راوی نے ایک دوسرے طریق سے روایت کی کہ عمرؓ نے کہا واللہ، اے ابوالفضل، میں خطاب کے اسلام سے زیادہ تمہارے اسلام سے خوش ہوتا اگر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے مطابق اسلام لاتے۔

۱۵ عبداللہ بن حارثہ سے مروی ہے کہ جب صفوان بن امیہ بن خلف الجمحی مدینے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اے ابو وہب، تم کس کے پاس اُترے، عرض کی، عباس بن عبدالمطلب کے پاس فرمایا تم قریش میں سب سے زیادہ قریش سے محبت کرنے والے کے پاس اُترے۔

ام الفضل سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباس کے گھر والوں کے پاس تشریف لائے عباس عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیل تھے، انھوں نے موت کی تمنا کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے رسول اللہ کے چچا، موت کی تمنا نہ کرو کیونکہ اگر تم محسن ہو تو مہلت ملنے پر تمہارے احسانات اور بڑھیں گے جو تمہارے لئے بہتر ہوگا، اور اگر تم بد ہو اور مہلت دی جائے تو تم اپنی بدی سے توبہ کرکے اللہ کو راضی کرنا چاہو گے، اس لئے موت کی تمنا نہ کرو۔

حبیب بن ابی ثابت سے مروی ہے کہ عباس بن عبدالمطلب کی کان کی لو سب سے زیادہ آسمان کی طرف تھی (یعنی وہ وحی الٰہی کے سب سے زیادہ منتظر رہتے تھے اور اُسی طرف کان لگائے رہتے تھے)۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ عباس اور لوگوں کے درمیان کچھ رنجش تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عباس مجھ سے ہیں اور میں اُن سے ہوں۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک شخص نے عباس کے اجداد میں سے

کسی کو جو جاہلیت میں گذرے تھے، برا کہا، عباس نے اُسے طمانچہ مار دیا اُس کی قوم جمع ہو گئی، انھوں نے کہا کہ واللہ ہم بھی انھیں طمانچہ ماریں گے جس طرح انھوں نے اس کو طمانچہ مارا ہے، ان لوگوں نے ہتھیار پہن لئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ تشریف لائے، منبر پر چڑھے، اللہ کی حمد وثنا کی اور فرمایا کہ اے لوگو تم کس شخص کو جانتے ہو کہ وہ خدا کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم ہے، عرض کی آنحضرتؐ فرمایا تو عباس مجھ سے ہیں اور میں اُن سے ہوں، تم لوگ ہمارے اموات کو گالیاں نہ دو جس سے ہمارے احیاء کو ایذا پہنچے۔

قوم آئی اور عرض کی، یا رسول اللہ، ہم آپ کے غضب سے اللہ سے پناہ مانگتے ہیں، یا رسول اللہ ہمارے لئے دعائے مغفرت فرمایئے۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے، اللہ کی حمد وثنا بیان کی اور فرمایا، اے لوگو، زمین والوں میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم کون ہے لوگوں کہا نے آپ ہیں، فرمایا، تو عباس مجھ سے ہیں اور میں عباس سے ہوں، عباس کو ایذا دے کے مجھے ایذا نہ دو اور فرمایا، جس نے عباس کو گالی دی اُس نے مجھے گالی دی۔

عباس بن عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ مہاجرین میں سے ایک شخص عباس بن عبدالمطلب سے ملے اور کہا کہ اے ابوالفضل کیا تم نے عبدالمطلب ابن ہاشم اور الغیطلہ کاہنۂ بنی سہم پر غور کیا جن کو اللہ نے دوزخ میں جمع کر دیا ہے، عباس نے اُن سے درگذر کی، وہ اُن سے دوبارہ ملے اور اسی طرح کہا، مگر انھوں نے پھر درگذر کی، تیسری مرتبہ جب ملے اور اسی طرح کہا تو عباس نے اپنا ہاتھ اٹھا کر اُن کی ناک پر مارا اور اُسے توڑ دیا۔

وہ اسی حالت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے، جب آپ نے

۱۶

انھیں دیکھا تو فرمایا یہ کیا ہے، عرض کی، عباس نے مارا ہے، آپ نے انھیں بلا بھیجا، عباس آپ کے پاس آئے، آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم نے مہاجرین میں سے ایک شخص کے ساتھ کیا ارادہ کیا، عرض کی یا رسول اللہ، واللہ مجھے معلوم ہے کہ عبدالمطلب دوزخ میں ہیں، لیکن یہ مجھ سے ملے اور کہا کہ اے ابوالفضل کیا تم نے غور کیا کہ عبدالمطلب بن ہاشم اور الغیطلہ کاہنہ بنی سہم کو اللہ نے دوزخ میں جمع کر دیا ہے؟ میں نے اُن سے کئی مرتبہ درگذر کی، واللہ مجھے اپنے نفس پر قابو نہ رہا، اس شخص نے بھی اُن کا ارادہ نہیں کیا تھا، لیکن میرے آزار پہنچانے کا ارادہ کیا تھا،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے ایک کا کیا حال ہے جو اس امر میں اپنے بھائی کو ایذا دیتا ہے، اگرچہ وہ حق ہے۔

علیؓ سے مروی ہے کہ میں نے عباس سے کہا کہ ہمارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیت اللہ کی دربانی کی درخواست کرو، انھوں نے آپ سے درخواست کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمھیں وہ چیز دیتا ہوں جو اُس سے بہتر ہے، سقایہ مع تمھارے شیریں پانی کے (یعنی آب زمزم اور اُس کا پلانا تمھارے سپرد کرتا ہوں)، اس میں سستی نہ کرو۔

ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ عباس بن عبدالمطلب نے لیالی منیٰ (یعنی شبہائے ۱۱، ۱۲، ۱۳ ذی الحجہ) میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سقایہ کی بدولت مکے میں رات گذارنے کی اجازت چاہی، آپ نے انھیں اجازت دیدی۔

مجاہد سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم نے اس طرح بیت اللہ کا طواف کیا کہ آپ کے پاس ایک لاٹھی تھی، جس سے آپ حجراسود کو، جب آپ اُس پر گذرتے تھے، بوسہ دیتے تھے، پھر آپ سقایہ (پانی کی سبیل) پر آگئے آبِ زمزم پینے لگے۔

عباس نے عرض کی یا رسول اللہ ہم آپ کے پاس ایسا پانی نہ لائیں جسے ہاتھوں نے نہ چھوا ہو، فرمایا، ہاں، ہاں، مجھے پلاؤ، انھوں نے آپ کو پلایا، آپ زمزم پر تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے لیے اُس سے

ایک ڈول بھرو، لوگوں نے اُس سے ایک ڈول نکالا، آپ نے اُس سے غرارہ کیا، اُس کے بعد آپ نے اپنے منہ سے اُس میں کلی کردی اور فرمایا کہ اس کو اسی چاہ زمزم میں ڈال دو، پھر فرمایا کہ تم لوگ بیشک نیک کام پر ہو، اس کے بعد ارشاد ہوا کہ اگر تمہارے مغلوب ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں خود اُترتا اور تمہارے ساتھ پانی کھینچتا۔

جعفر بن تمام سے مروی ہے کہ ایک شخص ابن عباس کے پاس آیا اور کہا کہ تم جو لوگوں کو کشمش کا عرق و شربت پلاتے رہو، تو اس پر غور بھی کر لیا ہے کہ یہ سنت ہے جس کی تم پیروی کرتے ہو یا اسے اپنے نزدیک دودھ اور شہد سے زیادہ سہل سمجھتے ہو۔

17

ابن عباس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عباس کے پاس، جو لوگوں کو پانی پلا رہے تھے تشریف لائے اور فرمایا مجھے بھی پلاؤ، عباس نے نبیذ (یعنی کشمش کے زلال) کے پیالے منگائے اور ایک پیالہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا، آپ نے پیا اور فرمایا کہ تم نے اچھا کیا، ایسا ہی کرو۔

ابن عباس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بعد کہ تم نے اچھا کیا اسی طرح کرو، اُس کا سقایہ مجھ پر دودھ اور شہد بہادے تب بھی مجھے مسرت نہ ہوگی۔

مجاہد سے مروی ہے کہ میں آل عباس کے سقایہ سے پانی پیتا ہوں کیونکہ وہ سنت ہے۔

علیؓ ابن ابی طالب سے مروی ہے کہ عباس بن عبدالمطلب نے سال گذرنے سے پہلے زکوۃ ادا کرنے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی، آپ نے انھیں اس کی اجازت دے دی۔

حکم بن عتیبہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرؓ ابن الخطاب کو زکوۃ کا عامل بنا کے بھیجا، وہ عباس کے پاس آکے اُن کے مال کی زکوۃ طلب کرنے لگے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

پہلے ہی دو سال کی زکوٰۃ ادا کر دی ہے، وہ انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے چچا نے سچ کہا، ہم نے اُن سے پہلے ہی دو سال کی زکوٰۃ لے لی ہے۔

حکم سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر کو سعایہ (یعنی وصول زکوٰۃ) پر عامل بنایا، وہ عباس کے پاس مال کی زکوٰۃ طلب کرنے آئے، عباس نے انھیں سخت سست کہا، عمرؓ علیؓ کے پاس آئے اور ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدد چاہی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمھارے ہاتھ گرد آلود ہوں، کیا تمھیں معلوم نہیں کہ آدمی کا چچا اُس کے باپ کا بھائی ہوتا ہے، عباس نے ہمیں اس سال کی زکوٰۃ بھی سال اوّل ہی ادا کر دی ہے۔

ابی عثمان النہدی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس سے فرمایا، اس جگہ بیٹھیے کیونکہ آپ میرے چچا ہیں۔

قتادہ سے مروی ہے کہ عمرؓ بن الخطاب اور عباس کے درمیان کوئی بات تھی، عباس نے اُن کی طرف عجلت کی تو عمرؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کی، آپ عباس کو دیکھتے نہیں کہ انھوں نے میرے ساتھ ایسا اور ایسا کیا، میں نے چاہا کہ انھیں جواب دوں، پھر مجھے آپ سے اُن کا تعلق یاد آگیا اور میں اُن سے باز رہا، فرمایا تم پر اللہ رحمت کرے، انسان کا چچا اُس کے باپ کا بھائی ہوتا ہے۔

ابی مجلز سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عباس میرے والد کے بھائی ہیں، لہٰذا جس نے عباس کو ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی۔

عبداللہ الوراق سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے عباس غسل نہ دیں کیونکہ وہ میرے والد ہیں، اور والد اپنی اولاد کے ستر کو نہیں دیکھتا۔

علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ میں نے عباس سے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کیجیے کہ وہ آپ کو زکوٰۃ پر عامل بنا دیں، انھوں نے

آپ سے درخواست کی تو آپ نے فرمایا کہ میں ایسا نہیں ہوں کہ لوگوں کے گناہوں کے دھوں پر آپ کو عامل بنا دوں۔

محمد بن المنکدر سے مروی ہے کہ عباس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ آپ مجھے کسی امارت پر امیر نہیں بناتے، فرمایا کہ وہ نفس جسے تم نجات دو اُس امارت سے بہتر ہے جس کا تم احاطہ و انتظام نہ کر سکو۔

ضحاک بن حمزہ سے مروی ہے کہ عباس بن عبدالمطلب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ آپ مجھے عامل بنا دیجیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عباس، اے نبی کے چچا، وہ نفس جسے تم نجات دو اس امارت سے بہتر ہے جس کا تم احاطہ و انتظام نہ کر سکو۔

ابی العالیہ سے مروی ہے کہ عباس نے چھجہ بنا لیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے گرا دو، عرض کی کیا اس کی قیمت کے برابر اللہ کی راہ میں خرچ کر دوں؟ فرمایا اسے گرا دو۔

عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ مجھے میرے والد نے خبر دی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کی، یا رسول اللہ میں آپ کا چچا ہوں میرا سن دراز ہو گیا اور میری موت قریب آ گئی، لہذا مجھے کوئی ایسی چیز تعلیم فرما دیجیے جس سے اللہ نفع بخشے، فرمایا اے عباس، تم میرے چچا ہو پھر بھی میں اللہ کے معاملے میں کچھ بھی تمہارے کام نہیں آ سکتا، تم اپنے رب ہی سے عفو و عافیت مانگو۔

ایوب سے مروی ہے کہ عباس نے کہا یا رسول اللہ مجھے کوئی دعا بتائیے، فرمایا، اللہ سے عفو و عافیت طلب کرو۔

عثمان بن محمد الاخنسی سے مروی ہے کہ ہم نے نہ جاہلیت میں اور نہ اسلام میں کوئی آدمی ایسا پایا جو عباس بن عبدالمطلب کو عقل میں متقدم نہ کرتا ہو۔

عبداللہ بن عیسیٰ بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے اپنے دادا سے روایت کی کہ میں نے کوفے میں علی کو کہتے سنا کہ کاش میرے نے عباس کا کہنا

مان لیا ہوتا، کاش میں نے عباس کا کہنا مان لیا ہوتا، انھوں نے کہا کہ عباس نے کہا تھا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے چلو، اگر یہ امر (خلافت) ہم میں ہو (تو خیر) ورنہ آپ ہمارے ذریعے سے لوگوں کو وصیت کر دیں گے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ کو یہ فرماتے سنا کہ اللہ یہود پر لعنت کرے جنھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا، یہ لوگ آپ کے پاس سے چلے آئے اور آپ سے کچھ نہ کہا۔

۱۹

انس بن مالک سے مروی ہے کہ جب عمرؓ کے زمانے میں لوگوں پر قحط پڑا تو عمرؓ عباس کو لے گئے، اُن کے وسیلے سے بارش کی دعا کی اور کہا کہ اے اللہ جب ہم لوگوں پر قحط ہوتا تھا تو ہم لوگ اپنے نبی علیہ السلام کو تیرے پاس وسیلہ بناتے تھے، تو ہمیں سیراب کر دیتا تھا، اب ہم لوگ تیرے پاس اپنے نبی علیہ السلام کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں، لہذا ہمیں سیراب کر دے۔

موسیٰ بن عمر سے مروی ہے کہ لوگوں پر قحط آیا تو عمرؓ بن الخطاب نماز استسقاء کے لیے نکلے، اور عباس کا ہاتھ پکڑ کر انھیں روبقبلہ کیا اور کہا کہ یہ تیرے نبی علیہ السلام کے چچا ہیں، ہم لوگ انھیں وسیلہ بنا کے تیرے پاس آئے ہیں، لہذا ہمیں سیراب کر، لوگ واپس بھی نہ ہوئے تھے کہ سیراب کر دیے گئے۔

یحییٰ بن عبدالرحمن بن حاطب نے اپنے والد سے روایت کی کہ میں نے عمرؓ کو دیکھا کہ انھوں نے عباس کا ہاتھ پکڑ کر کھڑا کیا اور کہا کہ اے اللہ ہم تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کو تیرے پاس شفیع بناتے ہیں۔

ابن ابی نجیح سے مروی ہے کہ عمرؓ بن الخطاب نے دیوان میں عباس ابن عبدالمطلب کے لیے سات ہزار درم سالانہ مقرر کیے تھے۔

محمد بن عمرؓ نے کہا کہ بعض نے روایت کی ہے کہ انھوں نے ان کی قرابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے اہل بدر کے حصوں کے مثل اُن کے لیے پانچ ہزار مقرر کیے تھے، انھوں نے اُن کو اہل بدر کے

حصوں سے ملا دیا تھا، سوائے ازواج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی کو اہل بدر پر فضیلت نہیں دی تھی۔

احنف بن قیس سے مروی ہے کہ میں نے عمرؓ بن الخطاب کو کہتے سنا کہ قریش لوگوں کے سردار ہیں، ان میں سے کوئی کسی مصیبت میں بھی پڑتا ہے تو لوگ یا لوگوں کی ایک جماعت اُس کے ساتھ ہو جاتی ہے۔

مجھے ان کے اس قول کی تاویل اس وقت تک نہ معلوم ہوئی جب تک کہ انھیں خنجر نہ مارا گیا، جب اُن کی وفات کا وقت قریب آیا تو صہیب کو حکم دیا کہ تین دن تک لوگوں کو نماز پڑھائیں اور لوگوں کے لیے کھانا تیار کریں جو انھیں کھلایا جائے، یہاں تک کہ وہ کسی کو خلیفہ بنالیں۔

لوگ جنازے سے واپس آئے تو کھانا لایا گیا، دستارخوان بچھائے گئے، لوگ اُس غم کی وجہ سے رُکے جس میں وہ مبتلا تھے، عباس بن عبدالمطلب نے کہا کہ اے لوگو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو ہم نے آپ کے بعد کھایا پیا تھا، ابوبکرؓ کی وفات ہوئی تو ہم نے اُن کے بعد بھی کھایا پیا، موت سے تو کوئی چارہ کار نہیں، لہٰذا تم لوگ یہ کھانا کھاؤ۔ ۲۰

اس کے بعد عباس نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور کھایا، لوگوں نے بھی اپنے ہاتھ بڑھائے اور کھایا، تب میں نے قولِ عمرؓ کو سمجھا کہ وہ لوگ لوگوں کے سردار ہیں۔

عامر سے مروی ہے کہ عباس نے بعض امور میں عمرؓ کا بہت اکرام کیا، انھوں نے اُن سے کہا کہ اے امیرالمومنین کیا آپ نے اس پر غور کیا کہ آپ کے پاس موسیٰ کے چچا مسلمان ہو کر آتے تو آپ ان کے ساتھ کیا کرتے، فرمایا، واللہ میں اُن کے ساتھ احسان کرتا، انھوں نے کہا، تو میں محمد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا ہوں، فرمایا، اے ابوالفضل (اس معاملے میں) تمھاری کیا رائے ہے کہ واللہ مجھے تمھارے والد اپنے والد سے زیادہ پسند تھے، انھوں نے کہا کہ اللہ اللہ، عمرؓ نے کہا، بیشک میں جانتا ہوں کہ تمھارے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے والد سے زیادہ محبوب تھے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی محبت کو اپنی محبت پر اختیار کیا۔

حسنؒ سے مروی ہے کہ لوگوں میں تقسیم کرنے کے بعد بیت المال میں کچھ بچ گیا تو عباس نے عمرؓ سے اور لوگوں سے کہا کہ کیا تم نے اس پر غور کیا ہے کہ تم میں موسیٰ کے چچا ہوتے تو اُن کا اکرام کرتے لوگوں نے کہا ہاں، انھوں نے کہا کہ میں اس کا زیادہ مستحق ہوں اس لئے کہ تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا ہوں، عمرؓ نے لوگوں سے مشورہ کیا، سب نے ان کو وہ بقیہ دے دیا جو بچ گیا تھا۔

علی بن عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ عباس نے اپنی موت کے وقت ستر غلام آزاد کئے۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ عباس معتدل قد کے تھے، ہمیں عبدالمطلب کے متعلق خبر دیا کرتے تھے کہ وہ اس حالت میں مرے کہ اُن سے زیادہ معتدل قد کے تھے، عباس کی وفات خلافت عثمانؓ بن عفان میں جمعہ ۱۴ رجب ۳۲ھ میں ہوئی، اس وقت اٹھاسی سال کے تھے، بقیع میں مقبرۂ بنی ہاشم میں مدفون ہوئے۔

خالد بن القاسم نے کہا کہ میں نے علی بن عبداللہ بن عباس کو دیکھا کہ وہ معتدل القناۃ یعنی طویل تھے، باوجود بوڑھے ہونے کے اچھی طرح کھڑے ہوتے تھے، خمیدہ نہ تھے۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ عباس بن عبدالمطلب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے اسلام لائے تھے۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ عباس غزوۂ بدر سے پہلے مکے میں اسلام لائے، اسی وقت ام الفضل بھی اُن کے ساتھ اسلام لائیں، اُن کا قیام مکے ہی میں تھا، مکے کی کوئی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوشیدہ نہیں رکھتے تھے، جو ہوتا تھا آپ کو لکھ دیتے تھے، جو مومنین وہاں تھے انھیں اُن کی وجہ سے تقویت حاصل تھی، وہ اُن کے پاس رجوع کرتے تھے، اور اسلام پر اُن لوگوں کے مددگار تھے، اسی فکر میں تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے

۲۱

کے پاس آئیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا کہ تمھارا مقام جہاد کے لئے نہایت موزوں ہے لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہجرت کا خیال ترک کر دیا۔

محمد بن علی سے مروی ہے کہ مدینے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز کسی مجلس میں لیلۃ العقبہ کا ذکر فرما رہے تھے کہ اُس شب کو میرے چچا عباس سے میری تائید کی گئی جو انصار سے لین دین کر رہے تھے (یعنی ایمان و ہجرت کا معاہدہ طے کر رہے تھے)

عباس بن عبداللہ بن معبد سے مروی ہے کہ جب عمرؓ بن الخطاب نے دیوان مرتب کیا تو انھوں نے سب سے پہلے مقام دعوت میں جس سے شروع کیا وہ بنی ہاشم تھے، ولایت عمرؓ و عثمانؓ میں بنی ہاشم میں سب سے پہلے عباس بن عبدالمطلب ہی کو پکارا جاتا تھا۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ عباس بن عبدالمطلب جاہلیت میں بھی امور بنی ہاشم کے والی تھے۔

نملہ بن ابی نملہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ جب عباس بن عبدالمطلب کا انتقال ہوا تو بنی ہاشم نے ایک مؤذن کو بھیجا جو اطراف مدینے کے باشندوں میں یہ اعلان کرتا تھا کہ ان پر اللہ کی رحمت ہو جو عباس بن عبدالمطلب کے جنازے میں شریک ہوں، لوگ جمع ہو گئے اور اطراف مدینے سے آ گئے۔

عبدالرحمن بن یزید بن حارثہ سے مروی ہے کہ ہمارے پاس قباء میں ایک مؤذن گدھے پر سوار آیا اور ہمیں عباس بن عبدالمطلب کی وفات کی اطلاع دی، پھر ایک دوسرا شخص گدھے پر سوار آیا، میں نے دریافت کیا کہ پہلا شخص کون تھا، اُس نے کہا کہ بنی ہاشم کا مولیٰ اور خود عثمان کا قاصد۔ اُس نے انصار کے دیہات میں ایک ایک گاؤں کا رخ کیا یہاں تک کہ وہ سافلہ بنی حارثہ اور اُس کے متصل تک پہنچ گیا، لوگ جمع ہو گئے ہم نے عورتوں کو بھی نہ چھوڑا، جب عباس کو مقام جنائز میں لایا گیا تو وہ تنگ ہوا

لوگ انھیں بقیع لائے۔

جس روز ہم نے بقیع میں اُن پر نماز پڑھی تو میں نے لوگوں کی اتنی کثرت دیکھی کہ اس کے برابر کبھی کسی کے جنازے میں لوگوں کو نہیں دیکھا تھا، کسی کو یہ ممکن نہ تھا کہ اُن کے جنازے کے قریب جا سکے، بنی ہاشم پر بھی ہجوم ہو گیا۔

جب لوگ قبر تک پہنچے تو اُس پر بھی ہجوم ہوا، میں نے عثمانؓ کو دیکھا کہ کنارے ہٹ گئے اور ایک محافظ دستے کو بھیجا جو لوگوں کو مار کر بنی ہاشم سے جدا کر رہے تھے، اس طرح بنی ہاشم کو نجات ملی، وہی لوگ تھے جو قبر میں اُترے اور انھیں نے لاش کو سپرد خاک کیا، میں نے اُن کے جنازے پر ایک حبرہؔ کی چادر دیکھی جو لوگوں کے ہجوم سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی تھی۔ ۲۲

عائشہ بنت سعد سے مروی ہے کہ ہمارے پاس عثمان رحمہ اللہ کا قاصد آیا کہ عباس کی وفات ہو گئی، اُس وقت ہم لوگ اپنے محل میں تھے جو مدینے سے دس میل پر تھا، میرے والد اور سعید بن زید بن عمرو بن نفیل بھی گئے، ابو ہریرہ بھی السمرہ سے گئے، ایک روز بعد والد واپس آئے تو انھوں نے کہا کہ لوگوں کی اس قدر کثرت تھی کہ ہم لوگ مغلوب ہو گئے اور اس پر قادر نہ ہوئے کہ جنازے کے قریب جائیں، حالانکہ میں انھیں کندھا دینا چاہتا تھا۔

اُم عمارہؓ سے مروی ہے کہ ہم انصار کی عورتیں سب کی سب عباس کے جنازے میں شریک تھیں، اُن پر رونے والوں میں ہم سب سے پہلے تھے، ہمارے ساتھ بیعت کرنے والی پہلی مہاجرات بھی تھیں۔

عباس بن عبداللہ بن سعید سے مروی ہے کہ جب عباسؓ کی وفات ہوئی تو عثمانؓ نے اُن لوگوں کے پاس کہلا بھیجا کہ اگر تمھاری رائے ہو کہ میں اُن کے غسل میں موجود رہوں تو بیان کرو، میں آ جاؤں، وہ آئے اور گھر کے ایک کنارے بیٹھ گئے، علی بن ابی طالب علیہ السلام اور عبداللہ و عبیداللہ و قثم فرزندان عباس نے غسل دیا، بنی ہاشم کی عورتوں نے ایک سال تک سوگ کیا۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ عباسؓ نے وصیت کی کہ انھیں حبرہ کی چادروں میں کفن دیا جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی میں کفن دیا گیا تھا۔

عیسیٰ بن طلحہ سے مروی ہے کہ میں نے بقیع میں عثمانؓ کو عباسؓ پر نماز جنازہ میں تکبیر کہتے دیکھا، اگرچہ لوگوں کے بولنے کی وجہ سے اس کا اندازہ نہیں ہو سکتا تھا، لوگ الحشان تک پہنچ گئے تھے، مردوں، عورتوں اور بچوں میں سے کوئی بھی پیچھے نہ رہا تھا۔

جعفر بن ابی طالب

ابی طالب کا نام عبد مناف بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف ابن قصی تھا، ان کی والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی تھیں۔

جعفر کی اولاد میں عبداللہ تھے، انھیں سے ان کی کنیت تھی، اولاد جعفر میں عبداللہ ہی سے نسل برقرار رہی۔

محمد و عون جن کی بقیہ اولاد نہ تھی، یہ سب کے سب جعفر کے یہاں ملک حبشہ میں بزمانۂ ہجرت پیدا ہوئے۔

۲۳ ان سب کی والدہ اسماء بنت عمیس بن معبد بن تیم بن مالک بن قحافہ بن عامر بن ربیعہ بن عامر بن معاویہ بن زید بن مالک بن نسر بن وہب اللہ ابن شہران بن عفرس بن افتل تھیں، وہ خثعم بن انمار کے جمع کرنے والے تھے۔

عبیداللہ بن محمد بن عمر بن علی نے اپنے والد سے روایت کی کہ اولاد جعفر میں عبداللہ، عون اور محمد تھے، ان کے دو اخیافی بھائی یحییٰ بن علی بن ابی طالب اور محمد بن ابی بکر تھے، ان کی والدہ اسماء بنت عمیس خثعمیہ تھیں۔

یزید بن رومان سے مروی ہے کہ جعفر بن ابی طالب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارقم کے مکان میں جانے اور اس میں دعوت دینے سے پہلے اسلام لائے۔

محمد بن عمر نے کہا کہ جعفر ہجرت ثانیہ میں ملک حبشہ کو گئے، ہمراہ ان کی زوجہ اسماء بنت عمیس تھیں، وہیں ان کے لڑکے عبداللہ، عون اور محمد پیدا ہوئے وہ برابر ملک حبشہ میں رہے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے کی طرف ہجرت فرمائی، اس کے بعد جعفر ۷ھ میں آپ کے پاس آئے اس وقت آپ خیبر میں تھے۔ ایسا ہی محمد بن اسحاق نے بھی کہا۔

محمد بن عمر نے کہا کہ ہم سے روایت کی گئی ہے کہ ملک حبشہ کی ہجرت میں لوگوں کے امیر جعفر بن ابی طالب تھے۔

شعبی سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے واپس ہوئے تو آپ کو جعفر بن ابی طالب ملے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں گلے سے لگایا، پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں کہ میں دونوں میں سے کس پر خوشی کروں، جعفر کی آمد پر یا فتح خیبر پر۔

شعبی سے مروی ہے کہ جعفر بن ابی طالب جب ملک حبشہ سے آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا استقبال کیا، پیشانی کو بوسہ دیا، انھیں چمٹا لیا اور گلے سے لگا لیا۔

حکم بن عتبہ سے مروی ہے کہ جعفر اور ان کے ساتھی فتح خیبر کے بعد آئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر میں ان کا حصہ لگایا۔

محمد بن اسحاق نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جعفر بن ابی طالب اور معاذ بن جبل کے درمیان عقد مواخاۃ کیا۔

محمد بن عمر نے کہا کہ یہ وہم ہے، مواخاۃ تو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کے بعد اور بدر سے پہلے ہوئی تھی، غزوہ بدر ہوا تو آیۂ میراث نازل ہوا اور مواخاۃ منقطع ہو گئی، جعفر اس زمانے میں ملک حبشہ میں تھے۔

۲۴

جعفر بن محمد نے اپنے والد سے روایت کی کہ حمزہ رض کی بیٹی لوگوں میں گھوم رہی تھی، اتفاق سے علی رض نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور فاطمہ کے ہووے میں ڈال دیا، اس کے بارے میں علی رض اور جعفر اور زید بن حارثہ جھگڑا کرنے لگے،

آوازیں اتنی بلند ہوئیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خواب سے بیدار ہوگئے، فرمایا، ادھر آؤ میں اس کے اور دوسری کے بارے میں تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کردوں،

علی رض نے کہا کہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے، میں اسے لایا ہوں اور میں ہی اس کا زیادہ مستحق ہوں، جعفر رض نے کہا کہ میرے چچا کی بیٹی ہے، اس کی خالہ میرے پاس ہیں، زید نے کہا کہ میرے بھائی کی بیٹی ہے۔

آنحضرت نے ہر شخص کے بارے میں ایسی بات فرمائی جس سے وہ خوش ہوگیا، فیصلہ جعفر کے حق میں کردیا اور فرمایا خالہ والدہ ہی ہے۔

جعفر اٹھے ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد گھومے، آنحضرت نے فرمایا یہ کیا ہے، عرض کی، یہ وہ شے ہے جو میں نے حبشیوں کو اپنے بادشاہوں کے ساتھ کرتے دیکھا ہے، اس لڑکی کی خالہ اسماء بنت عمیس تھیں اور والدہ سلمیٰ بنت عمیس۔

محمد بن اسامہ بن زید نے اپنے والد اسامہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جعفر بن ابی طالب سے فرماتے سنا کہ تمہاری فطرت میری فطرت کے مشابہ ہے اور تمہاری خصلت میری خصلت کے مشابہ ہے، تم مجھ سے ہو اور میرے شجرے سے ہو۔

علی رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث بنت حمزہ میں جعفر بن ابی طالب سے فرمایا کہ تم میری فطرت اور خصلت کے مشابہ ہو۔

براء نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کے مثل روایت کی۔

محمد بن سیرین سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جعفر بن ابی طالب سے

جب انھوں نے اور علیؓ اور زید نے حمزہ کی بیٹی کے بارے میں جھگڑا کیا تھا، فرمایا کہ تمھاری فطرت میری فطرت کے اور تمھاری خصلت میری خصلت کے مشابہ ہے۔

ثابت سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جعفرؓ سے فرمایا کہ تم میری فطرت وخصلت کے مشابہ ہو۔

جعفرؓ بن ابی طالب سے مروی ہے کہ وہ داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

عبداللہ بن جعفر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا، اُن پر زید بن حارثہ کو عامل بنایا اور فرمایا کہ اگر زید قتل کردیے جائیں یا شہید ہوجائیں تو تمھارے امیر جعفر بن ابی طالب ہوں گے، اگر جعفر بھی قتل کردیے جائیں یا شہید ہوجائیں تو عبداللہ بن رواحہ امیر ہوں گے،

وہ لوگ دشمن سے ملے، جھنڈا زید نے لے لیا، انھوں نے جنگ کی یہاں تک کہ قتل کردیے گئے، اس کے بعد جعفر نے جھنڈا لیا اور قتال کیا یہاں تک کہ وہ بھی قتل کردیے گئے، پھر جھنڈا عبداللہ بن رواحہ نے لیا اور لڑے یہاں تک کہ وہ بھی قتل کردیے گئے، ان لوگوں کے بعد جھنڈا خالد بن الولید نے لیا، اللہ نے اُن کے ہاتھ پر فتح دی۔

یہ خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی تو آپ لوگوں کے پاس تشریف لائے، اللہ کی حمد وثنا بیان کی اور فرمایا کہ تمھارے بھائی دشمن سے ملے، جھنڈا زید بن حارثہ نے لیا اور لڑے یہاں تک کہ قتل کردیے گئے یا شہید ہوگئے، جھنڈا جعفر بن ابی طالب نے لیا اور قتال کیا یہاں تک کہ وہ بھی قتل کردیے گئے یا شہید ہوگئے، پھر اُسے عبداللہ بن رواحہ نے لیا اور قتال کیا یہاں تک کہ وہ بھی قتل کردیے گئے یا شہید ہوگئے، آخر کو اُسے اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار، یعنی خالد بن الولید نے لیا، اللہ نے اُن کے ہاتھ پر فتح دے دی۔

آنحضرتؐ نے آل جعفر کو تین دن کی مہلت دی، اس کے بعد اُن کے پاس

۲۵

تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے بھائی پر آج کے بعد نہ رونا، پھر فرمایا کہ میرے بھائی کے لڑکوں کو میرے پاس لاؤ، ہمیں اس حالت میں لایا گیا کہ گویا ہم ذلیل وکمزور تھے، فرمایا، میرے پاس حجام کو بلالاؤ، حجام بلایا گیا تو آپ نے ہمارے سر منڈائے اور فرمایا کہ محمد تو ہمارے چچا ابی طالب کے مشابہ ہیں، عبداللہ یا عون اللہ میری فطرت وخصلت کے مشابہ ہیں۔

عبداللہ بن جعفر نے کہا کہ پھر آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر اٹھا لیا اور تین مرتبہ فرمایا کہ اے اللہ تو جعفر کے اہل میں ان کا خلیفہ ہو جا اور عبداللہ کے ہاتھ کے معاملات میں برکت دے، اس کے بعد ہماری والدہ آئیں، اور ہماری یتیمی بیان کر کے آپ کو غمگین کرنے لگیں، فرمایا، تم ان لوگوں پر تنگدستی کا اندیشہ کرتی ہو حالانکہ میں دنیا وآخرت میں ان کا ولی ہوں۔

یحییٰ بن عباد نے اپنے والد سے روایت کی کہ مجھے میرے رضاعی باپ نے جو بنی قرہ میں سے تھے، خبر دی کہ گویا میں جعفر بن ابی طالب کو غزوہ موتہ میں دیکھ رہا ہوں جو اپنے گھوڑے سے اترے، اس کا پاؤں کاٹ دیا، اس کے بعد قتال کیا یہاں تک کہ قتل کر دیے گئے۔

عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے مروی ہے کہ جب جعفر بن ابی طالب نے جھنڈا لے لیا تو ان کے پاس شیطان آیا، حیات دنیا کی آرزو دلائی اور موت کو ان کے لئے بھیانک کر دیا، انھوں نے کہا کہ اس وقت جب کہ ایمان قلوب مومنین میں مضبوط ہو چکا ہے تو مجھے دنیا کی آرزو دلاتا ہے، پھر وہ بہادری کے ساتھ بڑھے اور شہید ہو گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر نماز پڑھی اور ان کے لئے دعا فرمائی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بھائی جعفر کے لئے دعائے مغفرت کرو کیونکہ وہ شہید ہیں اور جنت میں داخل ہو گئے ہیں، وہ اپنے یاقوت کے دو بازوؤں سے اڑ کر جنت میں جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں۔

۲۶ عبداللہ بن محمد بن عمرؓ بن علیؓ نے اپنے والد سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جعفر کو ایک فرشتے کی طرح دیکھا کہ جنت میں اڑتے تھے، اُن کے دونوں بازوؤں سے خون بہتا تھا، زید کو اس سے کم درجے میں دیکھا تو میں نے کہا کہ میرا یہ گمان نہ تھا کہ زید جعفر سے کم ہوں گے، آپ کے پاس جبریل آئے اور کہا کہ زید جعفر سے کم نہیں ہیں لیکن ہم نے جعفر کو اُن کی آپ سے قرابت کی وجہ سے فضیلت دی ہے۔

ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جعفرؓ بن ابی طالب کا جسم لایا گیا تو ہم نے اُن کے دونوں شانوں کے درمیان نیزے اور تلوار کے نوّے یا بہتّر زخم پائے۔

ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ میں موتہ میں تھا، جب ہم نے جعفرؓ بن ابی طالب کو نہ پایا تو مقتولین میں تلاش کیا، ہم نے انھیں اس حالت میں پایا کہ نیزے اور تیر کے ننانوے زخم تھے، یہ ہم نے اُن کے اُس حصۂ جسم میں پائے جو لایا گیا تھا۔

عبداللہ بن ابی بکر سے مروی ہے کہ جعفرؓ کے بدن میں ساٹھ سے زیادہ زخم پائے گئے، ایک زخم نیزے کا پایا گیا جو پار ہو گیا تھا،

عبداللہ بن محمد بن عمرؓ بن علیؓ نے اپنے والد سے روایت کی کہ جعفر کو ایک رومی نے مارا، اس نے اُن کے دو ٹکڑے کر دیے، ایک ٹکڑا تو انگور کے باغ میں جا پڑا اور دوسرے ٹکڑے میں تیس یا تیس سے زاید زخم پائے گئے۔

ایک شخص سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جعفر کو جنت میں اس حالت میں دیکھا کہ اُن کے دونوں پر خون آلود ہیں، بازو رنگے ہوئے ہیں۔

علیؓ بن ابی طالب علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جعفر بن ابی طالب کے دو پر ہیں جن سے وہ ملائکہ کے ساتھ جنت میں اڑتے ہیں۔

عبداللہ بن المختار سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج شب کو جعفر رضؓ بن ابی طالب ملائکہ کے ایک گروہ کے ساتھ میرے پاس سے گذرے، اُن کے دو خون آلود پر تھے، سفید بازو تھے۔

علیؓ بن ابی طالب علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جعفر رضؓ بن ابی طالب کے دو پر ہیں جن سے وہ ملائکہ کے ساتھ جنت میں اڑتے ہیں۔

۲۷ حسن رضؓ سے مروی ہے کہ جعفر رضؓ کے دو پر ہیں جن سے وہ جنت میں جہاں چاہتے ہیں اُڑ کے جاتے ہیں۔

انس بن مالک سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل اس کے کہ جعفر رضؓ و زید کی خبر مرگ آئے اُن کی خبر مرگ سنادی، جب آپ نے خبر مرگ سنائی تو آنسو جاری تھے۔

عامر سے مروی ہے کہ جعفر رضؓ بن ابی طالب جنگ موتہ میں البلقاء میں قتل کیے گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ تو جعفر رضؓ کے اہل میں اُس سے بہتر خلیفہ ہو جا جیسا کہ تو اپنے کسی نیک بندے کا خلیفہ ہوا ہے۔

عامر سے مروی ہے کہ جب جعفر کی وفات ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی بیوی کے پاس کہلا بھیجا کہ میرے پاس جعفر رضؓ کے لڑکوں کو بھیجدو، انھیں لایا گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ جعفر رضؓ تیرے پاس بہتر ثواب کی طرف گئے ہیں، لہذا تو اُن کی ذریت میں اُس سے بہتر خلیفہ بن جا جیسا کہ تو اپنے نیک بندوں میں سے کسی کے لیے بنا۔

عائشہ رضؓ سے مروی ہے کہ جب جعفر رضؓ و زید و عبداللہ بن رواحہ کی سنائی آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح بیٹھے کہ چہرۂ مبارک سے حزن معلوم ہوتا تھا؛

عائشہ رضؓ نے کہا کہ مجھے دروازے کے پٹ سے خبر ہو رہی تھی،

ایک شخص آیا اور کہا کہ یا رسول اللہ جعفر کی عورتوں نے گریہ وزاری کو لازم کرلیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حکم دیا کہ انھیں منع کرے، وہ شخص گیا، اس کے بعد آیا اور کہا کہ میں نے انھیں منع کیا مگر انھوں نے کہنا نہیں مانا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حکم دیا کہ انھیں دوبارہ منع کرے وہ شخص گیا، اس کے بعد آیا اور کہا کہ واللہ انھوں نے مجھے مغلوب کرلیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پھر حکم دیا کہ انھیں منع کرے۔

عائشہؓ نے کہا کہ وہ گیا اور پھر آپ کے پاس آیا اور کہا کہ واللہ یا رسول اللہ وہ مجھ پر غالب آگئی ہیں، میرا گمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان عورتوں کے منہ میں مٹی ڈال دو، عائشہ نے کہا کہ اللہ تجھے ذلیل کرے تو کرنے والا نہیں ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں چھوڑا۔

عائشہؓ سے مروی ہے کہ جب وفات جعفرؓ کی خبر آئی تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر حزن معلوم کیا، ایک شخص آیا اور عرض کی یا رسول اللہ عورتیں روتی ہیں، فرمایا ان کے پاس جاؤ اور انھیں خاموش کردو وہ شخص دوبارہ آیا اور اسی طرح کہا، فرمایا ان کے پاس واپس جاکر انھیں خاموش کردو، وہ سہ بارہ آیا اور اسی طرح کہا، فرمایا اگر وہ انکار کریں تو ان کے منہ میں مٹی ڈال دو۔

۲۰ عائشہؓ نے کہا کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ واللہ تو نے اپنے نفس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانبردار ہوئے بغیر نہ چھوڑا۔

اسماء بنت عمیس سے مروی ہے کہ جب جعفرؓ کی وفات ہوئی تو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا کہ اپنا غم دور کرو پھر جو چاہو کرو۔

محمد بن عمرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی پیداوار سے پچاس وسق کھجور سالانہ جعفر بن ابی طالب کو عطا فرمائی تھی۔

عامر سے مروی ہے کہ علیؓ نے اسماء بنت عمیس سے نکاح کیا تو

اُن کے دو بیٹوں محمد بن جعفرؓ و محمد بن ابی بکر نے باہم فخر کیا، ہر ایک نے کہاکہ میں تم سے زیادہ بزرگ ہوں، میرے والد تمہارے والد سے بہتر ہیں، علیؓ نے اُن دونوں سے کہاکہ میں تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہوں، اسماء نے کہاکہ میں نے عرب کے کسی جوان کو نہیں دیکھا جو جعفر سے بہتر ہو اور نہ میں نے کسی ادھیڑ کو دیکھا جو ابو بکرؓ سے بہتر ہو۔ علیؓ نے اسماء سے کہاکہ تم نے ہمارے فیصلے کے لئے کچھ نہیں چھوڑا، اسماء نے کہاکہ واللہ تینوں جن میں تم سب سے کم درجے کے ہو بہتر ہیں، علیؓ نے کہاکہ اگر تم اس کے سوا کہتیں تو میں تم سے ناراض ہوتا۔

ابی ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص جس نے جوتا پہنا اور سواریوں پر سوار ہوا اور عمامہ باندھا وہ جعفرؓ سے افضل نہ تھا۔

ابی ہریرہ سے مروی ہے کہ جعفرؓ بن ابی طالب مساکین کے حق میں سب سے بہتر تھے، وہ ہمیں لے جاتے تھے اور جو کچھ گھر میں ہوتا تھا سب کھلا دیتے تھے، یہاں تک کہ اگر وہ گھی کا کپّہ ہمارے پاس نکال لاتے، تھے جس میں کچھ نہ ہوتا تھا تو اُسے نچوڑتے تھے اور ہم جو اس میں ہوتا تھا چاٹ لیتے تھے۔

عقیل بن ابی طالب

ابن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی، اُن کی والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی تھیں، طالب کے بعد ابو طالب کے لڑکوں میں سب سے بڑے تھے، طالب کے بقیہ اولاد نہ تھی، اُن کی والدہ بھی فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تھیں، طالب عقیل سے دس سال بڑے تھے عقیل جعفر سے دس سال بڑے تھے اور جعفر علیؓ سے دس سال بڑے تھے۔

علی رض عمر میں سب سے چھوٹے اور اسلام میں سب سے پہلے تھے۔

۲۹ عقیل بن ابی طالب کی اولاد میں یزید تھے، جن سے اُن کی کنیت تھی۔

سعید تھے، ان دونوں کی والدہ ام سعید بنت عمرو بن یزید بن مُدلج بنی عامر بن صعصعہ میں سے تھیں۔

جعفر اکبر اور ابو سعید الاحول، یہ اُن کا نام تھا (یعنی وہ احول یا بھینگے نہ تھے) اُن دونوں کی والدہ ام البنین بنت الثغر تھیں (الثغر) عمرو بن الهصار بن کعب بن عامر بن عبد بن ابی بکر تھے، اور ابو بکر رض عبید ابن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ تھے، الثغر کی والدہ اسماء بنت سفیان تھیں جو ضحاک بن سفیان بن عوف بن کعب بن ابی بکر بن کلاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی کی بہن تھیں۔

مسلم بن عقیل، یہ وہی تھے جن کو حسین رض بن علی بن ابی طالب علیہما السلام نے مکے سے بھیجا کہ وہ لوگوں سے اُن کی بیعت لیں، وہ کوفے میں ہانی بن عروۃ المرادی کے پاس اُترے، عبید اللہ بن زیاد نے مسلم ابن عقیل اور ہانی بن عروہ کو گرفتار کر لیا اور دونوں کو قتل کر کے دار پر لٹکا دیا، اسی واقعے کو شاعر نے نظم کیا ہے۔

فان کنتِ لا تدرین ما الموت فانظری ❊ الی ھانئ فی السوق وابن عقیل

اگر تو نہیں جانتی کہ موت کیا چیز ہے تو تو دیکھ ❊ بازار میں ہانی اور ابن عقیل کی طرف

تری جسداً قد غیر الموت لونه ❊ ونضح دم قد سال کل مسیل

تو ایسا جسم دیکھیگی جس کا رنگ موت نے بدل دیا ہے ❊ اور خون کی وہ روانی دیکھیگی جو بہنے کی جگہ بہہ رہا ہے

عبد اللہ بن عقیل، عبد الرحمن، عبد اللہ اصغر، ان کی والدہ خلیلہ تھیں جو ام ولد تھیں۔

علی رض جن کے کوئی بقیہ اولاد نہ تھی۔ ان کی والدہ بھی ام ولد تھیں۔

جعفر اصغر و حمزہ و عثمانؓ جو سب کے سب امہات اولاد (باندیوں) سے تھے۔

محمد و رملہ، ان دونوں کی والدہ بھی ام ولد تھیں۔

ام ہانی، اسماء، فاطمہ، ام القاسم، زینب اور ام نعمان، یہ سب مختلف امہات اولاد (باندیوں) سے تھیں۔

لوگوں نے بیان کیا کہ عقیل بن ابی طالب بھی ان بنی ہاشم میں سے تھے جو زبردستی مشرکین کے ساتھ بدر میں لائے گئے تھے، وہ اس میں حاضر ہوئے اور اسی روز گرفتار کیے گئے، ان کے پاس کوئی مال نہ تھا، عباس بن عبد المطلب نے ان کا فدیہ ادا کیا۔

معاویہ بن عمار الذہبی سے مروی ہے کہ میں نے ابو عبد اللہ جعفر بن محمد کو کہتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ بدر میں فرمایا کہ یہاں سے میرے اہل بیت کو دیکھو جو بنی ہاشم میں سے ہیں، علیؓ ابن ابی طالب آئے، انھوں نے عباس اور نوفل اور عقیل کو دیکھا اور واپس ہوئے، عقیل نے پکارا کہ اے والدۂ علیؓ کے فرزند کیا تم نے ہمیں نہیں دیکھا، علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا، یا رسول اللہ، میں نے عباس اور نوفل اور عقیل کو دیکھا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور عقیل کے سر پر کھڑے ہو گئے، فرمایا، اے ابو یزید! ابو جہل قتل کر دیا گیا، انھوں نے کہا کہ اگر آپ نے قوم کو قتل کر دیا تو لوگ آپ سے مکے کے معاملے میں جھگڑا نہ کریں گے۔ ورنہ آپ ان کے کندھوں پر سوار ہو جائیے۔

اسحاق بن الفضل نے اپنے اشیاخ سے روایت کی کہ عقیل ابن ابی طالب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ نے مشرکین کے اشراف (سرداروں) میں سے کس کو قتل کیا، فرمایا، ابو جہل قتل کر دیا گیا، انھوں نے کہا کہ اب مکہ آپ کے لئے صاف ہو گیا، لوگوں نے کہا کہ عقیل مکہ واپس آئے اور وہیں رہے، آخر ہجرت کر کے ۸ھ کے شروع میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس روانہ ہو گئے، غزوۂ موتہ میں حاضر ہوئے وہاں سے واپس آئے، پھر انھیں ایک مرض لاحق ہوا، فتح مکہ، طائف، خیبر اور حنین میں ان کا ذکر نہیں سنا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خیبر کی پیداوار سے ایک سو چالیس وسق کھجور سالانہ کی جاگیر عطا فرمائی۔

عبداللہ بن محمد بن عقیل سے مروی ہے کہ غزوۂ موتہ میں عقیل ابن ابی طالب کو ایک انگوٹھی ملی جس میں تصویریں تھیں، وہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے، آپ نے انھیں کو دیدی، وہ ان کے ہاتھ میں تھی، قیس نے کہا کہ میں نے اسے اب تک دیکھا ہے۔

زید بن اسلم سے مروی ہے کہ عقیل بن ابی طالب ایک سوئی لائے، اپنی زوجہ سے کہا کہ اس سے اپنے کپڑے سینا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک منادی بھیجا کہ دیکھو خبردار کوئی شخص ایک سوئی کی یا اس سے بھی کم کی خیانت نہ کرے، عقیل نے اپنی زوجہ سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری سوئی تم سے جاتی رہے گی۔

ابی اسحاق سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقیل بن ابی طالب سے فرمایا کہ اے ابو یزید مجھے تم سے دو طرح کی محبت ہے، ایک محبت تمہاری قرابت کی وجہ سے اور دوسری اس وجہ سے کہ مجھے تم سے اپنے چچا (ابو طالب) کی محبت آتی ہے۔

عطاء سے مروی ہے کہ میں نے عقیل بن ابی طالب کو دیکھا جو بہت بوڑھے اور عرب کے سردار تھے، انھوں نے کہا کہ اس (زمزم) پر بجز خی کا سامان تھا۔ میں نے اس جماعت کے افراد اب بھی دیکھے ہیں کہ روئے زمین پر کوئی ان سے ولا (الفت) نہیں رکھتا، جو اپنی چادریں پیٹتے ہیں اور کرتے کھینچتے ہیں یہاں تک کہ ان کے کرتوں کے دامن پانی سے تر رہتے ہیں۔ حج سے پہلے اور اس کے بعد ایام منیٰ میں یہ نظارہ نظر آتا ہے۔

لوگوں نے بیان کیا کہ عقیل بن ابی طالب کی وفات ان کے

نابینا ہونے کے بعد خلافت معاویہ بن ابی سفیان میں ہوئی، آج ان کی بقیہ اولاد ہے، بقیع میں ان کا مکان ربہ ہے یعنی (رپا لینے والا گھر) جس میں بہت سے رہنے والے اور بہت بڑی جماعت ہے۔

نوفل بن الحارث

ابن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی، ان کی والدہ غزیہ بنت قیس بن طریف بن عبدالعزیٰ بن عامرہ بن عمیرہ بن ودیعہ بن الحارث ابن فہر تھیں۔

نوفل بن الحارث کی اولاد میں حارث تھے، انھیں سے ان کی کنیت تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے آدمی تھے، آپ کی صحبت پائی تھی اور آپ سے روایت کی ہے، ان کے یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عبداللہ بن الحارث پیدا ہوئے۔

عبداللہ بن نوفل جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تشبیہ دی جاتی تھی، وہ پہلے شخص ہیں جو مدینے کے محکمۂ قضاء کے والی ہوئے، ابوہریرہ نے کہا کہ یہ سب سے پہلے قاضی ہیں جن کو میں نے اسلام میں دیکھا، یہ خلافت معاویہ بن ابی سفیان میں ہوا۔　۳۱

عبدالرحمٰن بن نوفل جن کی بقیہ اولاد نہ تھی۔

ربیعہ، ان کے بھی بقیہ اولاد نہ تھی۔

سعید، فقیہ (عالم) تھے۔

مغیرہ، ام سعید، ام مغیرہ اور ام حکیم

ان سب کی والدہ ظربیہ بنت سعید بن القشیب تھیں، قشیب کا نام جندب بن عبداللہ بن رافع بن نضلہ بن محضب بن صعب بن بشر بن دہمان بن نصر بن زہران بن کعب بن الحارث بن کعب بن عبداللہ

ابن مالک بن نصر بن الازد تھا، ظریبہ کی والدہ ام حکیم بنت سفیان بن امیہ ابن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی تھیں جو سعد بن ابی وقاص کی خالہ تھیں۔

نوفل بن الحارث کی اولاد کثیر مدینہ و بصرہ و بغداد میں ہے۔

ہشام بن محمد بن السائب الکلبی نے اپنے والد سے روایت کی کہ جب مشرکین نے مکے کے بنی ہاشم کو زبردستی بدر روانہ کیا تو اُن کے بارے میں نوفل بن الحارث نے یہ شعر کہا:۔

حرام علی حرب احمد اننی ❊ اری احمد امنی قریبا اواصرہ

مجھ پر جنگ احمدؐ حرام ہے کیونکہ میں ❊ احمدؐ کے احسانات کو اپنے قریب دیکھتا ہوں۔

وان تک فہر الّبت وتجمعت ❊ علیہ فان اللہ لاشک ناصرہ

اگر تمام (اولاد) فہر آپ کے خلاف متفق ہوجائے اور جمع ہوجائے ❊ تو کوئی شک نہیں کہ اللہ آپ ہی کا مددگار ہوگا۔

ہشام نے کہا کہ معروف بن الخربوذ نے نوفل بن الحارث کو شعر ذیل پڑھ کر سنایا:

فقل لقریش ابلبی وتحزبی ❊ علیہ فان اللہ لاشک ناصرہ

قریش سے کہہ دو کہ تم لوگ آپ کے خلاف متفق ہو جاؤ اور گروہ بندی کر لو ❊ کوئی شک نہیں کہ اللہ آپ ہی کا مددگار ہوگا۔

نیز نوفل بن الحارث جب اسلام لائے تو انہوں نے اشعار ذیل کہے:

الیکم الیکم اننی لست منکم ❊ تبرأت من دین الشیوخ الاکابر

تم لوگ دور ہو تم لوگ دور رہو کیونکہ میں تم میں سے نہیں ہوں ❊ میں بڑے بوڑھوں کے دین سے بیزار ہوگیا۔

لعمرک مادینی لشیئ ابیعہ ❊ وما انا اذ اسلمت یوما بکافر

تیری جان کی قسم میرا دین اُس چیز پر نہیں ہے جسے میں بیچتا ہوں ❊ اور جب میں اسلام لے آیا تو کسی دن کافر نہیں ہوا۔

شهدت علی ان النبی محمدا ✤ اتی بالهدی من ربه والبصائر

میں گواہی دیتا ہوں کہ نبی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ✤ اپنے رب کے پاس سے ہدایت اور روشنیاں لائے ہیں

وان رسول اللہ یدعوالی التقی ✤ وان رسول اللہ لیس بشاعر

رسول اللہ تقوے کی دعوت دیتے ہیں ✤ اور رسول اللہ شاعر نہیں ہیں

علی ذاک احیا ثم ابعث موقنا ✤ واثوی علیہ میتا فی المقابر

اسی پر میری زندگی ہے اسکے بعد وقت مقررہ پر میں اٹھایا جاؤنگا ✤ اور اسی پر موت کے بعد مجھے قبر میں دفن کیا جائیگا

عبداللہ بن الحارث بن نوفل سے مروی ہے کہ جب نوفل بن الحارث بدر میں گرفتار کیے گئے تو ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے نوفل اپنی جان کا فدیہ دو، عرض کی، یارسول اللہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں جس سے میں اپنی جان کا فدیہ دوں، فرمایا کہ اپنی جان کا فدیہ ان نیزوں سے ادا کرو جو جدے میں ہیں، عرض کی، میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک آپ رسول اللہ ہیں۔

نوفل نے انھیں نیزوں سے اپنی جان کا فدیہ ادا کیا اور وہ تعداد میں ایک ہزار تھے۔

نوفل بن الحارث مشرف بہ اسلام ہوئے، بنی ہاشم میں سے جو لوگ اسلام لائے تھے وہ ان سب سے زیادہ سن رسیدہ تھے، اپنے چچا حمزہ وعباس سے بھی زیادہ سن رسیدہ تھے، اپنے بھائی ربیعہ وابی سفیان وعبد شمس فرزندان حارث سے بھی زیادہ سن رسیدہ تھے۔

۳۲ نوفل مکہ واپس گئے، انھوں نے اور عباس نے غزوۂ خندق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہجرت کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور عباس بن عبدالمطلب کے درمیان عقد مواخاۃ کیا، دونوں جاہلیت میں بھی تجارتی مال میں برابر کے شریک تھے، باہم دوست اور

مخلص تھے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے میں انھیں مسجد کے پاس مکان کے لیے زمین عطا فرمائی، اُن کو اور عباس کو ایک ہی مقام پر زمین عطا فرمائی، دونوں کے درمیان ایک دیوار سے آڑ کر دی، نوفل بن الحارث کا مکان رحبۃ القضا میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے متصل اس دار الامارہ کے مقابل تھا جس کو آج دار مروان کہا جاتا ہے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوفل بن الحارث کو بھی مدینے میں ایک مکان عنایت فرمایا جو بازار کے پاس الثنیہ کے راستے پر اُن کے اونٹوں کا طویلہ تھا، نوفل نے اپنی حیات ہی میں اُسے اپنے لڑکوں میں تقسیم کر دیا تھا، اُن کے بقیہ لوگ آج تک اُس میں ہیں۔

نوفل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب فتح مکہ و حنین و طائف میں حاضر ہوئے، غزوۂ حنین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب ثابت قدم رہے وہ آپ کی داہنی جانب تھے، انھوں نے یوم حنین میں تین ہزار نیزوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوالحارث گویا میں تمھارے نیزوں کو مشرکین کی پشتوں میں ٹوٹتا ہوا دیکھتا ہوں،

نوفل بن الحارث کی وفات عمرؓ بن الخطاب کے خلیفہ ہونے کے سوا برس بعد ہوئی، عمرؓ بن الخطاب نے اُن پر نماز پڑھی، بقیع تک اُن کے ساتھ گئے اور وہیں دفن کیا۔

ربیعہ بن الحارث

ابن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی۔

اُن کی والدہ غزیہ بنت قیس بن طریف بن عبدالعزیٰ بن عامرہ بن عمیرہ

ابن ودیعہ بن الحارث بن فہر تھیں، کنیت ابوارویٰ تھی،
اولاد میں محمد و عبداللہ و عباس اور حارث تھے جن کی بقیہ اولاد
نہ تھی، امیہ، عبد شمس، عبدالمطلب، ارویٰ کبریٰ اور ہند صغریٰ تھیں، ان
سب کی والدہ ام الحکم بنت الزبیر بن عبدالمطلب تھیں، ارویٰ صغریٰ
، ان کی والدہ ام ولد تھیں؛

آدم بن ربیعہ، یہ وہی تھے جنھیں قبیلہ بنی ہذیل میں دودھ پلایا جاتا
تھا، بنولیث بن بکر نے اس جنگ میں قتل کر دیا جو ان کے درمیان
ہوئی تھی، وہ بچے تھے، مکانوں کے آگے گھٹنوں کے بل چلتے تھے
بنولیث نے ایک پتھر مارا جو ان کے لگا اور سر پاش پاش کر دیا، انھیں
کے متعلق یوم فتح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آگاہ ہو کہ ہر وہ
خون جو جاہلیت میں ہوا میرے قدم کے نیچے ہے، (یعنی اب اس کا کوئی
شمار وانتقام نہیں ہے) سب سے پہلا خون جس سے میں درگذر کرتا ہوں
وہ ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب کے بیٹے کا خون ہے۔

ہشام بن محمد بن السائب نے کہا کہ میرے والد اور بنی ہاشم اس
کتاب میں جس میں وہ ان کا نسب بیان کرتے تھے ان کا نام نہیں لیتے تھے ۳۳
اور کہتے تھے کہ وہ ایک چھوٹا سا بچہ تھا جس نے کوئی اولاد نہ چھوڑی
اور نہ اس کا نام یاد رکھا گیا۔

ہماری رائے ہے کہ جس نے آدم بن ربیعہ کہا اس نے کتاب میں
دم بن ربیعہ (یعنی ابن ربیعہ کا خون لکھا) دیکھا اور اس میں الف زیادہ
کر کے آدم بن ربیعہ کہا، بعض راویان حدیث نے کہا کہ ان کا نام تمام
ابن ربیعہ تھا دوسروں نے ایاس بن ربیعہ کہا، واللہ اعلم،

لوگوں نے بیان کیا کہ ربیعہ بن الحارث اپنے چچا عباس بن عبدالمطلب
سے دو سال کے بڑے تھے، جب مشرکین کے سے بدر کی طرف روانہ ہوئے
تو ربیعہ بن الحارث شام میں تھے، وہ مشرکین کے ہمراہ بدر میں موجود نہ تھے،
اس کے بعد آئے۔

عباس بن عبدالمطلب اور نوفل بن الحارث ایام خندق میں ہجرت کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ ہوئے تو ربیعہ ابن الحارث نے الابواء تک اُن دونوں کی مشایعت کی۔

کمے واپس جانے کا ارادہ کیا تو عباس اور نوفل نے کہا کہ تم دارالشرک کی طرف واپس جاتے ہو، جہاں لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرتے ہیں اور آپ کی تکذیب کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غالب ہو گئے ہیں، آپ کے اصحاب بہت ہو گئے ہیں۔ واپس آؤ۔

ربیعہ طیار ہوئے اور اُن دونوں کے ساتھ روانہ ہو گئے، یہاں تک کہ سب کے سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینے میں مسلم مہاجر بن کے آئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ربیعہ ابن الحارث کو خیبر سے سو وسق سالانہ کی جاگیر دی۔

ربیعہ بن الحارث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب فتح مکہ و طائف وحنین میں حاضر تھے، یوم حنین میں آپ کے ان اہل بیت و اصحاب کے ساتھ ثابت قدم رہے جو ہمرکاب سعادت تھے، انھوں نے مدینے میں بنی حدیلہ میں ایک مکان بنا لیا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

ربیعہ بن الحارث کی وفات مدینے میں بعہد خلافت عمرؓ بن الخطاب اپنے دونوں بھائی نوفل و ابی سفیان بن الحارث کی وفات کے بعد ہوئی۔

عبداللہؓ بن الحارث

ابن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی۔

اُن کی والدہ غزیہ بنت قیس بن طریف بن عبدالعزی بن عامرہ

ابن عمیرہ بن ودیعہ بن الحارث بن فہر تھیں، عبداللہ کا نام عبد شمس تھا۔
اسحاق بن الفضل نے اپنے اشیاخ سے روایت کی کہ عبد شمس
ابن الحارث بن عبدالمطلب قبلِ فتح کے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے پاس مسلم مہاجر بن کے روانہ ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے اُن کا نام عبداللہ رکھا، رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب بعض غزوات میں بھی گئے۔
الصفراء میں اُن کی وفات ہوئی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اپنے
کُرتے میں دفن کیا اور فرمایا کہ وہ سعید تھے جن کو سعادت نے پالیا،
اُن کی بقیہ اولاد نہ تھی۔

۳۴

ابوسفیان بن الحارث

ابن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی۔
نام مغیرہ تھا، ان کی والدہ غزیہ بنت قیس بن طریف بن عبدالعزیٰ
ابن عامرہ بن عمیرہ بن ودیعہ بن الحارث بن فہر تھیں۔
ابوسفیان بن الحارث کی اولاد میں جعفر تھے، اُن کی والدہ جمانہ
بنت ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی تھیں۔
ابوالہیاج، اُن کا نام عبداللہ تھا، جمانہ و حفصہ، اور کہا جاتا
ہے کہ حمیدہ، ان سب کی والدہ فغمہ بنت ہمام بن الافقم بن ابی عمرو
ابن ظویلم بن جعیل بن دہمان بن نصر بن معاویہ تھیں، کہا جاتا ہے کہ
حفصہ کی والدہ جمانہ بنت ابی طالب تھیں۔
عاتکہ، ان کی والدہ ام عمرو بنت المقوم بن عبدالمطلب
ابن ہاشم تھیں
امیہ، اُن کی والدہ ام ولد تھیں، کہا جاتا ہے کہ اُن کی والدہ

ابو الہیاج کی والدہ تھیں۔

ام کلثوم جو ام ولد سے تھیں۔

اولاد ابی سفیان بن الحارث سب ختم ہوگئی، کوئی باقی نہ رہا۔

ابو سفیان شاعر تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی ہجو کیا کرتے تھے، اسلام میں جو داخل ہوتا تھا اس سے سخت دوری اختیار کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے، حلیمہ نے کچھ دن دودھ پلایا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے الفت کرتے تھے، آپ کے ساتھ پیدا ہوئے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو آپ کے دشمن ہو گئے، آپ کی اور آپ کے اصحاب کی ہجو شروع کردی بیس سال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن رہے، کسی ایسے مقام پر پیچھے نہ رہے جہاں قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کے لئے تو جاتے تھے۔

جب اسلام نے خوب ترقی کرلی اور عام الفتح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بجانب مکہ حرکت کرنا بیان کیا گیا تو اللہ نے ابو سفیان ابن الحارث کے قلب میں اسلام ڈال دیا۔

ابو سفیان نے کہا کہ میں اپنی بیوی اور بچوں کے پاس آیا اور کہا کہ روانگی کے لئے تیار ہو جاؤ کیونکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آمد قریب آگئی، ان لوگوں نے کہا کہ ہم سب تم پر فدا ہوں، تم دیکھتے ہو کہ عرب و عجم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی کرلی اور تم اب تک ان کی عداوت پر ہو حالانکہ سب سے زیادہ تم ان کی مدد پسند کرتے تھے۔

میں نے اپنے غلام مذکور سے کہا کہ جلد میرا گھوڑا اور اونٹ لاؤ، ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدمبوسی کے لئے روانہ ہو گئے، الابواء پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدمۃ الجیش اتر چکا تھا اور مکے کا ارادہ کر رہا تھا۔

میں آگے بڑھنے سے ڈرا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے خون کے لئے تیار ہو گئے تھے، میں گھبرا گیا اور روانہ ہوا، اپنے فرزند جعفر کا ہاتھ پکڑ لیا، ہم دونوں اُس صبح کو جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الابوا میں صبح کی تقریباً ایک میل تک پیادہ چلے اور آپ کے چہرے کی طرف سے آگے آئے۔

آنحضرتؐ نے میری طرف سے دوسری جانب منھ پھیر لیا، میں بھی دوسری جانب آپ کے سامنے پلٹ گیا، آپ نے کئی مرتبہ مجھ سے منھ پھیرا، مجھے ہر قریب و بعید نے پکڑ لیا، میں نے کہا کہ شاید آپ کے پاس پہنچنے سے پہلے ہی قتل کر دیا جاؤں گا، میں آپ کی نیکی و رحم اور اپنی قرابت آپ کے ساتھ بیان کر رہا تھا، اسی بات نے لوگوں کو مجھ سے باز رکھا۔

۳۵

میں گمان کرتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے اسلام سے خوش ہوں گے، میں اسلام لایا اور اسی حال پر ہمرکاب روانہ ہوا، فتح مکہ و حنین میں حاضر تھا، حنین میں جب ہم دشمن سے ملے تو میں اپنے گھوڑے سے اُتر کر اُن کی صفوں میں گھس گیا، ہاتھ میں برہنہ تلوار تھی، آنحضرتؐ کو معلوم نہ تھا کہ میں آپ سے پہلے موت چاہتا ہوں، آپ میری طرف دیکھ رہے تھے، عباس نے کہا، یا رسول اللہ یہ آپ کے بھائی اور آپ کے چچا کے بیٹے ابو سفیان بن الحارث ہیں، ان سے آپ راضی ہو جائیے۔

فرمایا، میں نے کر دیا (یعنی راضی ہو گیا)، اللہ نے اُن کی ہر عداوت کو جو وہ مجھ سے رکھتے تھے بخش دیا، آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا میرے بھائی ہیں، اپنی جان کی قسم میں نے آپ کے پاؤں کو رکاب میں بوسہ دیا۔

ابی اسحاق سے مروی ہے کہ ابو سفیان بن الحارث بن عبدالمطلب اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کیا کرتے تھے، اسلام لائے تو

یہ اشعار کہے۔

لعمرك انی یوم احمل رایة ∴ لتغلب خیل اللات خیل محمد

آپکی جان کی قسم میں جس روز جھنڈا اٹھاتا تھا ∴ کہ لات کا لشکر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لشکر پر غالب ہو جائے

لکالمدلج الحیران اظلم لیله ∴ فهذا اوانی الیوم اهدی واهتدی

تو بیشک میری یہ حالت ہوتی تھی کہ میں اس پریشان شب روکی طرح تھا جسکی رات تاریک ہو ∴ مگر آج یہ عالم ہے کہ مجھے ہدایت کردی گئی اور میں نے ہدایت پالی ہے۔

هدانی هاد غیر نفسی ودلنی ∴ علی الله من طردت کل مطرد

مجھے ایک ایسے ہادی نے ہدایت کی جو میری ذات کے علاوہ ہے ∴ اس نے مجھے اللہ کا راستہ بتایا جسکو میں نے پورے طور پر دھتکار دیا تھا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بلکہ ہم نے تم کو دھتکار دیا تھا۔

براء سے مروی ہے کہ ان سے دریافت کیا تھا کہ اے ابو عمارہ کیا تم لوگوں نے یوم حنین میں پشت پھیری تھی براء نے جواب دیا اور میں سنتا تھا، کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اس روز اللہ کے نبی نے پشت نہیں پھیری، آپ کے خچر کو ابو سفیان بن الحارث بن عبد المطلب باگ پکڑ کے کھینچ رہے تھے، جب مشرکین نے آپ کو گھیر لیا تو آپ خچر سے اتر پڑے اور فرمانے لگے:

انا النبی لا کذب ∴ انا ابن عبد المطلب

کچھ جھوٹ نہیں کہ میں نبی ہوں ∴ میں فرزند عبد المطلب ہوں

اس روز آپ سے زیادہ سخت کوئی نہیں دیکھا گیا۔

عبد اللہ بن الحارث بن نوفل سے مروی ہے کہ ابو سفیان بن الحارث ابن عبد المطلب کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تشبیہ دی جاتی تھی، وہ شام میں آئے تھے انھیں جب دیکھا جاتا تھا تو بوجہ مشابہت ابن عمر کے انھیں

ابن عمر کہا جاتا تھا، ابو سفیان بن الحارث نے اپنے شعر ذیل میں کہا ہے کہ:

ھدانی ھاد غیر نفسی و دلنی　∴　علی اللہ من طردت کل مطرد

مجھے ایک ایسے ہادی نے ہدایت کی جو میری ذات کے علاوہ ہے۔ اسنے مجھے اللہ کا راستہ بنایا جسکو میں پورے طور پر دتکار دیا تھا

افر وانائی جاھدا عن محمدؐ　∴　وادعی وان لم انتسب محمدؐ

میں کوشش کر کے محمد سے بھاگتا تھا اور دور رہتا تھا۔ اگرچہ میں منسوب نہیں کرتا تھا مگر مجھے محمد پکارا جاتا تھا

یعنی بوجہ آپ کی مشابہت کے لوگ ابو سفیان کو دھوکے سے محمدؐ پکارنے لگتے تھے۔

ابو سفیان بن الحارث اور ان کے بیٹے جعفر بن ابی سفیان عمامہ باندھے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے، جب آپ کے پاس پہنچے تو دونوں نے کہا، السلام علیک یا رسول اللہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چہرے سے کپڑا ہٹاؤ تاکہ پہچانے جاؤ،

انھوں نے اپنا نسب بیان کیا، چہرے کھول دیے اور کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو سفیان تم نے مجھے کس کس جگہ یا کس وقت دتکارا تھا، عرض کی، یا رسول اللہ، ملامت کا وقت نہیں ہے، فرمایا اے ابو سفیان ملامت نہیں ہے،

۳۶

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ بن ابی طالب سے فرمایا کہ اپنے چچا کے بیٹے کو وضو اور سنت سکھاؤ اور میرے پاس لاؤ وہ انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے، انھوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ بن ابی طالب کو حکم دیا کہ وہ لوگوں میں اعلان کر دیں کہ آگاہ ہو، اللہ اور اس کا رسول ابو سفیان سے

راضی ہو گئے، لہذا تم لوگ بھی ان سے راضی ہو جاؤ،

وہ اور اُن کے بیٹے جعفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب فتح مکہ، یوم حنین اور طائف میں حاضر ہوئے، یوم حنین میں جب لوگ بھاگ گئے تو دونوں باپ بیٹے آپ کے ہمرکاب ثابت قدم رہے اس روز ابو سفیان کے بدن پر چھوٹی چھوٹی چادریں اور چادروں کا عمامہ تھا، انھوں نے ایک چادر سے اپنی کمر باندھ لی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر کی لگام پکڑ لی تھی،

جب غبار ہٹ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کون ہے عرض کی آپ کا بھائی ابو سفیان، فرمایا، اے اللہ تب تو وہ میرا بھائی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ ابو سفیان میرے بھائی ہیں اور میرے بہترین اعزہ میں ہیں، اللہ نے حمزہ کے بدلے مجھے ابو سفیان ابن الحارث کو دیا ہے، اس کے بعد ابو سفیان کو اسد اللہ و اسد الرسول کہا جاتا تھا،

ابو سفیان بن الحارث نے یوم حنین کے بارے میں بہت سے اشعار کہے ہیں، جنھیں ہم نے اُن کی کثرت کی وجہ سے چھوڑ دیا، اُن کے کلام میں سے یہ بھی ہے:

لقد علمت افناء کعب و عامر ⁂ غداة حنین حین عمّ التضعضع

کعب و عامر کے گمنام لوگوں نے حنین کی صبح کو جس وقت کمزوری عام طور پر تھی یہ جان لیا کہ

بانی اخو الهیجاء ارکب حدها ⁂ امام رسول اللہ لا اتتعتع

میں جنگ کا ماہر ہوں کہ اسکی حد تک کرتا ہوں ⁂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے اسطرح کہ میں خوف نہیں کرتا

رجاء ثواب اللہ واللہ واسع ⁂ الیہ تعالیٰ کل امر سیرجع

اللہ کے ثواب کی امید پر (کرتا ہوں) اور اللہ وسعت والا ہے۔ اسی بزرگ و برتر کی طرف تمام امور لوٹینگے

لوگوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان ابن الحارث کو خیبر سے سو وسق کھجور سالانہ کی جاگیر دی۔

سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ ابوسفیان بن الحارث گرمی میں نصف النہار کے وقت نماز پڑھتے تھے جو مکروہ سمجھی جاتی تھی، اس کے بعد ظہر عصر تک پڑھتے تھے، ایک روز علیؓ ملے ابوسفیان وقت سے پہلے نماز سے فارغ ہو کر واپس ہو چکے تھے، انھوں نے ان سے کہا کہ آج کیا ہے جو تم اس وقت سے پہلے واپس ہو گئے جب عموماً واپس ہوتے تھے، انھوں نے کہا کہ میں عثمانؓ بن عفان کے پاس آیا، ان کی بیٹی کا پیام دیا، انھوں نے کچھ جواب نہ دیا، میں تھوڑی دیر بیٹھا رہا، پھر بھی کچھ جواب نہ دیا، علیؓ نے کہا کہ میں تم سے ایسی لڑکی کا نکاح کرتا ہوں جو اس سے بہت قریب ہے، انھوں نے اپنی بیٹی کا ان سے نکاح کر دیا،

ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوسفیان بن الحارث نوجوان اہل جنت کے سردار ہیں، انھوں نے ایک سال حج کیا، منیٰ میں حجام نے ان کا سر مونڈا، سر میں مسّہ تھا، حجام نے اسے کاٹ دیا جس سے وہ مر گئے، لوگوں کا خیال تھا کہ وہ شہید ہوئے، یا لوگ یہ امید کرتے تھے کہ وہ اہل جنت میں سے ہیں۔

۳۷

ابی اسحاق سے مروی ہے کہ جب ابوسفیان کی وفات کا وقت آیا تو انھوں نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ مجھ پر رونا نہیں کیونکہ جب سے میں اسلام لایا ہوں کسی گناہ میں آلودہ نہیں ہوا۔

لوگوں نے بیان کیا کہ ابوسفیان بن الحارث کی وفات مدینے میں اپنے بھائی نوفل بن الحارث کے تیرہ دن کم چار مہینے کے بعد ہوئی، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ۲۰ھ میں ان کی وفات ہوئی اور عمرؓ بن الخطاب نے نماز پڑھی، انھیں بقیع میں عقیل بن ابی طالب کے مکان کی دیوار میں

دفن کیا گیا،
انھوں نے خود ہی وفات سے تین روز قبل اپنی قبر کھودنے کا انتظام کیا تھا، اس کے بعد انھوں نے کہا کہ اے اللہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے بھائی کے بعد زندہ نہ رہوں، مجھے ان دونوں کے ساتھ کر دے، اسی روز آفتاب بھی غروب نہ ہوا تھا کہ ان کی وفات ہو گئی، ان کا مکان عقیل بن ابی طالب کے مکان کے قریب تھا، یہ وہی مکان تھا جو دار الکراحی کہلاتا تھا اور علیؓ بن ابی طالب علیہ السلام کے مکان کے پڑوس میں تھا۔

فضل بن عباس

ابن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی، کنیت ابو محمد تھی،
ان کی والدہ ام الفضل تھیں جو لبابہ کبریٰ بنت الحارث بن حزن ابن بجیر بن الہزم بن رویبہ بن عبد اللہ بن ہلال بن عامر بن صعصعہ ابن معاویہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن حصفہ بن قیس بن عیلان بن مضر تھیں۔
فضل بن عباس کی اولاد میں صرف ام کلثوم تھیں، ان کے کوئی دوسری اولاد نہ ہوئی، ان کی والدہ صفیہ بنت محمیہ بن جزء بن الحارث ابن عریج بن عمرو الزبیدی قبیلۂ مذحج کے سعد العشیرہ میں سے تھیں،
فضل بن عباس، عباس بن عبد المطلب کے سب لڑکوں سے بڑے تھے، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب مکے وحنین کا جہاد کیا، اس روز جب لوگ پشت پھیر کے بھاگ گئے تو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب ثابت قدم رہنے والے اصحاب واہل بیت میں سے تھے،

آپ کے ہمراہ حجۃ الوداع میں بھی حاضر ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس سفر میں اپنی اونٹنی پر) انھیں ردیف (ہم نشین) بنایا، اسی لحاظ سے انھیں "ردف رسول اللہ" (رسول اللہ کا ہم نشین) کہا جاتا ہے۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ یوم عرفہ (۹ ذی الحجہ) کو فضل بن عباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم نشین (ردیف) تھے، وہ نوجوان عورتوں کو دیکھنے لگے اور اُن کی طرف نظر کرنے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے سے اپنے ہاتھ سے بار بار اُن کا منہ پھیرتے تھے وہ انھیں کنکھیوں سے دیکھنے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے بھائی یہ وہ دن ہے کہ جو شخص اپنے کان اور اپنی آنکھ اور اپنی زبان پر قادر رہا تو اُس کی مغفرت ہو جائے گی۔ ۳۸

عبداللہ بن عبید سے مروی ہے کہ یوم عرفہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فضل بن عباس کو شرف ہمنشینی بخشا، وہ خوبصورت بدن کے آدمی تھے، جن کے فتنوں کا عورتوں پر اندیشہ تھا، فضل نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمرۂ عقبہ کی رمی کرنے تک برابر تلبیہ کہا۔

ابن عباس نے فضل بن عباس سے روایت کی کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم نشین تھے، آپ جمرۂ عقبہ کی رمی کرنے تک برابر رمی کرتے رہے۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات سے منیٰ تک فضل بن عباس کو اپنا ہم نشین بنایا، انھوں نے کہا کہ مجھے فضل نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمرۂ عقبہ کی رمی کرنے تک برابر تلبیہ کہتے رہے۔

لوگوں نے بیان کیا کہ فضل بھی اُن لوگوں میں تھے جنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا اور آپ کے دفن کو اپنے ذمے لیا' اس کے بعد وہ مجاہدین کے شام چلے گئے' ۱۸ھ کا واقعہ ہے کہ اُردن کے نواح میں جب طاعون عمواس کا زور ہوا تو انتقال کر گئے' یہ واقعہ خلافت عمرؓ ابن الخطاب کا ہے۔

جعفر بن ابی سفیان

ابن الحارث بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی' اُن کی والدہ جمانہ بنت ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم تھیں' جمانہ کی والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف تھیں۔

جعفر کے صلب سے اُم کلثوم پیدا ہوئیں جن کے فرزند سعید بن نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب تھے۔ جعفر کی اولاد کا سلسلہ چل نہ سکا۔

جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مدینے سے فتح مکہ کے لیے) آئے جعفر بن ابی سفیان اپنے والد کے ہمراہ تھے' دونوں اسلام لائے' اُنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں گئے وحنین کا جہاد کیا' جس روز لوگ پشت پھیر کر بھاگے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن اصحاب و اہل بیت میں تھے جو آپ کے ہمراہ ثابت قدم رہے۔ اپنے والد کے ساتھ برابر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو اٹھا لیا۔ جعفر کی وفات وسط خلافت معاویہ بن ابی سفیان میں ہوئی۔

حارث بن نوفل

۴۹

ابن الحارث بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی۔

ان کی والدہ ظریبہ بنت سعید بن القشیب تھیں، قشیب کا نام جندب بن عبداللہ بن رافع بن نضلہ بن محضب بن صعب بن مبشر بن دہمان تھا جو قبیلۂ ازد میں سے تھے۔

حارث بن نوفل کی اولاد میں عبداللہ بن الحارث تھے جنہیں اہل بصرہ نے ببّہ کا لقب دیا تھا، ابن الزبیر کی جنگ کے زمانے میں انھوں نے ان سے صلح کی اور ان کے والی ہو گئے۔

محمد اکبر ابن الحارث، ربیعہ، عبدالرحمٰن، رملہ، ام الزبیر جو مغیرہ کی والدہ تھیں اور ظریبہ، ان سب کی والدہ ہند بنت ابی سفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس تھیں،

عتبہ، محمد اصغر، حارث بن الحارث، ریطہ اور ام الحارث، ان سب کی والدہ ام عمرو بنت المطلب بن ابی وداعہ بن ضبیرہ السہمی تھیں،

سعید بن الحارث ام ولد سے تھے۔

حارث بن نوفل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھے، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی اور آپ سے روایت کی ہے، وہ اپنے والد کے ساتھ اسلام لائے، ان کے بیٹے عبداللہ بن الحارث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پیدا ہوئے انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا تو آپ نے ان کی اصلاح فرمائی اور دعا کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حارث بن نوفل کو مکے کے بعض اعمال کا امیر مقرر فرمایا، انھیں ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ نے مکے کا والی بنایا۔

عبداللہ بن الحارث نے اپنے والد سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز جنازہ (اس طرح) تعلیم فرمائی۔ اللھم اغفر لاحیائنا و امواتنا واصلح ذات بیننا والف بین قلوبنا اللھم عبدک فلان بن فلان لا نعلم الا خیرا وانت اعلم بہ فاغفرلنا ولہ"۔ (اے اللہ ہمارے زندہ لوگوں کی اور ہمارے مردہ لوگوں کی مغفرت کر ہمارے آپس میں اصلاح کر اور ہمارے دلوں میں الفت ڈال دے، اے اللہ تیرے بندے فلان بن فلان کو ہم سوائے خیر کے اور کچھ نہیں جانتے، تو اسے زیادہ جاننے والا ہے لہذا ہماری اور اس کی مغفرت کر) میں نے کہا، حالانکہ میں اس جماعت میں سب سے چھوٹا تھا کہ اگر میں اسے خیر نہ جانتا ہوں؟ فرمایا، اس کے سوا کچھ نہ کہو جو تم جانتے ہو۔

علی بن عیسیٰ نے اپنے والد سے روایت کی کہ حارث بن نوفل بصرے منتقل ہو گئے تھے، وہیں انھوں نے محدود مکان بنا لیا تھا، عبداللہ بن عامر بن کریز کی ولایت کے زمانے میں وہاں اترے تھے، بصرے میں آخر زمانہ خلافت عثمانؓ بن عفان میں وفات ہوئی۔

عبدالمطلب بن ربیعہ

ابن الحارث بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی، ان کی والدہ ام الحکم بنت الزبیر بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف ابن قصی تھیں۔

عبدالمطلب بن ربیعہ کی اولاد میں محمد تھے، ان کی والدہ ام البنین بنت حمزہ بن مالک بن سعد بن حمزہ بن مالک تھیں جو ابو شعیرہ بن منبہ ابن سلیہ بن مالک بن غدر بن سعد بن دافع بن مالک بن جشم بن حاشد ابن جشم بن الخیوان بن نوف بن ہمدان تھے۔

۴۰ (ام البنین) قیس بن حمزہ کی بہن تھیں، یہی مالک بن حمزہ دونوں حکموں کی موجودگی میں معاویہ بن ابی سفیان کے ساتھ تھے۔

ہشام بن محمد بن السائب نے کہا کہ مجھے والد نے خبر دی کہ حمزہ بن مالک نے چار سو غلاموں کے ہمراہ یمن سے شام کی طرف ہجرت کی اور انھیں آزاد کر دیا، سب نے، شام میں ہمدان کی طرف اپنے کو منسوب کیا، اہل عراق نے شامیوں کے کثرت فریب اور اغیار کے اُن کی طرف منسوب ہو جانے کی وجہ سے اُن لوگوں سے شادی کرنا ناپسند کیا اُن کی اولاد میں اروی بنت عبدالمطلب بن ربیعہ تھیں، اُن کی والدہ بنت عمیر ابن مازن تھیں۔

ہشام نے کہا کہ میرے والد محمد بن السائب نے محمد بن عبدالمطلب کو پایا ہے اور اُن سے روایت کی ہے، عبدالمطلب بن ربیعہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے، وہ آپ کے زمانے میں بالغ تھے۔

عبداللہ بن عبداللہ بن الحارث بن نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب سے مروی ہے کہ انھیں عبدالمطلب بن ربیعہ بن الحارث بن نوفل بن الحارث ابن عبدالمطلب نے خبر دی کہ ربیعہ بن الحارث اور عباس بن عبدالمطلب یک جا ہوئے، آپس میں مشورہ کیا کہ اگر ہم ان دونوں لڑکوں کو (یعنی عبدالمطلب ابن ربیعہ اور فضل بن عباس کو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجتے اور آپ ان کو صدقات پر مامور کر دیتے تو یہ بھی وہ (خدمت) ادا کرتے جو دوسرے ادا کرتے ہیں اور وہ نفع پاتے جو دوسرے پاتے ہیں۔

یہی گفتگو تھی کہ علی بن ابی طالب علیہ السلام آئے اور کہا کہ تم کیا چاہتے ہو، انھوں نے اپنا خیال ظاہر کیا، علیؓ نے کہا کہ ایسا مت کرو، کیونکہ آپ کرنے والے نہیں ہیں، دونوں نے کہا کہ یہ تم محض ہم لوگوں پر حسد کی وجہ سے کہتے ہو، واللہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی اور اُن کی دامادی حاصل کی مگر ہم نے تمہارے ساتھ حسد نہیں کیا کہ

اُنھوں نے کہا کہ میں حسنؓ کا باپ ہوں، تم ان دونوں کو بھیجو، اس کے بعد علیؓ لیٹ گئے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر پڑھ لی تو ہم آپ سے پہلے حجرے کے پاس جا کے کھڑے ہو گئے، آپ ہمارے پاس سے گذرے تو کان پکڑ کے فرمایا کہ جو دل میں ہو اُسے ظاہر کرو اور حجرے میں داخل ہو گئے، ہم بھی اندر گئے، آپ اُس وقت زینب بنت جحش کے گھر میں تھے، عرض کی، یا رسول اللہ، ہم آپ کے پاس اس لیے آئے ہیں کہ آپ ہمیں صدقات وصول کرنے پر مامور فرمادیں، تاکہ جو نفع لوگوں کو ہوتا ہے وہ ہمیں ہو اور جو (خدمت) لوگ ادا کرتے ہیں ہم ادا کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے اور گھر کی چھت کی طرف اپنا سر اٹھایا، ہم نے آپ سے گفتگو کرنے کا ارادہ کیا تو زینب نے پردے سے اشارہ کیا، گویا آپ سے کلام کرنے کو ہمیں منع کرتی تھیں،

آپ متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ خبردار، صدقہ محمدؐ و آل محمدؐ کے لیے مناسب نہیں، کیونکہ وہ لوگوں کا میل ہے، حکم ہوا کہ میرے پاس محمیہ بن جزء کو جو عشور (محصول زمین) پر (عامل) تھے اور ابو سفیان ابن الحارث کو بلاؤ، دونوں حاضر ہوئے آپ نے محمیہ سے فرمایا کہ اس لڑکے فضل سے اپنی لڑکی کا نکاح کر دو، انھوں نے اُن سے نکاح کر دیا، ابو سفیان سے فرمایا کہ اس لڑکے (عبدالمطلب) سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دو، انھوں نے مجھ سے نکاح کر دیا، محمیہ سے فرمایا کہ خمس سے ان دونوں کا مہر ادا کر دو۔

علیؓ بن عیسیٰ بن عبداللہ النوفلی سے مروی ہے کہ عبدالمطلب ابن ربیعہ عمرؓ بن الخطاب کے زمانے تک مدینے میں رہے، اس کے بعد وہ دمشق میں منتقل ہو گئے، وہیں اُترے اور ایک مکان بنا لیا، یزید بن معاویہ بن ابی سفیان کی خلافت کا زمانہ تھا کہ دمشق میں ان کی

وفات ہوئی، انھوں نے یزید بن معاویہ کو وصیت کی، اس نے وصیت قبول کی۔

عتبہ بن ابی لہب

نام عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی تھا
ان کی والدہ ام جمیل بنت حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف ابن قصی تھیں۔

اولاد میں ابو علی، ابوالہیثم، ابو علیلہ تھے، ان کی والدہ ام عباس بنت شیراحیل بن ادس بن حبیب بن الوجیہ تھیں جو حمیر کی شاخ ذی الکلاع میں سے تھیں، جاہلیت کے زمانے کی قیدی تھیں۔

عبداللہ و محمد و شیبہ یہ سب لاولد مر گئے اور ام عبداللہ ان سب کی والدہ ام عکرمہ بنت خلیفہ بن قیس جو الازد کے الجدرہ میں سے تھیں وہ لوگ بنی الدیل بن بکر کے حلیف تھے۔

عامر بن عتبہ، ان کی والدہ ہالہ احمریہ تھیں، بنی الاحمر بن الحارث ابن عبد مناۃ بن کنانہ میں سے تھیں۔

ابو وائلہ بن عتبہ، ان کی والدہ خولان میں سے تھیں۔

عبید بن عتبہ ام ولد سے تھے۔

اسحاق بن عتبہ، ام ولد سوداء سے تھے۔

ام عبداللہ بنت عتبہ، ان کی والدہ خولہ ام ولد تھیں۔

عباس بن عبدالمطلب سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح کے زمانے میں مکہ آئے تو مجھ سے فرمایا، اے عباس تمہارے دونوں بھتیجے عتبہ و معتب کہاں ہیں؟ ان کو میں نہیں دیکھتا، عرض کی، یارسول اللہ مشرکین قریش میں سے جو لوگ چلے گئے انھیں کے ساتھ

وہ بھی یہیں فرمایا اُن دونوں کے پاس جاؤ اور میرے پاس لے آؤ۔

میں سوار ہو کے اُن کے پاس عرنہ گیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو بلاتے ہیں، وہ فوراً سوار ہو کے میرے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپ نے انھیں اسلام کی دعوت دی وہ اسلام لے آئے اور بیعت کرلی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اُن کے ہاتھ پکڑ لیے اور اس طرح لے چلے کہ آپ اُن کے درمیان تھے، ملتزم پر لائے جو باب کعبہ و حجر اسود کے درمیان ہے، آپ نے دعا کی اور واپس ہوئے عارض منور سے مسرت نمایاں تھی،

۴۲ عباس نے کہا کہ میں نے عرض کی، یا رسول اللہ، اللہ آپ کو خوش و خرم رکھے، میں چہرے پر مسرت دیکھتا ہوں، فرمایا، ہاں، میں نے اپنے چچا کے ان دونوں بیٹوں کو اپنے رب سے مانگا تھا، اس نے مجھے دونوں عطا کر دئیے۔

حمزہ بن عتبہ نے کہا کہ دونوں اُسی وقت آپ کے ہمراہ حنین روانہ ہو گئے، غزوہ حنین میں حاضر ہوئے، اُس روز دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب آپ کے اہل بیت و ثابت قدم رہنے والے اصحاب کے ساتھ ثابت قدم رہے، اُس روز معتب کی آنکھ میں چوٹ لگ گئی، فتح مکہ کے بعد بنی ہاشم کے مردوں میں سے سوائے عتبہ و معتب فرزندان ابو لہب کے کوئی مکے میں نہیں رہا۔

مُعَتّب بن ابی لہب

ابن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی، اُن کی والدہ ام جمیل بنت حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی تھیں۔

معتب کی اولاد میں عبداللہ و محمد و ابو سفیان و موسیٰ و عبید اللہ و سعید و خالدہ تھیں، ان سب کی والدہ عاتکہ بنت ابی سفیان بن الحارث ابن عبدالمطلب تھیں، عاتکہ کی والدہ ام عمرو بنت المقوم بن عبدالمطلب ابن ہاشم تھیں۔

ابو مسلم و مسلم و عباس فرزندان معتب مختلف ام ولد سے تھے،

عبدالرحمن بن معتب، اُن کی والدہ حمیر میں سے تھیں۔

ہم نے معتب بن ابی لہب کے اسلام کا ذکر اُن کے بھائی عتبہ بن ابی لہب کے ساتھ کیا ہے۔

اُسامہ الحِبّ بن زید

ابن حارثہ بن شراحیل بن عبدالعزیٰ بن امرئ القیس بن عامر ابن النعمان بن عامر بن عبدوُدّ بن عوف بن کنانہ بن عوف بن عذرہ بن زید اللات بن رفیدہ بن ثور بن کلب۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حِب (محب و محبوب) تھے کنیت ابو محمد تھی انکی والدہ ام ایمن تھیں، ام ایمن کا نام برکہ تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلائی اور آپ کی آزاد کردہ باندی تھیں۔

زید بن حارثہ بعض اہل علم کی روایت میں سب سے پہلے اسلام لائے تھے، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں چھوڑا اُسامہ اُن کے یہاں مکے ہی میں پیدا ہوئے بڑھے یہاں تک کہ عاقل ہو گئے، انھوں نے سوائے اللہ تعالے کے اسلام کے اور کچھ نہ جانا، نہ اُس کے خلاف کوئی دین اختیار کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینے کی طرف ہجرت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے شدید محبت کرتے تھے، وہ آپ کے پاس مثل آپ کے بعض اعزہ کے تھے۔

عائشہ رضؓ سے مروی ہے کہ اُسامہ دروازے کی دہلیز پر پھسل کے گر پڑے جس سے اُن کی پیشانی پھٹ گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے عائشہ اُن کا خون پوچھو، عائشہ کو کراہت ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے زخم کو چوسنے اور اسے تھوک کے فرمانے لگے کہ اگر اسامہ لڑکی ہوتے تو میں انھیں ضرور کپڑے پہناتا، زیور پہناتا، یہاں تک کہ مشہور کر دیتا۔

ابوالسفر سے مروی کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عائشہ بیٹھے تھے اُسامہ اُن کے پاس تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسامہ کا چہرہ دیکھا اور ہنسے، فرمایا کہ اگر اُسامہ لڑکی ہوتے تو میں انھیں زیور پہناتا، اُن کی آرائش کرتا، یہاں تک کہ اُن کا بازار گرم ہو جاتا۔

اُسامہ بن زید سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اور حسن رضؓ کو (گود میں) لیکر فرماتے تھے کہ اے اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں، تو بھی ان سے محبت کر۔

اُسامہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اور حسن رضؓ ابن علی کو (گود میں) لیتے اور فرماتے کہ اے اللہ ان دونوں سے محبت کر کیونکہ میں ان سے محبت کرتا ہوں۔

اُسامہ بن زید سے مروی ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنے ایک زانو پر بٹھا لیتے تھے اور حسن بن علی رضؓ کو دوسرے پر، پھر ہم دونوں کو چمٹا لیتے تھے اور فرماتے تھے اے اللہ ان دونوں پر رحمت کر کیونکہ میں بھی ان دونوں پر رحمت کرتا ہوں۔

قیس بن ابی حازم سے مروی ہے کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ جھنڈا خالد بن الولید کے پاس پہنچ گیا تو فرمایا کہ کیوں نہ اُس شخص کے پاس گیا جس کے والد قتل کر دیے گئے، یعنی اُسامہ بن زید کے پاس۔

قیس بن ابی حازم سے مروی ہے کہ اُسامہ بن زید اپنے والد کے

قتل کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہوئے آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، دوسرے دن پھر آئے اور اسی مقام پر کھڑے ہوئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آج تم سے اسی مقام پر ملوں گا جہاں کل ملا تھا۔

عائشہ سے مروی ہے کہ مجزز المدلجی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، انھوں نے اسامہ اور زید کو اس حالت میں دیکھا کہ ان کے جسم پر ایک ہی چادر تھی جس سے سر تو چھپے ہوئے تھے لیکن قدم کھلے تھے، مجزز نے کہا کہ یہ قدم تو ایک دوسرے کا جزو ہیں (یعنی دونوں باپ بیٹے ہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو کے میرے پاس آئے آپ کے چہرے کے خط چمک رہے تھے۔

عائشہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس اس طرح تشریف لائے کہ آپ کے چہرے کے خطوط چمک رہے تھے، فرمایا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ابھی ابھی مجزز نے زید بن حارثہ اور اسامہ ابن زید کو دیکھا اور کہا کہ ان میں سے بعض قدم بعض سے ہیں (یعنی ایک دوسرے کا جزو ہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسامہ کی زید سے مشابہت پر خوش ہوئے۔

ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات سے واپسی میں اسامہ بن زید کی وجہ سے تاخیر کر دی جن کے آپ منتظر تھے، وہ آئے تو ایک چپٹی ناک والے کالے لڑکے تھے، اہل یمن نے کہا کہ ہم لوگ محض اس کی وجہ سے روکے گئے، اسی سبب سے اہل یمن نے کفر کیا،

محمد بن سعد نے کہا کہ میں نے یزید بن ہارون سے پوچھا کہ ان کے اس قول کی کیا مراد ہے کہ "اسی سبب سے اہل یمن نے کفر کیا" تو انھوں نے کہا کہ جب وہ لوگ ابوبکرؓ کے زمانے میں مرتد ہوئے تو ان کا مرتد ہونا محض نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی توہین کرنے سے ہوا۔

اُسامہ بن زید سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات سے واپس ہوئے تو مجھے ہم نشینی کا شرف بخشا، آپ اپنی سواری کی باگ کھینچ رہے تھے یہاں تک کہ اُس کے دونوں کانوں کا پچھلا حصہ قریب تھا کہ کجاوہ کے اگلے حصے سے لگ جائے، فرماتے تھے کہ اے لوگو، تمھیں سکون ووقار لازم ہے کیونکہ اونٹ کے ضائع کرنے میں نیکی نہیں ہے۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح تشریف لائے کہ آپ کے ردیف اُسامہ بن زید تھے ہم نے آپ کو اس نبیذ (شربت کشمش) میں سے پلایا تو آپ نے نوش فرمایا اور فرمایا تم نے اچھا کیا، اسی طرح کرو۔

عامر الشعبی سے مروی ہے کہ اُسامہ نے کہا کہ وہ شب عرفہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم نشین تھے، جب آپ واپس ہوئے تو مزدلفہ پہنچنے تک سواری نے دوڑ کر قدم نہیں اٹھایا (یعنی آہستہ آہستہ چلتی رہی)

ابن عمر سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح کے روز مکے میں اس طرح داخل ہوئے کہ اُسامہ بن زید ہم نشین تھے، آپ نے کعبے کے سائے میں اونٹ بٹھا دیا، ہم لوگوں کے آگے ہو گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم بلال اور اُسامہ کعبے میں داخل ہوئے، میں نے بلال سے جو دروازے کے پیچھے تھے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہاں نماز پڑھی، انھوں نے کہا کہ تمھارے مقابل دونوں ستونوں کے درمیان،

اُسامہ بن زید سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک موٹا مصری کپڑا پہنایا جو دحیۃ الکلبی کے ہدایا میں سے تھا، میں نے اُسے اپنی زوجہ کو پہنا دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھیں کیا ہوا کہ وہ مصری کپڑا نہیں پہنا، عرض کی یا رسول اللہ وہ میں نے اپنی زوجہ کو پہنا دیا، فرمایا انھیں حکم دو کہ نیچے انگیا (چولی یا کرتی) پہن لیں کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ (کپڑا) اُن کی ہڈیوں

کی موٹائی ظاہر کرے گا"

عبید اللہ بن المغیرہ سے مروی ہے کہ حکیم بن حزام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک جوڑا ہدیۃً بھیجا جو ذی یزن کا تھا حکیم بن حزام اس زمانے میں مشرک تھے، انھوں نے اس کو پچاس دینار میں خریدا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم مشرک سے قبول نہیں کرتے، لیکن جب تم نے بھیجا ہے تو ہم بقیمت لے لینگے، تم نے کتنے میں لیا ہے؟ انھوں نے کہا پچاس دینار میں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے لے لیا اور پہن کر جمعہ کے لئے منبر پر بیٹھے، پھر آپ اتر آئے اور وہ جوڑا (حلہ) اسامہ بن زید کو پہنا دیا۔

عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا، اس پر اسامہ بن زید کو امیر بنایا، بعض لوگوں نے ان کی امارت پر اعتراض کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر تم لوگ ان کی امارت پر اعتراض کرتے ہو (تو تعجب نہیں) کیونکہ تم لوگ اس کے قبل ان کے والد کی امارت پر بھی اعتراض کرتے تھے، اللہ کی قسم وہ امارت ہی کے لئے پیدا ہوئے تھے اور بیشک وہ میرے محبوب ترین لوگوں میں سے تھے، یہ اسامہ ان کے بعد میرے محبوب ترین لوگوں میں سے ہیں۔

سالم نے اپنے والد سے روایت کی کہ وہ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بیان کرتے سنتے تھے کہ جس وقت آپ نے اسامہ کو امیر بنایا تو آپ کو معلوم ہوا کہ لوگوں نے اسامہ کی عیب جوئی کی اور ان کی امارت میں طعن کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں کھڑے ہوئے جیسا کہ سالم نے مجھ سے بیان کیا آپ نے فرمایا کہ خبردار، تم لوگ اسامہ کی عیب جوئی کرتے ہو اور ان کی امارت میں اعتراض کرتے ہو، اس کے قبل یہی تم ان کے باپ کے ساتھ کر چکے ہو اگرچہ وہ امارت ہی کے لئے پیدا ہوئے تھے اور وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب تھے، ان کے بعد ان کے یہ فرزند مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ لہذا

۴۶

اُن کے متعلق خیر کی وصیت قبول کرو کیونکہ وہ تمہارے بہترین لوگوں میں سے ہیں۔

اُسامہ بن زید سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنھیں کسی جانب روانہ کیا مگر اُن کے اُس جانب روانہ ہونے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور ابوبکر خلیفہ بنا دیے گئے، ابوبکر نے اُسامہ سے پوچھا کہ وہ کیا بات ہے جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمھیں وصیت فرمائی ہے، انھوں نے کہا کہ مجھے یہ وصیت فرمائی ہے کہ صبح کے وقت اُبنیٰ پر حملہ کروں، اس کے بعد انتہا تک چلا جاؤں۔

ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ بھیجا جس میں ابوبکر و عمرؓ بھی تھے، اُن پر اُسامہ بن زید کو عامل بنایا، لوگوں نے اُن کے چھوٹے ہونے پر اعتراض کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے، اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا کہ لوگوں نے اُسامہ بن زید کی امارت میں اعتراض کیا ہے، اس سے قبل وہ اُن کے والد کی امارت میں بھی اعتراض کر چکے تھے، حالانکہ وہ دونوں اسی کے لیے پیدا ہوئے تھے، وہ بھی میرے محبوب ترین لوگوں میں سے ہیں اور اُن کے والد بھی میرے محبوب ترین لوگوں میں سے تھے، سوائے فاطمہ کے، لہٰذا میں تمھیں اسامہ کے متعلق خیر کی وصیت کرتا ہوں۔

حنش سے مروی ہے کہ میں نے اپنے والد کو کہتے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسامہ بن زید کو اُس وقت عامل بنایا جب وہ اٹھارہ سال کے تھے۔

ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زید کو امیر بنایا اور حکم دیا کہ وہ ساحل سمندر سے اُبنیٰ پر حملہ کریں۔

ہشام نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص کو امیر
بناتے تھے تو اسے آگاہ کر دیتے تھے اور ساتھیوں کو نامزد فرما دیتے تھے
وہ اس طرح روانہ ہوئے کہ اُن کے ہمراہ لوگوں کے سردار اور منتخب
لوگ تھے، اُن کے ہمراہ عمرؓ بھی تھے۔

لوگوں نے اُسامہ کے امیر بنانے میں اعتراض کیا تو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا کہ بعض لوگوں نے اُسامہ کے
امیر بنانے پر اعتراض کیا ہے، جیسا کہ انھوں نے اُن کے والد کو امیر
بنانے پر کیا تھا۔ حالانکہ وہ امارت ہی کے لئے پیدا ہوئے ہیں، اور اپنے
والد کے بعد مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں، مجھے امید ہے کہ وہ تمھارے
صالحین میں سے ہوں گے، لہٰذا اُن کے متعلق خیر کی وصیت قبول کرو۔

۴۷ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو مرض میں فرمانے لگے
کہ لشکر اُسامہ کو روانہ کردو، لشکر اُسامہ کو روانہ کردو، اُسامہ الجُرف تک
پہنچے تو اُنھیں اُن کی زوجہ فاطمہ بنت قیس نے کہلا بھیجا کہ جلدی نہ کرو
کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت علیل ہیں، وہ ٹھیرے رہے یہاں تک کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی۔

اُسامہ ابوبکرؓ کے پاس واپس آئے اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے مجھے بھیجا تھا، آپ لوگوں سے میری حالت جدا ہے، مجھے اندیشہ ہے کہ
عرب کافر ہو جائیں گے، وہ لوگ کافر ہو گئے تو سب سے پہلے وہی ہوں گے
جن سے قتال کیا جائے گا، اور اگر وہ کافر نہ ہوئے تو میں روانہ ہو جاؤں گا
کیونکہ میرے ہمراہ لوگوں کے سردار اور منتخب اشخاص ہیں۔

ابوبکرؓ نے لوگوں کو خطبہ سنایا اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور کہا کہ
واللہ اگر مجھے پرندے اچک لے جائیں تو یہ اس سے زیادہ پسند ہے کہ
کوئی کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے پہلے شروع کردوں،
ابوبکرؓ نے انھیں آگے بھیج دیا اور عمرؓ کے لئے اجازت لے لی کہ
اُن کے پاس چھوڑ جائیں، اُسامہ نے عمرؓ کے لئے اجازت دے دی،

ابوبکرؓ نے اسامہ کو قتال میں ہاتھ پاؤں اور درمیانی حصے کاٹنے کا حکم دیا تاکہ دشمن پریشان ہو جائے۔

اسامہ روانہ ہوئے اور ان پر حملہ کر دیا، انھوں نے لشکر کو حکم دیا کہ خوب مجروح کر ڈالنا تاکہ دشمن خوف زدہ ہو جائے، اس کے بعد یہ لوگ اس حالت میں واپس آئے کہ صحیح و سالم تھے اور مال غنیمت میں کامیاب تھے۔

عمرؓ کہا کرتے تھے کہ میں سوائے اسامہ کے کسی کو امارت پر لانے والا نہیں ہوں اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت بھی وہ امیر تھے، یہ لوگ روانہ ہوئے، ملک شام کے قریب پہنچے تو انھیں سخت کہر نے گھیر لیا، جس میں اللہ نے انھیں پوشیدہ کر دیا،

مسلمانوں نے حملہ کیا اور اپنے مقصود کو پہنچے، ایک ہی وقت میں ہرقل کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور اس کے علاقے پر اسامہ کے حملہ کرنے کی خبر لائی گئی، اس پر اہل روم نے کہا کہ اس قوم نے ہمارے ملک پر حملہ کرنے میں اپنے صاحب کی موت کی بھی پروا نہ کی، عروہ نے کہا کہ کوئی لشکر اس لشکر سے زیادہ صحیح و سالم نہیں دیکھا گیا۔

ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے حدیث اسامہ کے مثل روایت کی اور یہ اضافہ کیا کہ جس لشکر پر انھیں عامل بنایا اس میں ابوبکرؓ و عمرؓ و ابو عبیدہ بن الجراح بھی تھے، ان کی زوجہ فاطمہ بنت قیس نے لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت علیل ہو گئے ہیں، مجھے معلوم نہیں کہ کیا بات پیدا ہو، اس لئے اگر تم قیام کرنا مناسب سمجھو تو قیام کرو، اسامہ الجرف ہی میں مقیم رہے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی، آپ نے حکم دیا تھا کہ ان لوگوں کو خوب مجروح کیا جائے اور زخمی کیا جائے، پھر عرب کافر ہو گئے۔

محمد بن اسامہ بن زید نے اپنے والد سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کا یہ اعتراض معلوم ہوا کہ آپ نے اسامہ کو مہاجرین و انصار پر عامل بنا دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے منبر پر بیٹھے،

۴۸

اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا کہ اے لوگو لشکر اسامہ کو روانہ کرو۔ میری جان کی قسم اگر تم نے اُن کی امارت میں کلام کیا ہے (تو یہ نئی بات نہیں) تم نے اس کے قبل اُن کے والد کی امارت میں بھی کلام کیا ہے، وہ امارت ہی کے لیے پیدا ہوئے ہیں، اُن کے والد بھی اسی کے لئے پیدا ہوئے تھے۔

لشکر اسامہ روانہ ہوا، انھوں نے الجرف میں پڑاؤ کیا، یہاں سب لوگ اُن کے پاس آ گئے، جس وقت وہ روانہ ہوے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت علیل تھے، اسامہ ٹھیر گئے، لوگ دیکھ رہے تھے کہ اللہ اپنے رسول کے حق میں کیا فیصلہ کرتا ہے۔

اسامہ نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت علیل ہو گئے تو میں اپنے لشکر سے واپس آ گیا اور لوگ بھی میرے ساتھ واپس آ گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر غشی طاری تھی، آپ بات نہیں کرتے تھے، آپ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھانے لگے پھر اُسے میری طرف اٹھایا تو میں سمجھا کہ آپ میرے لئے دعا کرتے ہیں۔

الحضرمی سے جو اہل یمامہ میں سے تھے، مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ کو روانہ کیا، آپ اُن سے اور اُن سے پہلے اُن کے والد سے محبت کرتے تھے، انھیں ایک لشکر پر امیر بنا کے بھیجا، یہ سب سے پہلا موقع تھا کہ اسامہ کو قتال میں آزمایا گیا، وہ (دشمن سے) ملے اور جنگ کی، اُن کی شجاعت کا چرچا ہو گیا۔

اُسامہ نے کہا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اُس وقت آیا کہ مژدۂ فتح لانے والا پہنچ چکا تھا، آپ کا چہرہ (خوشی سے) چمک رہا تھا، مجھے اپنے قریب کر لیا اور فرمایا کہ واقعات جنگ بیان کرو، میں نے بیان کیا کہ جب وہ قوم بھاگی تو ایک شخص ملا، میں نے نیزہ اُس کی طرف جھکا دیا، اُس نے "لا الہ الا اللہ" کہا، مگر میں نے اُسے نیزہ مار کے قتل کر دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ (غضب سے) متغیر ہو گیا اور

فرمایا، اے اسامہ تم پر افسوس ہے، تمہیں لاالہ الا اللہ کے ساتھ کیونکر
جرأت ہوئی، اسی کا بار بار اعادہ فرماتے رہے یہاں تک کہ مجھے یہ پسند
تھا کہ میں اپنے ہر عمل سے جو میں نے کیا ہے بری ہو جاؤں اور اُس روز
از سرِ نو اسلام لاؤں، واللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے کے
بعد میں کسی ایسے شخص سے قتال نہیں کرتا تھا جو لاالہ الا اللہ کہتا۔

ابراہیم التیمی نے اپنے والد سے روایت کی کہ بڑے پیٹ والے
اسامہ بن زید نے کہا کہ میں کبھی ایسے شخص سے قتال نہ کروں گا جو لاالہ الا اللہ
کہے، سعد بن مالک نے بھی کہا کہ واللہ میں بھی اُس شخص سے کبھی قتال
نہ کروں گا جو لاالہ الا اللہ کہے، اُن دونوں سے کسی نے کہا کہ کیا اللہ نے یہ
نہیں کہا ہے کہ "وقاتلوھم حتیٰ لا تکون فتنۃ و یکون الدین کلہ للہ"
(یہاں تک قتال کرو کہ فتنہ نہ رہے اور سارا دین اللہ ہی کے لیے ہو جائے)
ان دونوں نے کہا کہ ہم نے اتنا قتال کیا ہے کہ فتنہ نہیں رہا اور دین اللہ
ہی کے لیے ہو گیا۔

جعفر بن محمد نے اپنے والد سے روایت کی کہ بعض معاملے میں اسامہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے اور اس میں آپ سے سفارش کرتے تھے
وہ ایک مرتبہ کسی حد (شرعی مقررہ سزا) میں آئے تو آپ نے فرمایا کہ اے
اسامہ کسی حد میں سفارش نہ کرو۔

عائشہ سے مروی ہے کہ قریش کو اُس عورت کے حال نے پریشان
کر دیا جس نے چوری کی تھی، اُن لوگوں نے کہا کہ کون ہے جو اُس کے
بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرے، لوگوں نے کہا کہ

۴۹

سوائے اسامہ بن زید کے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حب محبوب
ہیں، کون جرأت کر سکتا ہے؟ اسامہ نے آپ سے سفارش کی تو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اللہ کی حدود میں کیوں سفارش
کرتے ہو؟

اُس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے، آپ نے

خطبہ ارشاد فرمایا کہ تم سے پہلے لوگوں کو صرف اسی امر نے ہلاک کر دیا کہ جب اُن میں شریف چوری کرتا تھا تو اسے چھوڑ دیتے تھے اور کمزور چوری کرتا تھا تو اُس پر حد قائم کرتے تھے، اللہ کی قسم اگر فاطمہ بنت محمدؐ چوری کرتیں تو اُن کا ہاتھ بھی کاٹا جاتا۔

زید بن اسلم سے مروی ہے کہ عمرؓ بن الخطاب نے مہاجرین اولین کو فضیلت (و ترجیح) دی، اُن کے فرزندوں کو اس سے کم دیا، اسامہ ابن زید کو عبداللہ بن عمر پر ترجیح دی،

عبداللہ بن عمر نے کہا کہ مجھ سے ایک شخص نے بیان کیا کہ امیر المومنین نے تم پر ایسے شخص کو ترجیح دی جو نہ تم سے عمر میں زیادہ ہے، نہ ہجرت میں افضل ہے اور نہ وہ اُن مشاہد میں حاضر ہوا جن میں تم حاضر نہ ہوئے،

عبداللہ نے عرض کی، یا امیر المومنین، آپ نے مجھ پر ایسے شخص کو فضیلت دی جو نہ عمر میں مجھ سے زیادہ ہے، نہ ہجرت میں مجھ سے افضل ہے اور نہ وہ ایسے مشاہد میں حاضر ہوا جنہیں میں حاضر ہوا، فرمایا کہ وہ کون ہے؟ عرض کی، اسامہ بن زید، فرمایا، تم نے سچ کہا واللہ میں نے یہ اس لئے کیا کہ زید بن حارثہ عمرؓ سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب تھے، اسامہ بن زید عبداللہ بن عمر سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب تھے، بس اسی لئے میں نے کیا۔

ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ عمرؓ بن الخطاب نے اسامہ بن زید کیلئے ایسا ہی حصہ مقرر کیا جیسا کہ بدریین کے لئے چار ہزار مقرر کیا تھا اور میرے لئے ساڑھے تین ہزار مقرر کیا، عرض کی آپ نے میرے لئے جو مقرر کیا اُسامہ کے لئے اُس سے زیادہ کیوں مقرر کیا حالانکہ وہ بھی انھیں مشاہد میں حاضر ہوئے جنہیں میں حاضر ہوا؟ فرمایا کہ وہ تم سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب تھے اور اُن کے والد تمہارے والد سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب تھے۔

محمد بن سیرین سے مروی ہے کہ عثمان بن عفان کے زمانے میں

کھجور کے درخت کی قیمت ہزار درم تک پہنچ گئی تھی' اسامہ نے کھجور کے ایک درخت کا قصد کیا' اُسے انھوں نے چیر ڈالا اور گودا نکال کے اپنی والدہ کو کھلا دیا۔

لوگوں نے کہا کہ تمھیں اس کام پر کس نے برانگیختہ کیا حالانکہ تم دیکھتے ہو کہ کھجور کا درخت ہزار درم کو پہنچ گیا ہے' انھوں نے کہا کہ میری والدہ نے مجھ سے فرمائش کی تھی' وہ مجھ سے جب کسی ایسی چیز کی فرمائش کریں گی جس پر میں قادر ہوں گا تو میں انھیں ضرور دوں گا'

یزید بن الاصم سے مروی ہے کہ وہ ام المومنین میمونہ کے پاس' اس حالت میں تھے کہ اُن کے پیٹ کی تہ بند لٹکی ہوئی تھی' میمونہ نے انھیں اس بارے میں شدید ملامت کی' انھوں نے کہا کہ میں نے اُسامہ بن زید کو دیکھا ہے کہ اپنی تہ بند لٹکاتے تھے' میمونہ نے کہا کہ تم نے غلط کہا' اُسامہ بڑے پیٹ والے تھے' شاید اُن کی تہ بند پیٹ کے نیچے کے حصے کی طرف لٹک جاتی ہو۔

مولائے اُسامہ بن زید سے مروی ہے کہ اُسامہ بن زید سوار ہو کے اپنے مال کی طرف جاتے تھے جو وادی القریٰ میں تھا' وہ دوشنبے اور پنجشنبے کو روزہ رکھتے تھے' میں نے اُن سے کہا کہ آپ سفر میں بھی روزہ رکھتے ہیں حالانکہ آپ بوڑھے ہو گئے اور بڑے ہو گئے' فرمایا' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ دوشنبے و پنجشنبے کو روزہ رکھتے تھے اور آپ نے فرمایا کہ اعمال دوشنبے اور پنجشنبے کو پیش کیے جاتے ہیں'

حرملہ مولائے اُسامہ سے مروی ہے کہ اُسامہ نے مجھے علی کے پاس بھیجا اور کہا کہ اُن سے سلام کہنا اور کہنا کہ اگر آپ دہانِ شیر میں ہوں تو میں بھی آپ کے ساتھ اُس میں داخل ہونا پسند کروں گا' لیکن یہ ایسا امر ہے جس میں میری رائے نہیں ہے' میں علی کے پاس آیا مگر انھوں نے مجھے کچھ نہ دیا' پھر میں حسن اور ابن جعفر کے پاس آیا تو اُن لوگوں نے میرے لیے سواری مہیا کر دیا۔

ہشام بن محمد بن السائب الکلبی نے اپنے والد سے روایت کی کہ اسامہ ابن زید نے ہند بنت الفاکہ بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم سے اور درہ بنت عدی بن قیس بن حذافہ بن سہم سے نکاح کیا، درہ کے یہاں اُن سے محمد و ہند پیدا ہوئیں،

نیز انھوں نے فاطمہ بنت قیس ہمشیرۂ ضحاک بن قیس الفہری سے نکاح کیا جن سے جبیر و زید و عائشہ پیدا ہوئیں، ام الحکم بنت عتبہ بن ابی وقاص اور بنت ابی حمدان السہمی سے نکاح کیا، برزہ بنت ربعی سے نکاح کیا جو بنی عذرہ کی شاخ بنی رزاح سے تھیں، ان کے یہاں اُن سے حسن و حسین پیدا ہوئے۔

ابی بکر بن عبداللہ بن ابی جہم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُسامہ بن زید سے محبت کرتے تھے، جب وہ چودہ سال کے ہوگئے تو انھوں نے ایک عورت سے نکاح کیا جن کا نام زینب بنت حنظلہ ابن قسامہ تھا، پھر انھیں طلاق دیدی،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے کہ میں خوبصورت کم کھانے والی عورت کس کو بتاؤں کہ میں اُس کا خسر ہوں، یہ فرما کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نعیم بن عبداللہ النحام کی طرف دیکھنے لگے، نعیم نے کہا یا رسول اللہ گویا آپ کی مراد مجھ سے ہے، فرمایا، ہاں، انھوں نے اُن سے نکاح کر لیا، اُن کے یہاں اُن سے ابراہیم بن نعیم پیدا ہوئے، ابراہیم یوم الحرہ میں قتل کیے گئے۔

محمد بن عمر نے کہا کہ اسامہ کی اولاد ذکور و اناث کسی زمانے میں بیس سے زیادہ نہیں ہوئی۔

۵۱ محمد بن عمر نے کہا کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو اُسامہ بیس سال کے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انھوں نے وادی القریٰ میں سکونت اختیار کر لی پھر مدینے آگئے وفات الجرف میں معاویہ بن ابی سفیان کی خلافت میں ہوئی۔

ابن شہاب سے مروی ہے کہ اسامہ بن زید کا جس وقت انتقال ہوا تو وہ (دفن کے لیے) الجرف میں مدینہ لائے گئے۔

ابو رافع مولائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نام اسلم تھا، عباس بن عبدالمطلب کے غلام تھے، انھوں نے ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیا تھا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عباس کے اسلام کی خوشخبری دی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں آزاد کر دیا۔

عکرمہ مولائے ابن عباس سے مروی ہے کہ ابو رافع مولائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ میں عباس بن عبدالمطلب کا غلام تھا، اسلام ہم اہل بیت میں داخل ہو چکا تھا، عباس اسلام لائے (ان کی زوجہ) ام الفضل بھی اسلام لائیں اور میں بھی اسلام لایا۔ اور عباس اپنی قوم سے ڈرتے تھے، ان کی مخالفت کو ناپسند کرتے تھے اور اپنا اسلام چھپاتے تھے، وہ کثیر مال والے تھے جو ان کی قوم میں پھیلا ہوا تھا،

اللہ کا دشمن ابولہب بدر سے پیچھے رہ گیا تھا، اس نے بجائے اپنے عاص بن ہشام بن المغیرہ کو بھیج دیا تھا، وہ لوگ اسی طرح کرتے تھے کوئی شخص بغیر اس کے پیچھے نہیں رہتا تھا کہ اپنے بجائے کسی کو بھیج دے جب قریش کے اصحاب بدر کی مصیبت کی خبر آئی تو اللہ نے اسے سرنگوں و رسوا کر دیا اور ہم لوگوں نے اپنے دلوں میں قوت و غلبہ محسوس کیا۔

میں ایک کمزور آدمی تھا، ایک حجرے میں پیالے بنایا کرتا تھا اور انھیں گھڑتا تھا، بس واللہ میں اس میں بیٹھا ہوا اپنے پیالے بناتا تھا، میرے پاس ام الفضل بھی بیٹھی ہوئی تھیں، جو خبر تھی اس سے ہم لوگ

خوش تھے کہ یکایک بدکار ابولہب شر کے ساتھ اپنے پانو کھینچتا ہوا آیا، حجرے کی رسیوں کے پاس اس طرح بیٹھ گیا کہ اُس کی پیٹھ میری پیٹھ کی طرف تھی۔

وہ بیٹھا ہوا تھا کہ لوگوں نے کہا، یہ ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب آیا ہے ابولہب نے کہا کہ اے میرے بھائی کے بیٹے، ادھر آؤ، میری جان کی قسم تمہارے پاس خبر ہے، وہ اُس کے پاس بیٹھ گیا اور لوگ کھڑے رہے، اُس نے کہا کہ اے میرے بھائی کے بیٹے، بتاؤ کہ لوگوں کی کیا کیفیت تھی، اُس نے کہا، واللہ کچھ نہ تھا، سوائے اس کے کہ ہم لوگ اس قوم سے ملے اور اپنے آپ کو اُن کے حوالے کردیا کہ وہ لوگ جس طرح چاہتے تھے ہمیں قتل کرتے تھے اور جس طرح چاہتے تھے ہمیں قید کرتے تھے، اللہ کی قسم

۵۲

باوجود اس کے میں نے لوگوں کو ملامت نہیں کی، ہم ایسے گورے آدمیوں سے ملے جو ابلق گھوڑوں پر آسمان و زمین کے درمیان (معلق) تھے، واللہ نہ وہ (گھوڑے) کسی کے لائق تھے اور نہ کوئی شے اُنکے مناسب تھی (جس سے مثال دی جائے)

ابورافع نے کہا کہ میں نے حجرے کی رسیاں اپنے ہاتھ سے اٹھائیں اور کہا واللہ وہ ملائکہ تھے، ابولہب نے اپنا ہاتھ اٹھا کر بڑے زور سے میرے منہ پر مارا، میں اُچھل کر اُس پر گر پڑا، اُس نے مجھے اٹھا کر زمین پر دے مارا، سینے پر چڑھ کر مارنے لگا، حالانکہ میں کمزور آدمی تھا۔

اُم الفضل اُٹھ کر حجرے کے کھمبوں میں سے ایک کھمبے تک گئیں اور لیکے اُس سے ایسا مارا کہ سر میں گہرا زخم پڑ گیا، اور کہا کہ اگر اس کا آقا موجود نہیں ہے تو تو اُسے کمزور سمجھتا ہے، وہ ذلیل ہو کے پشت پھیر کے کھڑا ہو گیا۔

واللہ وہ سات رات سے زیادہ زندہ نہ رہا کہ اللہ نے اُسے عَدَسہ کی بیماری لگادی (جس میں پیشانی پر مسور کی دال کے برابر ایک زہریلا دانہ نکل آتا ہے) اور اُس نے اُسے قتل کردیا، اُس کے دونوں بیٹے اُسے دو یا تین رات تک اس طرح چھوڑے رہے کہ دفن نہیں کرتے تھے، یہاں تک کہ وہ اپنے گھر میں سڑ گیا۔

قریش مرض عدسہ اور اُس کے متعدی ہونے سے پرہیز کرتے تھے، جس طرح لوگ طاعون سے پرہیز کرتے ہیں، قریش کے ایک شخص نے ان دونوں سے کہا کہ تم پر افسوس ہے، تمھیں شرم نہیں آتی کہ تمھارا باپ اپنے گھر میں سڑ گیا ہے اور تم اُسے دفن تک نہیں کرتے۔

ان دونوں نے کہا کہ ہم اس زخم سے ڈرتے ہیں، اُس نے کہا کہ تم چلو، میں بھی تمھارے ساتھ ہوں، ان لوگوں نے صرف اس طرح اُسے غسل دیا کہ دور سے پانی پھینکدیتے تھے اور اُسے چھوتے نہ تھے، پھر اُسے لاد کر مکے کے اونچے حصے میں ایک دیوار کی طرف دفن کیا اور پتھر ڈال کے اُسے چھپا دیا۔

لوگوں نے بیان کیا کہ بدر کے بعد ابو رافع نے مدینے کی طرف ہجرت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقیم ہو گئے، اُحد و خندق اور تمام مشاہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب حاضر رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آزاد کردہ باندی سلمٰی کے ساتھ اُن کا نکاح کر دیا، وہ بھی اُن کے ساتھ خیبر میں حاضر ہوئیں، اُن کے یہاں ابو رافع سے عبید اللہ ابن ابی رافع پیدا ہوئے، وہ علی بن ابی طالب علیہ السلام کے کاتب تھے۔

حکم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارقم بن ابی الارقم کو زکوٰۃ پر عامل بنا کے بھیجا، انھوں نے ابو رافع سے کہا کیا تمھیں یہ توقع ہے کہ میری مدد کرو اور میں تمھارے لئے عاملین کا حصہ مقرر کروں؟ انھوں نے کہا کہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا تاوقتیکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر نہ کروں، انھوں نے نبی علیہ السلام سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا، اے ابو رافع، ہم لوگ اہل بیت ہیں، ہمارے لئے زکوٰۃ حلال نہیں ہے قوم کا مولیٰ انھیں میں ہے۔

اسمٰعیل بن عبید اللہ بن رفاعہ الزرقی نے اپنے باپ دادا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہمارا حلیف ہم میں سے ہے، ہمارا مولیٰ ہم میں سے ہے اور ہمارا بھانجہ ہم میں سے ہے۔

محمد بن عمر نے کہا کہ ابو رافع کی وفات، عثمانؓ بن عفان کے قتل کے بعد مدینے میں ہوئی اور ان کی بقیہ اولاد تھی۔

۵۳

سلمان فارسی

ابی سفیان نے اپنے اشیاخ سے روایت کی کہ سلمان کی کنیت ابو عبداللہ تھی۔

ابی عثمان النہدی سے مروی ہے کہ مجھ سے سلمان نے پوچھا کہ تم رام ہرمز کا مرتبہ جانتے ہو، میں نے کہا ہاں انھوں نے کہا کہ میں بھی اسی کے اعزہ میں سے ہوں۔

سلمان سے مروی ہے کہ میں اہل جیؔ میں سے ہوں۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ سلمان فارسی نے خود مجھ سے اپنا واقعہ بیان کیا کہ میں اصبہان کے قصبہ جیؔ کے باشندوں میں سے تھا، میرے والد اُس کی زمین کے کاشتکار تھے، میں تمام بندگان خدا میں سب سے زیادہ اُنھیں محبوب تھا، میرے ساتھ اُن کی محبت برابر قائم رہی، انھوں نے مجھے گھر میں اس طرح قید کر دیا جس طرح لڑکی قید کی جاتی ہے۔

میں مجوسیت میں خوب سرگرم تھا یہاں تک کہ اس آگ کا پرستار ہو گیا جس کو ہم لوگ روشن کرتے ہیں، اُسے بجھنے نہ دیتا تھا، میرے والد کی اُن کے بعض علاقوں میں جائداد تھی، وہ اپنے مکان میں ایک بنیاد کی مرمت کر رہے تھے،

انھوں نے مجھے بلایا اور کہا کہ اے میرے بیٹے مجھے اس بنیاد نے مشغول کر لیا ہے جیسا کہ تم دیکھتے ہو، لہٰذا تم میری جائداد کی طرف جاؤ مگر دیر نہ کرنا کیونکہ اگر تم ایسا کرو گے تو مجھے ہر جائداد سے باز رکھو گے میں جس حالت میں ہوں تم میرے نزدیک اُس سے زیادہ اہم ہو۔

میں روانہ ہوا نصاریٰ کے کنیسے پر گذرا تو وہاں ان کی نماز سنی، اُن کے پاس
چلا گیا کہ دیکھوں وہ لوگ کیا کرتے ہیں، میں برابر انھیں کے پاس رہا، اُن کی
جو نماز دیکھی وہ مجھے پسند آئی، دل میں کہا کہ یہ ہمارے اُس دین سے بہتر
ہے جس پر ہم ہیں۔

میں برابر اُن کے پاس رہا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا، نہ والد
کی جائداد تک گیا اور نہ اُن کے پاس، انھوں نے میری تلاش میں کسی کو بھیجا،
جس وقت مجھے نصاریٰ کی حالت اور اُن کی نماز اچھی معلوم ہوئی تو میں
نے اُن سے پوچھا کہ اس دین میں کہاں داخل ہو سکوں گا، انھوں نے
کہا کہ شام میں۔

والد کے پاس واپس گیا انھوں نے کہا کہ اے بیٹے تم کہاں تھے، میں نے
تمھیں نصیحت کی تھی اور حکم دیا تھا کہ دیر نہ کرنا، میں نے کہا کہ کچھ لوگوں پر گذرا جو
کنیسے میں نماز پڑھ رہے تھے، اُن کی حالت اور اُن کی نماز دیکھی تو مجھے
پسند آئی، میری رائے یہ ہے کہ اُن کا دین ہمارے دین سے بہتر ہے،
انھوں نے کہا کہ اے میرے بیٹے، تمھارا دین اور تمھارے باپ دادا کا دین انکے
دین سے بہتر ہے، میں نے کہا، واللہ ہرگز نہیں، انھیں مجھ پر اندیشہ ہوا تو ۵۴
پاؤں میں بیڑی ڈال دی اور قید کر دیا۔

میں نے نصاریٰ کو خبر کرا دی کہ میں اُن کی حالت سے خوش ہوں،
جب شام سے کوئی قافلہ آئے تو مجھے اطلاع دینا، اُن کے پاس ایک قافلہ
آیا جس میں کچھ تاجر بھی تھے، انھوں نے مجھے کہلا بھیجا، میں نے انھیں کہلا بھیجا
کہ جب وہ لوگ واپسی کا ارادہ کریں تو مجھے اطلاع دینا،

جب اُن لوگوں نے واپسی کا ارادہ کیا تو مجھے کہلا بھیجا، میں نے
بیڑیاں اپنے پاؤں سے نکال پھینکیں اور اُن لوگوں کے ہمراہ شام کی طرف
روانہ ہو گیا، شام میں آیا تو اُن لوگوں کے عالم کو دریافت کیا، کہا گیا کہ
کنیسے والا اُن لوگوں کا اسقف (عالم اور پادری) ہے

میں اُس کے پاس آیا، اپنا حال بتایا اور اجازت چاہی کہ ساتھ رکھیں

تمہاری خدمت کروں، نماز پڑھوں اور علم حاصل کروں کیونکہ مجھے تمہارے دین کی رغبت ہے، اُس نے کہا ٹھیر جاؤ،

میں اُس کے ساتھ ہوگیا، وہ اپنے دین میں برا آدمی تھا، لوگوں کو صدقے کا حکم دیتا تھا اور انہیں اُس کی ترغیب دیتا تھا، جب لوگ اُس کے پاس مال لاتے تھے تو وہ اُسے اپنے لئے جمع کر لیتا تھا، اس طرح دینار و درم کے سات مٹکے جمع کر لئے تھے،

اُس کے بعد وہ مر گیا، لوگ جمع ہوئے کہ دفن کریں، میں نے کہا کہ تم لوگ جانتے ہو کہ تمہارا یہ ساتھی بہت برا آدمی تھا، وہ جو کچھ اُن کے صدقے میں کیا کرتا تھا میں نے انہیں بتایا، لوگوں نے پوچھا کہ اس کی پہچان کیا ہے، میں نے کہا کہ تم لوگوں کو اس کا راستہ بتاتا ہوں، میں نے اُسے نکالا تو سات مٹکے تھے جو سونے چاندی سے بھرے ہوئے تھے،

جب اُن لوگوں نے مٹکوں کو دیکھا تو کہا کہ واللہ ہم اس شخص کو کبھی دفن نہ کریں گے، انہوں نے اُسے ایک لکڑی پر لٹکا دیا اور پتھر مارے، دوسرے شخص کو لائے اور اُس کی جگہ مقرر کیا،

سلمان نے کہا کہ میں نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو پانچ وقت کی نماز اُس سے بہتر ادا کرتا ہو، آخرت کے شوق میں اُس سے بڑھا ہوا ہو، ترک دنیا میں اُس سے زائد ہو، رات دن کی عبادت میں اُس سے بڑھ کر مشقت اُٹھانے والا ہو، مجھے اُس سے ایسی محبت ہوگئی کہ معلوم نہیں اُس کے پہلے کسی شئے سے محبت کرتا تھا۔

جب اُس کا وقت مقدر آیا تو میں نے اُس سے کہا کہ تمہارے پاس اللہ کا جو حکم آگیا ہے وہ تم دیکھتے ہو، مجھے کیا حکم دیتے ہو اور کس کے متعلق وصیت کرتے ہو؟ اُس نے کہا کہ اے میرے بیٹے جس طریقے پر میں ہوں سوائے اُس شخص کے جو موصل میں ہے اور کسی کو اس طریقے پر نہیں دیکھتا، لوگوں نے دین کو بدل دیا ہے اور ہلاک ہوگئے ہیں۔

جب اُس کی وفات ہوگئی تو میں موصل والے کے پاس آیا،

اُسے وصیت کی خبر دی جو اُس نے مجھ سے کی تھی کہ میں اُس سے ملوں اور اُس کے ساتھ رہوں، اُس نے کہا رہو، میں اُس کے پاس اُس کے ساتھی کے طریقے پر اتنا رہا جتنا اللہ نے چاہا،

اُس کے بعد اُس کی وفات کا وقت آیا تو میں نے کہا کہ تمھارے پاس اللہ کا جو حکم آیا وہ تم دیکھتے ہو، لہذا کس کی جانب مجھے وصیت کرتے ہو، اُس نے کہا کہ اے میرے بیٹے مجھے سوا ایک شخص کے جو نصیبین میں ہے اور کوئی نہیں معلوم جو ہمارے طریقے پر ہو، وہ فلاں شخص ہے تم اُس سے ملو۔

میں اُس کے پاس آیا، وہ اُسی طریقے پر تھا جس پر اُس کے دونوں ساتھی تھے، میں نے اُسے اپنا حال بتایا، اُس کے پاس اتنا قیام کیا جتنا اللہ نے چاہا، جب اُس کی وفات کا وقت آیا تو میں نے اس سے کہا کہ فلاں نے مجھے فلاں کی طرف (جانے کی) وصیت کی تھی اور فلاں نے فلاں کی طرف اور فلاں نے تمھاری طرف، اب تم مجھے کس کی طرف (جانے کی) وصیت کرتے ہو،

اُس نے کہا کہ اے میرے بیٹے میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جو اُسی طریقے پر ہو جس پر ہم ہیں، سوائے ایک شخص کے جو عموریہ ملک روم میں ہے تم اگر اس سے مل سکو تو ملو، وہ مر گیا تو میں عموریہ والے سے ملا، اُسے اپنا اور اُس شخص کا جس نے مجھے وصیت کی تھی حال بتایا، اُس نے کہا کہ ٹھیرو، میں اس کے پاس ٹھیر گیا،

میں نے اُسے اُسی طریقے پر پایا جس پر اُس کے ساتھی تھے، وہاں بھی اتنا ٹھیرا جتنا اللہ نے چاہا، میرے پاس کچھ جمع ہو گیا، اُس سے گائے اور بکریاں لے لیں، اُس کی وفات کا وقت آیا تو میں نے کہا کہ تم مجھے کس کی طرف (جانے کی) وصیت کرتے ہو،

اُس نے کہا کہ اے میرے بیٹے، واللہ روئے زمین پر مجھے کوئی ایسا شخص معلوم نہیں جس نے اُس طریقے پر صبح کی ہو جس پر ہم ہیں کہ میں تمھیں اُس کے پاس جانے کا حکم دوں، لیکن ایک ایسے نبی کا زمانہ قریب آگیا ہے جو

۵۵

دین حنیفیہ ابراہیم پر مبعوث ہوں گے، اپنی ہجرت گاہ سے نکلینگے، اُن کا قیام دو پتھریلی علی ہوئی زمینوں کے درمیان کھجور والے مقام پر ہوگا، اُن کے پاس پہنچ سکو تو پہنچ جاؤ، ان کے ساتھ چند علامتیں ہوں گی جو پوشیدہ نہ ہوں گی وہ صدقہ نہیں کھائیں گے، ہدیہ کھائیں گے، دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی، جب تم اسے دیکھو گے تو پہچان لوگے،

اُس کے بعد وہ مرگیا، میرے پاس قبیلۂ کلب کا ایک قافلہ اُترا میں نے اُن کے شہروں کا حال پوچھا، اُنھوں نے مجھے بتایا، میں نے کہا کہ میں تمھیں اپنی یہ گائیں اور بکریاں اس شرط پر دیتا ہوں کہ مجھے سوار کرلو اور اپنے ملک کو لے چلو، وہ راضی ہوگئے،

مجھے سوار کیا اور وادی القریٰ میں لائے، یہاں مجھ پر ظلم کیا کہ غلام بنا کے ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا، میں نے کھجور کے درخت دیکھے اور گمان ہوا کہ یہ وہی شہر ہوگا جو مجھ سے بیان کیا گیا، جیسا کہ بعد کو ثابت ہوا۔

جس وقت کھجور کے درخت دیکھے تو مجھے اُمید ہوگئی تھی، میں اُس کے پاس ٹھیر گیا، یہودی بنی قریظہ کا ایک شخص آیا اور مجھے اُس سے خرید کے مدینہ لایا، واللہ میں نے اپنے ساتھی کے حال بیان کرنے کی وجہ سے اُسے دیکھتے ہی پہچان لیا اور مجھے یقین ہوگیا کہ یہ وہی شہر ہے جو مجھ سے بیان کیا گیا ہے

میں اُس کے پاس ٹھیر کر بنی قریظہ کے ایک باغ میں کام کرنے لگا، اسی اثنا میں اللہ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا، اُن کا حال پوشیدہ رہا یہاں تک کہ آپ مدینے تشریف لائے اور قبا میں بنی عمرو بن عوف کے پاس اترے،

میں کھجور کے درخت پر چڑھا تھا اور میرا ساتھی نیچے بیٹھا ہوا تھا کہ اُس کے چچا کے خاندان کا ایک یہودی آیا، اُس کے پاس کھڑا ہوگیا اور کہا کہ اے فلاں، اللہ بنی قیلہ کو غارت کرے، وہ قبا میں ایک شخص

کے پاس جو مکے سے آیا ہے جمع ہو گئے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ نبی ہے۔

اُس نے یہ کہا ہی تھا کہ مجھے لرزہ آگیا' جس سے کھجور کا درخت تھر تھرانے لگا' میں نے گمان کیا کہ ضرور اپنے ساتھی پر گر پڑوں گا اُس کے بعد میں تیزی سے یہ کہتا ہوا اترا کہ تم کیا کہتے ہو' یہ خبر کیا ہے؟

آقا نے اپنا ہاتھ اٹھا کے بڑے زور سے مجھے ایک گھونسہ مارا اور کہا کہ تجھے اس سے کیا' تو اپنے کام پر متوجہ ہو' میں نے کہا کہ کچھ نہیں سوائے اس کے کہ چاہا تھا کہ اس خبر کی تحقیق کروں جو میں نے اس شخص کو بیان کرتے سنی' اُس نے کہا کہ اپنی حالت کی طرف متوجہ ہو' میں اپنے کام پر لگ گیا اور اُس سے باز آگیا۔

شام ہوئی تو جو کچھ میرے پاس تھا جمع کیا اور چل کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا' آنحضرتؐ قبا میں تھے' میں آپ کے پاس گیا' آپ کے ہمراہ اصحاب کی ایک جماعت بھی تھی'

عرض کی' مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کے پاس کچھ نہیں ہے اور ہمراہ اصحاب بھی ہیں' آپ لوگ مسافر و حاجتمند ہیں' میرے پاس کچھ ہے جسے میں نے صدقے کے لئے رکھا تھا' جب مجھ سے آپ لوگوں کا حال بیان کیا گیا تو سب سے زیادہ اُس کا مستحق آپ لوگوں کو سمجھا' وہ آپ کے پاس لایا ہوں' اُس کے بعد میں نے اسے آپ کے لئے رکھ دیا'

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنے اصحاب سے) فرمایا کہ تم لوگ کھاؤ اور آپ خود باز رہے' میں نے اپنے دل میں کہا کہ واللہ (رہبان کی بتائی ہوئی علامات میں سے) یہ ایک ہے' میں واپس گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے کی طرف منتقل ہو گئے میں نے کچھ جمع کیا' آپ کے پاس آیا' سلام کیا اور عرض کی کہ میں نے سمجھ لیا ہے کہ آپ صدقہ نہیں کھاتے' میرے پاس کچھ ہے' چاہتا ہوں کہ اُس کے ذریعے آپ کا اکرام کروں آپ کے اکرام کے طور پر ہدیہ دیتا ہوں جو صدقہ نہیں ہے' اُس کو آپ نے بھی نوش فرمایا اور اصحاب نے بھی کھایا' دل میں کہا کہ یہ

۵۶

(راہب کی بتائی ہوئی علامات میں سے) دوسری ہے۔
میں واپس ہو گیا اور جتنا اللہ نے چاہا ٹھہرا پھر جب حاضر خدمت ہوا تو بقیع الغرقد میں ایک جنازے کے ساتھ پایا، گرد آپ کے اصحاب تھے، بدن پر دو بڑی چادریں تھیں، ایک کی آپ تہ بند باندھے تھے اور دوسری کو اوڑھے ہوئے تھے، میں نے آپ کو سلام کیا اور پلٹ گیا کہ پشت کو دیکھوں۔
آنحضرت سمجھ گئے کہ میں کیا چاہتا ہوں اور کس بات کی تحقیق مطلوب ہے، آپ نے اپنی چادر اٹھا کر پشت سے ہٹا دی، میں نے مہر نبوت کو اُسی طرح دیکھا جس طرح میرے ساتھی نے بیان کیا تھا، میں اس پر اوندھا ہو کر بوسہ دینے لگا اور رونے لگا،
آنحضرت نے فرمایا کہ اِدھر پلٹ آؤ، میں پلٹ گیا اور آپ کے آگے بیٹھ گیا، آپ سے اپنا حال بیان کیا، اے ابن عباسؓ، جس طرح تم سے بیان کیا، آنحضرت بہت خوش ہوئے اور چاہا کہ اپنے اصحاب کو سنائیں۔
اس کے بعد میں اسلام لے آیا، غلامی اور جس حالت میں میں تھا وہ مجھے روکے رہی یہاں تک کہ مجھ سے غزوۂ بدر و اُحد چھوٹ گیا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ مکاتب بن جاؤ، (مکاتب بننے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے آقا سے ایک خاص رقم پر معاہدہ کر لو کہ ہم اتنا کما کے دیدیں تو آزاد ہو جائیں گے) میں نے آقا سے درخواست کی اور برابر کرتا رہا، اس نے مجھے اس شرط پر مکاتب بنایا کہ میں اس کے لئے کھجور کے تین سو درخت لگا دوں اور چالیس اوقیہ چاندی دوں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اصحاب سے) فرمایا کہ اپنے بھائی کی کھجور کے درختوں سے مدد کرو، ہر شخص نے اپنی مقدرت کے مطابق تیس، بیس، پندرہ اور دس (درختوں) سے میری مدد کی، فرمایا کہ اے سلمان جاؤ اور ان کے (بونے کے لئے) گڑھا کھودو، مگر جب تم ان کے لگانے کا ارادہ کرنا تو تاوقتیکہ

میرے پاس آکر اطلاع نہ کرلو درخت نہ لگانا کیونکہ میں ہی اپنے ہاتھ سے لگاؤں گا،

پھر میں کھودنے کے لئے اٹھا ساتھیوں نے بھی مدد کی، ہم نے تین سو تھالے بنائے ہر شخص وہ درخت لے آیا جس سے اس نے میری مدد کی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے انھیں اپنے ہاتھ سے رکھنے لگے، تھالوں کو برابر کرتے تھے اور دعائے برکت فرماتے تھے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سب سے فارغ ہو گئے، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں سلمان کی جان ہے" ان میں سے کوئی پودا نہیں مرجھایا درم باقی رہ گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز اپنے اصحاب میں (تشریف فرما) تھے کہ ایک شخص انڈے کے برابر سونا لایا جو انھیں کسی معدن سے ملا تھا، انھوں نے صدقے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (سلمان) فارسی مسکین مکاتب کہاں ہیں؟ میرے پاس بلاؤ، مجھے بلایا گیا، میں آیا تو آپ نے فرمایا اسے لے جاؤ اور اپنی جانب سے اس مال کے عوض ادا کر دو جو تم پر واجب ہے، عرض کی، یا رسول اللہ، یہ اتنا کہاں ہو گا جو مجھ پر واجب ہے، فرمایا اللہ تمھاری جانب سے ادا کر دے گا۔

یزید بن ابی حبیب نے کہا کہ اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنی زبان پر رکھا، پھر منہ سے نکال دیا مجھ سے فرمایا کہ جاؤ اور اسے اپنی طرف سے ادا کر دو، اس کے بعد ابن عباس کی حدیث ہے، یہ اور زائد ہے کہ سلمان نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، میں نے اس میں سے چالیس اوقیہ تول دیا، اور جو اس کا حق تھا ادا کر دیا۔ سلمان آزاد ہو گئے، خندق اور بقیہ مشاہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آزاد مسلمان ہو کر حاضر ہوتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے انھیں وفات دیدی۔

عمر بن عبد العزیز کہتے تھے کہ مجھ سے ایسے شخص نے بیان کیا جس نے

سلمان سے سنا تھا کہ جس وقت انھوں نے اپنا واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تو اس میں یہ بھی تھا کہ عموریہ والے (اسقف) نے ان سے کہا کہ کیا تم نے اس اس طرح کے آدمی کو ملک شام کی دو جھاڑیوں کے درمیان دیکھا ہے جو ہر سال رات کو نکل کر اس جھاڑی سے اس جھاڑی تک جاتا ہے اسی طرح دوسرے سال معینہ وقت پر رات کو نکلتا ہے لوگ اسے روکتے ہیں وہ بیماروں کا علاج کرتا ہے اور ان کے لئے دعا کرتا ہے جس سے وہ شفا پاتے ہیں، اس شخص کے پاس جاؤ، جس امر کی تلاش ہے اس سے دریافت کرو،

میں آیا، دونوں جھاڑیوں کے درمیان لوگوں کے ساتھ ٹھہر گیا، جب وہ رات ہوئی، جس میں وہ ایک جھاڑی سے نکل کر دوسری جھاڑی میں چلا جاتا تھا، تو وہ نکلا، لوگ مجھ پر غالب آگئے، وہ دوسری جھاڑی میں گھس گیا، سوائے اس کے شانے کے اور سب مجھ سے پوشیدہ ہو گیا، میں اس کے پاس پہنچ گیا اور شانہ پکڑ لیا، مگر اس نے میری طرف التفات نہ کیا، پوچھا کہ تجھے کیا ہوا ہے؟ میں نے کہا کہ میں آپ سے دین حنیفیہ ابراہیم کو دریافت کرتا ہوں، اس نے کہا کہ تم ایسی شئے دریافت کرتے ہو جس کو آج لوگ دریافت نہیں کرتے، ایک نبی تمھارے قریب ہیں جو اس بیت سے نکلینگے اور اسی دین کو لائیں گے جسے تم دریافت کرتے ہو، بس ان سے ملو، میں واپس ہوا جس وقت انھوں نے یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ اے سلمان اگر تم نے مجھ سے سچ بیان کیا ہے تو تم عیسیٰ بن مریم سے ملے ہو۔

سلمان سے مروی ہے کہ میں نے اپنے آقا سے اس شرط پر مکاتبت کی کہ میں ان لوگوں کے لئے کھجور کے پانچ سو پودے لگا دوں، جب وہ پھل جائیں گے تو میں آزاد ہو جاؤں گا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ جب تم درخت لگانے کا ارادہ کرنا تو مجھے اطلاع دینا، میں نے آپ کو اطلاع دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے

ایک درخت کے جسے میں نے اپنے ہاتھ سے لگایا تھا سب درخت اپنے ہاتھ سے لگا دیئے، وہ سب پھلے سوائے اُس ایک کے جو میں نے بویا تھا۔

سلمان فارسی سے مروی ہے کہ میں فارس کے سواروں کے بیٹوں میں تھا اور کاتب تھا، میرے ہمراہ دو غلام تھے، جب وہ دونوں اپنے معلم کے پاس سے لوٹتے تھے تو ایک عالم کے پاس جاتے تھے، وہ دونوں اُس کے پاس گئے، میں بھی اُن کے ساتھ گیا تو اُس نے کہا کہ کیا میں نے تم دونوں کو کسی اور کو میرے پاس لانے سے منع نہیں کیا تھا۔

میں اُس کے پاس آمد و رفت کرنے لگا اور اُس کے نزدیک اُن دونوں سے زیادہ محبوب ہو گیا، اُس نے مجھ سے کہا کہ جب تم سے تمھارے گھر والے دریافت کریں کہ تمھیں کس نے روکا تھا تو کہنا کہ معلم نے اور جب معلم دریافت کرے کہ تمھیں کس نے روکا تھا تو کہنا میرے گھر والوں نے۔

اُس نے (وہاں سے) منتقل ہونے کا ارادہ کیا تو میں نے کہا کہ میں بھی تمھارے ساتھ منتقل ہوں گا، میں بھی اُس کے ساتھ منتقل ہو گیا، وہ ایک گاؤں میں اترا، وہاں ایک عورت اُس کے پاس آتی تھی، جب اُس کی وفات کا وقت آیا تو اُس نے کہا کہ اے سلمان میرے سرھانے کھودو، میں نے کھود کر درم کی ایک تھیلی نکالی، اُس نے مجھ سے کہا کہ اسے میرے سینے پر ڈال دو، میں نے اُس کے سینے پر ڈال دیا۔

وہ مر گیا تو میں نے درموں کے متعلق قصد کیا کہ انھیں جمع کر لوں یا (اُس کے سینے سے) منتقل کر دوں، پھر میں نے یاد کیا، علماء اور زاہدین (قسیس و رہبان) کو اطلاع دی، لوگ اُس کے پاس آئے، میں نے کہا کہ اُس نے مال چھوڑا ہے، گاؤں کا ایک جوان کھڑا ہوا، اُن لوگوں نے کہا کہ یہ ہمارے والد کا مال ہے جن کی باندی اُس کے پاس آتی تھی، انھوں نے اسے لے لیا۔

میں نے راہبوں سے کہا کہ کوئی عالم آدمی بتاؤ جس کی پیروی کروں، اُن لوگوں نے کہا کہ ہم روئے زمین پر آج اُس شخص سے زیادہ عالم کسی کو

نہیں جانتے جو حمص میں ہے" میں اُس کے پاس گیا' اُس سے ملکر قصہ بیان
کیا تو اُس نے کہا کہ تمھیں صرف طلب علم لائی ہے مگر میں آج روئے زمین پر
اُس شخص سے زیادہ عالم کسی کو نہیں جانتا جو بیت المقدس میں ہر سال آتا ہے
اگر تم اب جاؤ گے تو اُس کے گدھے کے ساتھ پہنچو گے۔

میں روانہ ہوا' اتفاق سے اُس کا گدھا بیت المقدس کے دروازے
پر تھا' میں اُس کے پاس بیٹھ گیا' وہ نکلا تو اُس سے قصہ بیان کیا' اُس نے
کہا کہ تمھیں صرف طلب علم ہی لائی ہے' میں نے کہا جی ہاں' اُس نے مجھے
بیٹھنے کو کہا اور خود چلا گیا' اُسے سال بھر تک نہیں دیکھا' جب آیا تو میں نے کہا
اے اللہ کے بندے' میرے ساتھ تم نے کیا کیا' پوچھا کہ تم اسی جگہ ہو'
میں نے کہا جی ہاں'

اُس شخص نے کہا کہ واللہ مجھے آج روئے زمین پر اُس سے زیادہ عالم
کوئی نہیں معلوم جو ایک کشادہ صحرا کی زمین پر نکلا ہے' اگر تم ابھی جاؤ تو
اُس میں تین نشانیاں پاؤ گے' وہ ہدیہ کھاتا ہے صدقہ نہیں کھاتا' اُس کے
داہنے شانے کی کری کے پاس کبوتر کے انڈے کے برابر مہر نبوت ہے
جس کا رنگ اُس کی کھال کے رنگ کی طرح ہے۔

میں اس طرح روانہ ہوا کہ ایک زمین مجھے اُٹھاتی تھی اور دوسری
گراتی تھی' اعراب کی ایک جماعت پر گذر ہوا' انھوں نے مجھے غلام بناکر
بیچ ڈالا' مدینے کی ایک عورت نے مجھے خرید لیا' اُن لوگوں کو نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کا ذکر کرتے سنا' زندگی اچھی گزرتی تھی'

میں نے اُس عورت سے کہا کہ ایک دن (کی رخصت) دو' اُس نے
اجازت دی' میں گیا لکڑیاں چنیں اور انھیں بیچ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
لایا' وہ تھوڑا سا تھا' میں نے آپ کے آگے رکھ دیا' آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟
میں نے کہا صدقہ ہے' آپ نے اصحاب سے فرمایا' تم لوگ کھاؤ' خود آپ نے
کچھ نہیں کھایا' میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ یہ آپ کی علامت ہے'

جتنے دن اللہ نے چاہا میں نے توقف کیا' پھر آقا سے کہا کہ مجھے

ایک دن (کی رخصت) دیدو' اُس نے منظور کیا' میں گیا' جنگل سے لکڑیاں چنیں اور پہلے سے زیادہ میں فروخت کیں' کھانا تیار کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا' آپ اپنے اصحاب میں بیٹھے ہوئے تھے' اسے آپ کے آگے رکھ دیا پوچھا یہ کیا ہے' عرض کی ہدیہ' آپ نے اپنا ہاتھ رکھا' اصحاب سے فرمایا کو بسم اللہ' میں پیچھے کھڑا ہو گیا' آپ نے اپنی چادر اتار دی یکایک مہر نبوت (ظاہر ہو گئی) میں نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ رسول اللہ ہیں' فرمایا یہ کیا ہے' میں نے آپ سے اُس شخص کا حال بیان کیا اور عرض کی' یارسول اللہ کیا وہ جنت میں داخل ہو گا' کیونکہ اُسی نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ آپ نبی ہیں' فرمایا' سوائے نفس مسلمہ کے ہرگز کوئی جنت میں داخل نہ ہو گا۔

حسن سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سلمان فارس کے سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں سے ہیں۔

کثیر بن عبداللہ المزنی نے اپنے باپ دادا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سال جسے عام الاحزاب کہا جاتا ہے المذاد کی زمین کے ایک حصے پر' بنی حارثہ کی طرف جو اجم الشیخین ہے' اُس پر خندق کا نشان لگایا' ہر دس آدمی کے لئے چالیس گز (خندق کا کھودنا) فرمایا'

مہاجرین وانصار نے سلمان فارسی کے بارے میں حجت کی' وہ قوی آدمی تھے' مہاجرین نے کہا کہ سلمان ہم میں سے ہیں اور انصار نے کہا نہیں' سلمان ہم میں سے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سلمان ہم اہل بیت میں سے ہیں۔

عمرو بن عوف نے کہا کہ میں' سلمان' حذیفہ بن الیمان' نعمان بن مُقرِن المزنی اور چھ انصار اصل ذباب کے نیچے داخل ہوئے' ہم لوگ کھودنے لگے یہاں تک کہ تری تک پہنچ گئے' خندق کے بیچ سے اللہ نے ایک سفید سخت پتھر نکال دیا جس نے ہمارے کدال توڑ دئے' ہم پر بہت دشوار ہوا'

میں نے سلمانؓ سے کہا کہ (خندق) چڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ، آپ پر ایک ترکی خیمہ نصب تھا، سلمانؓ چڑھ کر آپ کے پاس گئے اور کہا یا رسول اللہ، ایک سفید چٹان خندق کے اندر سے نکلی ہے جس نے ہمارے کدال توڑ دیے اور ہم پر دشوار ہو گئی ہے، یا تو ہم اس سے درگذریں، اور درگذرنا قریب ہے، یا اس کے بارے میں جو حکم دیں، کیونکہ ہم لوگ یہ نہیں چاہتے کہ آپ کے نشان سے ہٹ جائیں۔
فرمایا، اے سلمانؓ مجھے اپنی کدال دکھاؤ، آپ اُن کی کدال لیکے ہمارے پاس اُترے، ہم لوگ خندق کے ایک کنارے ہو گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گنجائش کے لیے اُترے اُس پر ایسی ضرب لگائی کہ ٹوٹ گیا، اُس سے ایسی چمک پیدا ہوئی جس نے خندق کے دونوں کناروں کے درمیان روشن کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح کی تکبیر کہی، ہم نے بھی تکبیر کہی۔
آنحضرتؐ نے دوبارہ مارا تو پھر اُس سے ایسی چمک پیدا ہوئی جس نے اُس کے دونوں کناروں کے درمیان روشن کر دیا گویا اندھیرے گھر میں ایک چراغ ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح کی تکبیر کہی، ہم نے بھی تکبیر کہی، تیسری ضرب لگائی تو پارہ پارہ ہو گیا، اُس سے ایسی چمک پیدا ہوئی جس نے اُس کے دونوں کناروں کے درمیان روشن کر دیا، آپ نے فتح کی تکبیر کہی، ہم نے بھی تکبیر کہی،

۶۰　آنحضرتؐ اوپر چڑھ کے سلمانؓ کی نشستگاہ میں پہنچے تو سلمانؓ نے عرض کی یا رسول اللہ میں نے ایک ایسی چیز دیکھی جیسی کبھی نہیں دیکھی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی جانب متوجہ ہو کے فرمایا کہ کیا تم لوگوں نے بھی دیکھی، عرض کی، یا رسول اللہ ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، جی ہاں، ہم نے آپ کو مارتے دیکھا، موج کی طرح ایک روشنی نکلی آپ بھی تکبیر کہہ رہے تھے ہم بھی تکبیر کہہ رہے تھے، اس کے سوا ہم کوئی [illegible] نہ [illegible] تھے

فرمایا تم نے سچ کہا، میں نے پہلی ضرب لگائی تو وہ چمک پیدا [illegible]

جو تم نے دیکھی، اس نے میرے لئے حیرہ اور مدائن کسریٰ کے محل اس طرح روشن کر دیے کہ گویا وہ کتوں کے دانت ہیں، مجھے جبریل نے خبر دی کہ میری امت ان پر غالب آئے گی،

میں نے دوسری ضرب لگائی تو وہ چمک پیدا ہوئی جو تم نے دیکھی جس نے میرے لئے ملک روم کے بنی احمر کے قصر روشن کر دئے جو کتوں کے دانت جیسے دکھائی دیتے تھے، جبرئیل نے مجھے خبر دی کہ میری امت ان پر غالب آئے گی۔

تیسری ضرب لگائی تو وہ چمک پیدا ہوئی جو تم نے دیکھی جس نے ساتھ ہی صنعاء کے محل روشن کر دیے کہ گویا وہ کتوں کے دانت ہیں، جبرئیل نے خبر دی کہ میری امت ان پر غالب آئے گی جن کو مدد پہنچے گی، لہٰذا تم لوگوں کو خوشخبری ہو، اس کو آپ نے تین مرتبہ دوہرایا،

مسلمان خوش ہو گئے اور کہا کہ یہ ایسے سچے نیکوکار کا وعدہ ہے جس نے ہم سے گھرے ہونے کے بعد مدد اور فتوح کا وعدہ کیا ہے، انھوں نے باہم احزاب (کفار کے لشکروں) کو دیکھا،

اللہ نے فرمایا "ولما رأى المؤمنون الاحزاب قالوا هذا ما وعدنا الله ورسوله وصدق الله ورسوله وما زادهم الا ايمانا وتسليما من المؤمنين رجال صدقوا ما عاهدوا الله عليه الى آخر الآية" (اور جب مومنین نے احزاب (لشکر کفار) کو دیکھا تو انھوں نے کہا کہ یہ وہی ہے جو ہم سے اللہ نے اور اس کے رسول نے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اس کا رسول سچے ہیں۔ اور اس امر نے ان میں سوائے ایمان اور تسلیم کے اور کچھ اضافہ نہ کیا، یہ ایسے مومن لوگ ہیں جنھوں نے اس عہد کو سچائی سے پورا کیا جو انھوں نے اللہ سے کیا تھا)۔

ابن سیرین سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمانؓ فارسی اور ابو الدرداءؓ کے درمیان عقد مواخاۃ کیا تھا، ایسا ہی محمد بن اسحاق نے بھی کہا۔

حمید بن ہلال سے مروی ہے کہ سلمانؓ وابو الدرداءؓ کے درمیان عقد مواخاۃ کیا گیا تھا، ابو الدرداءؓ نے شام میں سکونت اختیار کی اور سلمانؓ نے کوفے میں بسا۔

انس سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے میں تشریف لائے تو آپ نے سلمانؓ اور حذیفہؓ کے درمیان عقد مواخاۃ کیا۔

زہری سے مروی ہے کہ وہ دونوں ہر اُس مواخاۃ کے منکر تھے جو بدر کے بعد ہوئی، اور کہتے تھے کہ بدر نے میراث کو منقطع کر دیا، سلمانؓ اُس زمانے میں غلامی میں تھے، اُس کے بعد ہی آزاد ہوئے، سب سے پہلا غزوہ جو انھوں نے کیا جس میں وہ شریک ہوئے غزوۂ خندق تھا جو ۵ھ میں ہوا۔

ابی صالح سے مروی ہے کہ سلمانؓ ابو الدرداؓ کے پاس اُترے، ابو الدرداؓ جب نماز پڑھنے کا ارادہ کرتے تھے تو سلمانؓ انھیں روکتے تھے اور جب وہ روزہ رکھنے کا ارادہ کرتے تھے تب بھی روکتے تھے، ابو الدرداء نے کہا کہ تم مجھے اس سے روکتے ہو کہ میں اپنے رب کے لئے روزہ رکھوں اور نماز پڑھوں، سلمانؓ نے جواب دیا کہ تمھاری آنکھ کا بھی تم پر حق ہے اور تمھاری بیوی کا بھی، لہٰذا روزہ بھی رکھو اور ترکِ صوم بھی کرو، نماز بھی پڑھو اور سوؤ بھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ سلمانؓ علم سے سیر کر دیے گئے ہیں۔

۶۱

محمد بن سیرین سے مروی ہے کہ جمعہ کے روز سلمانؓ ابو الدرداؓ کے پاس آئے، اُن سے کہا گیا کہ وہ سوتے ہیں، پوچھا، انھیں کیا ہوا ہے لوگوں نے کہا کہ جب شب جمعہ ہوتی ہے تو وہ اس میں بیدار رہتے ہیں اور جمعہ کے دن روزہ رکھتے ہیں، لوگوں کو حکم دیا تو انھوں نے جمعہ کے دن کھانا تیار کیا، سلمانؓ اُن کے پاس آئے اور کہا کہ کھانا کھاؤ، ابو الدرداؓ نے کہا کہ میں روزے سے ہوں، وہ برابر اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ انھوں نے کھانا کھا لیا،

دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور بیان کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابوالدرداء کے زانو پر مار رہے تھے، تین مرتبہ فرمایا کہ عویمر سلمانؓ (سلمانؓ کے یہاں کے رہنے والے) سے زیادہ عالم ہیں، راتوں میں سے شب جمعہ کو عبادت کے لئے خاص نہ کرلو، نہ روز جمعہ کو اور ایام میں سے روزوں کے لئے خاص کرلو۔

قتادہ سے مروی ہے کہ سلمانؓ ابوالدرداء کے پاس آئے تو ام الدرداء نے شکایت کی کہ وہ رات بھر عبادت کرتے ہیں اور دن بھر روزہ رکھتے ہیں، وہ رات کو ابوالدرداء کے پاس رہے، جب انھوں نے عبادت کا ارادہ کیا تو سلمانؓ نے انھیں روکا، یہاں تک کہ وہ سو گئے، صبح ہوئی تو سلمانؓ نے ان کے لئے کھانا تیار کیا اور اتنا مصر ہوئے کہ انھوں نے افطار کیا، ابوالدرداء نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عویمر سلمانؓ تم سے زیادہ عالم ہیں، اتنا نہ چلو کہ تھک جاؤ اور نہ اس قدر رکو کہ تم سے آگے بڑھ جائیں، رہبانی راستہ اختیار کرو کہ شبانہ دُھری مشقتیں برداشت کرسکو۔

ابی البختری سے مروی ہے کہ علیؓ سے سلمانؓ کو دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ انھیں علم اول و علم آخر دیا گیا تھا، جو اُن کے پاس تھا اُسے پایا نہیں جاسکتا۔

زادان سے مروی ہے کہ علیؓ سے سلمانؓ فارسی کو پوچھا گیا تو انھوں نے کہا کہ وہ ایک آدمی ہیں جو ہم میں سے ہیں اور ہماری طرف ہیں، اے اہل بیت، تم میں سے (سوائے سلمانؓ کے) لقمان حکیم کے مثل کون ہے جو علم اول و علم آخر کو جانتے ہیں اور جنھوں نے کتاب اول بھی پڑھی ہے اور کتاب آخر بھی، وہ ایک دریا تھے جس کا پورا پانی نہیں نکالا جاسکتا۔

یزید بن عمیرۃ السکسکی سے، جو معاذؓ کے شاگرد تھے، مروی ہے کہ معاذؓ نے انھیں چار آدمیوں سے طلب علم کا مشورہ دیا تھا جن میں سے ایک سلمانؓ فارسی بھی تھے۔

بنی عامر کے ایک شخص نے اپنے ماموں سے روایت کی کہ سلمانؓ جب عمرؓ کے پاس آئے تو عمرؓ نے لوگوں سے کہا کہ ہمیں لے چلو تاکہ سلمانؓ سے ملیں۔

سالم بن ابی الجعد سے مروی ہے کہ عمرؓ نے سلمانؓ کا وظیفہ چھ ہزار مقرر کیا تھا۔ ۶۲

مالک بن عمیر سے مروی ہے کہ سلمانؓ فارسی کا وظیفہ چار ہزار تھا۔

مسلم البطین سے مروی ہے کہ سلمانؓ کا وظیفہ چار ہزار تھا۔

مسلم البطین سے (ایک اور طریق سے) مروی ہے کہ سلمانؓ کا وظیفہ چار ہزار تھا۔

میمون سے مروی ہے کہ سلمانؓ فارسی کا وظیفہ چار ہزار تھا اور عبداللہ ابن عمرؓ کا وظیفہ ساڑھے تین ہزار، ہم نے کہا کہ اس فارسی کی کیا شان ہے چار ہزار میں اور امیر المومنین کی ساڑھے تین ہزار میں۔ لوگوں نے کہا کہ سلمانؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب جس مشہد میں حاضر ہوئے ابن عمرؓ اس میں حاضر نہیں ہوئے۔

حسنؒ سے مروی ہے کہ سلمانؓ کا وظیفہ پانچ ہزار تھا اور فوج کے تین ہزار آدمیوں پر (عامل) تھے، چادریں لکڑیاں چنتے تھے، اس کا نصف بچھاتے اور نصف اوڑھتے تھے، جب وظیفہ ملتا تو اسے خرچ کر دیتے اپنے ہاتھ سے بوریا بنتے اور اس کی آمدنی پر گزارہ کرتے۔

خلیفہ بن سعید المرادی نے اپنے چچا سے روایت کی کہ میں نے سلمانؓ فارسی کو مدائن کے بعض راستوں پر گذرتے ہوئے دیکھا، انھیں بانس سے لدے ہوئے اونٹ نے دھکا دیا اور تکلیف پہنچائی وہ پیچھے ہٹکر اس کے مالک کے پاس گئے، جو اسے ہنکارہا تھا بازو پکڑ کر اسے جھنجوڑا اور کہا کہ تو نہ مرے جب تک کہ نوجوانوں کی امارت نہ پالے۔

ثابت سے مروی ہے کہ سلمانؓ مدائن کے امیر تھے، باہر نکلتے تو اس طرح کہ اندر ایک گلابی کپڑا ہوتا اور اوپر سے پھٹا پرانا خرقہ پہنے ہوتے، لوگ دیکھ دیکھ کے کہتے "کرک آمد کرک آمد"، سلمانؓ پوچھتے تھے کہ یہ کیا کہتے ہیں، لوگ کہتے

کہ آپ کو اپنی گرُیا سے تشبیہ دیتے ہیں، وہ کہتے کوئی حرج نہیں، کیونکہ خیر تو آج کے بعد ہی ہے۔

ہریم سے مروی ہے کہ میں نے سلمانؓ فارسی کو ایک برہنہ گدھے پر اس طرح سوار دیکھا کہ اُن کے بدن پر ایک چھوٹا سا سُنبلانی کرتہ تھا جس کے دامن تنگ تھے، وہ لانبی پنڈلی اور بہت بال والے آدمی تھے، کرتہ اوپر کھسک کے گھٹنوں کے قریب تک پہنچ گیا تھا، میں نے لڑکوں کو جو اُن کے پیچھے تھے، دیکھا تو کہا کہ تم لوگ امیر سے کنارے نہیں ہٹتے، سلمانؓ نے کہا کہ انھیں چھوڑ دو کیونکہ خیر و شر تو آج کے بعد ہی ہے۔

۶۳

میمون بن مہران نے عبدالقیس کے ایک شخص سے روایت کی کہ میں سلمانؓ فارسی کے ساتھ تھا، جو ایک سریہ پر امیر تھے، اُن کا گزر لشکر کے چند نوجوانوں پر ہوا، لوگ ہنسے اور کہا کہ یہ تمھارے امیر ہیں، میں نے کہا کہ اے ابو عبداللہ آپ دیکھتے نہیں کہ لوگ کیا کہتے ہیں، فرمایا انھیں چھوڑ دو، کیونکہ خیر و شر تو آج کے بعد ہی ہے، اگر تم مٹی کھا سکو تو کھاؤ اور دو آدمیوں پر ہرگز امیر نہ ہو، مظلوم اور مضطر کی بد دعا سے ڈرو کیونکہ وہ روکی نہیں جاتی۔

ثابت سے مروی ہے کہ سلمانؓ مدائن کے امیر تھے، شام کے بنی تیم اللہ میں سے ایک شخص آیا جس کے ہمراہ ایک گٹھری انجیر کی تھی، سلمانؓ کے جسم پر اندر ورد (جو ایک قسم کا فارسی پاجامہ ہے) اور عبا تھی، اُس شخص نے سلمانؓ سے کہا کہ ادھر آؤ، بوجھ اٹھاؤ، وہ سلمانؓ کو پہچانتا نہ تھا، سلمانؓ نے بوجھ اُٹھا لیا، لوگوں نے دیکھ کر پہچانا تو کہا کہ یہ تو امیر ہیں، اس شخص نے کہا کہ میں نے آپ کو نہیں پہچانا تھا، سلمانؓ نے اس سے کہا کہ نہیں، تاوقتیکہ تمھاری منزل تک نہ پہنچا دوں۔

بنی عبس کے ایک شیخ نے اپنے والد سے روایت کی کہ میں بازار کو گیا، ایک درم کا چارہ خریدا، سلمانؓ کو دیکھا، میں انھیں پہچانتا نہ تھا، ناواقفیت میں انھیں بیگار بنایا اور چارہ اُن پر لاد دیا وہ ایک قوم پر سے

گذرے تو لوگوں نے کہا کہ اے ابو عبداللہ آپ کا بوجھ ہم اٹھائیں گے۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں، لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی سلمانؓ ہیں، میں نے کہا کہ آپ کو پہچانا نہیں تھا، بوجھ رکھ دیجئے اللہ آپ کو عافیت دے، انھوں نے انکار کیا اور میری منزل تک لائے فرمایا میں نے یہ نیت کی تھی کہ اسے نہیں رکھوں گا تاوقتیکہ تمھارے گھر تک نہ پہنچا دوں۔

میسرہ سے مروی ہے کہ سلمانؓ کو جب عجم نے سجدہ کیا تھا تو انھوں نے اپنا سر جھکا لیا تھا اور کہا کہ میں اللہ سے ڈر گیا۔

جعفر بن برقان سے مروی ہے کہ سلمانؓ سے پوچھا گیا کہ آپ سے امارت کو کیا چیز ناپسند کراتی ہے تو انھوں نے کہا کہ اس کی رضاعت (دودھ پلانے) کی شیرینی اور فطام (دودھ چھڑانے) کی تلخی۔

عبادہ بن نسیؓ سے مروی ہے کہ سلمانؓ کے پاس عباء کا عمامہ تھا حالانکہ وہ لوگوں کے امیر تھے۔

مالک بن انس سے مروی ہے کہ سلمانؓ فارسی، سایہ جہاں جہاں گھومتا تھا، اسی سے سایہ حاصل کرتے تھے، ان کا کوئی گھر نہ تھا، ایک شخص نے کہا کہ آپ اپنے لئے گھر کیوں نہیں بنا لیتے جس سے گرمیوں میں سایہ اور سردیوں میں سکون حاصل ہو، فرمایا، اچھا، جب اس شخص نے پشت پھیری (اور جانے لگا) تو اسے پکارا اور پوچھا کہ تم اسے کیونکر بناؤ گے، عرض کی، اس طرح بناؤں گا کہ اگر آپ اس میں کھڑے ہوں تو سر میں لگے اور لیٹیں تو پاؤں میں لگے، سلمانؓ نے کہا، ہاں۔

نعمان بن حمید سے مروی ہے کہ میں اپنے ماموں کے ہمراہ مدائن میں سلمانؓ کے پاس گیا، وہ بوریا بن رہے تھے، میں نے انھیں کہتے سنا کہ ایک درم کھجور کے پتے خریدتا ہوں، اسے بنتا ہوں اور تین درم کو فروخت کرتا ہوں، ایک درم اسی میں لگا دیتا ہوں، ایک درم اپنے عیال پر خرچ کرتا ہوں اور ایک درم خیرات کر دیتا ہوں، اگر عمر بن الخطابؓ

۶۴

مجھے منع نہ فرماتے تو میں اُس سے باز نہ آتا۔

عبداللہ بن بریدہ سے مروی ہے کہ سلمانؓ کو جب کچھ ملتا تھا تو اُس سے گوشت خرید کے محذمین کی دعوت کرتے تھے اور اُن کے ساتھ کھاتے تھے۔

ابراہیم التیمی سے مروی ہے کہ جب سلمانؓ کے آگے کھانا رکھا جاتا تو کہتے "الحمد للہ الذی کفانا المؤنۃ و احسن الرزق" (تمام تعریفیں اُسی اللہ کے لیئے ہیں جس نے ہماری ضرورت پوری کی اور ہمیں اچھا رزق دیا)۔

حارث بن سوید سے مروی ہے کہ سلمانؓ جب کھانا کھاتے تھے تو کہتے تھے "الحمد للہ الذی کفانا المؤنۃ و اوسع علینا فی الرزق" (سب تعریفیں اُسی اللہ کے لیئے ہیں جس نے ہماری ضرورت پوری کی اور ہمیں رزق میں وسعت دی۔)۔

حارثہ بن مُضَرب سے مروی ہے کہ میں نے سلمانؓ کو کہتے سنا کہ اس خوف سے کہ خادم سے مجھے بدگمانی پیدا نہ ہو میں اُس کے لیے بہت سا سامان فراہم کر دیتا ہوں۔

ابی لیلی الکندی سے مروی ہے کہ سلمانؓ کے غلام نے کہا کہ مجھے مکاتب بنادیجئے، پوچھا، تمھارے پاس کچھ ہے؟ اُس نے کہا نہیں، فرمایا، مکاتبت کہاں سے ہوگی؟ اُس نے کہا کہ میں لوگوں سے مانگ لوں گا، فرمایا، تم یہ چاہتے ہو کہ مجھے لوگوں کا دھوون کھلاؤ؟

ابو لیلی سے (ایک اور طریق سے) مروی ہے کہ سلمانؓ کے غلام نے کہا کہ مجھے مکاتب بنادیجئے، پوچھا کیا تمھارے پاس مال ہے؟ اُس نے کہا نہیں، فرمایا، تم مجھے یہ مشورہ دیتے ہو کہ لوگوں کے ہاتھ کا دھوون کھاؤں، راوی نے کہا کہ سلمانؓ کے مواشی کا چارہ چوری ہو گیا تو انھوں نے اپنی باندی یا غلام سے کہا کہ اگر مجھے قصاص کا خوف نہ ہوتا تو میں تجھے ضرور مارتا۔

ابی قلابہ سے مروی ہے کہ ایک شخص سلمانؓ کے پاس جو آتا گوندہ رہے تھے

آیا عرض کی خادم کہاں ہے، فرمایا، ہم نے اسے ایک کام سے بھیجا ہے، پھر یہ ناپسند کیا کہ اس پر دو کام جمع کریں، اس نے کہا کہ فلاں آپ کو سلام کہتا ہے، پوچھا تم کب سے آئے ہو، اس نے کہا، تین دن سے، فرمایا، دیکھو اگر تم سلام نہ پہنچاتے تو یہ ایک امانت تھی جسے تم نہ ادا کرتے۔

65

عمرو بن ابی قرہ سے مروی ہے کہ سلمانؓ نے کہا کہ ہم تمہاری مساجد میں امامت نہیں کریں گے اور نہ تمہاری عورتوں سے نکاح کریں گے، ان کی مراد عرب سے تھی،

ابی اسحاق وغیرہ سے مروی ہے کہ سلمانؓ اپنے آپ سے کہا کرتے تھے کہ اے سلمانؓ مرجا (سلمانؓ بمیر)

ابی سفیان نے اپنے اشیاخ سے روایت کی کہ سعدؓ بن ابی وقاص سلمانؓ کے پاس عیادت کو آئے تو سلمانؓ رونے لگے، سعدؓ نے پوچھا کہ تمہیں کیا چیز رلاتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات تک تم سے راضی رہے، مرنے کے بعد تم اپنے ساتھیوں سے ملو گے اور حوض کوثر پر آپ کے پاس آؤ گے،

سلمانؓ نے کہا کہ واللہ نہ میں موت کی پریشانی سے روتا ہوں اور نہ دنیا کی حرص سے، البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک وصیت کی تھی کہ تم میں سے ہر ایک کا دنیا سے انتہائی عیش ایسا ہونا چاہیئے جیسے سوار کا توشہ، اور میرے اردگرد یہ اشیاء ہیں،

سعدؓ نے کہا کہ ان کے اردگرد صرف ایک بڑا پیالہ تھا یا ایک لگن تھی یا تسلہ۔

سعدؓ نے کہا کہ اے ابو عبداللہ ہمیں کوئی وصیت کیجئے کہ آپ کے بعد اسے اختیار کریں، انہوں نے کہا کہ اے سعدؓ جب قصد کرو تو اس وقت اللہ کو یاد کرو، جب حکم کرو تو اس وقت اللہ کو یاد کرو، اور جب تقسیم کرو تو قبضے کے وقت اللہ کو یاد کرو۔

سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ سعد بن مسعود و سعد بن مالک سلمانؓ کے پاس عیادت کرنے گئے تو وہ روئے، پوچھا اے ابو عبداللہ آپ کو کیا چیز رلاتی ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک وصیت کی تھی جسے ہم میں سے کسی نے یاد نہ رکھا آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ تم میں سے ہر ایک کا دنیا سے انتہائی عیش سوار کے توشہ کی طرح ہونا چاہیئے۔

رجاء بن حیوۃ سے مروی ہے کہ سلمانؓ کے اصحاب نے اُن سے کہا کہ ہمیں وصیت کیجئے، انھوں نے کہا کہ جو شخص تم میں سے حج یا عمرہ یا جہاد یا تحصیل قرآن میں مرسکے تو اُسے مرنا چاہیئے تم میں سے کوئی شخص فاجر (بدکار) اور خائن (دغاباز) ہو کے ہرگز نہ مرے۔

حسنؓ سے مروی ہے کہ جب سلمانؓ فارسی کی وفات کا وقت آیا اور اُن پر موت نازل ہوئی تو وہ رونے لگے، پوچھا گیا کہ آپ کو کیا چیز رلاتی ہے فرمایا، آگاہ ہو کہ نہیں موت کی پریشانی سے روتا ہوں اور نہ پلٹنے کی ہوس پر روتا ہوں، میں صرف ایک امر کے لئے روتا ہوں، ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک وصیت فرمائی تھی، اندیشہ ہے کہ ہم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کو یاد نہیں رکھا آنحضرتؐ نے ہم سے فرمایا تھا کہ تم میں سے ہر ایک کا دنیا سے انتہائی عیش سوار کے توشے کی طرح ہونا چاہیئے۔

حسنؓ سے مروی ہے کہ امیر نے سلمانؓ کی بیماری میں ان کی عیادت کی، سلمانؓ نے اُن سے کہا کہ اے امیر تم جس وقت قصد کرو تو اپنے قصد کے وقت اور جب حکم کرو تو اپنی زبان چلنے کے وقت اور جب تقسیم کرو تو اپنے قبضے کے وقت اللہ کو یاد کرو، میرے پاس سے اُٹھ جاؤ، امیر اُس زمانے میں سعد بن مالک تھے۔

الشعبی سے مروی ہے کہ جب سلمانؓ کی وفات کا وقت آیا تو انھوں نے اپنی گھر والی سے کہا کہ وہ پوشیدہ چیز لاؤ جو میں نے تمہارے پاس

پوشیدہ کرائی تھی، میں ان کے پاس مشک کی تھیلی لائی، فرمایا میرے پاس ایک پیالہ لاؤ جس میں پانی ہو، انھوں نے مشک اُس میں ڈال کے اپنے ہاتھ سے گھول دیا اور کہا کہ اسے میرے گرد اگرد چھڑک دو کیونکہ میرے پاس اللہ کی مخلوق میں سے ایک ایسی مخلوق آئے گی جو خوشبو محسوس کرتی ہے اور کھانا نہیں کھاتی، پھر دروازے پر چھپ رہو اور اُتر جاؤ، میں نے اسی طرح کیا، تھوڑی ہی دیر بیٹھی تھی کہ ایک جھنکار کی آواز سنی، میں چڑھی تو وہ مر چکے تھے۔

عامر الشعبی سے مروی ہے کہ جس روز جلولاء فتح ہوا سلمانؓ کو مشک کی ایک تھیلی ملی، وہ انھوں نے اپنی زوجہ کے پاس امانت رکھوادی، جب اُن کی وفات کا وقت آیا تو انھوں نے کہا کہ وہ مشک لاؤ، اس کو انھوں نے پانی میں گھول دیا اور کہا کہ میرے گرد اگرد چھڑک دو کیونکہ ابھی ابھی میرے پاس زیارت کرنے والے آئیں گے، میں نے اسی طرح کیا اس کے بعد بہت کم دیر ہوئی تھی کہ اُن کی وفات ہو گئی۔

بُقیرہ زوجۂ سلمانؓ سے مروی ہے کہ جب سلمانؓ کی وفات کا وقت آیا تو انھوں نے مجھے بلایا، وہ اپنے ایک بالاخانے میں تھے جس کے چار دروازے تھے، انھوں نے کہا کہ اے بُقیرہ یہ دروازے کھول دو کیونکہ آج میرے زیارت کرنے والے آئیں گے، مجھے معلوم نہیں کہ وہ ان دروازوں میں سے کس سے میرے پاس آئیں گے، انھوں نے اپنی مشک منگائی اور کہا کہ اسے تنور میں پگھلاؤ، جب وہ پگھل گئی تو کہا کہ اسے میرے بستر کے گرد اگرد چھڑک کے اُتر جاؤ، اور ٹھیری رہو عنقریب تم خبردار ہو جاؤ گی اور میرے بستر پر دیکھو گی، مجھے خبر ہوئی کہ اُن کی روح پرواز کر گئی اور وہ اس حالت میں ہیں کہ گویا بستر پر سو رہے ہیں اور اسی کے قریب تھے۔

عطاء بن السائب سے مروی ہے کہ جب سلمانؓ کی وفات کا وقت آیا تو انھوں نے مشک کی تھیلی منگائی جو بلنجر سے ملی تھی، حکم دیا کہ اسے پگھلا کے

ان کے بستر کے گرد اگر وچھڑک دیا جائے' اور کہا کہ آج رات کو میرے پاس ملائکہ آئیں گے جو خوشبو محسوس کرتے ہیں اور کھانا نہیں کھاتے۔

۶۷ عبداللہ بن سلام سے مروی ہے کہ سلمانؓ نے ان سے کہا کہ اے میرے بھائی' ہم میں سے جو شخص اپنے ساتھی سے پہلے مرے اُسے چاہیے کہ وہ دیکھنے آئے' میں نے کہا کہ کیا ایسا ہوگا فرمایا' ہاں' مومن کی روح آزاد رہتی ہے' زمین پر جہاں چاہے جاتی ہے' اور کافر کی روح قید خانہ میں رہتی ہے' سلمانؓ کی وفات ہوگئی' ایک روز جب وقت میں دوپہر کو اپنے تخت پر قیلولہ کر رہا تھا مجھے کسی قدر غنودگی آگئی' یکایک سلمانؓ آئے اور کہا کہ السلام علیک ورحمۃ اللہ' میں نے بھی کہا کہ السلام علیک و رحمۃ اللہ' اے ابو عبداللہ' تم نے اپنی منزل کو کیسا پایا' انھوں نے کہا کہ بہتر پایا' تم توکل اختیار کرو کیونکہ توکل بہترین شئے ہے' تم توکل اختیار کرو کیونکہ توکل بہترین شئے ہے' تم توکل اختیار کرو کیونکہ توکل بہترین شئے ہے۔

مغیرہ بن عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام سے مروی ہے کہ سلمانؓ کی وفات عبداللہؓ بن سلام سے پہلے ہوئی' عبداللہؓ بن سلام نے انھیں خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ اے ابو عبداللہ تم کس حال میں ہو' انھوں نے کہا' خیر میں' پوچھا' تم نے کس عمل کو افضل پایا' انھوں نے کہا کہ میں نے توکل کو عجیب چیز پایا۔

محمد بن عمرؒ سے مروی ہے کہ سلمانؓ فارسی کی وفات مدائن میں عثمانؓ ابن عفان کی خلافت میں ہوئی۔

بنی عبد شمس بن عبد مناف

خالد بن سعید بن العاص

ابن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی' ان کی والدہ ام خالد بنت

خباب بن عبد یا لیل بن ناشب بن غیرہ بن سعد بن لیث بن بکر بن عبد مناۃ ابن کنانہ تھیں۔

خالد بن سعید کی اولاد میں سعید تھے جو ملک حبشہ میں پیدا ہوکے لا ولد مر گئے، اُمَۃ بنت خالد تھیں جو ملک حبشہ میں پیدا ہوئیں جن سے زبیر بن العوامؓ نے نکاح کیا، اُن سے عمرو و خالد پیدا ہوئے، اُن کے بعد سعید بن العاص نے اُن سے نکاح کر لیا۔

ان دونوں کی والدہ ہمینہ بنت خلف بن اسعد بن عامر بن بیاضہ بن سبیع بن جعثمہ بن سعد بن ملیح بن عمرو خزاعہ میں سے تھیں، آج خالد بن سعید کی بقیہ اولاد نہیں ہے۔

محمد بن عبداللہ بن عمرؓ بن عثمانؓ سے مروی ہے کہ خالد بن سعید کا اسلام قدیم تھا، اپنے بھائیوں میں سب سے پہلے اسلام لائے تھے اُن کے اسلام کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ خواب میں دیکھا کہ آگ کے گڑھے پر کھڑے ہیں، اُنھوں نے اُس کی وسعت ایسی بیان کی جس کو اللہ ہی زیادہ جانتا ہے پھر دیکھا کہ گویا اُن کے والد اس میں ڈھکیلتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کا نیفہ پکڑے ہوئے ہیں کہ گر نہ پڑیں۔

خواب سے بیدار ہوئے تو پریشان تھے، کہا کہ میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ یہ خواب سچا ہے، ابوبکرؓ بن ابی قحافہ سے ملے اور بیان کیا تو ابوبکرؓ نے کہا کہ میں تمھارے ساتھ خیر چاہتا ہوں، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، لہٰذا آپ کی پیروی کرو، کیونکہ تم عنقریب آپ کی پیروی کروگے اور آپ کے ساتھ اسی اسلام میں داخل ہوگے جو تمھیں آگ میں گرنے سے روکے گا اور تمھارا باپ اس میں گرے گا۔

خالد بن سعید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آنحضرتؐ اجیاد میں تھے، عرض کی، یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کس چیز کی طرف دعوت دیتے ہیں؟ فرمایا، میں اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں،

جو تنہا ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں ہے اور محمد اُس کے بندے اور اُس کے رسول ہیں، تم پتھر کی جس پرستش پر ہو اُس کے چھوڑنے کی (دعوت دیتا ہوں) کہ نہ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے، نہ ضرر پہنچاتا ہے، نہ نفع پہنچاتا ہے اور نہ یہ جانتا ہے کہ کون اُس کی پرستش کرتا ہے اور کون نہیں کرتا۔

خالد نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں، اور گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے اسلام سے مسرور ہوئے، خالد پوشیدہ ہو گئے، اُن کے والد کو قبول اسلام کا علم ہو گیا تو تلاش میں بقیہ لڑکوں کو جو اسلام نہیں لائے تھے اور اپنے مولیٰ رافع کو بھیجا جب مل گئے اُن کے باپ ابو اُحیحہ کے پاس لائے۔

اُس نے ملامت کی اور ڈانٹا، کوڑے سے، جو اُس کے ہاتھ میں تھا اتنا مارا کہ سر زخمی ہو گیا، پھر کہا کہ تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی کر لی، حالانکہ تم اپنی قوم سے اُن کی مخالفت کو دیکھتے ہو، تم دیکھتے نہیں کہ وہ ہمارے معبودوں کی اور مرے ہوئے آباء و اجداد کی عیب گوئی کرتے ہیں، خالد نے کہا کہ واللہ وہ سچے ہیں اور میں نے اُن کی پیروی کر لی ہے،

ابو احیحہ کو غصہ آیا، اُس نے اپنے بیٹے کو آزار پہنچایا، گالیاں دیں اور کہا کہ اے بدمعاش، جہاں جاہے چلا جا، واللہ میں تیرا کھانا بند کر دوں گا، خالد نے کہا کہ اگر تو بند کر دے گا تو اللہ مجھے رزق دے گا جس سے میں زندہ رہوں گا۔

اُس نے انھیں نکال دیا اور بیٹوں سے کہا کہ تم میں سے کوئی اُن سے بات نہ کرے، ورنہ اُس کے ساتھ بھی وہی کروں گا جو اِن کے ساتھ کیا، خالد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، وہ آپ ہی کے ساتھ ہو گئے اور ہمراہ رہنے لگے۔

عمرو بن شعیب سے مروی ہے کہ خالد بن سعید کا اسلام تیسرا یا چوتھا تھا اور یہ اُس وقت ہوا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خفیہ طور پر

دعوت دیتے تھے' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے'
اطراف مکے میں تنہا نماز پڑھتے تھے'
ابو احیحہ کو معلوم ہوا تو اس نے انھیں بلایا اور اس دین کے ترک کرنے کو کہا' جس پر وہ تھے' خالد نے کہا کہ میں دینِ محمدؐ ترک نہ کروں گا' بلکہ اسی پر مروں گا
ابو احیحہ نے انھیں کوڑے سے مارا جو اس کے ہاتھ میں تھا' اسے اس نے ان کے سر پر توڑ دیا' ان کو قید کرنے کا حکم دیا' تنگی کی اور بھوکا پیاسا رکھا' وہ مکے کی گرمی میں تین تین دن تک اس طرح رہتے تھے کہ پانی تک نہ چکھتے تھے۔
خالد نے ایک سوراخ دیکھا' وہ نکل کر مکے کے اطراف میں اپنے والد سے پوشیدہ ہو گئے' اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہجرت ثانیہ میں حبشہ کی طرف جانے کا وقت آیا تو وہ سب سے پہلے شخص تھے جو اس کی طرف روانہ ہوئے۔

۶۹ خالد بن سعید سے مروی ہے کہ سعید بن العاص بن امیہ بیمار ہوا تو اس نے کہا کہ اگر اللہ نے مجھے اس بیماری سے اٹھا دیا تو مکے کے اندر ابن ابی کبشہ کے خدا کی پرستش نہیں کی جائے گی' اس وقت خالد بن سعید نے کہا کہ اے اللہ اسے نہ اٹھانا۔
ام خالد بنت خالد بن سعید بن العاص سے مروی ہے کہ میرے والد اسلام میں پانچویں شخص تھے' راوی نے پوچھا کہ ان سے پہلے کون تھا' انھوں نے کہا کہ ابن ابی طالب' ابن ابی قحافہ' زید بن حارثہ اور سعد بن ابی وقاص' میرے والد حبشہ کی پہلی ہجرت کے قبل اسلام لائے' دوسری ہجرت میں وہاں گئے' نو سال رہے' میں وہیں پیدا ہوئی' ہجرت نبوی کے ساتویں سال خیبر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے'
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے گفتگو کی' انھوں نے ہمیں بھی حصہ دیا' ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینے

واپس آئے اور مقیم ہوگئے، والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب عمرۂ قضاء میں روانہ ہوئے غزوۂ فتح مکہ میں وہ اور میرے چچا عمرو آنحضرتؐ کے ساتھ تھے، دونوں آپ کے ہمراہ تبوک گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے والد کو صدقات یمن پر عامل بنا کے بھیجا، والد یمن ہی میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی۔

محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمانؓ بن عفان سے مروی ہے کہ ملک حبشہ سے آنے کے بعد خالد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مدینے میں مقیم ہوگئے تھے، آنحضرتؐ کے کاتب تھے، انھیں نے وفد ثقیف کو اہل طائف کا فرمان لکھ دیا تھا اور وہی تھے جو ان لوگوں کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صلح بین گئے تھے۔

ابراہیم بن جعفر نے اپنے والد سے روایت کی کہ عمر بن عبدالعزیز کو اپنی خلافت کے زمانے میں کہتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو خالد بن سعید یمن کے عامل تھے۔

موسیٰ بن عمران بن مناخ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت صدقات مذحج پر خالد بن سعید عامل تھے۔

ام خالد بنت خالد بن سعید بن العاص سے مروی ہے کہ خالد بن سعید ملک حبشہ روانہ ہوئے تو ان کے ہمراہ ان کی بیوی ہُمَیْنَہ بنت خَلَف بن اسعد الخزاعیہ بھی تھیں، وہاں ان سے سعید و ام خالد پیدا ہوئیں (ہمینہ، زبیرؓ بن العوام کی زوجہ کی لونڈی تھیں، ابو معشر بھی ہمینہ بنت خلف کہتے تھے، لیکن موسیٰ بن عقبہ و محمد بن اسحاق کی روایت میں امینہ بنت خلف ہے۔

ابراہیم بن عقبہ سے مروی ہے کہ میں نے ام خالد بنت خالد ابن سعید بن العاص کو کہتے سنا کہ میرے والد ابوبکر سے بیعت ہوجانے کے بعد یمن سے مدینے آئے، علیؓ و عثمانؓ سے کہا کہ اے فرزندان عبد مناف کیا تم راضی ہوگئے کہ اس امر میں تم پر ایک غیر شخص والی ہوجائے۔

عمرؓ نے یہ بات ابو بکرؓ سے نقل کر دی، مگر ابو بکرؓ نے خالد پر ظاہر نہیں کیا،
عمرؓ نے اُن پر ظاہر کیا، خالد نے تین مہینے تک ابو بکرؓ سے بیعت نہیں کی۔

اس کے بعد ابو بکرؓ اُن کے پاس سے گذرے وہ اپنے مکان میں تھے
سلام کیا تو خالد نے کہا کہ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں آپ سے بیعت کروں،
ابو بکرؓ نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تم بھی اُس صلح میں داخل ہو جاؤ جس میں
مسلمان داخل ہوئے ہیں، خالد نے کہا کہ اچھا، یہ وعدہ ہے کہ رات کو
بیعت کرونگا وہ اس وقت آئے کہ ابو بکرؓ منبر پر تھے، انھوں نے اُن سے
بیعت کرلی،

ابو بکرؓ کی رائے اُن کے بارے میں اچھی تھی، اُن کی تعظیم کرتے تھے،
جب شام پر لشکر کشی کی تو اُس کے لئے مسلمانوں پر (جھنڈا) باندھا اور اُن کے
مکان پر لے آئے،

عمرؓ نے ابو بکرؓ سے کہا کہ خالد کو والی بنا دیا گیا حالانکہ وہ اُن باتوں
کے کہنے والے ہیں جو انھوں نے کہیں، عمرؓ یہی کہتے رہے، ابو بکرؓ نے
ابو اروی الدوسی کو بھیجا، انھوں نے کہا کہ خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
تم سے کہتے ہیں کہ ہمارا جھنڈا واپس کر دو،

انھوں نے اُسے نکال کر دے دیا اور کہا کہ واللہ نہ تمھاری ولایت
نے ہمیں مسرور کیا تھا اور نہ تمھاری معزولی نے رنج پہنچایا، قابل ملامت
تو کوئی اور ہے

مجھے سوائے ابو بکرؓ کے کوئی معلوم نہ ہوا کہ میرے والد کے پاس آئے
جو اُن سے عذر کرتے تھے اور قسم دیتے تھے کہ عمرؓ سے ایک حرف بھی نہ بیان
کرنا، واللہ میرے والد ہمیشہ اپنی وفات تک عمرؓ پر مہربانی کرتے رہے۔

سلمہ بن ابی سلمہ بن عبد الرحمٰن بن عوف سے مروی ہے کہ جب
ابو بکرؓ نے خالد کو معزول کیا تو یزید بن ابی سفیان کو لشکر کا والی بنایا
اور اپنا جھنڈا یزید کو دیا۔

موسیٰ بن محمد بن ابراہیم بن الحارث نے اپنے والد سے روایت کی

جب ابو بکرؓ نے خالد بن سعید کو معزول کیا تو اُن کے متعلق شرجبیل بن حسنہ کو جو امراء میں سے تھے وصیت کی کہ خالد بن سعید اگر تم پر والی بن کے آئیں تو اُن کا خیال رکھنا، اپنے اوپر اُن کا ایسا ہی حق سمجھنا جیسا تم چاہتے ہو کہ وہ اپنے اوپر تمہارا حق سمجھیں، تمھیں اسلام میں اُن کا مرتبہ معلوم ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت تک وہ آپ کے والی تھے، میں نے بھی انھیں والی بنایا تھا، پھر اُن کا معزول کرنا مناسب سمجھا، قریب ہے کہ یہ (عزل)، اُن کے لئے اُن کے دین میں بہتر ہو۔ میں کسی پر امارت کی تمنا نہیں کرتا، میں نے انھیں امرائے لشکر (کے انتخاب) میں اختیار دیا تھا، انھوں نے تم کو دوسروں پر اور اپنے چچازاد بھائی پر (انتخاب میں) ترجیح دی، جب تمھیں کوئی ایسا امر پیش آئے جس میں تم کسی متقی و ناصح کے مشورے کے محتاج ہو تو سب سے پہلے شخص جن سے تم مشورہ کرو ابو عبیدہ بن الجراح اور معاذ بن جبل ہوں، خالد بن سعید تیسرے ہوں۔ کیونکہ تم ان لوگوں کے پاس نیکی و خیر خواہی پاؤ گے، ان لوگوں کے مقابلے میں خود رائی سے کسی خبر کو پوشیدہ کرنے سے پرہیز کرنا۔

محمد بن عمرؒ نے کہا کہ میں نے موسیٰ بن محمد سے پوچھا کہ آیا تم نے ابو بکرؓ کے اس قول پر غور کیا کہ "انھوں نے تم کو اوروں پر ترجیح دی"، انھوں نے کہا کہ مجھے والد نے بتایا کہ جب ابو بکرؓ نے خالد بن سعید کو معزول کیا تو انھیں لکھا کہ کون امیر تمھیں زیادہ پسند ہے، انھوں نے کہا کہ میرے چچا کے بیٹے قرابت میں زیادہ پسند ہیں اور دین میں بھی زیادہ پسند ہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے میرے دینی بھائی ہیں، اور چچا کے بیٹے کے مقابلے میں میرے مددگار رہیں، انھوں نے شرجبیل ابن حسنہ کے ساتھ ہونا پسند کیا۔

عبدالحمید بن جعفر نے اپنے والد سے روایت کی کہ خالد بن سعید فتح اجنادین، فحل و مرج الصفر میں شریک تھے، ام الحکیم بنت الحارث بن ہشام

عکرمہ بن ابی جہل کے نکاح میں تھیں، وہ اجنادین میں انھیں چھوڑ کے قتل ہوگئے، انھوں نے چار مہینے دس دن عدت کے گزارے، یزید بن ابی سفیان انھیں پیام نکاح دیتے تھے، خالد بن سعید بھی ان کی عدت کے زمانے میں کسی کو ان کے پاس بھیج کر پیام نکاح دیتے تھے وہ خالد ابن سعید کی طرف مائل ہوگئیں، چار سو دینار (مہر) پر نکاح کرلیا۔

جب مسلمان مرج الصفر میں اترے تو خالد نے ام حکیم کے ساتھ شادی (رخصتی) کرنا چاہی، کہنے لگیں کہ اگر تم رخصتی کو اتنا مؤخر کردیتے کہ اللہ ان جماعتوں کو منتشر کردیتا (تو مناسب ہوتا) خالد نے کہا کہ میرا دل کہتا ہے کہ میں ان کی جماعتوں میں مقتول ہوں گا، انھوں نے کہا کہ تمھیں اختیار ہے۔

انھوں نے الصفر کے پل کے پاس ان سے شادی کی، اسی وجہ سے اس کا نام قنطرہ ام حکیم (ام حکیم کا پل) ہوگیا، صبح کو ولیمہ کیا، اپنے اصحاب کو کھانے پر مدعو کیا، ابھی کھانے سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ رومیوں نے آگے پیچھے اپنی صفیں باندھ لیں، ایک شخص نشان جنگ لگائے ہوئے نکلا اور مبارز طلب کرنے لگا۔

ابو جندل بن سہیل بن عمرو العامری اس کی جانب نکلے تو ابو عبیدہ نے منع کیا، حبیب بن مسلمہ نے نکل کر اسے قتل کردیا اور اپنے مقام پر واپس آگئے، خالد بن سعید نکلے، جنگ کی اور قتل کردیے گئے۔

ام حکیم بنت الحارث نے اپنے اوپر کپڑے باندھ لیے اور بھاگیں، بدن پر حلقوں کی زرہ تھی،

پھر ان لوگوں نے شدید جنگ کی، دونوں فریق نے صبر کیا، تلواریں ایک دوسرے کو لگنے لگیں، نہ تو کوئی تیر پھینکا جاتا تھا، نہ کوئی نیزہ مارا جاتا تھا اور نہ کوئی پتھر مارا جاتا تھا، سوائے تلواروں کے لوہے پر آدمیوں کی کھوپڑیوں پر اور ان کے بدن پر لگنے کی آواز کے کچھ نہ سنائی دیتا تھا،

اُس روز ام حکیم نے خیمہ کی میخوں سے جس میں خالد بن سعید نے اُن سے شادی کرکے رات گذاری تھی، سات آدمیوں کو قتل کر دیا، جنگ مرج الصُفر محرم ۱۴ھ میں عمرؓ بن الخطاب کی خلافت میں ہوئی۔

۷۲ موسیٰ بن عبیدہ نے اپنے اشیاخ سے روایت کی کہ خالد بن سعید ابن العاص نے جو مہاجرین میں سے تھے، مشرکین کے ایک شخص کو قتل کر دیا، اس کا سامانِ دیبا یا حریر پہن لیا، لوگوں نے اُن کی طرف دیکھا، وہ عمرؓ کے ساتھ تھے، عمرؓ نے کہا کہ تم لوگ کیا دیکھتے ہو، جو چاہے وہ خالد کا سا عمل کرے، اُس کے بعد خالد کا لباس پہنے۔

خالد بن سعید بن العاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں قریش کے ایک گروہ کے ساتھ شاہ حبشہ کے پاس بھیجا، وہ لوگ اُس کے پاس آئے، خالد کے ساتھ اُن کی زوجہ بھی تھیں، اُن کے یہاں اُن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جو وہیں پانو پانو چلی اور بولی۔

خالد اور اُن کے ساتھی اُس وقت آئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ بدر سے فارغ ہو چکے تھے، ہمراہ اُن کی بیٹی بھی تھیں، عرض کی، یا رسول اللہ، ہم بدر میں حاضر نہیں ہوئے، فرمایا، اے خالد کیا تم راضی نہیں ہو کہ لوگوں کے لئے ایک ہجرت ہو اور تمھارے لئے دو ہجرتیں ہوں، عرض کی، بیشک یا رسول اللہ، فرمایا، تو یہ تمھارے لئے ہے۔

خالد نے اپنی بیٹی سے کہا کہ اپنے چچا کے پاس جاؤ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ، آپ کو سلام کرو، وہ چھوٹی بچی گئی، آپ کے پاس پیچھے سے آئی اور آپ پر اوندھی گر پڑی، اُس کے جسم پر ایک زرد کرتہ تھا، پھر اُس سے اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کیا، آپ کو دکھاتی تھی "سنہ سنہ" یعنی اچھا ہے، حبشی زبان میں پورانا کرو۔ اور کہنہ کرو۔ پھر پورانا کرو اور کہنہ کرو۔

عمرو بن سعید رضؓ

ابن العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی، اُن کی والدہ صفیہ بنت المغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم تھیں، بقیہ اولاد نہ تھی
عبد اللہ بن عمرو بن سعید بن العاص سے مروی ہے کہ جب خالد بن سعید اسلام لائے اور اُن کے ساتھ اُن کے باپ ابو اُحیحہ نے جو سلوک کیا، خالد اس پر بھی اپنے دین سے نہ پھرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے، اور ہجرت ثانیہ میں ملک حبشہ کی طرف روانہ ہو گئے،
ابو احیحہ کو یہ ناگوار ہوا، رنج پہنچا، قرار دیا کہ میں ضرور ضرور ان اپنے مال سے یکسو ہو جاؤں گا اور پھر نہ آباؤ اجداد کی گالیاں سنوں گا اور نہ معبودوں کی مذمت، یہ مجھے ان لڑکوں کے ساتھ قیام کرنے سے زیادہ پسند ہے۔ نظر یہ میں بجانب طائف چلا گیا جہاں اُس کا مال متاع تھا، اُس کا بیٹا عمرو بن سعید اُس کے دین پر تھا، وہ اُس سے محبت کرتا اور خوش رہتا تھا، ابو احیحہ نے (بروایت مغیرہ بن عبد الرحمٰن الخزامی) اشعار ذیل لکھے :-

الا لیت شعری عنک یا عمرو سائلا ÷ اذا اشب واشتدت یداہ وسلحا

اے کاش میں جانتا کاش اے عمرو میں تجھ سے پوچھتا ÷ اس وقت کہ عمرو جوان ہو چکا ہوتا اور بخت ہو چکا ہوتا اور اس کے بازو سخت ہو چکے ہوتے

اتترک امر القوم فیہ بلابل ÷ وتکشف غیظا کان فی صدرہ موجحا

میں پوچھتا کہ قوم کے معاملے کو کیا تو اسی جگہ چھوڑ دے گا کسی حالت میں الجھے ہوئے اور اس غیظ و غضب کو دور کر دے گا جو سینہ میں جوش کھاتا ہے
اُس کے بعد (راوی اشعار نے) عبد الحکیم کی حدیث کی طرف رجوع کیا جو عبد اللہ بن عمرو بن سعید سے مروی ہے (اور جو اوپر بیان کی گئی)۔

۴۳

ابو احیحہ الظریبہ میں اپنے مال کی طرف چلا گیا تو عمرو بن سعید اسلام لے آئے اور اپنے بھائی خالد بن سعید سے ملک حبشہ میں جا ملے۔

محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان سے مروی ہے کہ عمرو بن سعید خالد بن سعید کے تھوڑے ہی زمانے بعد اسلام لائے، ہجرت ثانیہ میں وہ بھی مہاجر بن حبشہ میں تھے، اُن کے ساتھ اُن کی زوجہ فاطمہ بنت صفوان بن امیہ بن مُحرّث بن شِق بن رقبہ بن مُخدج الکنانیہ بھی تھیں، محمد بن اسحاق بھی فاطمہ کا اسی طرح نام ونسب بیان کرتے تھے۔

ام خالد بنت خالد سے مروی ہے کہ میرے چچا عمرو بن سعید ملک حبشہ میں والد کے آنے کے دو سال بعد آئے، وہ برابر وہیں رہے یہاں تک کہ دو کشتیوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے ساتھ سوار ہوئے ۷ھ میں اُس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے کہ آپ خیبر میں تھے،

عمرو رضؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ فتح مکہ وحنین وطائف وتبوک میں موجود تھے، جب مسلمان شام کی طرف روانہ ہوئے تو وہ بھی شریک تھے، جنگ اجنادین میں، جو ابو بکر صدیق رضؓ کی خلافت میں جمادی الاول ۱۳ھ میں ہوئی، شہید ہوئے، اُس زمانے میں لوگوں پر امیر عمرو بن العاص تھے۔

یہ اصل کے اعتبار سے جزو نہم کا آخر ہے۔ اور جزو دہم کا اول حصہ "حلفائے بنی عبد شمس بن عبد مناف" اس کے متصل ہے، تمام تعریفیں اول میں بھی اور آخر میں بھی اللہ ہی کے لیے ثابت ہیں۔ وصلی اللہ علیٰ سیدنا محمد النبی الامی العربی المکی المدنی الابطحی الھاشمی۔ وعلیٰ آلہ وعلیٰ جمیع الانبیاء علیہم السلام اجمعین۔

(کتاب الطبقات کی اصل کا حصۂ دہم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حلفائے بنی عبد شمس بن عبد مناف

۷۶

ابو احمد بن جحش

ابن رئاب بن یعمر بن صبرہ بن مرہ بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ۔

نام عبداللہ تھا، اُن کی والدہ اُمیمہ بنت عبدالمطلب بن ہاشم ابن عبد مناف بن قصی تھیں۔

یزید بن رومان سے مروی ہے کہ ابو احمد بن جحش اپنے دونوں بھائیوں عبداللہ و عبیداللہ کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دارالارقم میں داخل ہونے اور اُس میں دعوت دینے سے پہلے اسلام لائے۔

عمر بن عثمان الجحشی نے اپنے والد سے روایت کی کہ ابو احمد بن جحش نے اپنے بھائی عبداللہ اور اپنی قوم کے ساتھ مدینے کی طرف ہجرت کی، مُبشر ابن عبدالمنذر کے پاس اُترے، ابو سفیان بن حرب نے ابو احمد کے مکان کا قصد کیا اور ابن علقمہ العامری کے ہاتھ چارسو دینار کو بیچ ڈالا۔

عام الفتح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لائے، خطبے سے فارغ ہوئے تو ابو احمد مسجد حرام کے دروازے پر اپنے اونٹ پر

کھڑے ہوئے اور چلانے لگے کہ میں اللہ کی قسم دیتا ہوں اے بنی عبد مناف، میرا حلف (معاہدے کا پاس کرو)“ اور اللہ کی قسم دیتا ہوں، اے بنی عبد مناف، میرا مکان“ (میرے مکان کا پاس کرو)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن عفان کو بلایا اور بطور راز ان سے کچھ فرمایا، عثمانؓ ابو احمد کے پاس گئے، ان سے کچھ کہا، ابو احمد اپنے اونٹ سے اترے اور قوم کے ساتھ بیٹھ گئے، پھر انھیں اس کا ذکر کرتے نہیں سنا گیا، یہاں تک کہ وہ اللہ سے مل گئے۔

ابو احمد کے اعزہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ فرمایا تھا کہ تمھارے لیے اس کے عوض جنت میں گھر ہے، ابو احمد نے اپنے مکان کے بیچنے کے متعلق (اشعار ذیل میں) ابو سفیان سے خطاب کیا ہے:

اقطعت عقدک بیننا والجاریات الی نداما

(آیا تو نے اس معاملے کو منقطع کر دیا جو ہم میں ہوا تھا۔ اور ان معاملات کو جو جاری ہوئے تھے ندامت تک (منقطع کر دیا)۔

الا ذکرت لیالی العشر التی فیھا القسامه

(تو نے ان دس راتوں کو کیوں نہ یاد کیا جن میں صلح ہوئی تھی)

عقدی وعقدک قائم ان لا عقوق ولا اثامه

(میرا عہد اور تیرا عہد قائم ہے کہ نہ تو نافرمانی ہوگی نہ گناہ)

دار ابن عمک بعتھا تشری بھا عنک الغرامه

(تو نے اپنے چچا کے بیٹے کا مکان بیچ ڈالا جس سے تو

اپنا قرض ادا کرے گا)۔

اذهب بها اذهب بها　　　طُوّقتها طوق الحمامه

(اسے لے جا تو، اسے لے جا تو۔ (خدا کرے) وہ تیرے گلے میں کبوتر کے طوق کی طرح ڈال دیا جائے)۔

وجریت فیه الی العقو　　　ق واسوا الخُلق المزعامه

(اُس میں تو نے نافرمانی کا قصد کیا۔ اور جھوٹ سب سے بُری عادت ہے)۔

قد کنتُ آوی الی ذرًی　　　فیه المقامه والسلامه

(ایک پناہ کی جگہ پناہ لیتا تھا جس میں قیام و سلامت تھی)

ماکان عقدک مثل ما　　　عَقَد ابن عمرٍ ولا ابن مامه

(تیرا عقد ایسا بھی نہ تھا جیسا کہ ابن عمرو نے ابن مامہ سے کیا تھا)۔

(اشعار ذیل) بھی ابواحمد بن جحش نے اسی بارے میں کہے ہیں:

اَبَنی امامة کیف اُخذل فیکم　　　وانا ابنکم وحلیفکم فی العشر

(اے بنی امامہ مجھے تمہارے درمیان کس طرح نقصان پہنچایا جائے گا۔ حالانکہ میں تمہارا بیٹا ہوں اور (ذی الحجہ کے) دس دن میں تمہارا حلیف ہوں)۔

ولقد دعانی غیرکم فاتیته　　　وجمعتکم لنوائب الدهر

(مجھے تمہارے اغیار نے دعوت دی، میں اُس کے پاس

آگیا، اور میں نے تم کو حوادث زمانہ کی وجہ سے پوشیدہ کیا)۔

اسود بن عبد المطلب نے ابو احمد کو اس امر کی دعوت دی کہ وہ اُس سے مخالفت کریں، اور کہا کہ میرا خون تمہارے خون سے پہلے، اور میرا مال تمہارے مال سے پہلے (کام آئے گا)، انھوں نے انکار کیا اور حرب بن امیہ سے مخالفت کرلی، وہ لوگ ذی الحجہ کے دس دن میں کھڑے ہوکر اس طرح مخالفت کرتے تھے کہ ہاتھ سے ہاتھ ملاتے تھے، جس طرح دو خرید و فروخت کرنے والے ہاتھ سے ہاتھ ملاتے ہیں، اور ان دس دنوں سے پہلے اس کے لیے باہم وعدہ کرلیتے تھے۔

عبد الرحمن بن رقیش

ابن رئاب بن یعمر بن صبرہ بن مرہ بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ، اُحد میں حاضر ہوئے، یزید بن رقیش کے بھائی تھے جو بدر میں شریک تھے۔

عمرو بن محصن

ابن حُرثان بن قیس بن مرّہ بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ، اُحد میں حاضر ہوئے، عُکاشہ بن محصن کے بھائی تھے جو بدر میں شریک تھے۔

قیس بن عبد اللہ

بنی اسد بن خزیمہ میں سے تھے، مکے میں قدیم الاسلام تھے، ہجرت ثانیہ میں

ملک حبشہ کو گئے ہمراہ اُن کی زوجہ بَرکہ بنت یسار الازدی بھی تھیں جو ابی تجراہ کی بہن تھیں، قیس بن عبداللہ، عبیداللہ بن جحش کے دوست تھے، اُنھیں کے ساتھ ملک حبشہ کی طرف ہجرت کی، عبیداللہ بن جحش نصرانی ہوگیا اور وہیں ملک حبشہ میں مرگیا، قیس بن عبداللہ اسلام پر ثابت قدم رہے۔

صفوان بن عمرو

قیس عیلان کے بنی سلیم بن منصور میں سے تھے، بنی کبیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ کے حلیف تھے، جو بنی عبد شمس کے حلفاء تھے، احد میں حاضر ہوئے، مالک و مدلاج و ثقف فرزندان عمرو کے بھائی تھے جو بدر میں موجود تھے۔

ابوموسیٰ الاشعری

نام عبداللہ بن قیس بن سُلیم بن حضار بن حرب بن عامر بن عنز بن بکر بن عامر بن عذر بن وائل بن ناجیہ بن الجماہر بن الاشعر تھا، اشعر بنت بن اُدد بن زید بن یشجب بن عریب بن زید بن کہلان بن سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان تھے، ابوموسیٰ کی والدہ ظبیہ بنت وہب، عک میں سے تھیں، اسلام لائی تھیں، مدینے ہی میں ان کی وفات ہوئی۔

محمد بن عمرو وغیرہ اہل علم سے مروی ہے کہ ابوموسیٰ اشعری مکے آئے، ابواحیحہ سعید بن العاص سے مخالفت کی، مکے میں اسلام لائے اور ملک حبشہ کی طرف ہجرت کی، دو کشتی والوں کے ہمراہ اس وقت

آئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں تھے۔

ابی بردہ بن ابی موسیٰ نے اپنے والد سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جعفر بن ابی طالب کے ہمراہ نجاشی کے ملک میں جانے کا حکم دیا، قریش کو معلوم ہوا تو ان لوگوں نے عمرو بن العاص اور عمارۃ بن الولید کو بھیجا، نجاشی کے لیے ہدیہ جمع کیا، نجاشی کے پاس ہم بھی آئے اور وہ بھی آئے۔

ابی بکر بن عبداللہ بن ابی الجہم سے مروی ہے کہ ابوموسیٰ مہاجرین حبشہ میں سے نہیں تھے، نہ قریش میں ان کا معاہدۂ حلف تھا، ابتدائی زمانے میں مکے میں اسلام لائے، پھر اپنی قوم کے شہروں میں واپس چلے گئے اور وہیں رہے، یہاں تک کہ وہ اور اشعریین کے کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے، ان کا آنا اہل سفینتین (دو کشتی والوں) جعفر اور ان کے ہمراہیوں کے ملک حبشہ سے آنے کے ساتھ ساتھ ہوا۔

یہ سب لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خیبر میں ایک ساتھ پہنچے، لوگوں نے کہا کہ ابوموسیٰ اہل سفینتین کے ساتھ آئے، لیکن بات وہی تھی جو ہم نے بیان کی کہ ان کا آنا ان لوگوں کے آنے کے ساتھ ہوا، محمد بن اسحاق، موسیٰ بن عقبہ اور ابومعشر نے بھی ان کو مہاجرین ملک حبشہ میں شمار نہیں کیا۔

انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (بطور پیشین گوئی) فرمایا کہ تمہارے پاس ایسی قومیں آئیں گی جو تم سے زیادہ نرم دل ہیں، اشعری آئے، جن میں ابوموسیٰ بھی تھے، جب یہ لوگ مدینے کے قریب ہوئے تو (ذیل کا) رجز پڑھنے لگے:

غداً نلقی الاحبہ محمداً وحزبہ

(یعنے صبح کو ہم احباب سے ملاقات کریں گے محمد اور ان کے گروہ سے (صلی اللہ علیہ وسلم)

ابو موسیٰ الاشعری سے مروی ہے کہ ہم نے اپنی قوم کے اٹھاون آدمیوں کے ساتھ ہجرت کی، ہم تین بھائی تھے، ابو موسیٰ، ابو رُہم اور ابو بُردہ، کشتی نجاشی کی طرف لے چلی، اُن کے پاس جعفر بن ابی طالب اور اُن کے ساتھی تھے، سب کے سب ایک کشتی میں اُس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے جس وقت آپ نے خیبر فتح کیا تھا، آنحضرتؐ نے سوائے اُن لوگوں کے جو آپ کے ہمراہ تھے فتح خیبر میں کسی کا حصہ نہیں لگایا، البتہ اصحاب سفینہ جعفر اور اُن کے ساتھیوں کا دیگر اصحاب کے ساتھ حصہ لگایا اور فرمایا کہ تمہارے لیے دو مرتبہ ہجرت (کا ثواب) ہے، ایک مرتبہ تم نے نجاشی کی طرف ہجرت کی اور ایک مرتبہ میری طرف۔

ابو موسیٰ نے کہا کہ میں اور میرے کشتی والے ساتھی جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے میں تھے اور وہ لوگ بقیع بطحان میں اُترے ہوئے تھے تو اُن میں سے ایک گروہ ہر شب کو نماز عشا کے وقت باری باری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتا تھا، میں اور میرے ساتھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اُس وقت پہنچے کہ آپ اپنے بعض امور میں مشغول تھے، آنحضرتؐ نے نماز میں رات زیادہ گذار دی، آدھی رات ہو گئی تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے، لوگوں کو نماز پڑھائی، جب نماز پوری کر لی تو جو لوگ آپ کے پاس موجود تھے اُن سے فرمایا، تم لوگ اپنی حالت پر رہو، میں تم سے گفتگو کروں گا، اور خوش ہو جاؤ کہ تم پر اللہ کی نعمت میں سے ہے کہ اس ساعت میں سوائے تمہارے اور کوئی نماز نہیں پڑھتا ہے، یا یہ فرمایا کہ تمہارے سوا یہ نماز کسی نے نہیں پڑھی، ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سُنا اُس سے خوش ہو کے واپس ہوئے۔

ابو موسیٰ نے کہا کہ میرے یہاں لڑکا پیدا ہوا تو اُسے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا، آپ نے اُس کا نام ابراہیم رکھا اور اُسے کھجور کھلائی، ابو موسیٰ کا وہ سب سے بڑا لڑکا تھا۔

سماک سے مروی ہے کہ میں نے عیاض اشعری سے آیت یأتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ (اللہ ایک ایسی قوم لائے گا جس سے آپ محبت کریں گے اور جو آپ سے محبت کرے گی) کی تفسیر میں سُنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ یہی قوم ہے یعنے ابو موسیٰ۔

نعیم بن یحییٰ التمیمی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سواروں کے سردار ابو موسیٰ ہیں۔

عبد اللہ بن بُریدہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عبد اللہ بن قیس یا اشعری کو مزامیر آل داؤد میں سے ایک مزمار دی گئی ہے (یعنے خوش آوازی)۔

ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں آئے، ایک شخص کی قرأت سُنی تو پوچھا کہ یہ کون ہے، کہا گیا کہ عبد اللہ بن قیس ہیں، فرمایا، انھیں مزامیر آل داؤد سے ایک مزمار دی گئی ہے (یعنے خوش آوازی)۔

عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو موسیٰ کی قرأت سُن کر فرمایا کہ ان کو مزامیر آل داؤد میں سے ایک مزمار دی گئی ہے۔

عبد الرحمٰن بن کعب بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو موسیٰ کو (قرآن) پڑھتے سُنا تو فرمایا کہ تمھارے بھائی کو مزامیر آل داؤد میں سے دیا گیا ہے۔

ابو عثمان سے مروی ہے کہ ابو موسیٰ اشعری ہمیں نماز پڑھایا کرتے تھے، اگر میں کہتا کہ میں نے کبھی جھانج کی آواز نہیں سُنی اور نہ بربط کی تو اُس سے زیادہ اچھا ہوتا۔

انس بن مالک سے مروی ہے کہ ابو موسیٰ اشعری ایک رات کو کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے، ازواج نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

اُن کی آواز سُنی، وہ شیریں آواز تھے، وہ کھڑے ہو کر سُنتی رہیں، جب انھوں نے صبح کی تو کہا گیا کہ عورتیں سنتی تھیں، انھوں نے کہا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں ضرور تم عورتوں کو رغبت دلاتا اور شوق دلاتا۔

سعید بن ابی بردہ نے اپنے باپ دادا سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو اور معاذ کو یمن بھیجا تھا۔

سعید بن ابی بردہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ مجھ سے میرے والد یعنے ابو موسیٰ نے کہا کہ اے میرے بیٹے اگر تم ہمیں اس حالت میں دیکھتے کہ ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتے اور ہم پر بارش ہوتی تو ہمارے کمبل کے لباس کی وجہ سے تم ہم میں بھیڑ کی بو پاتے۔

انس بن مالک سے مروی ہے کہ مجھے (ابو موسیٰ) اشعری نے عمرؓ کے پاس بھیجا، عمرؓ نے پوچھا کہ تم نے اشعری کو کس حالت میں چھوڑا، میں نے کہا کہ انھیں اس حالت میں چھوڑا کہ وہ لوگوں کو قرآن کی تعلیم دے رہے تھے، فرمایا، خبردار، وہ بڑے آدمی ہیں، اور یہ بات انھیں نہ سُنانا، پوچھا کہ تم نے اعراب کو کس حالت میں چھوڑا، عرض کی، اشعریوں کو؟ ارشاد ہوا، نہیں، بلکہ اہل بصرہ کو، میں نے کہا اگر وہ لوگ اسے سُن لیں تو انھیں شاق گذرے، فرمایا کہ (یہ بات) انھیں نہ پہنچانا، وہ اعراب ہیں، سوائے اس کے کہ اللہ کسی کو جہاد فی سبیل اللہ عطا فرمائے۔

ابو سلمہ سے مروی ہے کہ عمرؓ جب ابو موسیٰ کو دیکھتے تھے تو کہتے تھے کہ اے ابو موسیٰ ہمیں ذکر سناؤ، وہ اُن کے پاس قرآن پڑھتے تھے۔

محمد سے مروی ہے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا، شام میں چالیس آدمی ایسے ہیں کہ اُن میں سے ایک بھی امر امت کا والی ہو جائے تو اسے کافی ہو، انھوں نے اُن لوگوں کو بلا بھیجا، ایک گروہ آیا جن میں ابو موسیٰ اشعری تھے، فرمایا کہ میں نے تم لوگوں کو بلا بھیجا تھا کہ (اے ابو موسیٰ) میں تمھیں لشکر کی ایسی قوم کے پاس بھیجوں جن کے درمیان

۸۱

شیطان ہے، اُنھوں نے کہا کہ پھر آپ مجھے نہ بھیجیے، فرمایا کہ وہاں جہاد ہے یا لشکر ہے، اور اُن کو بصرہ بھیج دیا۔

الشعبی سے مروی ہے کہ عمرؓ نے وصیت کی کہ اُن کے بعد ابو موسیٰ کو ایک سال تک اُن کے عمل پر (عہدے پر) چھوڑا جائے۔

ابی نضرہ سے مروی ہے کہ عمرؓ نے ابو موسیٰ سے کہا کہ ہمیں ہمارے رب کا شوق دلاؤ، اُنھوں نے قرآن پڑھا، لوگوں نے کہا کہ نماز (کا وقت) ہے، عمرؓ نے جواب دیا کہ کیا ہم نماز میں نہیں ہیں۔

حبیب بن ابی مرزوق سے مروی ہے کہ عمرؓ بن الخطاب بسا اوقات ابو موسیٰ اشعری سے فرماتے تھے کہ ہمیں ہمارے رب کو یاد دلاؤ، ابو موسیٰ اُن کے پاس قرآن پڑھتے تھے، وہ قرآن (پڑھنے میں) خوش آواز تھے۔

ابی المہلب سے مروی ہے کہ میں نے ابو موسیٰ کو منبر پر کہتے سُنا کہ جس کو اللہ نے علم دیا وہ اُس کو سکھائے اور یہ ہرگز نہ کہے کہ اُسے علم نہیں ہے، کیوں کہ وہ تکلف کرنے والوں میں سے ہوگا اور دین سے خارج ہو جائیگا۔

ابو موسیٰ کی ایک باندی سے مروی ہے کہ ابو موسیٰ نے کہا، اگر مجھے علاقۂ سواد عراق کا خراج دو سال تک ملتا رہے اور تیز و تند نبیذ پینی پڑے تو اس سے میں خوش نہ ہوں گا۔

قسامہ بن زہیر سے مروی ہے کہ ابو موسیٰ نے بصرے میں لوگوں کو خطبہ سُنایا کہ اے لوگو، رؤو، اور اگر نہیں روتے تو رونے کی صورت بناؤ، کیوں کہ اہل دوزخ آنسو روتے ہیں یہاں تک کہ وہ ختم ہو جاتے ہیں، پھر وہ خون روتے ہیں، یہاں تک کہ اگر اس میں کشتیاں چلائی جائیں تو چلنے لگیں۔

عبداللہ بن عبید بن عمیر سے مروی ہے کہ عمرؓ بن الخطاب نے ابو موسیٰ اشعری کو لکھا کہ (قحط کی وجہ سے) عرب ہلاک ہو گئے، لہٰذا مجھے غلہ بھیجو، اُنھوں نے غلہ بھیجا اور لکھا کہ میں نے آپ کے پاس اتنا اتنا غلہ بھیجا ہے، یا امیر المومنین اگر آپ کی رائے ہو تو مختلف شہر والوں کو لکھئے تاکہ ایک دن جمع ہوں، اُس روز نکلیں اور بارش کی دعا کریں، عمرؓ نے مختلف

شہروالوں کو لکھا، ابوموسیٰ نکلے دعائے بارش کی اور نماز (استسقاد) نہیں پڑھی۔

۸۲ بشیر بن ابی امیہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ (ابوموسیٰ) اشعری اصبہان میں اُترے، لوگوں پر اسلام پیش کیا تو انھوں نے انکار کیا، جزیہ (حفاظتی محصول) پیش کیا تو اس پر صلح کرلی، صلح پر رات گذاری صبح ہوئی تو بدعہدی کی، اُنھوں نے لوگوں سے جنگ کی، اس سے زیادہ تیزی نہ ہونے پائی کہ اللہ نے ان کو غالب کردیا۔

ام عبدالرحمن بنت صالح نے اپنے دادا سے روایت کی کہ ابوموسیٰ اشعری اصبہان میں اترے ہوئے تھے، دادا کے دوست تھے، جب بارش ہوتی تھی تو ابوموسیٰ اُس میں کھڑے ہو جاتے تھے، بارش اُن پر ہوتی تھی، گویا وہ اُسے پسند کرتے تھے۔

انس بن مالک سے مروی ہے کہ اشعری نے، جب وہ بصرے پر عامل تھے، کہا کہ میرا سامان سفر درست کردو، فلاں فلاں دن روانہ ہونے والا ہوں، میں اُن کا سامان درست کرنے لگا، جب وہ دن آیا تو اُن کے سامان میں سے کچھ رہ گیا تھا جس سے میں فارغ نہیں ہوا تھا، اُنھوں نے کہا کہ اے انس میں روانہ ہوتا ہوں، میں نے کہا کہ اگر آپ اتنا ٹھہر جاتے کہ بقیہ سامان سفر بھی درست کردیتا تو مناسب ہوتا، اُنھوں نے کہا کہ میں نے اپنے گھروالوں سے کہہ دیا تھا کہ میں فلاں فلاں دن روانہ ہونے والا ہوں، اگر میں ان سے جھوٹ بولوں گا تو وہ مجھ سے جھوٹ بولیں گے، اگر میں اُن سے خیانت کروں گا تو وہ مجھ سے خیانت کریں گے، اور اگر میں اُن سے وعدہ خلافی کروں گا تو وہ مجھ سے وعدہ خلافی کریں گے، وہ روانہ ہوگئے، حالانکہ اُن کی ضروریات میں سے کچھ رہ گئی تھیں جن سے فراغت نہیں ہوئی تھی۔

ابی بردہ سے مروی ہے کہ مجھ سے میری والدہ نے بیان کیا کہ

ابو موسیٰ جس وقت بصرے سے معزول کیے گئے تو وہ اس طرح روانہ ہوئے کہ پاس چھ سو درم سے زیادہ نہ تھے، جو اُن کے عیال کے وظیفے کے تھے۔

انس بن مالک سے مروی ہے کہ ابو موسیٰ اشعری جب سوتے تھے تو اس اندیشے سے کہ اُن کا ستر نہ کھل جائے کپڑے پہن لیتے تھے۔

ابی لبید سے مروی ہے کہ ہم ابو موسیٰ کے کلام کو (بالکل صحیح و درست ہونے میں) قصاب سے تشبیہ دیا کرتے تھے جو (ہڈی کے) جوڑ (کاٹنے) میں غلطی نہیں کرتا۔

ابی بردہ بن قیس سے مروی ہے کہ میں نے طاعون کے زمانے میں ابو موسیٰ اشعری سے کہا کہ ہمیں وابق کی طرف لے چلو کہ وہاں قیام کریں، ابو موسیٰ نے کہا کہ ہم تو اللہ ہی کی طرف بھاگیں گے نہ کہ وابق کی طرف (الی اللہ آبق لا الی وابق)۔

۸۳　ابی بردہ سے مروی ہے کہ ابو موسیٰ نے کہا کہ مجھے معاویہؓ نے لکھا: "سلام علیک، اما بعد، عمرو بن العاص نے مجھ سے ان امور پر بیعت کر لی جن پر انھوں نے بیعت کی ہے، خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ تم بھی اگر مجھ سے اُن شرائط پر بیعت کرو گے جن پر انھوں نے کی ہے تو میں ضرور ضرور تمھارے دونوں بیٹوں میں سے ایک کو بصرے پر (عامل بنا کے) بھیج دوں گا اور دوسرے کو کوفے پر، تمھارے آگے دروازہ بند نہیں کیا جائے گا اور نہ تمھارے آگے کوئی حاجت رد کی جائے گی، میں نے تمھیں اپنے ہاتھ سے لکھا ہے لہٰذا تم بھی مجھے اپنے ہی ہاتھ سے لکھنا۔"

انھوں نے کہا کہ اے میرے لڑکو، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد معجم (مشکلات) سیکھی ہے۔ راوی نے کہا کہ انھوں نے ان کو بچھوؤں کی طرح لکھا کہ "اما بعد، آپ نے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے امر عظیم میں مجھے لکھا ہے، آپ نے جو کچھ پیش کیا ہے مجھے اُس کی کوئی حاجت نہیں۔"

راوی نے کہا کہ پھر جب وہ والی ہوئے تو میں اُن کے پاس

آیا، نہ تو میرے آگے دروازہ بند کیا گیا اور نہ میری کوئی حاجت بغیر پوری ہوئے رہی۔

ابی بردہ سے مروی ہے کہ معاویہ رضؓ بن ابی سفیان کو جس وقت زخم لگا تو میں اُن کے پاس آیا، انھوں نے کہا کہ اے میرے بھائی کے بیٹے ادھر آؤ، پلٹ کر دیکھو، میں نے پلٹ کر دیکھا تو ان کا زخم بھر گیا تھا، میں نے کہا کہ امیر المومنین آپ پر کوئی اندیشہ نہیں ہے، اتفاق سے یزید بن معاویہ رضؓ آیا، اُس سے معاویہ رضؓ نے کہا کہ اگر تم لوگوں کی حکومت کے والی ہونا تو اس شخص کے متعلق (خیر کی) وصیت قبول کرنا، کیوں کہ ان کے والد میرے بھائی یا دوست تھے، یا اسی کے قریب انھوں نے کوئی اور کلمہ کہا، سوائے اس کے کہ میری رائے قتال کی تھی جو اُن کی نہ تھی۔

ابی بردہ سے مروی ہے کہ کوئی ابو موسیٰ کا ہمراہی تھا جس نے اُن سے اسلام کے بارے میں بغیر سوچے ہوئے گفتگو کی، اُس نے مجھ سے کہا کہ قریب ہے کہ ابو موسیٰ چلے جائیں اور اُن کی حدیث محفوظ نہ رہے، تم اُن سے (حدیث) لکھ لو، میں نے کہا، تمھاری بڑی اچھی رائے ہے، میں اُن کی حدیث لکھنے لگا۔

انھوں نے ایک حدیث بیان کی تو میں اُسے لکھنے گیا جس طرح میں لکھا کرتا تھا، اُنھیں شک ہوا اور کہا کہ شاید تم میری حدیث لکھتے ہو، میں نے کہا، جی ہاں، انھوں نے کہا کہ تم نے جو کچھ لکھا ہے وہ سب میرے پاس لاؤ، میں اُن کے پاس لایا تو انھوں نے اُسے مٹا دیا اور کہا کہ تم بھی اُسی طرح یاد کرو جس طرح میں نے یاد کیا۔

قتادہ سے مروی ہے کہ ابو موسیٰ کو معلوم ہوا کہ ایک قوم کو جمعے سے یہ امر مانع ہے کہ اُن کے پاس کپڑے نہیں ہیں، وہ ایک عبا میں لوگوں کے پاس گئے۔

یونس بن عبد اللہ الجرمی سے مروی ہے کہ ابو موسیٰ معاویہ رضؓ کے پاس

آئے جو النخیلہ میں تھے، اُن کے جسم پر سیاہ عمامہ اور سیاہ جبہ تھا اور اُن کے پاس سیاہ لاٹھی تھی۔

۸۴ حسن سے مروی ہے کہ (علیؓ و معاویہؓ کے درمیان) دونوں حکم ابو موسیٰ اور عمرو بن العاص تھے، ایک اُن میں سے دنیا چاہتا تھا اور دوسرا آخرت۔

مسروق بن الاجدع سے مروی ہے میں حکمین کے زمانے میں (یعنی جس زمانے میں حضرت علیؓ و حضرت معاویہؓ کے باہمی فیصلے کے لیے دو حکموں کا تقرر ہوا تھا) ابو موسیٰ کے ساتھ تھا، میرا خیمہ اُن کے خیمے کے کنارے تھا، جب ابو موسیٰ نے صبح کی تو انھوں نے اپنے خیمے کا پردہ اٹھایا اور کہا کہ اے مسروق بن الاجدع، میں نے کہا لبیک اے ابو موسیٰ، انھوں نے کہا کہ امارت وہ ہے جس میں مشورہ کیا جائے اور سلطنت وہ ہے جس پر بذریعہ شمشیر غلبہ پایا جائے۔

قتادہ سے مروی ہے کہ ابو موسیٰ نے کہا کہ قاضی کو اُس وقت تک فیصلہ کرنا جائز نہیں جب تک حق اُسے اس طرح واضح نہ ہو جائے جس طرح رات دن سے واضح ہوتی ہے، عمرؓ بن الخطاب کو یہ معلوم ہوا تو انھوں نے کہا کہ ابو موسیٰ نے سچ کہا۔

سمیط بن عبداللہ السدوسی سے مروی ہے کہ ابو موسیٰ نے دوران خطبہ میں کہا کہ (قبیلہ) باہلہ ایک ٹانگ کی حیثیت رکھتا تھا، ہم نے اُسے ایک دست بنا دیا، ایک شخص نے کھڑے ہو کے کہا کہ کیا میں اُن سے بھی زیادہ لئیم و سفلے کا نشان نہ بتا دوں؟ پوچھا، وہ کون ہے؟ اُس نے کہا کہ (قبیلۂ) عک اور اشعر، انھوں نے کہا کہ اے اپنے امیر کو گالی دینے والے وہ لوگ تمھارے باپ اور میرے دادا (ہوئے) ادھر آؤ، انھوں نے ایک خیمہ نصب کر کے اُس میں نظر بند کر دیا، ایک رکابی کھانے کی شام کو ملتی ایک صبح کو یہ اُس کا قید خانہ تھا۔

ابی مجلز سے مروی ہے کہ ابو موسیٰ نے کہا کہ میں تاریک کوٹھری میں نہاتا ہوں اور اپنے رب سے بوجہ حیا بیٹھ جھکا لیتا ہوں۔

قتادہ سے مروی ہے کہ ابوموسیٰ جب کسی تاریک کوٹھری میں نہاتے تھے تو کپڑے پہننے تک اپنی بیٹھ جھکائے رکھتے تھے اور سیدھے کھڑے نہیں ہوتے تھے۔

ابن سیرین سے مروی ہے کہ ابوموسیٰ نے کہا کہ میں خالی کوٹھری میں نہاتا ہوں، مجھے اپنے رب سے حیا در وکتی ہے کہ پشت سیدھی کروں۔

عبادہ بن نسی سے مروی ہے کہ ابوموسیٰ نے ایک قوم کو دیکھا کہ بغیر تہبند کے پانی میں کھڑے ہیں، انھوں نے کہا کہ میں مر جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مر جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مر جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، تو ایسا کرنے سے مجھے یہ زیادہ پسند ہے۔

ابی عمرو الشیبانی سے مروی ہے کہ ابوموسیٰ نے کہا کہ مجھے اپنی ناک مردار کی بدبو سے بھرنا اس سے زیادہ پسند ہے کہ وہ کسی (نامحرم) عورت کی خوشبو سے بھرے۔

۸۵ عبدالرحمٰن مولائے ابن برثن سے مروی ہے کہ ابوموسیٰ و زیاد عمر رضہ بن الخطاب کے پاس آئے، انھوں نے زیاد کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو کہا کہ تم لوگوں نے سونے کا چھلہ بنایا ہے، ابوموسیٰ نے کہا کہ میری انگوٹھی تو لوہے کی ہے، عمرؓ نے کہا کہ یہ بہت ہی برا ہے، تم میں سے جو شخص انگوٹھی پہنے اسے چاہیئے کہ چاندی کی انگوٹھی پہنے۔

عبدالملک بن عمیر سے مروی ہے کہ میں نے ابوموسیٰ کو اس دروازے کے اندر اس طرح دیکھا کہ ان کے بدن پر چھوٹی چادر اور بڑی چادر حبیری تھی (یعنی تُستری) عبدالملک نے کندہ کے دروازے کی طرف اشارہ کیا، راوی نے کہا کہ میں نے زہیر سے پوچھا کہ (تم نے) ابوموسیٰ کو (دیکھا) انھوں نے کہا کہ پھر اور کس کو۔

عبداللہ بن بریدہ سے ابوموسیٰ اشعری کا حلیہ مروی ہے کہ وہ پتلے پست قد تھے، ڈاڑھی نہیں نکلی تھی۔

ابوموسیٰ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ

ابو عامر عبید کو قیامت کے دن اکثر لوگوں سے بلند کر‘ جنگ اوطاس میں وہ شہید ہوئے‘ ابو موسیٰ نے ان کے قاتل کو قتل کر دیا‘ ابو وائل نے کہا کہ مجھے امید ہے کہ ابو موسیٰ اور قاتل عبید دوزخ میں جمع نہیں ہوں گے۔

سیار بن سلامہ سے مروی ہے کہ جب ابو موسیٰ کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے بیٹوں کو بلایا اور کہا کہ دیکھو جب میں مروں تو کسی کو میری اطلاع نہ کرنا اور نہ میرے ساتھ (رونے کی) آواز اور آگ ہو‘ تم میں سے کسی ایک کی رات گذرنے کی جگہ میرے تابوت کے سامنے گھٹنوں کے پاس ہو۔

ربعی بن حراش سے مروی ہے کہ جب ابو موسیٰ پر بیہوشی طاری ہوئی تو ان پر والدۂ ابو بردہ ابنۃ الدومی رونے لگیں‘ انہوں نے کہا کہ میں تم لوگوں میں ان سے بری ہوتا ہوں جو سر منڈائے‘ رنج کی باتیں کرے اور کپڑے پھاڑے۔

یزید بن اوس سے مروی ہے کہ ابو موسیٰ پر بیہوشی طاری ہوئی تو لوگ رونے لگے‘ انہوں نے کہا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا‘ لوگوں نے یہ بات ان کی بیوی سے بیان کی انہوں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا‘ جو سر منڈائے اور رنج کی باتیں کرے اور کپڑے پھاڑے۔

صفوان بن محرز سے مروی ہے کہ ابو موسیٰ پر بیہوشی طاری ہوئی تو لوگ ان پر رونے لگے‘ انہیں افاقہ ہو گیا تو کہا کہ میں تم لوگوں سے بری ہوتا ہوں‘ جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بری ہوئے‘ جو سر منڈائے‘ کپڑے پھاڑے اور رنج کی باتیں کرے۔

ابو موسیٰ سے مروی ہے کہ ان کی علالت میں ان پر بیہوشی طاری ہوئی تو ابو بردہ کی والدہ چیخ کر رونے لگیں‘ افاقہ ہو گیا تو انہوں نے کہا کہ میں اس سے بری ہوں جو کپڑے پھاڑے‘ سر منڈائے اور رنج کی باتیں کرے‘ وہ اپنا منہ پیٹنے والی کو کہتے تھے۔

ابو موسیٰ اشعری کے بعض گورکن سے مروی ہے کہ ابو موسیٰ اشعری نے کہا کہ جب تم لوگ میرے لئے قبر کھودنا تو اُس کی تہ کو گہرا کر دینا۔

ابو موسیٰ اشعری سے مروی ہے کہ میرے لئے قبر گہری کرنا۔

ابو بکرؓ بن عبداللہ بن ابی جہم سے مروی ہے کہ ابو موسیٰ کی وفات ۵۲ھ میں ہوئی۔

محمد بن سعد نے کہا کہ میں نے بعض اہل علم کو کہتے سنا کہ اُن کی وفات اس سے دس سال پہلے ۴۲ھ میں ہوئی۔

ابی بردہ بن عبداللہ سے مروی ہے کہ ابو موسیٰ کی وفات ۵۲ھ میں معاویہؓ بن ابی سفیان کی خلافت میں ہوئی۔

مُعَیقیب بن ابی فاطمہ الدوسی

قبیلۂ ازد سے تھے، بنی عبد شمس بن عبد مناف بن قصی کے حلیف تھے، جو سعید بن العاص یا عتبہ بن ربیعہ کے حلیف تھے، قدیم زمانے میں مکے میں اسلام لائے، بروایت موسیٰ بن عقبہ و محمد بن عمرؓ و محمد بن اسحاق و ابو معشر ہجرت ثانیہ میں مہاجرین حبشہ میں تھے۔

ابی بکر بن عبداللہ بن ابی جہم سے مروی ہے کہ انھوں نے اس سے انکار کیا کہ معیقیب کا عتبہ بن ربیعہ کے خاندان میں کوئی معاہدۂ حلف تھا۔

محمد بن عمرؓ نے کہا کہ معیقیب اسلام لانے کے بعد مکے سے روانہ ہو گئے، بعض کہتے ہیں کہ ملک حبشہ کی طرف ہجرت کی اور بعض کہتے ہیں کہ اپنی قوم کے شہروں میں واپس چلے گئے، اور ابو موسیٰ اشعری کے ساتھ آئے، جس وقت یہ لوگ آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں تھے وہ خیبر میں حاضر ہوئے اور عثمانؓ بن عفان کی خلافت تک زندہ رہے۔

محمود بن لبید سے مروی ہے کہ مجھے یحییٰ بن الحکم نے جرش کا امیر بنایا، میں وہاں گیا تو لوگوں نے بیان کیا کہ عبداللہ بن جعفر نے ان لوگوں سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرضِ جذام والے کے لئے فرمایا کہ اُس سے اس طرح بچو جس طرح درندے سے بچا جاتا ہے، جب وہ کسی وادی میں اُترے تو تم لوگ دوسری وادی میں اُترو، میں نے کہا کہ واللہ اگر ابن جعفر نے تم لوگوں سے یہ بیان کیا ہے تو غلط نہیں کہا۔

جب مجھے جرش سے معزول کر دیا اور میں مدینے آگیا تو عبداللہ ابن جعفر سے ملا، پوچھا، اے ابوجعفر، وہ حدیث کیا ہے جو اہل جرش نے مجھ سے تمھاری طرف منسوب کی ہے، انھوں نے کہا واللہ اُن لوگوں نے غلط کہا، میں نے اُن سے یہ حدیث نہیں بیان کی، میں نے عمرؓ بن الخطاب کو دیکھا ہے کہ اُن کے پاس برتن لایا جاتا تھا جس میں پانی ہوتا تھا تو وہ اُسے معیقیب کو دیتے تھے، معیقیب ایسے شخص تھے کہ ان میں یہ مرض تیزی سے دوڑ رہا تھا، وہ اُس سے پیتے تھے، پھر عمرؓ اُن کے ہاتھ سے لے لیتے اور اپنا منہ اُن کے منہ کے مقام پر رکھ کر پیتے تھے، میں سمجھا کہ عمرؓ اس خیال سے بچنا چاہتے ہیں کہ اُن میں متعدی ہونے کی وجہ سے کوئی چیز اثر کرے گی۔

وہ جس کے پاس علاج سنتے تھے اُس سے اُن کا علاج کراتے تھے، یمن کے دو آدمی آئے تو پوچھا کہ کیا تمھارے پاس اس مردِ صالح کا کوئی علاج ہے، یہ مرض تیزی سے ان میں دوڑ رہا ہے، اُن دونوں نے کہا کہ کوئی ایسی چیز جو اسے دور کر دے اُس پر ہم قادر نہیں البتہ اُس کی ہم ایسی دوا کریں گے جو اسے روک دے اور بڑھے گا نہیں، عمرؓ نے کہا یہی بہت ہے کہ رک جائے اور بڑھے نہیں، دونوں نے پوچھا کہ اس سرزمین میں حنظل بھی پیدا ہوتا ہے؟ انھوں نے کہا، ہاں، عرض کی کہ اُس میں سے کچھ ہمارے لئے جمع کیجئے؛

عمرؓ نے اُس کے دو بہت بڑے ٹوکرے جمع کرنے کا حکم دیا،

دونوں نے ہر حنظل کے دو ٹکڑے کیے، معیقیب کو لٹایا ہر ایک نے اُن کا ایک ایک پاؤں پکڑ لیا اور تلووے میں حنظل ملنے لگے، جب گھس جاتا تھا تو دوسرا حنظل لے لیتے تھے، ہم نے معیقیب کو دیکھا کہ وہ سبز و تلخ بلغم تھوکتے تھے، پھر انھیں چھوڑ دیا اور کہا کہ اس کے بعد اُن کا مرض کبھی نہیں بڑھے گا، واللہ معیقیب اسی حالت میں رہے ان کا مرض بڑھتا نہ تھا، یہاں تک کہ وفات ہوگئی۔

خارجہ بن زید سے مروی ہے کہ عمرؓ بن الخطاب نے اُن لوگوں کو اپنے ناشتے کے وقت بلایا تو وہ ڈرے، معیقیب بھی ساتھ تھے، انھیں جذام تھا، معیقیب نے لوگوں کے ساتھ کھایا، عمرؓ نے اُن سے کہا کہ جو تمھارے قریب اور تمھارے نزدیک ہے اُس میں سے لو کیونکہ تمھارے سوا کوئی اور ہوتا تو وہ ایک پیالے میں میرے ساتھ نہ کھاتا، میرے اور اُن کے درمیان نیزہ بھر فاصلہ تھا۔

خارجہ بن زید سے مروی ہے کہ عمرؓ کے لئے رات کا کھانا لوگوں کے ساتھ رکھا گیا جو کھا رہے تھے، وہ نکلے، معیقیب بن ابی فاطمہ الدوسی سے جو اُن کے دوست تھے اور مہاجرین حبشہ میں سے تھے کہا کہ قریب آؤ اور بیٹھو، قسم خدا کی اگر تمھارے سوا کوئی اور ہوتا جسے وہی مرض ہوتا جو تمھیں ہے تو وہ مجھ سے ایک نیزہ بھر سے زیادہ قریب نہ بیٹھتا۔

صُبَیح مولائے ابی احیحہ سعید بن العاص بن امیہ بن عبد شمس

۸۸

محمد بن عمرؓ نے بیان کیا کہ ہمیں ہمارے بعض اصحاب نے خبر دی کہ صُبَیح مولائے سعید بن العاص نے تیار ہو کر بدر کی روانگی کا قصد کیا، مگر علیل ہو گئے اور رہ گئے، اپنے اونٹ پر ابو سلمہ بن عبد الاسد المخزومی کو

سوار کر دیا، صبح احد اور تمام مشاہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے، اسی طرح محمد بن اسحاق وابو معشر و عبداللہ بن محمد بن عمارۃ الانصاری نے بھی بیان کیا۔

بنی اسد بن عبدالعزی بن قصی

سائب بن العوام

ابن خویلد بن اسد بن عبدالعزی بن قصی، ان کی والدہ صفیہ بنت عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی تھیں، زبیر بن العوام کے بھائی تھے، احد وخندق اور تمام مشاہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے، جنگ یمامہ میں جو ہجرت نبوی کے بارھویں سال خلافت ابی بکر صدیق میں ہوئی، شہید ہوئے، سائب کی بقیہ اولاد نہیں ہے۔

خالد بن حزام

ابن خویلد بن اسد بن عبدالعزی بن قصی، ان کی والدہ ام حکیم تھیں جن کا نام فاختہ بنت زہیر بن الحارث بن اسد بن عبدالعزی بن قصی تھا، قدیم الاسلام تھے اور ملک حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔

مغیرہ بن عبدالرحمن الحزامی نے اپنے والد سے روایت کی کہ خالد ابن حزام دوسری ہجرت میں حبشہ روانہ ہوئے مگر راستے ہی میں سانپ نے ڈس لیا، ملک حبشہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی مر گئے، انہیں کے

بارے میں یہ آیت نازل ہوئی "ومن یخرج من بیتہ مہاجرا الی اللہ ورسولہ ثم یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ علی اللہ" (اور جو شخص اپنے گھر سے اللہ اور اُس کے رسول کی طرف ہجرت کر کے نکلے اور (راستے ہی میں) موت آجائے تو اُس کا ثواب اللہ کے ذمے ہو گیا)۔

محمد بن عمرؒ نے کہا کہ ہم نے اپنے اصحاب کو اس امر پر متفق نہیں دیکھا کہ خالد بن حزام مہاجرین حبشہ میں سے تھے، موسیٰ بن عقبہ و محمد بن اسحاق و ابو معشر نے بھی اُن لوگوں میں بیان نہیں کیا جنھوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی، واللہ اعلم، اُن کی اولاد میں سے ضحاک بن عثمانؒ اور مغیرہ بن عبدالرحمن الحزامی ہیں، یہ دونوں حامل علم و راوی علم ہیں۔

اسود بن نوفل

ابن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی، اُن کی والدہ ام لیث بنت ابی لیث تھیں، ابو لیث مسافر بن ابی عمرو بن امیہ بن عبد شمس تھے، اسود مکے میں قدیم الاسلام تھے، ہجرت ثانیہ میں ملک حبشہ کو گئے اُنھیں موسیٰ بن عقبہ و محمد بن اسحاق و محمد بن عمرؒ نے بیان کیا، ابو معشر نے بیان نہیں کیا، موسیٰ بن عقبہ نے اُن کے نام میں غلطی کی کہ انھیں نوفل ابن خویلد کر دیا، حالانکہ وہ اسود بن نوفل بن خویلد ہی ہیں جو اسلام لائے اور ملک حبشہ کی طرف ہجرت کی۔

اُن کی اولاد میں سے محمد بن عبدالرحمن بن نوفل بن الاسود بن نوفل ابن خویلد تھے، جن کی کنیت ابوالاسود تھی، یہ وہی ہیں جنھیں عروہ بن الزبیر کا یتیم کہا جاتا ہے، عالم و راوی تھے، اسود بن نوفل کا کوئی بقیہ نہ رہا۔

عمرو بن امیہ

ابن الحارث بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی، اُن کی والدہ عاتکہ بنت خالد بن عبد مناف بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ تھیں۔

مکے میں قدیم الاسلام تھے، دوسری مرتبہ کی ہجرت میں ملک حبشہ کو گئے، سب کی روایت میں وہیں اُن کی وفات ہوئی، بقیہ اولاد نہ تھی،

یزید بن زمعہ

ابن الاسود بن المطلب بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی، اُن کی والدہ قریبہ کبریٰ بنت ابی امیہ بن المغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم تھیں، مکے میں قدیم الاسلام تھے، سب کی روایت میں انھوں نے دوسری مرتبہ ملک حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی، جنگ طائف میں شہید ہوئے، بقیہ اولاد نہ تھی، اُس روز اُن کے گھوڑے نے انھیں (گرا کے) کچل دیا،

اُن کے متعلق کہا جاتا تھا کہ قبائلِ طائف کی طرف کے گروہ میں تھے، اُن لوگوں نے انھیں قتل کر دیا، کہا جاتا ہے کہ انھوں نے اُن لوگوں سے کہا کہ مجھے امن دو کہ تم لوگوں سے گفتگو کروں، اُن لوگوں نے انھیں امن دیا، پھر انہیں تیر مارے کہ قتل ہو گئے۔

۹۰

بنی عبدالدار بن قصی

ابوالروم بن عمیر بن ہاشم

ابن عبد مناف بن عبدالدار بن قصی، اُن کی والدہ رومیہ تھیں، مصعب ابن عمیر کے علاتی بھائی تھے۔

محمدؒ بن عمرؒ نے کہا کہ وہ مکے میں قدیم الاسلام تھے، ہجرت ثانیہ میں انھوں نے ملک حبشہ کی طرف ہجرت کی، موسیٰ بن عقبہ و محمد بن اسحاق نے بھی اپنی روایت میں اُن لوگوں میں بیان کیا جنھوں نے دوسری مرتبہ ملک حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی، اُحد میں حاضر ہوئے، وفات کے وقت اُن کی بقیہ اولاد نہ تھی۔

عبدالرحمٰن بن ابی الزناد نے اپنے والد سے روایت کی کہ ابوالروم مہاجرین حبشہ میں سے نہیں تھے، اگر وہ اُن میں سے ہوتے تو اُن لوگوں کے ساتھ ضرور بدر میں حاضر ہوتے جو ملک حبشہ سے بدر سے پہلے آئے تھے، لیکن وہ اُحد میں حاضر ہوئے تھے۔

فراس بن النضر

ابن الحارث بن علقمہ بن کلدہ بن عبد مناف بن عبدالدار بن قصی، اُن کی والدہ زینب بنت النباش بن زرارہ تھیں جو بنی اسد بن عمرو بن

تمیم تھیں، مکے میں قدیم الاسلام تھے انھوں نے سب کی روایت میں دوسری مرتبہ ملک حبشہ کی طرف ہجرت کی، سوائے اس کے کہ موسیٰ بن عقبہ وابو معشر اُن کے بارے میں غلطی کرتے تھے، اور النضر بن الحارث بن علقمہ کہتے تھے، النضر بن الحارث تو یوم بدر میں شجاعت کے ساتھ کافر مارا گیا، بروایت محمد بن اسحاق ومحمد بن عمر جو شخص اسلام لائے اور ملک حبشہ کی طرف ہجرت کی وہ اس کے بیٹے فراس بن النضر بن الحارث تھے اور جنگ یرموک میں شہید ہوئے، اُن کی بقیہ اولاد نہ تھی۔

جہم بن قیس

ابن عبد بن شرحبیل بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار ابن قصی، اُن کی والدہ رُہیمہ تھیں اخیافی بھائی جہیم بن الصلت بن مخرمہ ابن المطلب بن عبد مناف بن قصی تھے، جہم بن قیس مکے میں قدیم الاسلام تھے، سب کی روایت میں دوسری مرتبہ ملک حبشہ کی طرف اس طرح ہجرت کی تھی کہ اُن کے ساتھ اُن کی بیوی حُرَیملہ بنت عبد الاسود ابن خزیمہ بن قیس بن عامر بن بیاضہ الخزاعیہ بھی تھیں، ہمراہ دونوں بیٹے جو اُنھیں حریملہ سے تھے عمرو و خزیمہ فرزندان جہم بھی تھے، حریملہ بنت الاسود ملک حبشہ ہی میں وفات پاگئیں۔

حلفائے بنی عبد الدار

ابو فکیہہ

کہا جاتا ہے کہ ازد میں سے تھے، بعض نے کہا کہ بنی عبد الدار کے

۵۱

مولی تھے، مکے میں اسلام لائے، اُن پر عذاب کیا جاتا تھا کہ اپنے دین سے پھر جائیں مگر وہ انکار کرتے تھے، بنی عبد الدار کی ایک قوم کے لوگ اُنھیں دوپہر کو سخت گرمی میں لوہے کی بیڑیوں میں لٹکا لیتے تھے، کپڑے پہنائے جاتے تھے اور گرم ریت میں اوندھے منہ لٹا دیا جاتا تھا اور پتھر اُن کی پیٹھ پر رکھ دیا جاتا تھا جس سے وہ بے ہوش ہو جاتے تھے، وہ برابر اسی حالت میں رہے یہاں تک کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملک حبشہ کی طرف ہجرت کی، وہ اُن کے ہمراہ ہجرت ثانیہ میں روانہ ہوئے۔

بنی زہرہ بن کلاب

عامر بن ابی وقاص

ابن وہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب، ان کی والدہ حمنہ بنت سفیان بن امیہ بن عبد شمس تھیں، سعد بن ابی وقاص کے حقیقی بھائی تھے۔

ابو بکر بن اسماعیل بن محمد بن سعد بن ابی وقاص نے اپنے والد سے روایت کی کہ عامر بن ابی وقاص دس آدمیوں کے بعد اسلام لائے، وہ گیارھویں تھے، اُنھوں نے اپنی والدہ سے جو سختیاں اور ایذائیں اُٹھائیں وہ قریش میں سے کسی نے نہیں اٹھائیں ملک حبشہ کی طرف ہجرت کی۔

عامر بن سعد نے اپنے والد سے روایت کی کہ میں تیر اندازی سے فارغ ہو کر آیا تو لوگ میری والدہ حمنہ بنت سفیان بن امیہ بن

عبدشمس اور میرے بھائی عامر کے پاس، جو اسلام لائے تھے جمع تھے، میں نے کہا، لوگوں کی کیا حالت ہے، ان لوگوں نے کہا کہ یہ تمہاری والدہ ہیں، تمہارے بھائی عامر کو پکڑا ہے اور اللہ سے یہ عہد کرتی ہیں کہ نہ وہ کسی چیز کے سایہ میں بیٹھیں گی نہ کھانا کھائیں گی اور نہ پانی پییں گی تاوقتیکہ عامر نے دین کو ترک نہ کردیں۔

سعد اُن کے پاس گئے اور کہا کہ اے والدہ میرے پاس آؤ اور قسم کھاؤ، انھوں نے کہا کس کے لیے، سعد نے کہا کہ اس کے لیے کہ تم نہ تو کسی چیز کا سایہ حاصل کروگی، نہ کھانا کھاؤ گی اور نہ پانی پیوگی تاوقتیکہ اپنی جہنم کی نشست گاہ نہ دیکھ لوگی، ماں نے کہا کہ میں تو صرف اپنے بیٹے پر نیکی کی قسم کھاتی ہوں، اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی "وان جاھداک علی ان تشرک بی مالیس لک بہ علم فلا تطعھما وصاحبھما فی الدنیا معروفا" الی آخر الآیۃ۔ (اور اگر تیرے والدین تجھ پر اس امر کی کوشش کریں کہ تو میرے ساتھ اُس چیز کو شریک کر جس کا تجھے علم نہیں تو اُن کی فرمانبرداری نہ کر اور دنیا میں اُن کے ساتھ اچھی طرح رہ)۔

عامر بن ابی وقاص احد میں حاضر ہوئے تھے۔

مطلب بن ازہر

۹۴

ابن عبدعوف بن عبد بن الحارث بن زہرہ بن کلاب، اُن کی والدہ الکبیرہ بنت عبد یزید بن ہاشم بن المطلب بن عبدمناف بن قصی تھیں، مکے میں زمانۂ قدیم میں اسلام لائے، دوسری مرتبہ ملک حبشہ کی طرف ہجرت کی، ہمراہ اُن کی بیوی رملہ بنت ابی عوف بن ضبیرہ بن سُعید ابن سعد بن سہم بھی تھیں، مطلب کی اولاد میں عبداللہ تھے، اُن کی والدہ رملہ بنت ابی عوف تھیں، عبداللہ دوسری مرتبہ کی ہجرت میں ملک حبشہ میں

پیدا ہوئے تھے۔
ان کے بھائی:

طلیب بن ازہر

ابن عبد عوف بن عبد بن الحارث بن زہرہ بن کلاب، اُن کی والدہ بھی البکیرہ بنت عبد یزید بن ہاشم بن المطلب بن عبد مناف بن قصی تھیں، مکے میں قدیم الاسلام تھے، بروایت محمد بن اسحاق و محمد بن عمر ملک حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی، موسیٰ بن عقبہ و ابو معشر نے اُنھیں بیان نہیں کیا۔
طلیب بن ازہر کی اولاد میں محمد تھے، اُن کی والدہ رملہ بنت ابی عوف ابن ضبیرہ بن سُعَید بن سعد بن سہم تھیں، طلیب اپنے بھائی مُطّلب بن ازہر کے بعد رملہ کے دوسرے شوہر تھے۔

عبداللہ الاصغر

ابن شہاب بن عبداللہ بن الحارث بن زہرہ بن کلاب، اُن کی والدہ بنت عُتبہ بن مسعود بن رئاب بن عبد العزیٰ بن سبیع بن جعثمہ بن سعد بن ملیح خزاعہ میں سے تھیں، عبداللہ کا نام عبدالجان تھا، جب اسلام لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ رکھا، وہ عبداللہ اصغر بن شہاب تھے، زمانۂ قدیم میں اسلام لائے، بروایت محمد بن عمرو ہشام بن محمد بن السائب الکلبی اُنھوں نے ملک حبشہ کی طرف ہجرت کی، پھر مکے آئے اور مدینے کی ہجرت سے پہلے وفات پا گئے، زہری کے، ماں کی جانب سے نانا تھے، باپ کی طرف سے اُن کے دادا، عبداللہ اکبر بن شہاب بن عبداللہ ابن الحارث بن زہرہ بن کلاب تھے۔

عبد اللہ اکبر کی والدہ بھی بنت عتبہ بن مسعود بن رئاب بن عبد العزی
۹۳ ابن سبیع بن جعشمہ بن سعد بن ملیح خزاعہ میں سے تھیں، انھوں نے ہجرت نہیں کی، مشرکین کے ساتھ بدر میں موجود تھے، اُن چار آدمیوں میں سے ایک تھے جنھوں نے یوم اُحد میں باہم عہد و پیمان کیا تھا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھیں گے تو ضرور ضرور آپ کو قتل کر دیں گے یا آپ کے آگے قتل ہو جائیں گے، عبد اللہ بن شہاب، اُبی بن خلف، ابن قمیہ اور عتبہ بن ابی وقاص۔
ان کے بھائی:

عبد اللہ بن شہاب

ابن عبد اللہ بن الحارث بن زہرہ بن کلاب، اُن کی والدہ بنت عتبہ بن مسعود ابن رئاب بن عبد العزیٰ بن سبیع بن جعشمہ بن سعد بن ملیح خُزاعہ میں سے تھیں، مکے میں بزمانہ قدیم اسلام لائے، ملک حبشہ کی دونوں ہجرتوں سے پہلے وفات پا گئے، اُنھیں کی اولاد میں زہری فقیہ ہیں جن کا نام محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب تھا۔

حلفائے بنی زہرہ بن کلاب

عُتبہ بن مسعود

ابن غافل بن حبیب بن شمخ بن فار بن مخزوم بن صاہلہ بن کاہل بن الحارث ابن تمیم بن سعد بن ہذیل بن مُدرکہ، اُن کی والدہ ام عبد بنت عبد وُد بن سوی

ابن قریم بن صاہلہ بن کاہل بن الحارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل تھیں، ام عبد کی والدہ ہند بنت عبد بن الحارث بن زہرہ بن کلاب تھیں، عبداللہ بن مسعود کے حقیقی بھائی تھے، مکے میں قدیم الاسلام تھے، سب کی روایت میں ہجرت ثانیہ میں ملک حبشہ کو گئے، پھر مدینے آکے اُحد میں حاضر ہوئے۔

داؤد بن الحصین سے مروی ہے کہ عتبہ بن مسعود احد میں حاضر ہوئے۔

محمد بن عمر نے کہا کہ اس کے بعد وہ تمام مشاہد میں حاضر ہوئے، عمر رضی بن الخطاب کی خلافت میں مدینے میں اُن کی وفات ہوئی، عمر رضی نے اُن پر نماز پڑھی۔

قاسم بن عبد الرحمن سے مروی ہے کہ عمر رضی بن الخطاب نے عتبہ بن مسعود کی نماز جنازہ میں ام عبد کا انتظار کیا حالانکہ وہ جنازے کے آگے جا چکی تھیں۔

94 خیثمہ سے مروی ہے کہ جب عبداللہ (بن مسعود) کے پاس اُن کے بھائی عتبہ کی خبر مرگ آئی تو اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے، کہنے لگے کہ یہ رحمت ہے جسے اللہ نے بنا دیا ہے، فرزند آدمؑ اس پر قادر نہیں۔

شُرَحبیل بن حَسَنہ

حسنہ اُن کی والدہ تھیں جو عدویہ تھیں، والد کا نام عبداللہ بن المُطاع ابن عمرو بن کندہ تھا، بنی زہرہ کے حلیف تھے، کنیت ابو عبداللہ تھی، ہجرت ثانیہ میں مہاجرین حبشہ کے شریک تھے۔

محمد بن اسحاق کہتے تھے کہ حسنہ، والدۂ شرحبیل، سفیان بن معمر بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح کی بیوی تھیں، سفیان سے اُن کے یہاں خالد و جنادہ پیدا ہوئے، سفیان بن معمر نے ملک حبشہ کی طرف ہجرت کی تو

اپنی بیوی حسنہ کو بھی ساتھ لے گئے، خالد و جنادہ اور اُن کے اخیافی بھائی شرحبیل بن حسنہ بھی ہمراہ تھے۔

محمد بن عمر کہتے تھے کہ سفیان بن معمر بن حبیب الجمحی شرحبیل بن حسنہ کے اخیافی بھائی تھے اور حسنہ سفیان کی والدہ تھیں بیوی نہ تھیں، اُنھوں نے ملک حبشہ کو ہجرت کی تو ہمراہ اُن کے بھائی شرحبیل، اُن کی والدہ حسنہ اور دونوں بیٹے جنادہ و خالد بھی تھے۔

ابو معشر بیان کرتے تھے کہ شرحبیل بن حسنہ اور اُن کی والدہ اُن بنی جمح میں سے تھے جنھوں نے ملک حبشہ کی طرف ہجرت کی، وہ نہ سفیان ابن معمر کا ذکر کرتے تھے اور نہ اُن کے کسی لڑکے کا، موسیٰ بن عقبہ نے اُن میں سے کسی کا ذکر نہیں کیا، اور نہ اُن کی روایت میں شرحبیل کا اُن لوگوں میں ذکر ہے جنھوں نے ملک حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔

محمد بن عمر نے کہا کہ شرحبیل اور اُن کے والد کا معاہدہ حلف بنی زہرہ سے تھا، صرف سفیان بن معمر الجمحی کے سبب سے بنی جمح میں ذکر کیا گیا۔

شرحبیل بن حسنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند پایہ اصحاب میں سے تھے، متعدد غزوات میں شرکت کی، اُن امراء میں سے تھے جنھیں ابو بکر صدیقؓ نے ملک شام میں مقرر کیا تھا، شرحبیل بن حسنہ کی وفات ملک شام میں عمواس کے طاعون سے ہوئی، یہ واقعہ بعہد خلافت عمرؓ بن الخطاب ۱۸ھ میں ہوا، اُس وقت وہ سرسٹھ سال کے تھے۔

بنی تیم بن مرہ

حارث بن خالد

ابن صخر بن عامر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ، اُن کی والدہ

یمن کی تھیں، حارث کے میں قدیم الاسلام تھے، ہجرت ثانیہ میں ملک حبشہ کو گئے،
ہمراہ اُن کی بیوی ریطہ بنت الحارث ہمشیرہ شبیحہ بن الحارث بن جُبیلہ بن
عامر بن کعب بن سعد بن تیم بھی تھیں، ریطہ سے اُن کے یہاں ملک حبشہ میں
موسیٰ و عائشہ و زینب و فاطمہ پیدا ہوئیں، سب راوی متفق ہیں کہ موسیٰ
ابن الحارث ملک حبشہ ہی میں وفات پا گئے۔

موسیٰ بن عقبہ و ابو معشر نے کہا کہ یہ لوگ ملک حبشہ سے بہ ارادہ
مدینۃ النبیؐ روانہ ہوئے، راستے میں کسی کنوئیں پر اترے، پانی پیا، ابھی
ہٹے نہ تھے کہ ریطہ اور سوائے فاطمہ بنت الحارث کے اُن کے تمام
بچے مر گئے۔

عمرو بن عثمان

ابن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ، مکے میں قدیم الاسلام تھے،
ہجرت ثانیہ میں شریک تھے، جنگ قادسیہ میں شہید ہوئے۔

بنی مخزوم بن یقظہ بن مرہ

عیّاش بن ابی ربیعہ

ابن المغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم، اُن کی والدہ اسماء بنت
مُخرّبہ بن جندل بن اُبیر بن نہشل بن دارم بنی تمیم میں سے تھیں، ابوجہل کے
اخیافی بھائی تھے۔

یزید بن رومان سے مروی ہے کہ عیاش بن ابی ربیعہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے دار ارقم میں داخل ہونے اور اس میں دعوت

دینے سے پہلے اسلام لائے۔

محمد بن اسحاق و محمد بن عمر نے کہا کہ عیاش بن ابی ربیعہ ہجرت ثانیہ میں حبشہ کو گئے ہمراہ اُن کی بیوی اسماء بنت سلمہ بن مخربہ بن جندل بن اُبیر ابن نہشل بن دارم بھی تھیں، اُن سے ملک حبشہ ہی میں عبداللہ بن عیاش پیدا ہوئے، موسیٰ بن عقبہ و ابومعشر نے اپنی کتابوں میں ملک حبشہ کی طرف روانہ ہونے والوں میں اُن کا ذکر نہیں کیا۔

محمد بن اسحاق و محمد بن عمر نے کہا کہ عیاش بن ابی ربیعہ حبشہ سے مکے آئے اور وہیں رہے، اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرکے مدینے روانہ ہوئے تو وہ بھی عمرؓ بن الخطاب کے ساتھ ہو لیے، جب قباء میں اُترے تو اُن کے دونوں اخیافی بھائی ابوجہل و حارث فرزندان ہشام آئے اور اصرار کرکے مکے واپس لے گئے، وہاں پہنچ کے بیڑیاں ڈال دیں اور مقید کردیا، اس کے بعد وہ بچکر مدینے آگئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک وہیں رہے، پھر شام چلے گئے اور جہاد کیا، مکے واپس آئے اور وفات تک وہیں مقیم رہے، اُن کے بیٹے عبداللہ مدینے سے نہیں ہٹے۔ ۹۶

سلمہ بن ہشام

ابن المغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم، اُن کی والدہ ضباعہ بنت عامر ابن قرط بن سلمہ بن قشیر بن کعب بن ربیعہ تھیں، سلمہ مکے میں قدیم الاسلام تھے، بروایت محمد بن اسحاق و محمد بن عمر ملک حبشہ کی طرف ہجرت کی، موسیٰ بن عقبہ و ابومعشر نے اُن کا ذکر نہیں کیا۔

محمد بن اسحاق و محمد بن عمر نے کہا کہ سلمہ بن ہشام ملک حبشہ سے مکے واپس آگئے، ابوجہل نے قید کیا، مارا اور بھوکا پیاسا رکھا تو رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی۔

ابی ہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد دعا کرتے تھے کہ اے اللہ سلمہ بن ہشام، عیاش بن ابی ربیعہ، ولید اور ان کمزور مسلمانوں کو نجات دے جو نہ کسی حیلے کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ ظلم سے بچنے کا راستہ پاتے ہیں۔

ابی ہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر نماز فجر کی رکعت سے اٹھایا تو فرمایا، اے اللہ، ولید بن الولید، سلمہ بن ہشام، عیاش بن ابی ربیعہ اور مکے کے کمزور لوگوں کو نجات دے، اے اللہ، مضر پر اپنی گرفت سخت کر، اے اللہ ان کی قحط سالی کو یوسف کی قحط سالی جیسی بنا دے۔

داؤد بن الحصین سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز صبح میں دعا فرمائی کہ اے اللہ عیاش بن ابی ربیعہ، ولید بن الولید اور سلمہ بن ہشام کو کفار کے ظلم سے نجات دے، اے اللہ کمزور مومنین کو نجات دے، عضل، لحیان، رعل، ذکوان اور عصیہ پر اللہ لعنت کرے کہ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ہے۔

محمد بن عمر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ابی ربیعہ کے لیے جو مکے میں قید تھے دعا فرماتے تھے، دونوں مہاجرین حبشہ میں سے تھے، ولید بن الولید اپنی قوم کے دین پر تھے، مشرکین کے ساتھ بدر میں آئے اور گرفتار ہوئے، انھوں نے فدیہ دیا، اسلام لائے اور مکے واپس آ گئے، قوم نے ان پر حملہ کیا اور عیاش بن ابی ربیعہ اور سلمہ بن ہشام کے ساتھ قید کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولید کو بھی ان دونوں کے ساتھ دعا میں شامل کیا، سلمہ بن ہشام بچ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدینے میں پابوس ہوئے، یہ غزوۂ خندق کے بعد ہوا، ان کی والدہ ضباعہ نے اشعار ذیل کہے:

۹۷

۱ اللھم رب الکعبۃ المسلمہ　　اظھر علی کل عدو وسلمہ

اے اللہ، کعبہ مسلمہ کے رب، ہر دشمن پر سلمہ کو غالب کر

۲ لہ ید ان فی الامور المبھمہ　　کف بھا یعطی وکف منعمہ

مشکل کاموں میں اُن کے دو ہاتھ ہو جائیں۔ کہ ایک ہاتھ سے وہ عطا کریں اور ایک ہاتھ احسان کرنے والا ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک آپ ہی کے ہمراہ رہے، جس وقت ابو بکرؓ نے جہاد روم کے لیے لشکر روانہ کئے تو مسلمانوں کے ساتھ شام گئے، مرج الصفر واقع محرم ۱۴ھ میں شہید ہوئے، یہ واقعہ عمرؓ بن الخطاب کی خلافت کے شروع میں ہوا۔

ولید بن الولید بن المغیرہ

ابن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم اُن کی والدہ اُمیمہ بنت الولید بن عشی بن ابی حرملہ بن عریج بن جریر بن شق بن صعب قبیلۂ بجیلہ میں سے تھیں۔

ابراہیم بن جعفر نے اپنے والد سے روایت کی کہ ولید بن الولید اپنی قوم ہی کے دین پر رہے، اُن کے ساتھ بدر گئے، اُس روز گرفتار ہوئے، عبد اللہ بن جحش نے اُن کو پکڑا، کہا جاتا ہے کہ سلیط بن قیس المازنی نے گرفتار کیا جو انصار میں سے تھے۔

فدیے کے بارے میں اُن کے دونوں بھائی خالد و ہشام فرزندان ولید ابن المغیرہ آئے، عبد اللہ بن جحش نے انکار کیا تا وقتیکہ وہ چار ہزار درم نہ دیں، خالد نے ارادہ کیا کہ اس کو پورا نہ کرے تو ہشام نے خالد سے کہا کہ ولید تمہاری ماں کا بیٹا نہیں ہے (یعنے تمہارا علاتی بھائی ہے، اس لیے پہلو تہی کرتے ہو)، واللہ اگر عبد اللہ بغیر اتنی اتنی رقم کے (اُن کے رہا کرنے سے) انکار کریں گے تو میں ضرور (مہیا) کروں گا۔

کہا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ولید بن المغیرہ کے اسلحہ کے بغیر، جو ایک کشادہ زرہ، تلوار اور خود پر مشتمل تھا، فدیہ لینے سے انکار کیا، اسے سو دینار کا قرار دیا گیا، دونوں راضی ہو گئے اور رقم ادا کر دی، ولید رہا ہو کر اپنے بھائیوں کے ساتھ ذوالحلیفہ پہنچے، یہاں سے چھوٹ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور مسلمان ہوئے۔

خالد نے کہا کہ جب تمہاری یہی مرضی تھی تو پہلے ہی کیوں نہ ایسا کیا، تم نے فدیہ ادا کرایا اور والد کی نشانیاں ہمارے ہاتھ سے نکلوا دیں، انھوں نے کہا کہ میں ایسا نہ تھا کہ تاوقتیکہ اپنی قوم کی طرح فدیہ نہ ادا کر دیتا اسلام لے آتا، قریش کہتے کہ انھوں نے صرف فدیے سے بچنے کے لیے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اتباع کیا ہے۔

وہ انھیں مکے لے گئے، ولید بالکل بے خوف تھے، اُن دونوں نے اُنھیں مکے میں بنی مخزوم کی ایک جماعت کے ساتھ قید کر دیا جو پہلے اسلام لائے تھے، ان میں عیاش بن ابی ربیعہ اور سلمہ بن ہشام مہاجرین حبشہ تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر سے پہلے اُن کے لیے دعا فرمائی اور بدر کے بعد اُن کے ساتھ ولید بن الولید کو بھی دعاؤں میں شریک فرمایا، آنحضرت صلعم نے ان تینوں کے لیے تین سال تک دعا فرمائی۔ ۹۸

ولید بن الولید بیڑیوں سے بچ کر مدینے آگئے تو اُن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیاش بن ابی ربیعہ اور سلمہ بن ہشام کو دریافت کیا، انھوں نے کہا کہ میں نے اُن دونوں کو تنگی و سختی میں چھوڑا ہے، وہ اس طرح پابزنجیر ہیں کہ ایک کا پاؤں اپنے ساتھی کے پاؤں کے ساتھ ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مکے جاؤ، لوہار کے پاس اُترو جو اسلام لے آیا ہے اور اسی کے پاس پوشیدہ رہنا، عیاش اور سلمہ کے پاس پہنچنے کی کوشش کرنا، خبر دینا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد ہو، آنحضرت نے حکم دیا ہے کہ تم مکے سے روانہ ہو جاؤ۔
ولید نے کہا کہ میں نے یہی کیا، دونوں روانہ ہو گئے، میں بھی

اُن کے ساتھ چلا اور اُن کو فتنے اور جستجو کے خوف سے بھگا رہا تھا یہاں تک کہ ہم لوگ مدینے کے سنگ ریزے والی زمین کے ساحل تک پہنچ گئے۔

یحییٰ بن المغیرہ بن عبدالرحمن بن الحارث بن ہشام سے مروی ہے کہ جب ولید بن الولید مدینے سے عیاش بن ابی ربیعہ اور سلمہ ابن ہشام کے پاس گئے تو وہ اُن کے ساتھ روانہ ہو گئے، قریش کو معلوم ہوا تو خالد بن الولید اپنی قوم کے چند آدمیوں کے ہمراہ روانہ ہوا، عسفان تک پیچھا کیا مگر نہ کوئی نشان ملا اور نہ خبر، اس جماعت نے سمندر کا کنارہ اختیار کیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس گرم و خشک راستے پر روانہ ہوئے جس پر آپ مدینے کی ہجرت کے وقت روانہ ہوئے تھے۔

ابراہیم بن جعفر نے اپنے والد سے روایت کی کہ سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ابی ربیعہ اور ولید بن الولید مہاجر ہو کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس روانہ ہوئے، قریش کے چند لوگوں نے انھیں تلاش کیا کہ واپس لائیں مگر اُن پر قادر نہ ہوئے، جب یہ لوگ ساحل حرہ تک پہنچے تو ولید بن الولید کی اُنگلی کٹ گئی اور خون نکل آیا، انھوں نے یہ شعر کہا:

۱ هل انتِ الا اصبع دمیت وفی سبیل اللہ ما لقیت

تو ایک اُنگلی ہی ہے جو خون آلود ہو گئی، تجھے جو تکلیف ملی وہ اللہ کی راہ میں ہے۔

دل کی حرکت بند ہو گئی، مدینے میں مر گئے تو ام سلمہ بنت ابی امیہ اُن پر روئیں اور یہ اشعار کہے:

۱ یا عینِ فابکی للولید بن الولید بن المغیرہ

اے میری آنکھ تو ولید بن الولید بن المغیرہ کے لیے رو۔

۲ کان الولید بن الولید ابو الولید فتی العشیرہ
ولید بن الولید ابوالولید خاندان کا جوان تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ام سلمہ، اس طرح نہ کہو، بلکہ یہ کہو کہ "وجاءت سکرۃ الموت بالحق ذلک ما کنت منہ تحید"
(موت کی سختی آ گئی، یہ وہ ہے جس سے تو گریز کرتا تھا)۔

ام سلمہ بنت ابی امیہ سے مروی ہے کہ جس وقت ولید بن الولید کی وفات ہوئی تو میں اتنا پریشان ہوئی کہ کسی میت پر اتنا پریشان نہ ہوئی تھی، میں نے کہا کہ ان پر ایسا رونا روؤں گی جس کا اوس و خزرج تذکرہ کریں گے، وہ مسافر تھے، غریب الوطنی میں وفات پائی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی، آنحضرتؐ نے اجازت مرحمت فرمائی، میں نے کھانا طیار کیا اور عورتوں کو جمع کیا، ان کے رونے میں یہ مضمون ظاہر ہوا:

99

یا عین فابکی للولید بن الولید بن المغیرہ مثل الولید بن الولید ابی الولید کفی العشیرہ
(اے میری آنکھ ولید بن الولید بن المغیرہ کے لیے رو۔ ولید ابن الولید بن ابوالولید جیسا شخص خاندان کو کافی تھا)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا، تم نے تو ولید کو بالکل رحمت ہی بنا دیا۔

محمد بن عمر نے کہا کہ ولید کے حال میں ایک اور وجہ بھی ہے جو روایت کی گئی ہے، مگر جو وجہ ہم نے پہلے ذکر کی وہ اس سے زیادہ ثابت ہے، لوگوں نے بیان کیا کہ ولید بن الولید اور ابوجندل بن سہل بن عمرو مکے میں قید سے بچکر روانہ ہو گئے اور ابی بُصیر کے پاس آ رہے جو قافلۂ قریش کے راستے پر ساحل پر تھے، دونوں انھیں کے ساتھ مقیم ہو گئے۔

قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ولید اور ابوجندل کی

قرابت کے وسیلے سے درخواست کی کہ آپ نے ابو بصیر اور ان کے ساتھیوں کو (مدینے میں) کیوں نہ داخل کرلیا، کیوں کہ ہمیں اُن لوگوں کی کوئی حاجت نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بصیر کو تحریر فرمایا کہ وہ اور اُن کے ساتھی آجائیں۔

فرمان ایسے وقت آیا کہ وہ انتقال کر رہے تھے، اُسے پڑھنے لگے، اُن کے ہاتھ ہی میں تھا کہ وفات ہوگئی، ساتھیوں نے اُسی جگہ دفن کردیا، اُن پر نماز پڑھی اور قبر پر مسجد بنادی، یہ قافلہ جس میں ستر آدمی تھے اور اُن میں ولید بن الولید بن المغیرہ بھی تھے، مدینے کو روانہ ہوگیا، جب ولید ظہر الحرہ میں تھے تو پھسل گئے اور اُن کی انگلی کٹ گئی، انھوں نے اُسے باندھ دیا اور یہ شعر کہنے لگے:

هل انت الا اصبع دميت وفي سبيل الله ما لقيت

تو ایک انگلی ہی ہے جو خون آلود ہوگئی۔ تجھے جو تکلیف ملی وہ اللہ کی راہ میں ہے۔

مدینے میں داخل ہوئے اور وہیں انتقال کیا، اُن کی بقیہ اولاد تھی جن میں ایوب بن سلمہ بن عبد اللہ بن الولید بن الولید تھے، ولید بن الولید نے اپنے بیٹے کا نام بھی ولید رکھا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگوں نے ولید کو بالکل رحمت ہی بنا لیا ہے، تب انھوں نے عبد اللہ نام رکھا۔

محمد بن عمر نے کہا کہ حدیث اول ہمارے نزدیک اُس شخص کے قول سے زیادہ ثابت ہے جس نے کہا کہ ولید ابی بصیر کے ساتھ تھے۔

ہاشم بن ابی حذیفہ

ابن المغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم، اُن کی والدہ ام حذیفہ

بنت اسد بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم تھیں، بقیہ اولاد نہ تھی، مکے میں قدیم الاسلام تھے، بروایت محمد بن اسحاق و محمد بن عمر، ہجرت ثانیہ میں ملک حبشہ کو گئے، محمد بن اسحاق ہشام بن ابی حذیفہ کہتے تھے جو اُن کا وہم ہے، ہشام بن محمد بن السائب الکلبی اور محمد بن عمر و بنی مخزوم کی روایت میں ہاشم بن ابی حذیفہ ہے، موسیٰ بن عقبہ و ابو معشر نے اُن کا ذکر اُن لوگوں میں نہیں کیا جنہوں نے اُن کے نزدیک ملک حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی، وفات کے وقت اُن کی بقیہ اولاد نہ تھی۔

ہبّار بن سفیان

ابن عبد الاسد بن ہلال بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم، اُن کی والدہ بنت عبد بن ابی قیس بن عبد ود بن نضر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوئی عمرو بن عبد ود کی بہن تھیں جس کو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے یوم خندق میں قتل کیا تھا۔

ہبار بن سفیان مکے میں قدیم الاسلام تھے، سب کی روایت میں ہجرت ثانیہ میں شریک تھے، جنگ اجنادین میں شام میں شہید ہو گئے۔

عبد اللہ بن سفیان

ابن عبد الاسد بن ہلال بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم، اُن کی والدہ بنت عبد بن ابی قیس بن عبد ود بن نضر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوئی تھیں۔

مکے میں قدیم الاسلام تھے، سب کی روایت میں ہجرت ثانیہ میں

شریک تھے، عمرؓ بن الخطاب کی خلافت میں جنگ یرموک میں شہید ہوئے۔

حلفائے بنی مخزوم اور اُن کے موالی

یاسر بن عامر بن مالک

ابن کنانہ بن قیس بن الحصین بن الوذیم بن ثعلبہ بن عوف بن حارثہ ابن عامر بن الاکبر بن یام بن عنس، وہ زید بن مالک بن اُدو بن یشجب بن عریب بن زید بن کہلان بن سبا، بن یشجب بن یعرب بن قحطان تھے، قحطان تک اہل یمن کی مختلف جماعتیں ملتی ہیں، بنو مالک بن اُدد مذحج میں سے تھے۔

یاسر بن عامر اور اُن کے بھائی حارث اور مالک اپنے ایک بھائی کی تلاش میں یمن سے مکے آئے، حارث و مالک یمن واپس چلے گئے، یاسر مکے ہی میں رہ گئے، انھوں نے ابو حذیفہ بن المغیرہ بن عبداللہ ابن عمر بن مخزوم سے معاہدۂ حلف کرلیا، ابو حذیفہ نے اُن سے اپنی باندی کا نکاح کردیا جس کا نام سُمیہ بنت خیاط تھا، ان سے عمار پیدا ہوئے جن کو ابو حذیفہ نے آزاد کردیا۔ ۱۰۱

یاسر و عمار ابو حذیفہ کی وفات تک برابر اُنھیں کے ساتھ رہے، اسلام ظاہر ہوا یا تو یاسر و سُمیہ و عمار اور اُن کے بھائی عبداللہ بن یاسر مسلمان ہوئے، یاسر کے ایک بیٹے اور تھے جو عمار و عبداللہ سے بڑے تھے، نام حُریث تھا، اُنھیں زمانۂ جاہلیت میں بنو الدیل نے قتل کردیا، یاسر جب اسلام لائے تو اُنھیں بنی مخزوم نے گرفتار کرلیا اور عذاب

دینے لگے تاکہ اپنے دین سے پلٹ جائیں۔

عثمانؓ بن عفان سے مروی ہے کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح آرہے کہ آپ میرا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے، ہم لوگ بطحا میں ٹہل رہے تھے کہ عمار کے والد، عمار اور ان کی والدہ کے پاس آئے، ان لوگوں پر عذاب کیا جارہا تھا، یاسر نے کہا کہ زمانہ اسی طرح ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبر کرو، اے اللہ آل یاسر کی مغفرت فرما اور تو نے (مغفرت) کردی۔

یوسف المکی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمار اور عمار کے والد اور ان کی والدہ کے پاس سے گذرے ان پر بطحاء میں عذاب کیا جارہا تھا، فرمایا، اے آل عمار صبر کرو، تم لوگوں کے وعدے کی جگہ جنت ہے۔

حکم بن کیسان

بنی مخزوم کے مولی تھے، حکم اس قافلۂ قریش میں تھے جس کو عبد اللہ جحش نے نخلہ میں پاکر گرفتار کیا تھا۔

مقداد بن عمرو سے مروی ہے کہ حکم بن کیسان کو میں نے گرفتار کیا، امیر نے گردن مارنے کا ارادہ کیا تو میں نے کہا کہ انھیں چھوڑ دو، ہم انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں اسلام کی دعوت دینے لگے، آپ نے بہت طول دیا تو عمرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ، کب تک آپ اس سے کلام فرمائیں گے، یہ تو ابد تک بھی اسلام نہ لائے گا، اجازت دیجیے کہ میں اس کی گردن ماردوں اور یہ اپنے ٹھکانے ہاویہ میں آجائے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

عمرؓ کی طرف التفات نہ فرمایا، یہاں تک کہ حکم اسلام لے آئے۔
عمرؓ نے کہا کہ میں نے سوائے اس کے کچھ نہ دیکھا کہ وہ اسلام لے آئے، مجھے اگلے پچھلے واقعات نے (اس مشورے پر) مجبور کیا تھا، میں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے وہ امر کیوں کر پیش کروں جس کو آنحضرتؐ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں پھر میں کہتا تھا کہ اس سے صرف اللہ اور اُس کے رسولؐ کی خیر خواہی مقصود ہے، بہر حال وہ اسلام لائے، اُن کا اسلام بہت اچھا تھا، انھوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا، بیر معونہ میں اس حالت میں شہید ہوئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے راضی تھے اور وہ جنت میں داخل ہو گئے۔
زہری سے مروی ہے کہ حکم نے کہا کہ اسلام کیا ہے، فرمایا اسلام یہ ہے کہ تم صرف اُسی اللہ کی پرستش کرو جو تنہا ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں، اور گواہی دو کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور اُس کے رسولؐ ہیں، ۱۰۲
انھوں نے کہا کہ میں اسلام لایا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحابؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اگر میں اُن کے بارے میں ابھی تم لوگوں کا کہنا مان لیتا اور قتل کر دیتا تو وہ دوزخ میں چلے جاتے۔

بنی عدی بن کعب

نُعَیم النّحام بن عبداللہ بن اُسید

ابن عبد عوف بن عبید بن عویج بن عدی بن کعب، اُن کی والدہ بنت ابی حرب بن صداد بن عبد اللہ تھیں جو بنی عدی بن کعب میں سے تھیں۔
نعیم کی اولاد میں ابراہیم تھے، اُن کی والدہ زینب بنت حنظلہ

ابن قسامہ بن قیس بن عبید بن طریف بن مالک بن جُدعان بن ذُہل بن رومان قبیلۂ طے سے تھیں

امتہ بنت نُعیم، جن کے یہاں نعمان بن عدی بن نضلہ سے اولاد ہوئی تھی، جو بنی عدی بن کعب میں سے تھے، امتہ کی والدہ عاتکہ بنت حُذیفہ بن غانم تھیں۔

ابی بکر بن عبداللہ بن ابی جہم العدوی سے مروی ہے کہ نُعیم بن عبداللہ دس آدمیوں کے بعد اسلام لائے، اپنا اسلام چھپاتے تھے، اُن کا نام النحام (کھنکھارنے والا) صرف اس لیے رکھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جنت میں گیا تو نُعیم کی نحمہ (کھنکھارنے کی آواز) سنی، اس سے النحام مشہور ہوگئے۔

نُعیم مکے ہی میں رہے، قوم بوجہ اُن کے شرف کے ہر وقت گھیرے رہتی تھی، جب مسلمانوں نے مدینے کی طرف ہجرت کی تو انھوں نے بھی ہجرت کا ارادہ کیا، قوم اُن سے لپٹ گئی اور کہا کہ تم جو دین چاہو اختیار کرو مگر ہمارے ہی پاس رہو، وہ مکے ہی میں رہے۔ یہاں تک کہ ۶ ھ ہوا، تب وہ مہاجر ہو کے مدینے آئے، ہمراہ اُن کے خاندان کے چالیس آدمی بھی تھے، بحالت اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آنحضرتؐ نے اُن سے معانقہ کیا اور انھیں بوسہ دیا۔

ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ نُعیم بن عبداللہ النحام بنی عدی بن کعب کے فقراء کو ایک ایک مہینے کی خوراک دے دیتے تھے۔

محمد بن عمر نے کہا کہ نعیم نے ایام حدیبیہ میں ہجرت کی اور بعد کے مشاہد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے، رجب ۱۵ ھ میں جنگ یرموک میں شہید ہوئے۔

معمر بن عبداللہ

ابن نضلہ بن عوف بن عبید بن عویج بن عدی ابن کعب، اُن کی والدہ اشعریہ تھیں، مکے میں قدیم الاسلام تھے، سب کی روایت میں ہجرت ثانیہ میں ملک حبشہ چلے گئے، اُس کے بعد مکے آئے اور وہیں قیام کیا، مدینے کی ہجرت میں دیر کی، لوگ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیبیہ میں قدمبوس ہوئے، اُن کے اور خراش بن امیہ الکعبی (کی ہجرت) میں اختلاف ہے، معمر وہی شخص ہیں جو حجۃ الوداع میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سر میں کنگھی کرتے تھے، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بھی روایت کی ہے۔ ۱۰۳

معمر بن عبداللہ بن نضلہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ سوائے گناہگار کے کوئی احتکار نہیں کرتا (احتکار یہ ہے کہ قحط سالی کے زمانے میں لوگوں کو غلے کی سخت ضرورت ہو اور کوئی شخص مزید گرانی کے انتظار میں اُسے فروخت نہ کرے اور لوگوں کو بھوکا مرنے دے)۔

محمد بن یحییٰ بن حبان سے مروی ہے کہ عمرۂ قضا میں جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مونڈا وہ معمر بن عبداللہ العدوی تھے۔

عدی بن نضلہ

ابن عبدالعزیٰ بن حرثان بن عوف بن عبید بن عویج بن عدی بن کعب، اُن کی والدہ بنت مسعود بن حذافہ بن سعد بن سہم تھیں۔

عدی بن نضلہ کی اولاد میں نعمان ونعیم وآمنہ تھیں، ان کی والدہ بنت نعجہ بن خویلد بن امیہ بن المعمور بن حیان بن غنم بن ملیح خزاعہ میں سے تھیں۔

عدی بن نضلہ مکے میں قدیم الاسلام تھے، سب کی روایت میں ملک حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی اور وہیں حبشہ میں اُن کی وفات ہوئی، وہ مہاجرین میں پہلے شخص ہیں جن کی وفات ہوئی اور اسلام میں پہلے شخص ہیں جن کی میراث لی گئی، اُن کے بیٹے نعمان بن عدی وارث ہوئے، عمرؓ بن الخطاب نے نعمان کو میشان کا عامل بنایا تھا، شعر بھی کہتے تھے، کلام یہ ہے:

۱ الا هل اتی الحسناء ان حلیلها　　بمیسان یسقی فی زجاج وحنتم

آگاہ ہو، کیا یہ خبر الحسناء کے پاس آئی کہ اُس کے شوہر کو۔ میسان میں شیشے اور سبز پیالوں میں پلایا جاتا ہے۔

۲ اذا شئت غنتنی دهاقین قریة　　ورقاصة تجثو علی کل منسم

جب میں چاہتا ہوں تو مجھے گاؤں کے دہقان گانا سناتے ہیں۔ اور ہر موقع پر ناچنے والی پنجوں کے بل کھڑی ہوتی ہے۔

۳ فان کنت ندمانی فبالاکبر اسقنی　　ولا تسقنی بالاصغر المتثلم

اگر تو میرا ساقی ہے تو بڑے پیالے میں مجھے پلا۔ اور مجھے کنارہ ٹوٹے ہوئے چھوٹے پیالے میں نہ پلا۔

۴ لعل امیر المومنین یسوءه　　تنادمنا فی الجوسق المتهدم

شاید امیر المومنین کو ناگوار ہو۔ تھوڑے گرنے والے محل میں ہمارا باہم (شراب خواری کے لیے) ہم نشین ہونا۔

خالد بن ابی بکر بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمرؓ بن الخطاب سے مروی ہے کہ میں نے سالم بن عبد اللہ کو یہ اشعار پڑھتے سنا، عمرؓ بن الخطاب کو ان کا کلام معلوم ہوا تو فرمایا کہ ہاں، واللہ مجھے ناگوار ہے، جو شخص ان سے ملے خبر کر دے کہ میں نے انھیں معزول کر دیا ہے۔

قوم کا ایک شخص ان کے پاس آیا اور معزولی کی خبر دی تو وہ عمرؓ کے پاس آئے اور کہا کہ واللہ میں نے جو کچھ (اپنے اشعار میں کہا) اس میں سے کچھ نہیں کیا، میں ایک شاعر ہوں، ایک مضمون میں کچھ خوبی پائی تو شعر کہہ دیا، عمرؓ نے کہا کہ واللہ جب تک میں زندہ ہوں تم میرے کسی عمل کے عامل نہیں ہوگے، تم نے جو کہہ دیا وہ کہہ دیا۔

۱۰۴

عُروہ بن ابی اُثاثہ

ابن عبد العزی بن حُرثان بن عوف بن عَبید بن عَویج بن عدی ابن کعب، محمد بن عمر کی روایت میں بھی عروہ بن ابی اثاثہ ہے، ان کی والدہ نابغہ بنت خزیمہ تھیں جو عنزہ میں سے تھیں، ان کے اخیافی بھائی عمرو بن العاص بن وائل السہمی تھے۔

عروہ مکے میں قدیم الاسلام تھے، بروایت موسیٰ بن عقبہ و ابی معشر و محمد بن عمر انھوں نے ملک حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی، محمد بن اسحاق نے ان کا ذکر مہاجرین حبشہ کے ساتھ نہیں کیا۔

مسعود بن سُوَید

ابن حارثہ بن نضلہ بن عوف بن عبید بن عویج بن عدی بن کعب،

اُن کی والدہ عاتکہ بنت عبداللہ بن نضلہ بن عوف تھیں، قدیم الاسلام تھے، یوم موتہ میں جمادی الاولی ۸ھ میں شہید ہوئے۔

عبداللہ بن سُراقہ

ابن المعتمر بن انس بن اذاۃ بن ریاح بن عبداللہ بن قُرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی، اُن کی والدہ بنت عبداللہ بن عمیر ابن اُھیب بن حذافہ بن جمح تھیں۔

عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے مروی ہے کہ عبداللہ بن سراقہ نے اپنے بھائی عمرو کے ہمراہ مکے سے مدینے کی طرف ہجرت کی اور دونوں رفاعہ بن عبدالمنذر کے پاس اترے۔

صرف محمد بن اسحاق نے کہا کہ عبداللہ بن سراقہ اپنے بھائی عمرو بن سراقہ کے ہمراہ بدر میں موجود تھے، موسیٰ بن عقبہ و ابو معشر و محمد بن عمرو عبداللہ بن عمر نے کہا کہ عبداللہ بن سراقہ بدر میں حاضر نہ تھے، البتہ احد و خندق اور تمام مشاہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے، محمد بن اسحاق نے کہا کہ عبداللہ بن سراقہ کی وفات اس حالت میں ہوئی کہ اُن کی بقیہ اولاد نہ تھی۔

۱۰۵

عبداللہ بن عمرؓ بن الخطاب

ابن نُفیل بن عبدالعزیٰ بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح ابن عدی بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر، اُن کی والدہ زینب بنت مظعون بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح بن عمرو بن ہصیص تھیں،

اپنے والد عمرؓ بن الخطاب کے ساتھ مسلمان ہوئے، اس زمانے میں بالغ نہ تھے، والد کے ساتھ مدینے کی طرف ہجرت کی، کنیت ابو عبدالرحمن تھی۔

عبداللہ بن عمر کے بارہ بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں۔

ابوبکر، ابوعبیدہ، واقد، عبداللہ، عمر، حفصہ وسودہ، ان سب کی والدہ صفیہ بنت ابی عبید بن مسعود بن عمرو بن عمیر بن عوف بن عقدہ ابن غیرہ بن عوف بن ثقیف تھیں، ثقیف تھے۔

عبدالرحمن، انھیں سے ان کی کنیت تھی، والدہ ام علقمہ بنت علقمہ بن ناقش بن وہب بن ثعلبہ بن وائلہ بن عمرو بن شیبان ابن محارب بن فہر تھیں۔

سالم، عبیداللہ، حمزہ، ان کی والدہ ام ولد تھیں۔

ابوسلمہ و قلابہ، ان دونوں کی والدہ بھی ام ولد تھیں۔

کہا جاتا ہے کہ زید بن عبداللہ کی والدہ سہلہ بنت مالک بن الشحّاج تھیں، بنی جشم بن حبیب بن عمرو بن غنم بن تغلب میں سے تھیں۔

ابن عمر سے مروی ہے کہ یوم بدر میں جب کہ میں تیرہ برس کا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا، آپ نے مجھے واپس کر دیا، غزوۂ احد میں جب کہ میں چودہ برس کا تھا آپ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے مجھے واپس کر دیا، خندق میں جب کہ میں پندرہ برس کا تھا آپ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے مجھے قبول کر لیا۔

یزید بن ہارون نے کہا کہ مناسب یہ ہے کہ وہ خندق میں سولہ برس کے ہوں گے، اس لیے کہ احد و خندق کے درمیان بدر صغریٰ ہوا تھا۔

ابن عمر سے مروی ہے کہ یوم احد میں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا تو میں چودہ برس کا تھا، آپ نے مجھے اجازت نہیں دی، جب یوم خندق ہوا تو مجھے پیش کیا گیا، اس وقت میں پندرہ برس کا تھا، آپ نے مجھے اجازت دے دی۔

نافع نے کہا کہ میں عمر بن عبد العزیز کے پاس آیا جو اُس زمانے میں خلیفہ تھے، میں نے ان سے یہ حدیث بیان کی تو انھوں نے کہا کہ صغیر وکبیر کے درمیان یہی حد ہے، عمال کو فرمان لکھا کہ پندرہ برس والے کا عطا مقرر کریں اور اس عمر سے کم والے کو عیال میں شامل کریں۔

۱۰۶ ابن عمر سے مروی ہے کہ یوم اُحد میں مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا تو میں چودہ برس کا تھا، آپ نے مجھے اجازت نہیں دی، یوم خندق میں آپ کے سامنے پیش ہوا تو پندرہ برس کا تھا، آپ نے مجھے اجازت دے دی۔

قاسم بن عبد الرحمن سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ابن عمر سے کہا کہ تم کون لوگ ہو، انھوں نے کہا کہ تم لوگ کیا کہتے ہو، اُس نے کہا، ہم یہ کہتے ہیں کہ تم لوگ سبط ہو، تم لوگ وسط ہو، انھوں نے کہا، سبحان اللہ سبط تو صرف بنی اسرائیل میں تھے اور امت وسط ساری امت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے، البتہ ہم لوگ اس قبیلۂ مُضر کے اوسط ہیں اور جو کوئی اُس کے سوا کچھ کہے تو وہ جھوٹا اور گنہگار ہے۔

عاصم الاحول نے کسی بیان کرنے والے سے روایت کی کہ جب کوئی ابن عمر کو دیکھتا تھا تو اُن میں اتباع نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار پاتا تھا۔

ابی جعفر محمد بن علی سے مروی ہے کہ کوئی شخص عبد اللہ بن عمر سے زیادہ احتیاط کرنے والا نہ تھا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سنے تو نہ اُس میں زیادہ کرے نہ اُس سے کم کرے اور نہ یہ کرے اور نہ وہ کرے۔

ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ ابن عمر سے کوئی مسئلہ پوچھا گیا تو انھوں نے کہا کہ مجھے اُس کا علم نہیں، جب اُس شخص نے پشت پھیری تو خود بخود کہا کہ ابن عمر سے وہ بات پوچھی گئی جس کا انھیں علم نہ تھا تو انھوں نے کہہ دیا کہ مجھے اُس کا علم نہیں۔

ابراہیم سے مروی ہے کہ عبد اللہ نے کہا کہ قریش کے نوجوانوں میں

دنیا میں سب سے زیادہ اپنے نفس پر قابو رکھنے والے ابن عمر تھے۔

محمد سے مروی ہے کہ ابن عمر کہا کرتے تھے کہ میں اپنے اصحاب سے کسی امر پر اس طرح ملا کہ اس خوف سے اُن کی مخالفت کرتے ڈرتا تھا کہ اُن کے ساتھ شامل نہ ہوں گا۔

محمد سے مروی ہے کہ ایک شخص نے کہا، اے اللہ، تو جب تک عبداللہ بن عمر کو زندہ رکھے، اس طرح زندہ رکھ کہ میں اُن کی پیروی کرتا رہوں کیوں کہ میں امر اول پر اُن سے زیادہ عالم کسی کو نہیں جانتا۔

محمد سے مروی ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ ہم میں سے کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس کو فتنے نے نہ پایا ہو، البتہ اگر میں چاہوں تو یہ ضرور کہہ سکتا ہوں کہ سوائے ابن عمر کے۔

الشعبی سے مروی ہے کہ میں ایک سال تک ابن عمر کے ساتھ رہا مگر انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث بیان کرتے نہیں سُنا۔

۱۰۷ ابن عمر سے مروی ہے کہ اے لوگو، مجھ سے دور رہو، میں ایک ایسے حضرت کے ساتھ تھا جو مجھ سے زیادہ علم والے تھے، اگر میں یہ جانتا کہ میں تم لوگوں میں اتنا زندہ رہوں گا کہ تم لوگ مجھ سے طلب کرو گے تو تمہارے لیے سیکھ لیتا۔

عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی منازل میں آپ کے آثار کا کوئی شخص ایسا اتباع نہیں کرتا تھا جیسا کہ ابن عمر کرتے تھے۔

سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ اولاد عمر میں سب سے زیادہ عمر کے مشابہ عبداللہ تھے، اور اولاد عبداللہ میں سب سے زیادہ عبداللہ کے مشابہ سالم تھے۔

عبدالرحمن بن ابی لیلی سے مروی ہے کہ ابن عمر نے اُن سے بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی سریہ میں تھا، لوگوں نے تردد کیا، میں بھی تردد کرنے والوں میں تھا، تشویش اس بات پر تھی کہ

ہم لوگ لشکر سے بھاگے اور غضب کے مستحق ہوئے، لہٰذا اب کیا کرنا چاہیے، آخر قرار پایا کہ ہم مدینے میں داخل ہوں گے، وہیں رات کو رہیں گے اور اس طرح جائیں گے کہ ہمیں کوئی نہ دیکھے گا، ہم داخل ہوئے اور سوچا کہ اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کریں، اگر ہمارے لیے توبہ ہوگی، تو ٹھیر جائیں گے (اور اگر اس کے سوا ہوگا تو چلے جائیں گے۔

ہم لوگ نماز فجر سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب بیٹھ گئے، آنحضرتؐ برآمد ہوئے تو اُٹھ کر آپ کی طرف گئے اور عرض کی، یارسولؐ اللہ ہم دھوکا دینے والے ہیں، فرمایا، نہیں، بلکہ تم لوگ دوبارہ حملہ کرنے والے ہو، ہم لوگ نزدیک گئے اور آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیا تو فرمایا، تم لوگ مسلمانوں کی جماعت ہو۔

ابن عمر سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک دھاری دار حُلہ (جوڑا) پہنایا اور اسامہ کو دو مصری چادریں، اور فرمایا کہ جتنے حصے کو (لٹکنے کی وجہ سے) زمین چھوے گی وہ دوزخ میں ہوگا۔

ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی جانب ایک سریہ بھیجا جس میں ابن عمر بھی تھے، اُن کے حصے بارہ بارہ اونٹوں کو پہنچ گئے، اس کے بعد اُنھیں اس حصے سے زیادہ ایک ایک اونٹ دیا گیا، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی تغیر نہیں کیا۔

موسیٰ بن طلحہ سے مروی ہے کہ اللہ عبداللہ بن عمر پر رحمت کرے، (راوی نے یا تو اُن کا نام لیا یا کنیت بیان کی) واللہ میں اُنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُس وصیت پر قایم سمجھتا تھا جو آپ نے کی تھی کہ آپ کے بعد نہ وہ فتنے میں مبتلا ہوئے اور نہ اُن میں تغیر ہوا، واللہ اُنھیں قریش اپنے پہلے فتنوں میں بھی دھوکا نہ دے سکے، میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ اپنے والد کے قتل میں اُنھیں عیب لگائیں گے۔

یزید بن موہب سے مروی ہے کہ عثمانؓ نے عبداللہ بن عمر سے

کہا کہ تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کیا کرو (یعنی قاضی بنو)، انھوں نے کہا کہ نہ تو میں دو کے درمیان فیصلہ کروں گا اور نہ دو کی امامت کروں گا، عثمانؓ نے کہا کہ کیا تم مجھے قاضی بناتے ہو، انھوں نے کہا نہیں، مجھے معلوم ہوا ہے کہ قاضی تین طرح کے ہوتے ہیں، ایک وہ جو اپنے جہل سے فیصلہ کرے، تو وہ دوزخ میں ہے، دوسرے وہ جسے خواہش نفسانی گھیرے اور اسے جھکالے، وہ بھی دوزخ میں ہے، تیسرے وہ شخص جو اجتہاد کرے اور صواب کو پہنچے، وہ برابر برابر ہے، نہ اسے ثواب ہے نہ گناہ۔

عثمانؓ نے کہا کہ تمھارے والد بھی تو فیصلہ کیا کرتے تھے؟ جواب دیا کہ بے شک میرے والد فیصلہ کرتے تھے، لیکن جب انھیں کسی چیز میں دشواری ہوتی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے تھے، اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دشواری ہوتی تھی تو جبریلؑ سے پوچھتے تھے، میں کوئی ایسا شخص نہیں پاتا جس سے پوچھ لوں، کیا آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے نہیں سنا کہ جس نے اللہ سے پناہ مانگی، اس نے جائے پناہ سے پناہ مانگی، عثمانؓ نے کہا، بے شک، پھر انھوں نے کہا کہ میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں کہ آپ مجھے عامل بنائیں، عثمانؓ نے ان کو معاف کر دیا اور کہا کہ اس کو کسی سے نہ بیان کرنا۔

ابن عمر سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں خواب دیکھا کہ گویا میرے ہاتھ میں ایک ٹکڑا کمخواب کا ہے اور جنت کے جس مقام کا ارادہ کرتا ہوں وہ مجھے اس طرف اڑائے جاتا ہے، میں نے دیکھا کہ دو شخص میرے پاس آئے جو مجھے دوزخ میں لے جانا چاہتے ہیں، ان دونوں سے ایک فرشتہ ملا اور مجھ سے کہا کہ مت گھبراؤ، پھر ان دونوں نے مجھے چھوڑ دیا۔

حفصہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا خواب بیان کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عبداللہ کیسے اچھے آدمی ہیں، کاش وہ رات کی نماز (تہجد) پڑھتے، عبداللہ رات کی نماز (تہجد) پڑھا کرتے تھے

اور بہت پڑھتے تھے۔

ابن عمر سے مروی ہے کہ وہ دن بلند ہوئے تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں بیٹھے رہتے تھے، اور نماز نہیں پڑھتے تھے، پھر بازار جاکے اپنی حوائج پوری کرتے تھے، گھر والوں کے پاس آتے، ابتدا مسجد سے کرتے، پھر دو رکعت نماز پڑھتے اور اپنے گھر میں جاتے تھے۔

مجاہد سے مروی ہے کہ ابن عمر جب جوان تھے تو لوگ اُن کی اقتدا ترک کیے رہے، جب بوڑھے ہو گئے تو لوگوں نے اُن کی اقتدا کی۔

مالک بن انس سے مروی ہے کہ مجھ سے امیر المومنین ابوجعفر نے پوچھا کہ تم لوگوں نے تمام اقوال میں سے ابن عمر رض کے قول کو کیوں کر اختیار کر لیا ہے؟ میں نے کہا کہ یا امیر المومنین، وہ زندہ رہے اور لوگوں کے نزدیک انھیں علم و فضل حاصل تھا، ہم نے اپنے پیش رووں کو دیکھا کہ انھوں نے اُن سے حاصل کیا تو ہم نے بھی اُن سے حاصل کیا، انھوں نے کہا کہ پھر انھیں کا قول اختیار کرو اگرچہ وہ علی رض و ابن عباس کے مخالف ہو۔

سالم نے اپنے والد سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی شخص کو کسی معاملے میں وصیت کرنا ہو تو اُسے یہ حق نہیں ہے کہ تین رات تک اس طرح سوئے کہ اُس کے پاس اُس کی وصیت لکھی ہوئی نہ ہو، ابن عمر نے کہا کہ میں نے جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے تو میں کسی رات کو اس طرح نہیں سویا کہ میری وصیت میرے پاس نہ ہو۔

نافع سے مروی ہے کہ ابن عمر کے پاس اُنتیس ہزار درہم لائے گئے، وہ اپنی مجلس سے نہ اُٹھے تاوقتیکہ انھوں نے بانٹ نہ دیے اور اُس پر اضافہ نہ کر لیا، وہ برابر دیتے رہے یہاں تک کہ جو اُن کے پاس تھا ختم ہو گیا، اتنے میں بعض لوگ آئے جنھیں وہ دیا کرتے تھے، انھوں نے اُن لوگوں سے قرض لیا جن کو دیا تھا اور اُن آنے والوں کو دیا، میمون نے کہا کہ انھیں کہنے والے بخیل کہتے تھے، اگر یہ جھوٹ ہے، واللہ، وہ اُس چیز میں بخیل نہ تھے جس میں اُن کا نفع ہو۔

۱۰۹

ابی ریحانہ سے مروی ہے کہ جو شخص ابن عمر کے ہم سفر ہوتا تھا وہ اُس سے روزہ نہ رکھنے (اپنے لیے) اذان کہنے اور قوم کے لیے (خود) قربانی خریدنے کی شرط کر لیتے تھے۔

نافع سے مروی ہے کہ ابن عمر سفر میں روزہ نہیں رکھتے تھے اور قریب قریب حضر میں روزہ ترک بھی نہیں کرتے تھے سوائے اس کے کہ بیمار ہوں یا اُس زمانے میں کہ (کوئی مہمان اُن کے پاس) آئے، کیوں کہ وہ سخی آدمی تھے، چاہتے تھے کہ اُن کے پاس کھانا کھایا جائے، کہا کرتے تھے کہ سفر میں روزہ نہ رکھنا اور اللہ کی رخصت کو اختیار کرنا مجھے روزہ رکھنے سے زیادہ پسند ہے۔

خالد بن الحذاء سے مروی ہے کہ جو شخص ابن عمر کے ہم سفر ہوتا تھا وہ اُس سے یہ شرط کر لیتے تھے کہ تم ہمارے ساتھ نجاست خوار اونٹ کو نہ لوگے، نہ ہم سے اذان میں جھگڑا کروگے اور نہ بغیر ہماری اجازت کے روزہ رکھوگے۔

نافع سے مروی ہے کہ عبداللہ بن عمر سفر میں روزہ نہیں رکھتے تھے، اُن کے ساتھ بنی لیث کے ایک شخص تھے جو روزہ رکھتے تھے، عبداللہ انھیں منع نہیں کرتے تھے بلکہ حکم دیتے تھے کہ اپنی سحری کا خیال رکھیں۔

ابی جعفر القاری سے مروی ہے کہ میں ابن عمر کے ساتھ مکے سے مدینے گیا، اُن کا ثرید (شوربا روٹی) کا ایک بڑا پیالہ تھا جس پر اُن کے بیٹے، اُن کے ساتھی اور ہر وہ شخص جو آئے جمع ہو جاتے تھے یہاں تک کہ بعض لوگ کھڑے ہو کر کھاتے تھے، ہمراہ ایک اونٹ تھا جس پر دو توشہ دان نبیذ (عرق خرما) اور پانی بھرے ہوئے تھے، ہر شخص کے لیے اُسی نبیذ میں (گھلے ہوئے) ستو کا ایک پیالہ ہوتا تھا یہاں تک کہ ہر شخص خوب شکم سیر ہو جاتا تھا۔

معن سے مروی ہے کہ ابن عمر جب کھانا تیار کرتے تھے اور

اُن کے پاس سے کوئی ذی حیثیت آدمی گذرتا تھا تو اُسے نہیں بلاتے تھے، اُن کے بیٹے یا بھتیجے اُسے بلاتے تھے، اور کوئی غریب آدمی گذرتا تھا تو وہ اُسے بلاتے تھے اور وہ لوگ اُسے نہیں بلاتے تھے، ابن عمر کہتے تھے کہ تم لوگ اُسے بلاتے ہو جو اُس کی خواہش نہیں کرتا اور اُسے چھوڑ دیتے ہو جو اُس کی خواہش کرتا ہے۔

مجاہد سے مروی ہے کہ ابن عمر اپنے زادراہ کو خوش ذائقہ کرنا پسند کرتے تھے۔

یحییٰ بن عمر سے مروی ہے کہ میں نے نافع سے پوچھا کہ کیا ابن عمر کو باریک غلہ ملتا تھا، انھوں نے کہا کہ ابن عمر مرغیاں اور چوزے اور حلوا کھاتے تھے جو پتھر کی ہانڈی میں ہوتا تھا۔ ۱۱۰

زید بن اسلم سے مروی ہے کہ فتنے کے زمانے میں کوئی امیر ایسا نہ تھا جو ابن عمر کے پیچھے نماز نہ پڑھتا اور اپنے مال کی زکوٰۃ انھیں نہ دیتا۔

سیف المازنی سے مروی ہے کہ ابن عمر کہا کرتے تھے کہ میں فتنے میں قتال نہیں کروں گا اور جو غالب ہوگا اُس کے پیچھے نماز پڑھوں گا۔

نافع سے مروی ہے کہ ابن عمر مکے میں حجاج کے ساتھ نماز پڑھتے تھے، جب نماز میں دیر کرتے تھے تو اُس کے ساتھ آنا چھوڑ دیتے تھے اور وہاں سے روانہ ہو جاتے تھے۔

حفص بن عاصم سے مروی ہے کہ ابن عمر سے اُن لوگوں کی ایک آزاد کردہ باندی کا ذکر کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ اللہ اُس پر رحمت کرے وہ ہم لوگوں کو یہ کھانے کھلایا کرتی تھی

انس ابن سیرین سے مروی ہے کہ ایک شخص ابن عمر کے پاس ایک تھیلی لایا تو اُنھوں نے پوچھا یہ کیا ہے، اُس نے کہا، یہ وہ چیز ہے کہ جب آپ کھانا کھائیں اور اُس سے آپ کو بے چینی ہو تو اُس میں سے کچھ کھائیں، کھانا ہضم ہو جائے گا، ابن عمر نے کہا کہ میں نے

چار مہینے سے کھانے سے اپنا پیٹ نہیں بھرا۔

نافع سے مروی ہے کہ ایک شخص ابن عمرؓ کے پاس جوارش لایا، پوچھا یہ کیا ہے، اُس نے کہا کہ یہ کھانا ہضم کرتی ہے، انھوں نے کہا کہ ایک مہینہ ہوتا ہے کہ میں نے کھانے سے پیٹ نہیں بھرا، میں اسے کیا کروں گا۔

نافع سے مروی ہے کہ عبداللہ بن عمر کو مال بھیجا جاتا تھا تو وہ اُسے قبول کر لیتے تھے اور کہتے تھے کہ نہ میں کسی سے کچھ مانگتا ہوں اور نہ اُسے واپس کرتا ہوں جو اللہ نے عطا کیا۔

نافع سے مروی ہے کہ مختار، ابن عمر کو مال بھیجتے تھے تو وہ اُسے قبول کر لیتے تھے اور کہتے تھے کہ میں نہ کسی سے کچھ مانگتا ہوں اور نہ اُسے واپس کرتا ہوں جو اللہ نے مجھے دیا۔

قعقاع بن حکیم سے مروی ہے کہ عبدالعزیز بن ہارون نے ابن عمر کو لکھا کہ اپنی حاجت مجھے لکھ بھیجئے، عبداللہ نے لکھا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ تم اپنے عیال سے (حاجت روائی) شروع کرو، بلند ہاتھ پست ہاتھ سے بہتر ہے، میں بلند ہاتھ سوائے عطا کرنے والے (ہاتھ) کے اور پست ہاتھ سوائے مانگنے والے (ہاتھ) کے اور کچھ نہیں سمجھتا، میں تمھارا سائل نہیں ہوں اور نہ اُس چیز کا پھیرنے والا ہوں جو تمھارے ذریعے سے اللہ مجھے بھیجے گا۔

زید بن اسلم نے اپنے والد سے روایت کی کہ اُن سے پوچھا گیا کہ اگر عبداللہ بن عمر کو لوگوں کی حکومت کا والی بنایا جائے تو تم کیسا سمجھتے ہو، اسلم نے کہا کہ اندر یا باہر مسجد کے دروازے کا کوئی شخص قصد کرنے والا ایسا نہیں ہے جو عبداللہ کے والد کے عمل کا اُن سے زیادہ قصد کرنے والا ہو۔

مالک بن انس سے مروی ہے کہ عبداللہ بن عمر نے فرمایا کہ اگر تمام امت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سوائے دو آدمیوں کے مجھ پر

111

(امر خلافت میں) متفق ہو جائے تو میں اُن دو سے بھی قتال نہ کروں گا۔

مالک بن انس سے مروی ہے کہ عبد اللہ بن عمر نے ایک شخص سے کہا کہ ہم لوگوں نے قتال کیا تو دین اللہ کے لیے ہو گیا اور فتنہ نہ رہا، تم لوگوں نے قتال کیا تو دین غیر اللہ کے لیے ہو گیا اور فتنہ شروع ہو گیا۔

حسنؒ سے مروی ہے کہ جب عثمان بن عفان شہید کر دیے گئے تو لوگوں نے عبد اللہ بن عمر سے کہا کہ آپ لوگوں کے سردار ہیں اور سردار کے بیٹے ہیں، آپ آمادہ ہوں تو ہم لوگوں سے بیعت لیں، انھوں نے کہا کہ واللہ اگر مجھ سے ہو سکے گا تو میری وجہ سے ایک قطرہ خون کا بھی نہ بہایا جائے گا، لوگوں نے کہا کہ آپ کو ضرور ضرور نکلنا ہوگا ورنہ ہم آپ کو بستر پر قتل کر دیں گے، انھوں نے قول اول ہی کی طرح جواب دیا، حسنؓ نے کہا کہ اُن لوگوں نے طمع دلایا اور خوف بھی دلایا مگر کچھ حاصل نہ ہوا یہاں تک کہ وہ اللہ سے مل گئے۔

خالد بن سمیر سے مروی ہے کہ ابن عمر سے کہا گیا کہ اگر آپ لوگوں کی حکومت قایم کریں تو سب آپ سے راضی ہوں گے، جواب دیا کہ کیا تم لوگوں نے غور کیا کہ اگر مشرق میں کوئی شخص مخالفت کرے (تو کیا ہوگا)، لوگوں نے کہا کہ جو شخص مخالفت کرے گا وہ قتل کیا جائے گا، امت کی خیر خواہی میں کسی کا قتل (گناہ) نہیں ہے، ابن عمر نے کہا، واللہ اگر امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نیزے کا دستہ لے اور اُس کی انی سے کسی مسلمان کو قتل کرے کہ ساری دنیا میرے لیے ہو جائے، تو یہ مجھے پسند نہیں۔

ابو العالیہ البراء سے مروی ہے کہ میں ابن عمر کے پیچھے چل رہا تھا لیکن انھیں معلوم نہ تھا، وہ کہہ رہے تھے کہ ایک دوسرے کو قتل کرکے تلواریں اپنے کندھوں پر رکھنے والے کہتے ہیں کہ اے عبد اللہ بن عمرؓ اپنا ہاتھ (بیعت کے لیے) دیجیے۔

قطن سے مروی ہے کہ ایک شخص ابن عمر کے پاس آیا اور کہا کہ

امت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے تم سے زیادہ شر کوئی نہیں ہے، پوچھا، کیوں، واللہ نہ میں نے اُن کا خون بہایا نہ اُن کی جماعت کو منتفرق کیا اور نہ میں نے اُن کے عصا کو توڑا، اُس نے کہا کہ اگر تم چاہتے تو تمہارے بارے میں (خلافت کے متعلق) دو آدمی بھی اختلاف نہ کرتے، انھوں نے کہا کہ مجھے پسند نہیں کہ خلافت میرے پاس اس طرح آئے کہ ایک شخص "نہیں" کہے اور دوسرا "ہاں"۔

١١٢ ابن عمر سے مروی ہے کہ وہ بغیر تیل اور خوشبو لگائے جمعہ (کی نماز) کو نہیں جاتے تھے سوائے اس کے کہ وہ (تیل خوشبو) حرام ہو۔

ابن عمر سے مروی ہے کہ وہ عید کے روز خوشبو لگاتے تھے۔

ربیعہ بن عبدالرحمن سے مروی ہے کہ عبداللہ بن عمر عطا میں تین ہزار (سالانہ پانے والوں) میں تھے۔

بشیر بن یسار سے مروی ہے کہ کوئی شخص سلام میں ابن عمر پر سبقت نہیں کر سکتا تھا۔

ابن عمر سے مروی ہے کہ وہ اپنے غلاموں سے کہا کرتے تھے کہ جب تم لوگ مجھے (خط) لکھا کرو تو اپنے (نام) سے شروع کیا کرو، اور وہ بھی جب لکھتے تھے تو اپنے پہلے کسی (کے نام) سے شروع نہیں کرتے تھے (کیوں کہ یہی سنت ہے)۔

نافع سے مروی ہے کہ ابن عمر خیبر میں اپنے غلاموں کو لکھ کر حکم دیتے تھے کہ وہ لوگ جب اُن کو (خط) لکھیں تو اپنے (نام) سے شروع کریں۔

میمون بن مہران سے مروی ہے کہ ابن عمر نے عبدالملک بن مروان کو (خط) لکھا اور اپنے نام سے شروع کیا، انھوں نے لکھا کہ اما بعد "فاللہ لا الٰہ الا ھو لیجمعنکم الی یوم القیامۃ لاریب فیہ الی آخر الآیۃ۔ (اللہ کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں ضرور ضرور قیامت میں تم لوگوں کو جمع کرے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں) مجھے معلوم ہوا ہے کہ مسلمان تمہاری بیعت پر متفق ہو گئے ہیں، میں بھی اُسی میں داخل ہوں

جس میں مسلمان داخل ہوئے، والسلام"۔

حبیب بن ابی مرزوق سے مروی ہے کہ عبداللہ بن عمر نے عبدالملک ابن مروان کو جو اُس زمانے میں خلیفہ تھے لکھا کہ "عبداللہ بن عمر کی جانب سے عبدالملک بن مروان کو" تو کسی شخص نے جو عبدالملک کے پاس تھا کہا کہ آپ کے نام سے پہلے اُنھوں نے اپنے نام سے (خط) شروع کیا، عبدالملک نے کہا کہ ابو عبدالرحمٰن (یعنے عبداللہ بن عمر) کی طرف سے یہ بھی بہت ہے۔

میمون بن مہران سے مروی ہے کہ عبداللہ بن عمر جب اپنے والد کو خط لکھتے تھے تو لکھتے تھے کہ "عبداللہ بن عمر کی جانب سے عمر بن الخطاب کو"۔

نافع سے مروی ہے کہ میں گھر میں ابن عمر کے (چونہ) لگاتا تھا، اُن کے بدن پر تہبند ہوتی تھی، جب میں فارغ ہو جاتا تو باہر آجاتا، کپڑے کے نیچے وہ خود لگاتے تھے۔

نافع سے مروی ہے کہ میں گھر میں ابن عمر کے (چونہ) لگاتا تھا، جب ستر تک پہنچتے تھے تو وہ خود ہی لگاتے تھے۔

۱۱۳ نافع سے مروی ہے کہ ابن عمر نے کبھی چونہ نہیں لگایا سوائے ایک مرتبہ کے کہ اُنھوں نے مجھے اور اپنے مولی کو حکم دیا تو ہم دونوں نے اُن کے لگایا۔

نافع سے مروی ہے کہ ابن عمر حمام میں نہیں جاتے تھے، بلکہ اپنے گھر کو ٹھری میں چونا لگاتے تھے۔

نافع سے مروی ہے کہ حمام والا ابن عمر کے (چونہ) لگاتا تھا، جب وہ پیڑو تک پہنچتا تھا تو وہ اپنے ہاتھ سے خود لگاتے تھے۔

بکر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ میں ابن عمر کے ساتھ حمام کو گیا، اُنھوں نے بھی کوئی چیز باندھ لی اور میں نے بھی باندھ لی، میں اندر گیا، وہ بھی میرے پیچھے پیچھے اندر گئے، میں دوسرا دروازہ کھول کے اندر داخل ہوا وہ بھی میرے پیچھے اندر داخل ہوئے، جب میں نے تیسرا دروازہ کھولا تو اُنھوں نے چند آدمیوں کو برہنہ دیکھا،

فوراً اپنا ہاتھ آنکھوں پر رکھ لیا اور کہا کہ سبحان اللہ، اسلام میں یہ امر عظیم اور سخت قبیح ہے، واپس ہوئے، اپنے کپڑے پہنے اور چلے گئے۔

لوگوں نے حمام کے مالک سے کہا تو اُس نے لوگوں کو نکال دیا، حمام کو دھویا، اُنھیں بلا بھیجا اور کہا کہ اے ابو عبدالرحمٰن حمام میں کوئی نہیں ہے، وہ آئے، میں بھی ساتھ تھا، میں اندر گیا، وہ بھی میرے پیچھے پیچھے اندر گئے، میں دوسری کوٹھری میں داخل ہوا تو وہ بھی میرے پیچھے پیچھے داخل ہوئے، پھر میں تیسری کوٹھری میں داخل ہوا تو وہ بھی اُس میں داخل ہوئے، جب اُنھوں نے پانی کو چھوا تو اُسے سخت گرم پایا، کہا کہ وہ گھر سب سے بُرا ہے جس سے حیا چھین لی جائے، اور سب سے اچھا وہ گھر ہے کہ جو یاد کرنا چاہے تو اُسے یاد کرے۔

ابی کثیر دینار سے مروی ہے کہ ابن عمر بیمار ہوئے تو اُن سے حمام کی تعریف کی گئی، وہ اُس میں تہبند کے ساتھ داخل ہوئے، اتفاق سے اُنھوں نے برہنہ لوگوں کو دیکھا تو مُنہ پھیر لیا اور کہا کہ مجھے باہر لے چلو۔

سُکین بن عبدالعزیز العبدی سے مروی ہے کہ مجھ سے والد نے بیان کیا کہ میں عبداللہ بن عمر کے پاس گیا تو ایک لونڈی اُن کے بال مونڈ رہی تھی، اُنھوں نے کہا کہ چونہ کھال کو نرم کرتا ہے۔

زید بن عبداللہ الشیبانی سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمر کو دیکھا کہ جب نماز کو جاتے تھے تو اتنا آہستہ چلتے تھے کہ اگر چیونٹی اُن کے ساتھ چلتی تو، میں کہتا ہوں، وہ اُس سے آگے نہ بڑھتے۔

عبدالرحمٰن بن سعد سے مروی ہے کہ میں ابن عمر کے پاس تھا، اُن کا پاؤں سن ہو گیا تو میں نے کہا، اے ابو عبدالرحمٰن، آپ کے پاؤں کو کیا ہوا، اُنھوں نے کہا کہ اس مقام سے اِس کے پٹھے جمع ہیں، میں نے کہا کہ آپ کو جو سب سے زیادہ محبوب ہو اُسے پکار دیجیے، اُنھوں نے کہا "یا محمد" پھر اُسے خود ہی کھول دیا۔

۱۱۴ ابو شعیب الاسدی سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمر کو منیٰ میں دیکھا، سر منڈا چکے تھے اور حجام ان کی باہیں مونڈ رہا تھا، لوگوں کو اپنی طرف متوجہ دیکھا تو کہا، دیکھو، یہ سنت نہیں ہے، میں ایسا آدمی ہوں جو حمام میں نہیں جاتا، ایک شخص نے کہا کہ اے ابو عبدالرحمٰن آپ کو حمام میں جانے سے کون روکتا ہے، کہا کہ مجھے یہ ناپسند ہے کہ میرا ستر دیکھا جائے، اس نے کہا کہ اس امر سے تو آپ کو صرف ایک تہبند کافی ہے، انھوں نے کہا کہ مجھے یہ ناپسند ہے کہ میں کسی اور کا ستر دیکھوں۔

حبیب بن ابی ثابت سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمر کو دیکھا کہ انھوں نے اپنا سر منڈایا اور خلوق (جو زعفران وغیرہ سے مرکب ایک خوشبو ہے) لگا لیا۔

یوسف بن ماہک سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمر کو دیکھا کہ مروہ پر اپنا سر منڈایا اور حجام سے کہا کہ میرے بال بہت ہیں جو مجھے تکلیف دیتے ہیں، میں چونا نہیں لگاتا ہوں، کیا تم اسے مونڈ و گے، اس نے کہا جی ہاں، وہ کھڑا ہو کے ان کا سینہ مونڈنے لگا، لوگ گردن اٹھا کے ان کی طرف دیکھنے لگے تو انھوں نے کہا، اے لوگو یہ سنت نہیں ہے، میرے بال مجھے تکلیف دیتے تھے۔

نافع سے مروی ہے کہ ابن عمر اپنے کسی لڑکے کو گانے سنتے تھے تو مارتے تھے۔

ابن عمر سے مروی ہے کہ اپنے بعض لڑکوں کے پاس اربع عشر کا کھیل پایا تو اس کے مہرے لے کے ان کے سر پر مارے۔

ابو الحجاج سے مروی ہے کہ ابن عمر نے منیٰ میں اپنا سر منڈایا، حجام کو حکم دیا تو اس نے ان کی گردن مونڈی، لوگ جمع ہو کر دیکھنے لگے، انھوں نے کہا، اے لوگو یہ سنت نہیں ہے، میں نے حمام کو ترک کر دیا ہے کیوں کہ وہ خوش عیشی ہے۔

والدۂ عیسیٰ بن ابی عیسیٰ سے مروی ہے کہ ابن عمر نے مجھ سے پانی

مانگا تو میں اُن کے پاس شیشے میں لائی، اُنھوں نے پینے سے انکار کیا، پھر لکڑی کے پیالے میں لائی تو پی لیا، وضو کا پانی مانگا تو اُن کے پاس تور (ایک چھوٹا برتن) اور طشت لائی، مگر اُنھوں نے وضو کرنے سے انکار کیا، پھر چھوٹی سی مشک لائی تو وضو کیا۔

ایک شیخ سے مروی ہے کہ ابن عمر کے پاس ایک شاعر آیا، اُنھوں نے اُسے دو درم دیے، لوگوں نے اعتراض کیا تو کہا کہ میں اُسے صرف اپنی آبرو کا فدیہ دیتا ہوں۔

سعید المقبری سے مروی ہے کہ میں بازار جاتا ہوں، کوئی حاجت نہیں ہوتی سوائے اس کے کہ میں سلام کروں اور مجھے سلام کیا جائے۔

۱۱۵　محمد بن قیس سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمر کو دیکھا کہ اپنا ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھے ہوئے بیٹھے تھے۔

نافع سے مروی ہے کہ جب ابن عمر نے جنگ نہاوند کی تو اُنھیں مرض تنفس ہو گیا، لہسن کو ڈورے میں پرو کے ہریرے میں ڈالا اور پکانے لگے، جب لہسن کا مزہ آگیا تو لہسن پھینک دیا اور اُسے پی گئے۔

نافع سے مروی ہے کہ عبداللہ بن عمر سفر سے آتے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ و عمرؓ کی قبر سے شروع کرتے تھے اور کہتے تھے کہ السلام علیک یا رسولؐ اللہ، السلام علیک یا ابا بکرؓ، السلام علیک یا ابتاہ۔

نافع سے مروی ہے کہ عبداللہ بن عمر جب سفر سے آتے تھے تو مسجد سے شروع کرتے تھے، پھر قبر پر آکر سلام پڑھتے تھے۔

عبداللہ بن عطاء سے مروی ہے کہ ابن عمر بغیر سلام کیے ہوئے کسی پر نہیں گذرتے تھے، اُن کا ایک زنجی پر گذر ہوا، سلام کیا تو اُس نے جواب نہیں دیا، لوگوں نے کہا کہ اے ابو عبدالرحمٰن یہ زنجی طمطمانی ہے، پوچھا، طمطمانی کیا، لوگوں نے کہا کہ ابھی کشتیوں سے نکالا گیا ہے، کہا کہ میں اپنے گھر سے نکلتا ہوں تو صرف اس لیے کہ سلام کروں یا مجھے سلام کیا جائے۔

نافع سے مروی ہے کہ ابن عمر نے یوم الدار (یعنی شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے دن) دو مرتبہ زرہ پہنی۔
ابی جعفر القاری سے مروی ہے کہ میں ابن عمر کے ساتھ بیٹھا کرتا تھا، کوئی شخص انھیں سلام کرتا تھا تو وہ جواب دیتے تھے، سلام علیکم۔
واسع بن حبان سے مروی ہے کہ ابن عمر جب نماز پڑھتے تھے تو اپنی ہر چیز کو قبلہ رُخ رکھنا پسند کرتے تھے، یہاں تک کہ اپنا انگوٹھا بھی قبلہ رُخ رکھتے تھے۔
محمد بن مینا سے مروی ہے کہ فتنے کے زمانے میں عبدالعزیز بن مروان نے ابن عمر کو مال بھیجا تو انھوں نے اُسے قبول کر لیا۔
عبدالرحمن السراج نے نافع کے پاس بیان کیا کہ حسن روزانہ کنگھا کرنے کو ناپسند کرتے تھے، نافع ناراض ہوئے اور کہا کہ ابن عمر دن میں دو مرتبہ تیل لگاتے تھے۔
۱۱۶ نافع سے مروی ہے کہ ابن عمر نے کسی کی وصیت کو رد نہیں کیا اور نہ سوائے مختار کے کسی کے ہدیے کو رد کیا۔
عمران بن عبداللہ سے مروی ہے کہ میں نے اپنی پھوپی رملہ کو دو سو دینار کے ساتھ ابن عمر کے پاس بھیجا تو انھوں نے اُسے قبول کر لیا اور پھوپی کے لیے دعائے خیر کی۔
نافع سے مروی ہے کہ ابن عمر مکے سے مدینے تین دن میں گئے یہ اس لیے کہ وہ صفیہ پر مستغیث تھے۔
نافع سے مروی ہے کہ ابن عمر کو بچھو سے جھاڑا گیا اور ان کے ایک بیٹے کو بھی جھاڑا گیا، انھوں نے لقوے کی وجہ سے داغ لیا اور اپنے ایک بیٹے کو بھی لقوے کی وجہ سے داغ دیا۔
نافع سے مروی ہے کہ صفیہ نے ابن عمر کے لیے شب عرفات میں دو روٹیاں بھیجیں، جب انھوں نے سونے کا ارادہ کیا تو وہ اُن کے پاس اُسے لائیں کہ وہ کھائیں، انھوں نے مجھے بلا بھیجا، میں سوگیا تھا، مجھے بیدار کیا اور کہا کہ بیٹھو اور کھاؤ۔
محمد سے مروی ہے کہ ابن عمر نے کہا کہ میں نے تین دن کے راستے پر افطار کیا، اگر میں کسی راستے پر پہنچتا تو اور بڑھتا۔
ابی غالب سے مروی ہے کہ ابن عمر جب مکے آتے تھے تو

عبداللہ بن خالد بن اُسید کے خاندان میں اُترتے تین دن اُن کی مہمانی میں رہتے، پھر کسی کو بازار بھیجتے اور اُن کی ضروریات خریدی جاتی تھیں۔

نافع سے مروی ہے کہ عام طور پر ابن عمر کی نشست اس طرح ہوتی تھی، نافع نے اپنا داہنا پاؤں بائیں پاؤں پر رکھا۔

یحییٰ بن ابی اسحاق سے مروی ہے کہ میں نے سعید بن المسیب سے یوم عرفہ کے روزے کو پوچھا تو انھوں نے کہا کہ ابن عمر نہیں رکھتے تھے، میں نے کہا کہ کیا ان کے سوا کوئی رکھتا تھا)، انھوں نے کہا کہ باعتبار شیخ ہونے کے وہی تمھیں کافی ہیں۔

نافع سے مروی ہے کہ ابن عمر قریب قریب رات کا کھانا تنہا نہیں کھاتے تھے۔

نافع سے مروی ہے کہ ابن عمر نے کہا کہ میرا مچھلی کو جی چاہتا ہے، لوگوں نے اُسے بھون کر اُن کے آگے رکھ دیا، ایک سائل آیا تو انھوں نے حکم دیا اور وہ اُسے دیدی گئی۔

۱۱۷ نافع سے مروی ہے کہ ابن عمر ایک مرتبہ علیل ہو گئے تو اُن کے لیے ایک درم میں چھ یا پانچ انگور خرید کے لائے گئے، ایک سائل آیا تو انھوں نے اُسے (دینے کا) حکم دیا، لوگوں نے کہا کہ ہم اُسے دیدیں گے، مگر انھوں نے انکار کیا، بعد کو ہم نے وہ انگور اُس سائل سے خرید لیے۔

عبداللہ بن مسلم برادر زہری سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمر کو دیکھا کہ اُنھوں نے راستے میں ایک کھجور پائی، اُسے لے کے کچھ حصہ دانت سے کترا، ایک سائل کو دیکھا تو وہ اُسے دے دی۔

سالم بن عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ اُن کے والد نے کہا کہ اسلام کے بعد مجھے اس سے زیادہ کسی بات کی خوشی نہ تھی کہ میرے قلب نے ان مختلف نفسانی خواہشوں سے کچھ نہ پیا۔

سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ مجھ سے عبداللہ بن عمر نے پوچھا کہ تمھیں معلوم ہے کہ میں نے اپنے بیٹے کا نام سالم کیوں رکھا، میں نے کہا نہیں،

انھوں نے کہا کہ سالم مولائے ابو حذیفہ کے نام پر، پوچھا کہ تمھیں معلوم ہے کہ میں نے اپنے بیٹے کا نام واقد کیوں رکھا، میں نے کہا نہیں، انھوں نے کہا کہ واقد بن عبداللہ الیربوعی کے نام پر، پھر پوچھا کہ تمھیں معلوم ہے کہ میں نے اپنے بیٹے کا نام عبداللہ کیوں رکھا، میں نے کہا نہیں، انھوں نے کہا کہ عبداللہ بن رواحہ کے نام پر۔

سالم بن عبداللہ سے مروی ہے کہ عبداللہ بن عمر کی شان یہ تھی کہ اپنے کپڑوں کے متعلق حکم دیتے تھے تو ہر جمعے کو دھونی دی جاتی تھی، جب حج یا عمرے کے لیے مکے کی روانگی کا وقت ہوتا تھا تو حکم دیتے تھے کہ اُن کے کپڑوں کو دھونی نہ دیں۔

شہر بن حوشب سے مروی ہے کہ حجاج لوگوں کو خطبہ سناتا تھا حالانکہ ابن عمر مسجد میں ہوتے تھے، اُس نے لوگوں کو خطبہ سنایا اور شام کردی تو ابن عمر نے پکارا کہ اے شخص نماز کا وقت ہے، بیٹھ جا، دوبارہ پکارا کہ بیٹھ جاؤ، تیسری مرتبہ اُسے پکارا کہ بیٹھ جاؤ، چوتھی مرتبہ لوگوں سے کہا کہ کیا تم نے غور کیا ہے کہ اگر میں اٹھ کھڑا ہوں تو تم بھی اٹھ کھڑے ہوگے، لوگوں نے کہا، جی ہاں، وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ نماز کا وقت ہے، اے حجاج، میں تجھ میں اُس کی حاجت نہیں دیکھتا۔

حجاج منبر سے اترا، نماز پڑھی، پھر انھیں بلایا اور کہا کہ آپ نے جو کچھ کیا اس پر کس نے برانگیختہ کیا، انھوں نے کہا کہ ہم صرف نماز کے لیے آتے ہیں، جب نماز کا وقت ہو جائے تو اُس کے وقت پر نماز پڑھا کر، اس کے بعد جو بکواس چاہے کر۔

ابو عبدالملک مولائے ام مسکین بنت عاصم بن عمر سے مروی ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمر کو دیکھا کہ وہ برآمد ہوئے اور کہنے لگے' السلام علیکم، السلام علیکم، ایک زنجی پر گذرے اور کہا اے حبشی، السلام علیک، ایک آراستہ لڑکی دیکھی، وہ اُن کی طرف دیکھنے لگی تو کہا کہ بڑے بوڑھے کی طرف کیا دیکھتی ہے جس کو لقوے نے مارا ہے اور جس سے دونوں اچھی چیزیں جا چکی ہیں۔ ۱۱۸

عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ انھوں نے انگور کی خواہش کی، اپنے

متعلقین سے کہا کہ میرے لیے انگور خریدو، لوگوں نے انگور کا ایک خوشہ خریدا اور افطار کے وقت لایا گیا، ایک سائل بھی دروازے پر پہنچ گیا، انھوں نے کہا کہ اے لڑکی یہ خوشہ اس سائل کو دیدے، بیوی نے کہا کہ سبحان اللہ، وہ چیز جس کی تم نے خواہش کی ہے ہم سائل کو دے دیں، سائل کو وہ چیز دیتے ہیں جو اُس سے افضل ہے، انھوں نے کہا کہ اے لڑکی یہ خوشہ اُسے دیدے، لڑکی نے وہ خوشہ سائل کو دیدیا۔

سعید بن جُبیر سے مروی ہے کہ ابن عمر نے ایک غلام کو اپنی والدہ پر وقف کیا، بازار میں ایک دودھ دینے والی بکری دیکھی جو فروخت کیجا رہی تھی، غلام سے کہا کہ میں اس بکری کو تمھارے حصے سے خریدتا ہوں، انھوں نے اُسے خرید لیا، دودھ سے افطار کرنا اُنھیں پسند تھا، افطار کے وقت اُس بکری کا دودھ لایا گیا اور اُن کے آگے رکھا گیا تو کہا کہ دودھ بکری کا ہے، بکری غلام کے حصے سے ہے اور غلام میری ماں پر وقف ہے، اُسے اٹھالو مجھے اُس کی حاجت نہیں۔

سماک بن حرب سے مروی ہے کہ ابن عمر کے پاس مٹی کا ایک برتن لایا گیا، انھوں نے اُس سے وضو کیا، میرا خیال ہے کہ وہ اپنے اُوپر (کسی کے ذریعے سے) پانی ڈالنے کو ناپسند کرتے تھے۔

نافع سے مروی ہے کہ میں نے جمعے کے دن مدینے میں ابن عمر کے لیے دو چادروں کو دھونی دی، انھوں نے وہ چادریں اُس روز استعمال کیں، پھر حکم دیا تو دونوں اُٹھا کر رکھ دی گئیں، دوسرے دن مکے روانہ ہوئے، جب مکے میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو چادروں کو منگایا، اُن میں خوشبو محسوس کی تو استعمال کرنے سے انکار کیا، دونوں چادروں کا جوڑا (حلۂ برود) تھیں۔

نافع سے مروی ہے کہ ابن عمر احرام، دخول مکہ اور وقوف عرفہ کے لیے غسل کیا کرتے تھے۔

ابن عمر سے مروی ہے کہ تم لوگ اپنا تنہائی کا حصہ اختیار کرو۔

قزعہ سے مروی ہے کہ ابن عمر کو ہروی کپڑے بطور ہدیہ دیے گئے تو اُنھوں نے واپس کر دیے اور کہا کہ ہمیں اُن کے استعمال سے صرف تکبر کا خوف مانع ہے۔

نافع سے مروی ہے کہ ابن عمر نے اپنی چھوٹی لڑکی کو پیار کیا، پھر کلی کی۔

۱۱۹ نافع سے مروی ہے کہ ابن عمر ایک ہی وضو سے سب نمازیں پڑھا کرتے تھے، ابن عمر نے کہا کہ مجھے والد سے ایک تلوار میراث میں ملی ہے جسے وہ بدر میں لے گئے تھے، اُس کے نیام کی شام میں بہت سی چاندی ہے۔

ابی الوازع سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمر سے کہا کہ لوگ اُس وقت تک خیر پر رہیں گے جب تک اللہ آپ کو اُن کے لیے باقی رکھے گا، وہ ناراض ہوئے اور کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ تم عراقی ہو، تمھیں کس نے بتایا کہ تمھاری ماں کا بیٹا اُن پر اپنا دروازہ بند نہ کرے گا۔

زید بن اسلم سے مروی ہے کہ مجھے میرے والد نے ابن عمر کے پاس بھیجا، میں نے اُنھیں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اما بعد، لکھتے دیکھا۔

محمد سے مروی ہے کہ ابن عمر کے پاس کسی شخص نے لکھا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فلاں شخص کے لیے، اُنھوں نے کہا کہ بس کرو، اللہ کا نام اُسی کے لیے ہے۔

یوسف بن ماہک سے مروی ہے کہ میں ابن عمر کے ساتھ عبید بن عمیر کے پاس گیا جو اپنے ساتھیوں سے باتیں کر رہے تھے، میں نے ابن عمر کو دیکھا کہ اُن کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں۔

عبداللہ بن عبید بن عمیر نے اپنے والد سے روایت کی کہ اُنھوں نے یہ آیت پڑھی "فکیف اذا جئنا من کل امۃٍ بشھید" (پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر اُمت کے گواہ کو لائیں گے) یہاں تک کہ اُنھوں نے آیت ختم کی، ابن عمر رونے لگے، اتنا روئے کہ ڈاڑھی اور گریبان

آنسوؤں سے تر ہو گیا، عبداللہ نے کہا کہ مجھ سے اُس شخص نے بیان کیا جو ابن عمر کے پہلو میں تھا کہ میں نے ارادہ کیا کہ اُٹھ کر عبید بن عمیر کے پاس جاؤں اور اُن سے کہوں کہ اپنی بات رد کو کیوں کہ تم نے اس شیخ کو اذیت پہنچائی ہے۔

قاسم بن محمد سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمر کو عاص کے پاس دیکھا کہ اپنے ہاتھ اُٹھا کر دعا کر رہے تھے، دونوں ہاتھ شانوں کے برابر (اونچے) تھے۔

ابن عمر سے مروی ہے کہ اُنھوں نے آذربیجان میں چھ مہینے قیام کیا، وہاں اُنھیں برف نے روکا تھا، نمازیں قصر کرتے تھے۔

سالم (ابی النضر) سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ابن عمر کو سلام کیا تو اُنھوں نے پوچھا کہ یہ کون ہے، لوگوں نے کہا کہ آپ کا ہم نشین ہے، اُنھوں نے کہا کہ یہ کیا ہے، تمھاری آنکھوں کے درمیان کیا تھا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور ابو بکرؓ کی اور اُن کے بعد عمرؓ و عثمانؓ کی صحبت پائی، تم نے اس جگہ یعنے اُس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کوئی شئے دیکھی تھی۔

۱۲۰ نافع سے مروی ہے کہ ابن عمر رجب کا عمرہ ترک نہیں کرتے تھے۔

نافع سے مروی ہے کہ ابن عمر نے اپنے مکان کو اس طرح وقف کیا کہ نہ وہ بیع کیا جائے نہ ہبہ کیا جائے، اور اُن کی اولاد میں سے جو شخص اُس میں رہے نہ اُسے اُس میں سے نکالا جائے، اس کے بعد ابن عمر نے اُس میں سکونت کی۔

نافع سے مروی ہے کہ ابن عمر یہودیوں پر گذرے، اُن لوگوں کو سلام کیا تو کہا گیا کہ یہ لوگ تو یہودی ہیں، اُنھوں نے اُن لوگوں سے کہا کہ میرا اسلام مجھے واپس کر دو۔

نافع سے مروی ہے کہ ابن عمر کے لیے جب کوئی شخص اپنی مجلس سے کھڑا ہوتا تھا تو وہ اُس مجلس میں نہیں بیٹھتے تھے۔

نافع سے مروی ہے کہ ابن عمر ککڑی اور خربوزہ ناپسند کرتے تھے، وہ اس وجہ سے اسے نہیں کھاتے تھے کہ اس میں نجاست (پانس) ڈالی جاتی تھی۔

نافع مولائے ابن عمر سے مروی ہے کہ ابن عمر نے کسی چرواہے کی بانسری کی آواز سنی تو اپنی انگلیاں کانوں میں رکھ لیں، اور سواری کو راستے سے پھیر لیا، کہتے جاتے تھے کہ اے نافع، کیا تم سنتے ہو، میں کہتا تھا، جی ہاں، وہ چلتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ میں نے کہا کہ نہیں، تو انھوں نے اپنے ہاتھ کانوں سے ہٹائے، راستے کی طرف پلٹ آئے اور کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے چرواہے کی بانسری کی آواز سنی تو اسی طرح کیا۔

ابن عمر سے مروی ہے کہ جب زید یمامہ میں شہید ہوئے تو عمر رضی بن الخطاب نے ان کا مال ان کے وارثوں کو دے دیا، نافع نے کہا کہ عبداللہ بن عمر زید سے قرض لیتے تھے اور اپنے لیے قرض مانگتے تھے اور جہاد میں اس سے ان لوگوں کے لیے تجارت کرتے تھے۔

معاویہ بن ابی مزرّد سے مروی ہے کہ میں نے ہر شنبے کی صبح کو ابن عمر کو قبا کی طرف اس طرح پیادہ جاتے دیکھا کہ جوتے ان کے ہاتھ میں ہوتے تھے، وہ عمرو بن ثابت العتواری پر گذرتے تھے جو شاخ کنانہ میں سے تھے اور ان سے کہتے تھے کہ اے عمرو ہمارے ساتھ چلو، پھر دونوں پیادہ جاتے تھے۔

مجاہد سے مروی ہے کہ میں عبداللہ بن عمر کے ساتھ سفر کرتا تھا، جس کام کی وہ طاقت رکھتے تھے خود کرتے، ہمارے سپرد نہ کرتے، میں نے انھیں دیکھا ہے کہ میری اونٹنی کو تھام لیتے کہ میں سوار ہو جاؤں۔

نافع سے مروی ہے کہ ابن عمر نرد (چوسر) اور رابع عشر[1] کو توڑ ڈالتے تھے۔

---

[1] ایک کھیل جس میں چودہ مہرے ہوتے۔

۱۲۱ الاوزاعی سے مروی ہے کہ ابن عمر نے کہا کہ جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی آج تک نہ اُسے توڑا، نہ بدلا، نہ کسی فتنے والے سے بیعت کی اور نہ کسی مومن کو اُس کی خواب گاہ سے جگایا۔

میمون سے مروی ہے کہ ابن عمر نے کہا کہ میں نے اپنا ہاتھ روکا اور شرمندہ نہیں ہوا، حق پر قتال کرنے والا افضل ہے۔

میمون سے مروی ہے کہ ابن عمر نے سورۃ البقر چار سال میں سیکھی۔

میمون سے مروی ہے کہ معاویہؓ نے عمرو بن العاص سے خفیہ تدبیر کی، وہ چاہتے تھے کہ ابن عمر کے دل کا حال معلوم کریں کہ وہ قتال چاہتے ہیں یا نہیں، اُنھوں نے کہا کہ اے ابو عبدالرحمن آپ کو کیا چیز مانع ہے کہ آپ نکلیں اور ہم لوگ آپ سے بیعت کریں، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور امیرالمومنین کے فرزند ہیں، آپ ہی اس امر (خلافت) کے سب سے زیادہ مستحق ہیں، پوچھا، تم جو کچھ کہتے ہو کیا سب لوگ اُس پر متفق ہیں، معاویہؓ نے کہا، جی ہاں، سوائے ایک بہت ہی قلیل جماعت کے، ابن عمر نے کہا کہ سوائے ہجر کے تین کافروں کے اگر کوئی باقی نہ رہے گا جب بھی مجھے اُس کی حاجت نہیں۔

معاویہؓ نے معلوم کر لیا کہ ابن عمر قتال نہیں چاہتے، پوچھا، کیا آپ کی رائے ہے کہ آپ اُس شخص سے بیعت کرلیں جس پر قریب قریب سب لوگ متفق ہو گئے اور وہ آپ کے لیے زمینوں اور اموال میں سے اتنا لکھ دے کہ اُس کے بعد نہ آپ محتاج ہوں نہ آپ کی اولاد، اُنھوں نے کہا کہ تم پر افسوس ہے، میرے پاس سے نکل جاؤ پھر میرے پاس نہ آنا، تم پر افسوس ہے، میرا دین نہ تمھارا دینار ہے اور نہ تمھارا درم، میں آرزو کرتا ہوں کہ دنیا سے اس طرح جاؤں کہ میرا ہاتھ سفید و صاف ہو۔

میمون سے مروی ہے کہ میں نے نافع سے پوچھا، کیا ابن عمر

(کھانے کی) دعوت پر (لوگوں کو) جمع کرتے تھے؟ انھوں نے کہا کہ ایک مرتبہ کے سوا انھوں نے نہیں کیا، اونٹنی تھک گئی تو انھوں نے اسے ذبح کیا، مجھ سے کہا کہ اہل مدینہ کو میرے پاس جمع کرو، میں نے کہا، اے سبحان اللہ آپ کس چیز پر لوگوں کو جمع کرتے ہیں حالانکہ آپ کے پاس ایک روٹی بھی نہیں ہے، کہا، اے اللہ مغفرت کر، تم کہو کہ یہ شوربا ہے اور یہ گوشت ہے، پھر جو چاہے گا کھائے گا اور جو چاہے گا چھوڑ دے گا۔

میمون بن مہران سے مروی ہے کہ میں ابن عمر کے پاس گیا، ہر چیز کی قیمت کا اندازہ کیا جو اُن کے گھر میں تھی، بستر یا لحاف یا فرش، اور ہر وہ چیز جو اُن کے بدن پر تھی، تو میں نے اُسے سو درم کے برابر بھی نہ پایا، دوسری مرتبہ پھر اُن کے پاس گیا تو میں نے اُسے اتنا بھی نہ پایا کہ میرے اس طیلسان (لباس) کے برابر ہوتا۔

ابو الملیح نے کہا کہ میمون کی جس وقت وفات ہوئی تو اُن کا طیلسان اُن کی میراث میں سو درم کو فروخت کیا گیا، طیلسان کردی لباس تھے کہ اُسے تیس برس تک پہنتے تھے پھر اُلٹ لیتے تھے۔

۱۲۲ نافع سے مروی ہے کہ ابن عمر ہر شب اپنے گھر والوں کو ایک بڑے پیالے پر مدعو کرتے تھے، بسا اوقات وہ کسی مسکین کی آواز سنتے تھے تو اپنے حصے کا گوشت روٹی اُس کے پاس لے جاتے، اُن کے واپس آنے تک جو کچھ پیالے میں ہوتا تھا اُس سے لوگ فارغ ہو جاتے تھے، پھر اگر تم اُس میں کچھ پاتے تو وہ بھی پاتے، پھر اس حالت میں صبح کرتے تھے کہ روزہ دار ہوتے تھے۔

حبیب بن ابی مرزوق سے مروی ہے کہ ابن عمر نے مچھلی کی خواہش کی تو اُن کے لیے اُن کی بیوی کی صفیہ نے تلاش کی، مچھلی مل گئی تو اُسے بہت اچھی طرح طیار کیا اور اُن کے پاس بھیجی، ابن عمر نے دروازے پر ایک مسکین کی آواز سنی تو کہا کہ یہ مچھلی اُسے دے دو، صفیہ نے کہا کہ میں آپ کو اللہ کی قسم دیتی ہوں کہ آپ اُس میں سے کچھ بھی واپس کریں،

انھوں نے کہا کہ یہ اس مسکین کو دے دو، صفیہ نے کہا کہ ہم لوگ اس مچھلی کے عوض اسے راضی کرلیں گے، کہا کہ تم لوگ جاؤ، ان لوگوں نے سائل سے کہا کہ ابن عمر کو اس مچھلی کی خواہش ہے، اس نے کہا، واللہ مجھے بھی اس کی خواہش ہے، سائل اس کی قیمت میں کمی بیشی کرنے لگا یہاں تک کہ اسے انھوں نے ایک دینار دیا، صفیہ نے کہا کہ ہم لوگوں نے سائل کو راضی کرلیا ہے، انھوں نے سائل سے کہا کہ کیا تمھیں لوگوں نے راضی کرلیا ہے اور تم راضی ہوگئے ہو اور قیمت لے لی ہے، اس نے کہا جی ہاں، ارشاد ہوا، یہ مچھلی اسی کو دے دو۔

ابن سیرین سے مروی ہے کہ ابن عمر اس شعر کو مثل کے طور پر پڑھا کرتے تھے:

یحب الخمر من مال الندامی　　ویکرہ ان تفارقہ الفلوس

(وہ اپنے ہمنشینوں کے خرچ سے شراب پینا چاہتا ہے، اسے یہ مکروہ گزرتا ہے کہ پیسے اس سے جدا ہو جائیں)۔

میمون بن مہران سے مروی ہے کہ ابن عمر کی بیوی پر ابن عمر کے بارے میں عتاب کیا گیا کہ تم اس شیخ کے ساتھ مہربانی نہیں کرتیں، انھوں نے کہا کہ میں ان کے ساتھ کیا کروں، جو کھانا تیار کیا جاتا ہے وہ کسی کو بلا لیتے ہیں اور کھلا دیتے ہیں، بیوی نے مساکین کی ایک جماعت کو بلا بھیجا جو ابن عمر کے مسجد سے نکلنے کے راستے پر بیٹھتے تھے، انھیں کھانا کھلا دیا، اور کہا کہ ابن عمر کے راستے پر نہ بیٹھنا، ابن عمر اپنے گھر آئے اور کہا کہ فلاں اور فلاں کو بلاؤ، بیوی ان لوگوں کو کھانا بھیج چکی تھیں اور کہہ دیا تھا کہ اگر ابن عمر تمھیں بلائیں تو ان کے پاس نہ آنا، ابن عمر نے کہا کہ تم لوگوں نے یہ چاہا کہ میں رات کا کھانا نہ کھاؤں، انھوں نے اس رات کو کھانا نہیں کھایا۔

عطار مولائے ابن سباع سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمر کو دو ہزار درم قرض دیے، انھوں نے دو ہزار درم بھیجے، میں نے وزن کیا تو دو سو

زائد تھے، خیال ہوا کہ شاید ابن عمر مجھے آزماتے ہیں، میں نے کہا، اے ابوعبدالرحمٰن، وہ تو دوسو درم زائد ہیں، انھوں نے کہا وہ تمھارے لیے ہیں۔

نافع سے مروی ہے کہ عبداللہ بن عمر کو اپنے مال میں جب کوئی چیز زیادہ پسند آتی تو اُسے اپنے رب کے لیے قربان کردیتے تھے، ایک شب کو میں نے اپنے آپ کو اس حالت میں دیکھا کہ ہم لوگ حجاج تھے، ابن عمر رات کو اپنے نفیس اونٹ پر روانہ ہوئے، جو انھوں نے مال کے عوض لیا تھا، جب انھیں اُس کا رات کا چلنا پسند آیا اور اُس کا بیٹھانا اچھا معلوم ہوا تو اُس سے اُترے اور کہا کہ اے نافع تم اُس کی نکیل اور کجاوہ اُتار لو، جھول ڈال دو اور اشعار کردو (اشعار یہ ہے کہ اُسے ہار پہنا دیا جائے یا اُس کے کوہان سے خون نکال دیا جائے تاکہ معلوم ہو کہ یہ حرم کی قربانی کے لیے ہے) اور قربانی کے اونٹوں میں داخل کردو۔ ۱۲۳

نافع سے مروی ہے کہ عبداللہ بن عمر کی ایک جاریہ (لونڈی) تھی، جب اُس کے ساتھ اُن کی پسندیدگی بہت بڑھ گئی تو اُسے آزاد کردیا اور اپنے مولیٰ (آزاد کردہ غلام) سے اُس کا نکاح کردیا، محمد بن یزید نے کہا کہ وہ نافع ہی تھے (جن سے انھوں نے اُس کا نکاح کیا)، اُس کے یہاں لڑکا پیدا ہوا، نافع نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن عمر کو دیکھا کہ اُس لڑکے کو لیکے پیار کرتے اور کہتے کہ فلاں عورت کی خوشبو کیسی اچھی ہے، یعنے اُس جاریہ کی جسے انھوں نے آزاد کیا تھا۔

نافع سے مروی ہے کہ عبداللہ بن عمر اپنے غلاموں میں سے کسی کو دیکھتے تھے جو اُنھیں اچھا معلوم ہوتا تھا تو اُسے آزاد کردیتے تھے، غلاموں کو بھی یہ بات معلوم ہوگئی تھی، میں نے اُن کے بعض غلاموں کو دیکھا کہ بسا اوقات بھاگتا ہوا گیا اور مسجد میں رہ گیا، جب انھوں نے اُسے اس اچھی حالت پر دیکھا تو آزاد کردیا، اُن کے احباب کہتے تھے کہ واللہ اے ابوعبدالرحمٰن، وہ لوگ صرف آپ کو دھوکا دیتے ہیں، عبداللہ کہتے تھے کہ جو ہمیں اللہ کے ذریعے سے دھوکا دے گا ہم اُس سے دھوکا کھائیں گے۔

نافع سے مروی ہے کہ میں عبداللہ بن عمر کے ساتھ کعبے میں داخل ہوا، انھوں نے سجدہ کیا تو سجدے میں یہ کہتے سنا کہ اے اللہ تو جانتا ہے کہ اگر ہمیں تیرا خوف نہ ہوتا تو ہم اپنی قوم قریش سے اس دنیا کے بارے میں باہم لڑ جاتے۔

نافع سے مروی ہے کہ عبداللہ بن عمر کو عروۃ بن الزبیر نے طواف میں پایا تو اپنے ساتھ ان کی بیٹی کا پیام دیا مگر ابن عمر نے کوئی جواب نہ دیا، عروہ نے کہا کہ میری رائے میں انھوں نے اُس امر کی موافقت نہیں کی جو میں نے اُن سے طلب کی، لامحالہ میں اس معاملے میں اُن سے دوبارہ کہوں گا۔

نافع نے کہا کہ ہم لوگ عروہ سے پہلے مدینے آگئے اور وہ ہمارے بعد آئے، ابن عمر کے پاس گئے، سلام کیا تو اُن سے ابن عمر نے کہا کہ تم نے طواف میں میری بیٹی کا ذکر کیا، حالانکہ ہم لوگ اللہ کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہے تھے، یہی امر تھا جس نے مجھے اس معاملے میں جواب دینے سے باز رکھا، جو چیز تم نے طلب کی تھی اُس میں تمھاری کیا رائے ہے، کیا اب بھی اُس کی حاجت ہے، عروہ نے کہا کہ اس وقت سے زیادہ میں کبھی اُس پر حریص نہ تھا۔

ابن عمر نے مجھ سے کہا کہ لڑکی کے دونوں بھائیوں کو بلاؤ، عروہ نے بھی کہا کہ زبیر کے لڑکوں میں سے جسے پانا بلا لانا، ابن عمر نے کہا ہمیں اُن لوگوں کی ضرورت نہیں، عروہ نے کہا اچھا تو ہمارے مولیٰ، فلاں، (کو بلا لیا جائے) ابن عمر نے کہا کہ یہ تو بہت بعید ہے۔

لڑکی کے دونوں بھائی آگئے تو ابن عمر نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور کہا کہ یہ عروہ ہیں، جو اُن لوگوں میں سے ہیں کہ تم دونوں پہچانتے ہو، انھوں نے تمھاری بہن سودہ کا ذکر کیا ہے، میں اُن سے اُس عہد پر نکاح کرتا ہوں جو اللہ نے عورتوں کے لیے مردوں سے لیا ہے کہ یا تو نیکی کے ساتھ نکاح میں رکھنا یا احسان کے ساتھ طلاق دے کے آزاد کر دینا، اور اُس مہر پر نکاح کرتا ہوں جس سے مرد عورتوں کی شرمگاہیں حلال کر لیتے ہیں، اے عروہ، اس قسم کے عہد پر تم راضی ہو؟ انھوں نے کہا کہ جی ہاں، انھوں نے کہا کہ میں نے تم سے اللہ کی برکت پر اُس کا نکاح کر دیا۔

۱۲۴

عروہ نے ولیمہ کیا تو عبداللہ بن عمر کو بھی بلایا، وہ آئے اور کہا کہ اگر تم مجھ سے کل شام کو کہہ دیتے تو میں آج روزہ نہ رکھتا، اب تمھاری کیا رائے ہے، بیٹھوں یا واپس جاؤں، انھوں نے کہا، نیکی کے ساتھ واپس جائیے، ابن عمر واپس چلے گئے۔

نافع سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ابن عمر سے کوئی مسئلہ پوچھا تو ابن عمر نے اپنا سر جھکا لیا اور اسے پسند نہیں کیا، لوگوں کو گمان ہوا کہ انھوں نے مسئلہ نہیں سنا، دوبارہ عرض کی، اللہ آپ پر رحمت کرے کیا آپ نے میرا مسئلہ نہیں سنا؟ انھوں نے کہا، کیوں نہیں؟ تم لوگوں کا خیال یہ ہے کہ جو کچھ ہم سے سوال کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے ہم سے نہیں پوچھے گا، اللہ تم پر رحمت کرے، ہمیں اتنی مہلت دو کہ مسئلہ سمجھ لیں، اگر ہمارے پاس اس کا جواب ہوگا تو تمھیں بتا دیں گے ورنہ آگاہ کر دیں گے کہ ہمیں اس کا علم نہیں۔

عاصم بن محمد نے اپنے والد سے روایت کی کہ میں نے ابن عمر کو بغیر اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے نہیں سنا کہ ان کی آنکھیں رونے میں سبقت کرتی تھیں۔

مجاہد سے مروی ہے کہ میں ابن عمر کے ساتھ تھا، لوگ انھیں سلام کرنے لگے، اپنے گھوڑے تک پہنچے تو مجھ سے کہا کہ اے مجاہد لوگ مجھ سے اتنی محبت کرتے ہیں کہ اگر میں انھیں سونا چاندی دیتا تب بھی محبوبیت میں نہ بڑھتا۔

مجاہد سے مروی ہے کہ ابن عمر کے ذمے چند درہم تھے، انھوں نے اس سے زیادہ کھرے ادا کیے، اس شخص نے جس کو ادا کیے تھے کہا کہ یہ میرے درموں سے بہتر ہیں، انھوں نے کہا، مجھے معلوم ہے، لیکن میرا دل اسی سے خوش ہے۔

ایک شیخ سے مروی ہے کہ جب ابن زبیر کا زمانہ ہوا تو کھجوریں لٹائی گئیں، ہم نے بھی خریدیں اور سرکہ بنایا، والدہ نے ابن عمر کو بھیجا، میں بھی قاصد

کے ساتھ گیا تو ابن عمر نے دریافت کرکے کہا کہ اُسے گرا دو۔

یوسف بن ماہک سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمر کو عبید بن عمیر کے پاس دیکھا کہ عبید قصہ بیان کر رہے تھے اور ابن عمر کی دونوں آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں۔

عاصم بن ابی النجودؒ سے مروی ہے کہ مروان نے ابن عمر سے کہا کہ آپ اپنا ہاتھ بڑھائیے، ہم بیعت کریں گے، آپ عرب کے سردار ہیں اور سردار کے فرزند ہیں، ابن عمر نے کہا کہ میں اہل مشرق کے ساتھ کیا کروں، اُس نے کہا کہ اُنھیں اتنا ماریئے کہ وہ بیعت کرلیں، ابن عمر نے کہا، واللہ، مجھے اگر میرے لیے ستر سال تک سلطنت ہو اور ایک شخص بھی قتل کیا جائے تو مجھے پسند نہیں۔

125

مروان کہتا تھا:

انی اری فتنۃ تغلی مراجلھا والملک بعد ابی لیلیٰ لمن غلبا

(میں فتنے کو دیکھتا ہوں کہ اُس کی دیگیں اُبل رہی ہیں۔ اور ابولیلیٰ (معاویہ) کے بعد سلطنت اُس شخص کے لیے ہوگی جو غالب آئے)۔

ابولیلیٰ معاویہ بن یزید بن معاویہ تھے، اپنے والد یزید کے بعد چالیس شب تک خلیفہ رہے، یزید نے اپنی زندگی ہی میں لوگوں سے اُن کے لیے بیعت لی تھی۔

نافع سے مروی ہے کہ ابن الزبیر، خوارج اور خشبیہؒ کے زمانے میں ابن عمر سے پوچھا گیا کہ آپ اس گروہ اور اس گروہ کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں حالانکہ یہ ایک دوسرے کو قتل کرتے ہیں، اُنھوں نے کہا کہ جو شخص حی علی الصلوۃ (نماز کے لیے آؤ) کہے گا اُسے میں جواب دوں گا اور جو شخص حی علی الفلاح (فلاح کے لیے آؤ) کہے گا اُسے جواب دوں گا مگر جو شخص کہے گا کہ اپنے برادر مسلم کے قتل کو اور اُس کا مال لوٹنے کو آؤ تو نہیں

کہوں گا کہ نہیں۔

ابن عمر سے مروی ہے کہ غزوۂ عراق میں ایک دیہاتی سے جنگ کی اور اُسے قتل کر کے سامان لے لیا، جو اُنھیں کے سپرد کر دیا گیا، وہ اپنے والد کے پاس آئے اور اُسے اُن کے سپرد کر دیا۔

ضبیب بن الشہید سے مروی ہے کہ نافع سے پوچھا گیا کہ ابن عمر اپنی منزل میں کیا کرتے تھے، اُنھوں نے کہا کہ وہ جو کام کرتے تھے اُس کی دوسروں کو طاقت نہیں، ہر نماز کے لیے وضو اور ہر وضو اور نماز کے درمیان قرآن پڑھا کرتے تھے۔

ابن عمر سے مروی ہے کہ جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی نہ میں نے کوئی اینٹ اینٹ پر رکھی اور نہ کوئی کھجور کا درخت بویا۔

عمرو بن دینار سے مروی ہے کہ ابن عمر نے ارادہ کیا کہ نکاح نہ کریں، حفصہ نے کہا کہ نکاح کرو، اگر بچے مر جائیں گے تو تمھیں اُن کے ذریعے سے ثواب ملے گا اور اگر زندہ رہیں گے تو اللہ سے تمھارے لیے دعا کریں گے۔

عمرو بن یحییٰ نے اپنے دادا سے روایت کی کہ ابن عمر سے کچھ پوچھا گیا تو اُنھوں نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم، جب وہ شخص پلٹا تو اپنے آپ سے کہا، اچھا ہوا کہ ابن عمر نے اپنی لاعلمی ظاہر کر دی۔

ابن عون سے مروی ہے کہ ابن عمر کو معاویہ سے کچھ ضرورت تھی تو اُن کو لکھنے کا ارادہ کیا اور اپنے نام سے شروع کیا، لوگ اُن کے ساتھ رہے یہاں تک کہ لکھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، معاویہ کی جانب۔

ابن عمر سے مروی ہے کہ میں بازار صرف اس لیے جاتا ہوں کہ میں سلام کروں اور مجھے سلام کیا جائے، اس کے سوا کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔

۱۲۶ کثیر بن بنانہ الحدانی نے اپنے والد سے روایت کی کہ میں بصرے سے ابن عمر کے پاس ہدیہ لیکے آیا تو اُنھوں نے قبول کر لیا، ان کے مولی سے پوچھا کہ آیا وہ خلافت طلب کرتے ہیں تو اُنھوں نے کہا کہ نہیں،

وہ اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ بزرگ ہیں، راوی نے کہا کہ میں نے انھیں روزے کی حالت میں دو گیروے میں رنگی ہوئی چادروں میں اس طرح دیکھا کہ اُن پر (وضو یا غسل کے لیے) پانی ڈالا جا رہا تھا۔

نافع سے مروی ہے کہ ایک روز ابن عمر نے پانی مانگا تو شیشے میں پانی لایا گیا، انھوں نے دیکھا تو نہیں پیا۔

جریر بن حازم سے مروی ہے کہ میں سالم کے پاس تھا، انھوں نے پانی مانگا، پانی ایسے پیالے میں لایا گیا جس میں چاندی کا ملمع تھا، جب اُنھوں نے اُس کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اُسے دیکھ کر اپنا ہاتھ روک لیا اور نہیں پیا، میں نے نافع سے پوچھا کہ ابو عمر کو پانی پینے سے کیا چیز روکتی ہے، اُنھوں نے کہا کہ وہ بات جو اُنھوں نے چاندی کا ملمع کیے ہوئے برتن کے بارے میں اپنے والد سے سُنی ہے، میں نے کہا کہ کیا ابن عمر چاندی کے ملمع کے برتن میں نہیں پیتے تھے، وہ ناراض ہوئے اور کہا کہ ابن عمر چاندی کے ملمع کے برتن میں پئیں گے؟، واللہ، ابن عمر تو پیتل میں وضو نہیں کرتے تھے، پوچھا کس چیز میں وضو کرتے تھے، کہا کہ کیتلی اور لکڑی کے پیالوں میں۔

حنتف بن السجف سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمر سے پوچھا کہ ابن الزبیر سے بیعت کرنے میں کونسا امر مانع ہے؟، انھوں نے کہا کہ واللہ میں نے ان لوگوں کی بیعت کو سوائے قِقّہ (کھیل) کے اور کچھ نہ پایا، تم جانتے ہو کہ قِقّہ کیا ہے، کیا تم نے بچے کو نہیں دیکھا کہ وہ پاخانہ پھرتا ہے اور پاخانہ پھرنے میں اپنے ہاتھ رکھتا ہے تو اُس کی ماں کہتی ہے، قِقّہ۔

عبداللہ بن عبید بن عمیر سے مروی ہے کہ ابن عمر نے کہا کہ اس فتنے میں ہماری مثال اُس قوم کی سی ہے جو اُس راہ پر چل رہی ہو جسے وہ جانتے ہوں، اسی حالت میں تھے کہ ابر و تاریکی نے گھیر لیا، بعض نے داہنی سمت اختیار کی اور بعض نے بائیں کر وہ راستہ بھول گئے، ہم نے جب یہ حالت دیکھی تو کھڑے ہو گئے، تاریکی دور ہو گئی، پہلا راستہ نظر آیا، اُسے پہچان کر اختیار کر لیا،

قریش کے یہ نوجوان اس سلطنت اور اس دنیا پر باہم کشت و خون کرتے ہیں، واللہ میں اپنے ایک جوتے کے برابر بھی اس چیز کے ہونے کی پروا نہیں کرتا جس میں بعض لوگ بعض کو قتل کریں۔

مجاہد سے مروی ہے کہ ابن عمر فتح مکہ میں آئے تو بیس برس کے تھے، ایک سرکش گھوڑے پر سوار تھے، پاس بھاری نیزہ تھا جسم پر ایک چھوٹی سی چادر تھی جس کے سرے سنبھلتے نہ تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ وہ اپنے گھوڑے کی وجہ سے علیحدہ ہیں تو فرمایا، عبداللہ ہیں، عبداللہ ہیں، یعنے آپ نے اُن کی تعریف فرمائی۔

۱۲۷ مجاہد سے مروی ہے کہ ابن عمر فتح مکہ میں جس وقت آئے تو بیس سال کے تھے۔

موسیٰ المعلم سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمر کو دیکھا کہ کسی دعوت میں بلائے گئے تو ایک فرش پر بیٹھ گئے جس پر گلابی رنگ کا کپڑا تھا، دسترخوان بچھا تو اُنھوں نے بسم کہہ کر اپنا ہاتھ بڑھایا، پھر اُٹھالیا اور کہا کہ میں روزے سے ہوں اور دعوت کے لیے حق ہے۔

یحییٰ البکاء سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمر کو ایک تہبند اور ایک چادر میں نماز پڑھتے دیکھا، اپنے دونوں ہاتھوں کو اس طرح کرتے تھے (ابوجعفر راوی اپنا ہاتھ بغل میں داخل کرتے تھے) اور اُنگلی کو اس طرح کرتے تھے، ابوجعفر نے اپنی انگلی ناک میں داخل کی۔

قزعۃ العقیلی سے مروی ہے کہ ابن عمر کو سردی محسوس ہوئی حالانکہ احرام باندھے ہوئے تھے، اُنھوں نے کہا کہ مجھے چادر اُڑھادو، میں نے چادر اُڑھادی، بیدار ہوئے تو اس کی خوبصورتی اور دھاریوں کو دیکھنے لگے، دھاریاں ریشم کی تھیں، اُنھوں نے کہا کہ اگر یہ نہ ہوتا تو کوئی حرج نہ تھا۔

نافع سے مروی ہے کہ میں نے بسا اوقات ابن عمر پر پانچ سو درم قیمت کی دھاری دار چادر دیکھی۔

ابن عمر سے مروی ہے کہ وہ لٹھر (سوت ریشم ملا ہوا کپڑا) نہیں پہنتے تھے، لیکن کسی لڑکے کے بدن پر دیکھتے تھے تو منع بھی نہیں کرتے تھے۔

ابن عمر سے مروی ہے کہ وہ گیرو کا رنگا ہوا لباس بھی پہنتے تھے اور زعفران کا رنگا ہوا بھی۔

نافع سے مروی ہے کہ ابن عمر حمام یا تالاب یا نہر میں بغیر تہبند کے نہیں داخل ہوتے تھے۔

ابی اسحاق سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمر کے پاؤں میں دو چپل دیکھے کہ ہر ایک میں انگوٹھے اور انگلی کے بیچ میں تسمہ تھا، میں نے انھیں صفا و مروہ کے درمیان دیکھا کہ بدن پر دو سفید چادریں تھیں جب وہ مسیل پر (سیلاب گاہ پر جو اس زمانے میں بھی دو سبز ستونوں سے محدود ہے) آتے تھے تو معمولی رفتار سے کسی قدر تیز چلتے تھے اور جب مسیل سے گذر جاتے تھے تو معمولی طور پر چلتے تھے، جب صفا و مروہ میں سے کسی پر آتے تھے تو بیت اللہ کی طرف رُخ کرکے کھڑے ہوتے تھے۔

زید بن جبیر سے مروی ہے کہ وہ ابن عمر کے پاس گئے، دو کمبل کی جھولداریاں اور ایک خیمہ اُن کے یہاں دیکھا، پاؤں میں دو تسمہ والے چپل تھے کہ ایک تسمہ چار انگلیوں کے درمیان تھا جس پر زبان کی طرح نوکدار بال نہ تھے، ہم لوگ اُسے الحمصیّہ کہتے ہیں۔

۱۲۸ جبلہ بن سحیم سے مروی ہے کہ میں نے دیکھا کہ ابن عمر نے ایک کرتہ خرید کر پہنا، پھر اُسے واپس کرنا چاہا تو اُس کرتے میں اُن کی ڈاڑھی سے زردی لگ گئی، جس کی وجہ سے انھوں نے واپس نہیں کیا۔

نافع یا سالم سے مروی ہے کہ ابن عمر سفر میں کرتے کے اوپر سے تہبند باندھتے تھے۔

الازرق بن قیس سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمر کو بہت کم گھنڈیاں لگائے دیکھا۔

ثابت بن عبید سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمر کو اپنے کرتے میں گھنڈیاں لگائے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔

جمیل بن زید الطائی سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمر کی تہبند کو دیکھا کہ ٹخنوں سے اوپر اور پنڈلیوں سے نیچے تھی، دو زرد چادریں اوڑھے تھے اور ڈاڑھی زرد رنگے تھے۔

ابی المتوکل الناجی سے مروی ہے کہ گویا میں ابن عمر کی طرف دیکھ رہا ہوں جو دو چادریں اوڑھے تھے، اور گویا اُن کی پنڈلی کی مچھلی کی طرف دیکھ رہا ہوں جو تہبند کے نیچے ہوتی تھی اور کرتہ اُوپر۔

یحییٰ بن عمیر سے مروی ہے کہ میں نے سالم بن عبداللہ کو دیکھا کہ والد کے پاس کھڑے تھے، بدن پر ایک اونچے دامن کا کرتہ تھا، والد نے اُن کے کرتے کا دامن پکڑ کے چہرے کی طرف دیکھا اور کہا کہ گویا یہ عبداللہ ابن عمر کا کرتہ ہے۔

صدقہ بن سلیمان العجلی سے مروی ہے کہ مجھ سے والد نے بیان کیا کہ میں نے ابن عمر کو دیکھا کہ بلند آواز تھے، زرد خضاب کرتے تھے، بدن پر ایک دستوائی کرتہ تھا جو نصف ساق تک تھا۔

موسیٰ بن دہقان سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمر کو دیکھا کہ نصف ساق تک کی تہبند باندھتے تھے۔

ابن عمر سے مروی ہے کہ میں نے عمامہ باندھا اور شملہ دونوں شانوں کے درمیان لٹکایا۔

ابن عمر سے مروی ہے کہ وہ جب سجدہ کرتے تھے تو دونوں ہاتھ چادر سے باہر کر دیتے تھے۔

نضر ابی لؤلؤہ سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمر کے سر پر سیاہ عمامہ دیکھا۔

حیان البارقی سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمر کو ایک تہبند میں جسے وہ باندھے ہوئے تھے نماز پڑھتے دیکھا یا میں نے سنا کہ وہ ایک تہبند میں کہ

اُن کے بدن پر اُس کے سوا اور کوئی کپڑا نہ ہوتا تھا فتوی دیتے تھے یا نماز پڑھتے تھے۔

عمران النخلی سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمر کو ایک تہبند میں نماز پڑھتے دیکھا۔

۱۲۹ عثمان بن ابراہیم الحاطبی سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمر کو دیکھا کہ اپنی مونچھ اچھی طرح کترواتے تھے اور عمامہ باندھتے تھے اور اُسے اپنے پیچھے لٹکاتے تھے۔

محمد بن عبداللہ الانصاری سے مروی ہے کہ میں نے عبداللہ ابن ابی عثمان القرشی سے پوچھا، کیا تم نے ابن عمر کو اپنی تہبند نصف ساق تک اُٹھاتے ہوئے دیکھا ہے، اُنھوں نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ نصف ساق کیا ہے، البتہ میں نے اُنھیں دیکھا ہے کہ کرتے کے دامن بہت چھوٹے رکھتے تھے۔

عبداللہ بن حَنَش سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمر کے بدن پر دو معافری (خاکی) چادریں دیکھیں اور تہبند نصف ساق تک تھی۔

ابو ریحانہ سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمر کو مدینے میں دیکھا کہ تہبند چھوڑے ہوئے مدینے کے بازاروں میں آتے اور پوچھتے کہ یہ کیوں کر فروخت ہوتا ہے، یہ کیوں کر فروخت ہوتا ہے۔

کلیب بن وائل سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمرؓ کو دیکھا کہ عمامہ اپنے پیچھے لٹکاتے تھے۔

زید بن اسلم سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمر کو اس طرح نماز پڑھتے دیکھا کہ اُن کی گھنڈیاں کھُلی تھیں، اُنھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی محلول الازار دیکھا۔

عُثیم بن نسطاس سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمر کو دیکھا کہ وہ اپنے کرتے میں گھنڈیاں نہیں لگاتے تھے۔

ابن عمر سے مروی ہے کہ اُن کی ایک مہر تھی، وہ اُسے اپنے

بیٹے ابی عبید کے پاس رکھتے تھے، جب مہر لگانا چاہتے تو اُسے لیکے مہر لگاتے تھے۔

ابن عون سے مروی ہے کہ لوگوں نے نافع کے پاس ابن عمر کی مہر کا ذکر کیا تو اُنھوں نے کہا کہ ابن عمر انگوٹھی نہیں پہنتے تھے، اُن کی مہر (انگوٹھی) صفیہ کے پاس رہتی تھی، جب وہ مہر لگانا چاہتے تھے تو مجھے بھیجتے تھے اور میں اُسے لے آتا تھا۔

ابن سیرین سے مروی ہے کہ عبداللہ بن عمر کی مہر کا نقش "عبداللہ بن عمر" تھا۔

عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ اُن کی مہر میں "عبداللہ بن عمر" منقوش تھا۔

ابن سیرین سے مروی ہے کہ ابن عمر کی مہر کا نقش "عبداللہ بن عمر" تھا۔

۱۳۰ انس سے مروی ہے کہ عمر رض بن الخطاب نے مہر میں عربی میں نقش کھودنے کو منع کیا، ابان نے کہا کہ میں نے محمد بن سیرین کو اس کی خبر دی تو اُنھوں نے کہا کہ عبداللہ بن عمر کی مہر کا نقش "لِلّٰہ" تھا۔

ابن عمر سے مروی ہے کہ وہ اچھی طرح اپنی مونچھیں کترواتے تھے اور تہبند نصف ساق تک رہتی تھی۔

عثمان بن ابراہیم الحاطبی سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمر کی تہبند کو اُن کی نصف ساق تک دیکھا، میں نے دیکھا کہ وہ اپنی مونچھیں کترواتے تھے۔

عثمان بن ابراہیم بن محمد بن حاطب سے مروی ہے کہ میں نے عبداللہ ابن عمر کو دیکھا کہ اپنی مونچھیں کترواتے تھے، اُنھوں نے مجھے اپنی گود میں بٹھایا، محمد بن کناسہ نے کہا کہ عثمان بن ابراہیم کی والدہ قدامہ بن مظعون کی بیٹی تھیں۔

عثمان بن ابراہیم الحاطبی سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمر کو اس طرح اپنی مونچھیں کترواتے ہوئے دیکھا کہ گمان ہوا کہ وہ اُسے اُکھاڑتے ہیں۔

الحاطبی سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمر کو ہمیشہ گھنڈیاں کھولے ہوئے ہی دیکھا۔

عاصم بن محمد نے اپنے والد سے روایت کی کہ میں نے ابن عمر کو دیکھا کہ اپنی مونچھیں کترواتے تھے میں اُن کی جلد کی سفیدی دیکھتا تھا یا اُن کی جلد کی سفیدی ظاہر ہو جاتی تھی۔

ضحاک بن عثمان سے مروی ہے کہ میں نے یحییٰ بن سعید سے دریافت کیا کہ کیا تم کسی اہل علم کو جانتے ہو جو اپنی مونچھیں کترواتا ہو؟ انھوں نے کہا کہ سوائے عبداللہ بن عمر و عبداللہ بن عامر بن ربیعہ کے کسی کو نہیں جانتا، یہی دونوں ایسا کرتے تھے۔

عاصم بن محمد بن زید العمری نے اپنے والد سے روایت کی کہ ابن عمر اپنی مونچھیں کترواتے تھے جس سے جلد کی سفیدی نظر آتی تھی۔

عبدالرحمن بن عبداللہ بن دینار نے اپنے والد سے روایت کی کہ ابن عمر اپنی مونچھیں کترواتے تھے اور اتنی کترواتے تھے کہ اُن کے چہرے سے ظاہر ہوتا تھا۔

محمد بن عبداللہ الانصاری سے مروی ہے کہ میں نے عبداللہ ابن ابی عثمان القرشی سے دریافت کیا کہ کیا تم نے ابن عمر کو اپنی مونچھیں کترواتے دیکھا ہے، انھوں نے کہا کہ ہاں، میں نے کہا کہ تم نے خود دیکھا ہے، انھوں نے کہا، ہاں۔

عبداللہ بن دینار سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمر کو اپنی مونچھیں کترواتے دیکھا ہے۔

ابو الملیح سے مروی ہے کہ میمون اپنی مونچھیں کترواتے تھے اور بیان کرتے تھے کہ ابن عمر بھی اپنی مونچھیں کترواتے تھے۔

ابن عمر سے مروی ہے کہ وہ دونوں مونچھوں کو لے لیتے تھے، یعنے مونچھ کا لمبا حصہ (کتروا ڈالتے تھے)۔ ۱۳۱

حبیب بن الریان سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمر کو دیکھا کہ اپنی مونچھ کتروائی ہے اتنی کہ گویا اسے منڈا دیا، اور اپنی تہبند نصف ساق تک

اُٹھائی ہے، راوی نے کہا کہ میں نے اسے میمون بن مہران سے بیان کیا تو اُنھوں نے کہا کہ حبیب نے سچ کہا، ابن عمر ایسے ہی تھے۔

نافع سے مروی ہے کہ ابن عمر مونچھ کا یہ اور یہ حصہ (کتروا) لیتے تھے ازہر (راوی) نے اپنی مونچھوں کی طرف اشارہ کیا۔

عثمان بن عبید اللہ بن ابی رافع سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمر کو اس طرح مونچھیں کترواتے دیکھا جو مونڈنے کے برابر ہوتی تھیں۔

نافع سے مروی ہے کہ ابن عمر سوائے حج یا عمرے کے اپنی ڈاڑھی بڑھنے دیتے تھے۔

نافع سے مروی ہے کہ ابن عمر اپنی ڈاڑھی مُٹھی سے پکڑتے تھے اور جو مُٹھی سے بڑھتی تھی اُسے کتروا ڈالتے تھے۔

نافع سے مروی ہے کہ ابن عمر اس طرح (اپنی ڈاڑھی) مٹھی میں لیتے تھے (نافع اپنا ہاتھ ٹھڈی کے پاس رکھتے تھے) اور جو مٹھی سے بڑھتی تھی اُسے کتروا ڈالتے تھے۔

عبد الکریم الجزری سے مروی ہے کہ مجھے اُس حجام نے خبر دی جو ابن عمر کی ڈاڑھی کترتا تھا جو مٹھی سے زائد ہوتی تھی۔

حارث بن عبد الرحمٰن بن ابی ذُباب الدوسی سے مروی ہے کہ اُنھوں نے عبد اللہ بن عمر کو دیکھا کہ اپنی ڈاڑھی زرد رنگتے تھے۔

نوفل بن مسعود سے مروی ہے کہ میں نے عبد اللہ بن عمر کو دیکھا کہ اپنی ڈاڑھی خلوق سے (جو زعفران وغیرہ سے مرکب خوشبو ہے) زرد رنگتے تھے اور میں نے اُن کے پاؤں میں دو چپل دیکھے جن میں دو تسمے تھے۔

ابن عمر سے مروی ہے کہ وہ اپنی ڈاڑھی زرد رنگتے تھے۔

ابن عمر سے مروی ہے کہ وہ خلوق کا تیل لگا کے پیری میں تغیر کرتے تھے۔

زید بن اسلم سے مروی ہے کہ عبد اللہ بن عمر اپنی ڈاڑھی زرد رنگتے تھے، کپڑوں میں بھی یہ زردی لگ جاتی تھی، اُن سے کہا گیا کہ آپ زردی سے

کیوں رنگتے ہیں تو انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُس سے رنگتے دیکھا ہے۔

۱۳۲ عبد العزیز بن حکیم سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمر کو زرد خضاب کرتے دیکھا۔

محمد بن قیس سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمر کو دیکھا کہ ڈاڑھی زرد تھی، تہ بند کرتے کے اندر تھی، ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھے ہوئے تھے اور عمامہ باندھے تھے جو آگے اور پیچھے لٹکتا تھا، معلوم نہیں جو آگے تھا وہ زیادہ طویل تھا یا جو پیچھے تھا۔

سلیمان الاحول سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمر کو دیکھا کہ اپنی ڈاڑھی زرد رنگتے تھے، اُس سے یہ تر ہو جاتا تھا، راوی نے اپنے کرتے کے گریبان کی طرف اشارہ کیا۔

عبید بن جریج سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمر سے کہا کہ آپ اپنی ڈاڑھی زرد رنگتے ہیں، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ اپنی ڈاڑھی زرد رنگتے تھے، میں نے کہا کہ آپ کو سبتیہ چپل پہنتے دیکھا ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ وہی پہنتے تھے، وہی پسند فرماتے تھے اور انھیں میں وضو کرتے تھے۔

ابن عمر سے مروی ہے کہ وہ (اپنی ڈاڑھی) زعفران سے رنگتے تھے، جب پوچھا گیا تو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی سے رنگتے تھے یا کہا کہ آپ کو سب رنگوں سے زیادہ یہ رنگ پسند تھا۔

زید بن اسلم سے مروی ہے کہ ابن عمر اپنی ڈاڑھی زردی سے رنگتے تھے جس سے اُن کے کپڑے بھر جاتے تھے، کہا گیا کہ آپ زردی سے کیوں رنگتے ہیں تو انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی سے رنگتے دیکھا ہے، آپ کو کوئی رنگ اُس سے زیادہ پسند نہ تھا، آنحضرت ﷺ اُس سے اپنے تمام کپڑے رنگتے تھے حتیٰ کہ اپنا عمامہ بھی۔

عُثیم بن نسطاس سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمر کو دیکھا کہ ڈاڑھی زرد رنگتے تھے اور کرتے میں گھنڈی نہیں لگاتے تھے، ایک بار وہ قریب سے گذرے اور سلام کرنا بھول گئے تو پھر لوٹے اور کہا کہ میں السلام علیکم بھول گیا تھا۔

عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار نے اپنے والد سے روایت کی کہ ابن عمر خلوق ورس سے (وہ خلوق جس میں کسم بھی شامل ہوتا تھا) اپنی ڈاڑھی زرد رنگتے تھے، اُس سے اُن کے کپڑے بھر جاتے تھے۔

محمد بن زید سے مروی ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمر کو دیکھا کہ خلوق یا زعفران سے اپنی ڈاڑھی زرد رنگتے تھے۔

۱۴۳

عطاء سے مروی ہے کہ ابن عمر زرد رنگتے تھے۔

عثمان بن عبیداللہ سے مروی ہے کہ ابن عمر اپنی ڈاڑھی زرد رنگتے تھے اور ہم لوگ مکتب میں تھے۔

نافع سے مروی ہے کہ ابن عمر اپنی ڈاڑھی زعفران اور کسم سے جس میں مشک ہوتی تھی زرد رنگتے تھے۔

موسیٰ بن ابی مریم سے مروی ہے کہ عبداللہ بن عمر زردی کا خضاب کرتے تھے، زردی اُن کی ڈاڑھی سے کرتے پر نظر آتی تھی۔

عبید بن جریج سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمر سے کہا کہ آپ اپنی ڈاڑھی زرد رنگتے ہیں اور لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ رنگتے ہیں اور رنگین کرتے ہیں، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اپنی ڈاڑھی زرد رنگتے تھے۔

جمیل بن زید الطائی سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمر کو دیکھا کہ اپنی ڈاڑھی زرد رنگتے تھے۔

محمد بن عبداللہ الانصاری نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن ابی عثمان القرشی سے پوچھا کہ تم نے ابن عمر کو اپنی ڈاڑھی زرد رنگتے دیکھا، انھوں نے کہا کہ میں نے زرد رنگتے تو نہیں دیکھا البتہ ڈاڑھی کو زرد دیکھا ہے جو

بہت شوخ رنگ کی نہ تھی، بلکہ ہلکی زرد تھی۔

نافع سے مروی ہے کہ ابن عمر اپنی ڈاڑھی، سوائے حج یا عمرے کے بڑھنے دیتے تھے۔

نافع سے مروی ہے کہ ابن عمر نے ایک یا دو مرتبہ سر منڈانا ترک کر دیا، سر کے پچھلے حصے کے کنارے کتروائے، راوی نے کہا کہ وہ اصلع تھے (یعنے چندیہ پر بال نہ تھے)، راوی نے کہا کہ میں نے نافع سے کہا کہ کیا ڈاڑھی سے بھی (کترواتے تھے) انھوں نے کہا کہ اس کے بھی کنارے کترواتے تھے۔

نافع سے مروی ہے کہ ابن عمر نے ایک سال حج نہیں کیا تو انھوں نے مدینے میں قربانی کی اور اپنا سر منڈایا۔

ہشام بن عروہ سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمر کے بہت سے (بال)، جمع کیے تھے جو لانبے تھے یا اتنے بڑھے ہوئے تھے کہ ان کے شانوں سے لگتے تھے، ہشام نے کہا کہ پھر مجھے ان کے پاس لایا گیا، وہ مروہ پر تھے، انھوں نے مجھے بلا کے پیار کیا، میں نے دیکھا کہ اس روز انھوں نے بال کتروائے۔

علی بن عبداللہ البارقی سے مروی ہے کہ ابن عمر جس وقت بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے تو میں نے ان کی چندیہ دیکھی جس پر بال نہ تھے۔

۱۳۴ ابن عمر سے مروی ہے کہ دومۃ الجندل میں علیؓ و معاویہؓ کے وعدے کا وقت ہوا تو معاویہؓ اور علیؓ کو اس سے نکلنے کا اندیشہ نہ تھا، ایک بہت بڑے دراز بختی اونٹ پر معاویہؓ آئے اور کہا کہ کون ہے جو اس امر خلافت میں طمع کرے گا یا اس کی طرف اپنی گردن دراز کرے گا، ابن عمر نے کہا کہ سوائے اس روز کے میں نے کبھی اپنے دل سے دنیا کی بات نہیں کی میں نے ارادہ کیا کہ (معاویہؓ کے جواب میں) کہوں کہ (وہ شخص طمع کرتا ہے) جس نے تم کو اور تمھارے والد کو بر بنائے اسلام مارا تھا اور اتنا مارا تھا کہ تم دونوں اسلام میں داخل ہو گئے، میں یہ کہنا چاہتا ہی تھا کہ جنت اور اس کی نعمتوں اور میووں کو یاد کر کے

اُن سے منہ پھیر لیا۔

ابی حصین سے مروی ہے کہ معاویہؓ نے کہا کہ اس خلافت کا ہم سے زیادہ کون مستحق ہے؟ عبد اللہ بن عمرؓ نے کہا کہ میں نے یہ کہنے کا ارادہ کیا کہ وہ شخص تم سے زیادہ مستحق ہے جس نے تم کو اور تمھارے والد پر ضرب لگائی ہے، پھر میں نے جنت کی نعمتوں کو یاد کیا اور اندیشہ ہوا کہ اس کہنے سے فساد ہوگا۔

زہری سے مروی ہے کہ جب معاویہؓ کے پاس لوگ جمع ہوئے تو وہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ اس امر خلافت کا مجھ سے زیادہ مستحق کون ہے؟ ابن عمرؓ نے کہا کہ میں تیار ہوا کہ کھڑا ہوں اور کہوں کہ وہ شخص اُس کا زیادہ حق دار ہے جس نے تم کو اور تمھارے والد کو کفر پر مارا ہے، پھر مجھے اندیشہ ہوا کہ میرے ساتھ وہ گمان کیا جائے گا جو مجھ میں نہیں ہے (یعنے خواہش خلافت)۔

نافع سے مروی ہے کہ معاویہؓ نے ابن عمر کو ایک لاکھ درہم بھیجے، جب یہ چاہا کہ یزید بن معاویہؓ سے بیعت کی جائے تو (ابن عمرؓ نے) کہا کہ میرا خیال ہے کہ معاویہؓ سمجھتے ہیں کہ ابن عمر کا دین اس وقت ارزاں ہے۔

محمد بن المنکدر سے مروی ہے کہ جب یزید بن معاویہ سے بیعت کی گئی اور ابن عمر کو معلوم ہوا تو انھوں نے کہا کہ اگر یہ خیر ہے تو ہم راضی ہیں اور اگر بلا ہے تو ہم نے صبر کیا۔

نافع سے مروی ہے کہ جب اہل مدینہ نے یزید بن معاویہ کے ساتھ زبردستی کی اور اُسے معزول کر دیا تو عبد اللہ بن عمرؓ نے اپنے لڑکوں کو بلایا، اُنھیں جمع کیا اور کہا کہ ہم نے اس شخص (یزید) سے اللہ اور اُس کے رسولؐ کی بیعت پر بیعت کی تھی، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا ہے کہ قیامت کے دن بد عہدی کرنے والے کے لیے ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا اور وہ جھنڈا کہے گا کہ یہ فلاں کی

بدعہدی ہے، اللہ کے ساتھ شرک کے سوا سب سے بڑی بدعہدی یہ ہے کہ ایک آدمی دوسرے آدمی سے اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت پر بیعت کرے پھر اُس کی بیعت کو توڑ دے، لہٰذا تم میں سے ہرگز کوئی شخص یزید کو معزول نہ کرے اور نہ کوئی اس امر میں عجلت کرے کہ میرے اور اُس کے درمیان تلوار ہو۔

۱۳۵ نافع سے مروی ہے کہ جب معاویہؓ مدینے میں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر قسم کھائی کہ ابن عمر کو ضرور ضرور قتل کریں گے، پھر جب وہ مکے کے قریب ہوئے تو لوگ ملے جن میں عبداللہ بن صفوان بھی تھے اور پوچھا کہ بتاؤ تم ہمارے پاس کیا لائے ہو کیا تم اس لیے ہمارے پاس آئے ہو کہ عبداللہ بن عمر کو قتل کرو، معاویہؓ نے تین مرتبہ کہا کہ یہ کون کہتا ہے، یہ کون کہتا ہے، یہ کون کہتا ہے۔

نافع سے مروی ہے کہ جب معاویہؓ مدینے میں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر قسم کھائی کہ ابن عمر کو ضرور قتل کریں گے، اس پر ہمارے متعلقین آنے لگے، عبداللہ بن صفوان، ابن عمر کے پاس آئے اور دونوں ایک مکان میں داخل ہو گئے، میں مکان کے دروازے پر تھا، عبداللہ بن صفوان کہنے لگے کہ کیا آپ معاویہؓ کو چھوڑتے ہیں کہ وہ آپ کو قتل کر دیں، واللہ اگر سوائے میرے اور میرے اہل بیت کے کوئی نہ ہوگا تب بھی میں آپ کے لیے اُن سے قتال کروں گا، ابن عمر نے کہا کہ کیا میں اللہ کے حرم میں صبر نہ کروں۔

نافع نے کہا کہ میں نے اُس شب کو دو مرتبہ ابن عمر سے ابن صفوان کو سرگوشی کرتے سنا، جب معاویہؓ قریب آئے تو لوگ اُن سے ملے، عبداللہ بن صفوان بھی ملے اور پوچھا کہ تم ہمارے پاس کیا لائے، آئے ہو کہ عبداللہ بن عمر کو قتل کرو، انھوں نے کہا کہ واللہ میں اُنھیں قتل نہیں کروں گا۔

عبداللہ بن دینار سے مروی ہے کہ جب لوگوں نے

عبدالملک بن مروان پر اتفاق کر لیا تو انھیں ابن عمر نے لکھا: اما بعد، میں نے اللہ کے بندے امیر المومنین عبدالملک سے اللہ کی سنت اور اُس کے رسول کی سنت پر اُن امور میں سماعت و طاعت کی بیعت کی جو میں کرسکوں گا اور میرے لڑکوں نے بھی اس کا اقرار کیا ہے۔

ابن عون سے مروی ہے کہ میں نے ایک شخص کو محمد سے بیان کرتے سنا کہ عمرؓ کی وصیت ام المومنین حفصہ کے پاس تھی، جب اُن کی وفات ہوگئی تو ابن عمر کے پاس چلی گئیں، اُن کی وفات کا وقت آیا تو انھوں نے اُسے اپنے بیٹے عبداللہ بن عبداللہ کو دے دیا اور سالم کو چھوڑ دیا، لوگوں نے اس کی وجہ سے اُنھیں ملامت کی۔

عبداللہ بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان حجاج بن یوسف کے پاس گئے، حجاج نے کہا کہ میں نے ابن عمر کی گردن مارنے کا ارادہ کیا تھا، عبداللہ بن عبداللہ نے کہا، دیکھ، واللہ، اگر تو یہ کرتا تو اللہ دوزخ کی آگ میں تجھے سرنگوں کرکے ڈال دیتا، حجاج نے سر جھکا لیا، میں سمجھا کہ حجاج ابھی ان کے قتل کا حکم دے گا، اس کے بعد اس نے سر اٹھایا اور کہا کہ قریش میں سب سے بزرگ گھر کس کا ہے، اور وہ کسی اور کی بات میں لگ گیا۔

خالد بن سُمیر سے مروی ہے کہ فاسق حجاج نے منبر پر خطبہ پڑھا اور کہا کہ ابن الزبیر نے کتاب اللہ میں تحریف کردی، (اور اُسے بدل دیا)، ابن عمر نے اُس سے کہا کہ تو جھوٹا ہے، تو جھوٹا ہے، تو جھوٹا ہے، نہ اُنھیں اس کی طاقت تھی نہ اُن کے ساتھ تجھے، حجاج نے کہا کہ خاموش رہو، تم بوڑھے ہو، بیہودہ بکتے ہو، تمھاری عقل جاتی رہی ہے، قریب ہے کہ بوڑھا گرفتار کیا جائے، اُس کی گردن ماری جائے اور اُسے اس طرح گھسیٹا جائے کہ اُس کے دونوں خصیے پھولے ہوئے ہوں اور اہل بقیع کے لڑکے گھماتے ہوں۔

نافع سے مروی ہے کہ ابن عمر نے کوئی وصیت نہیں کی۔

۱۳۶

نافع سے مروی ہے کہ جب ابن عمر سخت علیل ہو گئے تو لوگوں نے کہا کہ وصیت کیجئے، انھوں نے کہا کہ میں وصیت نہیں کرتا، میں زندگی میں جو کچھ کرتا تھا اللہ اُسے زیادہ جانتا ہے، اب تو میں اُن لوگوں سے زیادہ اُس کا مستحق کسی کو نہیں پاتا، میں اُن کی جائداد میں کسی کو اُن کا شریک نہیں کرتا، (یعنے اپنی اولاد کا)۔

نافع سے مروی ہے کہ ابن عمر علیل ہوئے تو لوگوں نے اُن سے وصیت کا ذکر کیا، انھوں نے کہا کہ اللہ زیادہ جانتا ہے کہ میں اپنے مال میں کیا کیا کرتا تھا، رہی میری جائداد اور زمین، تو میں نہیں چاہتا کہ اولاد کے ساتھ اُس میں کسی کو شریک کروں۔

نافع سے مروی ہے کہ ابن عمر کہا کرتے تھے کہ اے اللہ میری موت مکے میں نہ کر۔

عطیہ العوفی سے مروی ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمر کے مولی سے عبداللہ بن عمر کی وفات کو دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ ایک شامی نے اپنے نیزے کی انی اُن کے پاؤں میں ماردی تھی، اُن کے پاس حجّاج عیادت کے لیے آیا اور کہا کہ اگر میں اُس شخص کو جان لیتا جس نے آپ کو تکلیف پہنچائی تو ضرور اُس کی گردن ماردیتا، عبداللہ نے کہا تو ہی تو ہے جس نے مجھے تکلیف پہنچائی، اُس نے کہا، کیوں کر، انھوں نے کہا کہ جس روز تو نے اللہ کے حرم میں ہتھیار داخل کیے تھے۔

سعید بن جُبیر سے مروی ہے کہ جب ابن عمر کو وہ فتنہ پہنچا جو اُنھیں مکے میں پہنچا تھا اور اُنھیں تیر مارا گیا جس سے وہ زمین پر گر پڑے تو انھیں اندیشہ ہوا کہ زخم کا درد رو کے گا، انھوں نے کہا کہ اے مصائب کے فرزند، مجھے مناسک ادا کر لینے دے، درد شدید ہو گیا تو حجّاج کو معلوم ہوا، وہ اُن کے پاس عیادت کے لیے آیا اور کہنے لگا کہ اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ کس نے آپ کو تکلیف پہنچائی تو ضرور یہ کرتا اور وہ کرتا، جب اُس نے بہت باتیں بنائیں تو ابن عمر نے کہا کہ تو ہی تو ہے جس نے

مجھے تکلیف پہنچائی، تو نے اس دن ہتھیار اٹھائے جس دن ہتھیار نہیں اٹھائے جاتے، حجاج چلا گیا تو ابن عمر نے کہا کہ مجھے سوائے تین چیزوں کے دنیا کی کسی چیز پر افسوس نہیں ہے، دوپہر کی پیاس (کہ اس حالت میں نفل روزے نہ رکھے)، رات کی مصیبت (کہ عبادت الہٰی میں شب کیوں نہ بسر کی) اور اس پر کہ میں نے اس باغی گروہ سے قتال نہ کیا جو ہمارے پاس گھس آیا تھا۔

بنی مخزوم کے ایک شیخ سے مروی ہے کہ جب ابن عمر کے پاؤں میں زخم لگا تو ان کے پاس عیادت کے لیے حجاج آیا، وہ داخل ہوا، انھیں سلام کیا، ابن عمر اپنے بستر پر تھے، انھوں نے سلام کا جواب دیا، حجاج نے کہا کہ اے ابو عبدالرحمٰن، آپ جانتے ہیں کہ آپ کا پاؤں کس نے زخمی کیا، انھوں نے کہا، نہیں، اس نے کہا، واللہ، اگر مجھے معلوم ہوتا کہ کس نے آپ کو زخمی کیا تو میں ضرور اسے قتل کر دیتا، ابن عمر نے گردن نہیں اٹھائی، نہ اس سے کلام کیا نہ اس کی طرف ملتفت ہوئے، جب حجاج نے یہ دیکھا تو اس طرح اٹھ کھڑا ہوا جیسے کوئی ناراض ہو، نکل کر تیز جا رہا تھا، مکان کے صحن میں تھا کہ اپنے پیچھے والے کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ یہ شخص گمان کرتا ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ ہم عہد اول کو اختیار کریں گے۔ ۱۳۷

سعید سے مروی ہے کہ حجاج، ابن عمر کی عیادت کے لیے آیا، ان کے پاس سعید بھی تھے، یعنے سعید بن عمرو بن سعید بن العاص، پاؤں میں زخم لگ گیا تھا، اس نے کہا کہ اے ابو عبدالرحمٰن آپ اپنے کو کیسا پاتے ہیں، ہمیں اگر معلوم ہو جائے کہ کس نے آپ کو زخم پہنچایا تو ہم اسے سزا دیں، کیا آپ کو معلوم ہے کہ کس نے آپ کو زخمی کیا، انھوں نے کہا کہ مجھے اس نے زخمی کیا جس نے حرم میں ہتھیار اٹھانے کا حکم دیا، جس میں ان کا اٹھانا حلال نہیں۔

اشرس بن عبید سے مروی ہے کہ میں نے سالم بن عبداللہ بن عمر سے عبداللہ بن عمر کو جو زخم لگا تھا اس کو پوچھا تو سالم نے کہا کہ میں نے

پوچھا، اے والد، یہ خون کیسا ہے جو اونٹنی کے شانے پر بہتا ہے، اُنھوں نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں، تم اونٹنی کو بٹھاؤ، میں نے بٹھایا، پھر انھوں نے اپنا پاؤں رکاب سے نکالا، قدم رکاب میں چمٹ گیا تھا، انھوں نے کہا کہ مجھے خبر نہیں کہ کس نے زخمی کیا۔

ایوب سے مروی ہے کہ میں نے نافع سے پوچھا کہ ابن عمر کی وفات کیسے ہوئی؟ اُنھوں نے کہا کہ جمرے کے پاس ہجوم میں اُن کی اُنگلیوں کے درمیان محمل کے آگے کی لکڑی لگ گئی جس سے وہ بیمار ہو گئے، حجاج اُن کی عیادت کے لیے آیا، جب اُن کے قریب پہنچا اور ابن عمر نے اُسے دیکھا تو اپنی آنکھیں بند کر لیں، حجاج نے اُن سے کلام کیا مگر اُنھوں نے کچھ نہ کہا، اُس نے پوچھا کہ آپ کو کس نے مارا، آپ کس پر شبہہ کرتے ہیں، ابن عمر نے جواب نہ دیا، حجاج چلا گیا، اور کہا کہ یہ شخص کہتا ہے کہ میں پہلے طریقے پر ہوں۔

حبیب بن ابی ثابت سے مروی ہے کہ مجھے ابن عمر سے یہ روایت پہنچی کہ جس مرض میں اُن کی وفات ہوئی اُس میں اُنھوں نے کہا کہ میں امور دنیا میں سے کسی پر افسوس نہیں کرتا سوائے اس کے کہ میں باغی گروہ سے قتال نہ کرتا۔

نافع نے کہا کہ ابن عمر نے ایک شخص کو وصیت کی تھی کہ اُنھیں غسل دے، وہ اُنھیں مشک سے ملنے لگا۔

سالم بن عبداللہ سے مروی ہے کہ ابن عمر کی وفات ۷۴ھ میں مکے میں ہوئی اور فخ میں مدفون ہوئے، وفات کے روز وہ چوراسی برس کے تھے۔

۱۳۸ فضل بن دکین سے مروی ہے کہ عبداللہ بن عمر کی وفات ۷۳ھ میں ہوئی۔

عبداللہ بن نافع نے اپنے والد سے روایت کی کہ حجاج کے ساتھیوں میں سے ایک شخص کے نیزے کی انی ابن عمر کے پاؤں میں

لگ گئی تھی، زخم بھر گیا تھا، لوگ حج سے واپس ہوئے تو ابن عمر کا زخم پھٹ گیا، وفات کا وقت آیا تو اُن کی عیادت کے لیے حجاج آیا اور کہا کہ اے ابو عبدالرحمن جس نے آپ کو زخمی کیا وہ کون ہے، اُنھوں نے کہا کہ تجھی نے تو مجھے قتل کیا ہے، پوچھا کس بارے میں، اُنھوں نے کہا کہ تو نے اللہ کے حرم میں ہتھیار اٹھائے، تیرے کسی ساتھی نے مجھے زخمی کر دیا، ابن عمر کی وفات کا وقت آیا تو وصیت کی کہ انھیں حرم میں نہ دفن کیا جائے، بلکہ حرم سے باہر، مگر غلبۂ آرا سے اُنھیں حرم ہی میں دفن کیا گیا اور حجاج نے نماز پڑھی۔

شرحبیل بن ابی عون نے اپنے والد سے روایت کی کہ ابن عمر نے وفات کے وقت سالم سے کہا کہ اے فرزند اگر میں مر جاؤں تو مجھے حرم سے باہر دفن کرنا کیوں کہ مہاجر ہو کے نکلنے کے بعد میں وہاں مدفون ہونا ناپسند کرتا ہوں، عرض کی، اے والد، بشرطیکہ ہم اس پر قادر ہوئے، اُنھوں نے کہا کہ تم مجھے سُناتے ہو، میں تم سے کہتا ہوں اور تم کہتے ہو کہ اگر ہم اس پر قادر ہوئے، سالم نے کہا کہ میں کہتا ہوں کہ حجاج ہم پر غالب آجائے گا، اور وہی آپ پر نماز پڑھے گا، ابن عمر خاموش ہو گئے۔

سالم سے مروی ہے کہ والد نے مجھے یہ وصیت کی کہ میں انھیں حرم سے باہر دفن کروں، مگر ہم قادر نہ ہوئے اور حرم کے اندر فخ میں مقبرۂ مہاجرین میں دفن کیا۔

نافع سے مروی ہے کہ جب لوگ (حج سے فارغ ہو کے) واپس ہوئے اور ابن عمر کی وفات کا وقت آیا تو اُنھوں نے یہ وصیت کی کہ حرم میں نہ دفن کیا جائے، مگر حجاج کی وجہ سے اس پر قدرت نہ ہوسکی، ہم نے اُنھیں ذی طوی کی طرف فخ میں مقبرۂ مہاجرین میں دفن کیا، اُن کی وفات ۷۴ھ میں مکے میں ہوئی۔

خارجہ بن حذافہ

ابن غانم بن عامر بن عبد اللہ بن عبید بن عویج بن عدی بن کعب، اُن کی والدہ فاطمہ بنت عمرو بن بجرہ بن خلف بن صداد بنی عدی بن کعب میں سے تھیں، کہا جاتا ہے کہ اُن کی والدہ فاطمہ بنت علقمہ بن عامر بن بجرہ بن خلف بن صداد تھیں۔

خارجہ کی اولاد میں عبد الرحمٰن اور ابان تھے، ان دونوں کی والدہ قبیلۂ کندہ کی ایک بیوی تھیں۔

عبد اللہ وعون ان کی والدہ ام ولد تھیں۔

خارجہ بن حذافہ مصر میں عمرو بن العاص کے قاضی تھے، جب اُس روز کی صبح ہوئی جس میں خارجی پہنچا کہ عمرو بن العاص کو مارے تو عمرو نماز کے لیے نہیں نکلے، خارجہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، خارجی بڑھا اور خارجہ کو مارا، اُس کا خیال تھا کہ یہ عمرو بن العاص ہیں اُسے گرفتار کر کے عمرو کے پاس پہنچا دیا گیا، لوگوں نے کہا کہ واللہ تو نے عمرو کو نہیں مارا خارجہ کو مارا، اُس نے کہا کہ میں نے تو عمرو کا ارادہ کیا مگر اللہ نے خارجہ کا ارادہ کیا۔ چنانچہ یہ مثل ہو گئی۔ ۱۳۹

خارجہ بن حذافہ العدوی سے مروی ہے کہ صبح کی نماز کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے، آپ نے فرمایا کہ اللہ نے آج رات کو تم لوگوں کی ایک ایسی نماز سے مدد کی جو تمہارے لیے چوپایوں کے گدھوں سے بہتر ہے، ہم نے کہا، یا رسول اللہ وہ کونسی ہے، فرمایا، نماز عشاء سے طلوع فجر تک وتر۔

بنی سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب

عبداللہ بن حذافہ

ابن قیس بن عدی بن سعد بن سہم بن عمرو بن ہصیص، اُن کی والدہ تمیمہ بنت حرثان بنی حارث بن عبد مناۃ بن کنانہ میں سے تھیں، وہ اُن خُنیس بن حذافہ کے بھائی تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے حفصہ بنت عمر بن الخطاب کے شوہر تھے، خنیس بدر میں حاضر ہوئے، البتہ عبداللہ بدر میں حاضر نہیں ہوئے، لیکن وہ مکے میں قدیم الاسلام تھے، بروایت محمد بن اسحاق و محمد بن عمر حبشہ کی ہجرت ثانیہ میں شریک تھے، موسیٰ بن عقبہ اور ابو معشر نے اُن کا ذکر نہیں کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان بنام کسریٰ میں آپ کے قاصد تھے۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا فرمان بنام کسریٰ عبداللہ بن حذافہ السہمی کے ہمراہ بھیجا، حکم دیا کہ وہ سردار بحرین کو دیدیں، سردار بحرین نے اُسے کسریٰ کے پاس بھیج دیا، جب اُس نے اُسے پڑھا تو پھاڑ ڈالا (بروایت المسیب) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن لوگوں پر بد دعا فرمائی کہ وہ لوگ بالکل پارہ پارہ کر دیے جائیں۔

ابی وائل سے مروی ہے کہ عبداللہ بن حذافہ نے کھڑے ہو کے عرض کی، یا رسول اللہ، میرے والد کون ہیں، فرمایا کہ تمھارے والد حذافہ ہیں، حذافہ کی والدہ نے تمھارے والد کے لیے شریف لڑکا پیدا کیا۔ اس مخاطبت کے بعد اُن کی والدہ نے کہا کہ اے فرزند آج

۱۴۰ تم نے اپنی والدہ کو بہت بڑے مقام پر کھڑا کر دیا تھا۔ اگر آپ کوئی دوسری بات فرماتے تو کیسا ہوتا۔ انھوں نے کہا کہ میں نے یہ چاہا تھا کہ جو کچھ میرے دل میں ہے وہ ظاہر کر دوں۔

زہری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں عبداللہ بن حذافہ السہمی کو بھیجا کہ لوگوں میں ندا کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ کھانے پینے اور اللہ کے ذکر کے دن ہیں، (یعنے ان ایام میں کوئی روزہ نہ رکھے)۔

محمد بن عمر نے کہا کہ رومیوں نے عبداللہ بن حذافہ کو گرفتار کر لیا تھا، عمرؓ بن الخطاب نے اُن کے بارے میں قسطنطین کو لکھا تو اس نے رہا کر دیا، عبداللہ بن حذافہ کی وفات عثمانؓ بن عفان کی خلافت میں ہوئی۔

ابی ہریرہؓ سے مروی ہے کہ عبداللہ بن حذافہ کھڑے ہوئے اور پوچھا کہ یا رسولؐ اللہ میرے والد کون ہیں، فرمایا کہ تمھارے والد حذافہ بن قیس ہیں۔

ابی سلمہ سے مروی ہے کہ عبداللہ بن حذافہ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور بہ آواز بلند قراءت کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو حذیفہ، نہیں، مجھے نہ سناؤ، اللہ کو سناؤ۔

ابی سعید الخدری سے مروی ہے کہ عبداللہ بن حذافہ اصحاب بدر میں سے تھے، اُن میں مزاح (دل لگی) کی عادت تھی۔

محمد بن عمر نے کہا کہ عبداللہ بن حذافہ بدر میں حاضر نہیں ہوئے۔

اُن کے بھائی:

قیس بن حذافہ

ابن قیس بن عدی بن سعد بن سہم، اُن کی والدہ تمیمہ بنت حرثان

بنی حارث بن عبد مناۃ بن کنانہ میں سے تھیں، محمد بن عمر نے اسی طرح قیس بن حذافہ، کہا لیکن ہشام بن محمد بن السائب الکلبی نے کہا کہ قیس بن حذافہ کے والد تھے اور اُن کا نام حسان تھا۔

محمد بن عمر نے کہا کہ وہ مکے میں قدیم الاسلام تھے اور بروایت محمد بن اسحاق و محمد بن عمر حبشہ کی ہجرت ثانیہ میں شریک تھے، موسیٰ بن عقبہ و ابو معشر نے اُن کا ذکر نہیں کیا۔

ہشام بن العاص

ابن وائل بن ہاشم بن سُعید بن سہم، اُن کی والدہ ام حرملہ بنت ہشام بن المغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم تھیں، مکے میں قدیم الاسلام تھے، حبشہ کی ہجرت ثانیہ میں شریک تھے، جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کی خبر پہنچی تو آپ کے ساتھ شامل ہونے کے ارادے سے مکے آئے، مگر والد اور قوم نے قید کر دیا، خندق کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینے میں آئے اور بعد کے مشاہد میں حاضر ہوئے، اپنے بھائی عمرو بن العاص سے سن میں چھوٹے تھے، بلقیہ اولاد نہ تھی۔ ۱۴۱

ابی ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عاص کے دونوں بیٹے ہشام و عمرو مومن ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ عاص کے دونوں بیٹے مومن ہیں۔

عاص کے دونوں بیٹوں سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم جس مجلس میں بیٹھتے تھے پہلی مجلس سے زیادہ مسرور ہوتے تھے، ایک دن ہم دونوں آئے، لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجروں کے پاس باہم قرآن میں بحث کر رہے تھے،

جب ہم نے اُن کو دیکھا تو اُن سے الگ رہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجروں کے پیچھے سے اُن کا کلام سن رہے تھے، آنحضرتؐ اس قدر غضبناک ہو کر برآمد ہوئے کہ غضب آپ کے چہرے سے نمایاں تھا، آپ لوگوں کے پاس کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ اے قوم، تمھارے پہلے اُمتیں اپنے انبیاؑ پر اختلاف کرنے اور کتاب کے ایک حصے کو لے کے دوسرے کو چھوڑ دینے سے گمراہ ہو گئیں، قرآن اس لیے نازل نہیں ہوا کہ تم لوگ اُس کے ایک حصے کو لو اور دوسرے کو چھوڑ دو، اُس کا ایک حصہ دوسرے حصے کی تصدیق کرتا ہے، اُس میں سے تم جو کچھ جان سکو اُس کا علم رکھو اور جو تم پر دشوار ہو اُس پر ایمان رکھو، اُس کے بعد آپ میری اور میرے بھائی کی طرف متوجہ ہوئے، ہم اپنے دل میں خوش ہوئے کہ آپ نے ہمیں اُن لوگوں کے ساتھ نہیں رکھا۔

سفیان بن عیینہ سے مروی ہے کہ لوگوں نے عمرو بن العاص سے پوچھا کہ تم بہتر ہو یا تمھارے بھائی ہشام بن العاص، اُنھوں نے کہا کہ میں تمھیں اپنی اور اُن کی خبر دیتا ہوں، ہم دونوں نے اپنے آپ کو اللہ کے سامنے پیش کیا، اُس نے اُنھیں قبول کر لیا اور مجھے چھوڑ دیا، سفیان نے کہا کہ ہشام مشاہد یرموک وغیرہ میں سے کسی میں شہید ہوئے۔

عبداللہ بن عبید اللہ بن عمیر سے مروی ہے کہ قریش کا حلقہ جس وقت مسجد کے اُس مکان میں جو کعبے کی پشت پر ہے بیٹھا ہوا تھا تو عمرو بن العاص طواف کرتے ہوئے گذرے، قوم نے آپس میں کہا کہ تمھارے دلوں میں ہشام بن العاص افضل ہیں یا اُن کے بھائی عمرو بن العاص، عمرو نے طواف پورا کر لیا تو اس حلقے کی طرف آئے، اُن لوگوں کے پاس کھڑے ہو گئے اور کہا کہ تم نے مجھے دیکھ کر کیا کہا تھا؟ مجھے معلوم ہے کہ کچھ کہا تھا، قوم نے کہا کہ ہم نے تمھارا اور تمھارے بھائی ہشام کا ذکر کیا تھا، ہم نے کہا کہ ہشام افضل ہیں یا عمرو، اُنھوں نے کہا کہ تم نے ایسے شخص کی جانب رجوع کیا جو اس حقیقت سے آگاہ ہے،

۱۴۲

میں عنقریب اس کو تم سے بیان کروں گا، میں اور ہشام یرموک میں حاضر ہوئے، انھوں نے اور میں نے رات بھر اللہ سے دعا کی کہ ہمیں شہادت عطا کرے، صبح ہوئی تو انھیں شہادت عطا کر دی گئی اور میں محروم رہا، کیا اس واقعے میں وہ چیز نہیں کہ مجھ پر ان کی فضیلت کو تمہارے سامنے ظاہر کر دے۔

عمرو نے کہا کہ مجھے کیا ہے کہ میں تم لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ ان نوجوانوں کو اپنی مجلس سے ہٹا دیا، ایسا نہ کرو، ان کے لیے وسعت کرو، ان سے حدیث بیان کرو اور انھیں سمجھاؤ، وہ لوگ آج قوم کے چھوٹے ہیں مگر قریب ہے کہ قوم کے بزرگ ہو جائیں گے، ہم لوگ بھی قوم کے چھوٹے تھے، آج ہم نے اس حالت میں صبح کی کہ قوم کے بزرگ ہیں۔

زیاد سے مروی ہے کہ یوم اجنادین میں ہشام بن العاص نے کہا کہ اے گروہ مسلمین، ان غیر مختون لوگوں کو تلوار پر صبر نہیں ہے، لہذا تم لوگ ایسا ہی کرو جیسا میں کرتا ہوں، وہ صفوں میں گھس کر ان کی جماعت کو قتل کرنے لگے یہاں تک کہ خود قتل کر دیے گئے۔

ام بکر بنت المسور بن مخرمہ سے مروی ہے کہ ہشام بن العاص بن وائل مرد صالح تھے، جنگ اجنادین میں انھوں نے مسلمانوں کی اپنے دشمن سے کسی قدر بے پروائی دیکھی تو خود اپنے چہرے سے اتار دیا اور دشمن کے قلب میں بڑھنے لگے، آواز دے رہے تھے کہ اے گروہ مسلمین، میرے پاس آؤ، میرے پاس آؤ، میں ہشام بن العاص ہوں، کیا تم لوگ جنت سے بھاگتے ہو، یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے۔

عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ سے مروی ہے کہ مجھ سے اس شخص نے بیان کیا جو ہشام بن العاص کے پاس موجود تھا کہ انھوں نے قبیلۂ غسان کے ایک شخص پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ اس کا پھیپھڑا نکل پڑا، بنی غسان ہشام پر پلٹ پڑے اور اپنی تلواروں سے اتنا مارا کہ شہید ہو گئے، لشکر نے انھیں روند ڈالا تھا، عمرو ان پر دوبارہ گذرے تو ان کا

گوشت جمع کرکے دفن کیا۔

خلف بن معدان سے مروی ہے کہ جنگ اجنادین میں رومیوں کو شکست ہوئی تو وہ ایسے تنگ مقام تک پہنچے جسے ایک انسان سے زیادہ عبور نہیں کرسکتا تھا، رومی قتال کرانے لگے، وہ لوگ پہلے سے وہاں چلے گئے تھے اور اُسے عبور کرلیا تھا، ہشام بن العاص بن وائل آگے بڑھے، جنگ کی اور شہید ہوکر اُس سوراخ پر گر پڑے اور اُسے بند کردیا، مسلمان وہاں تک پہنچے تو ڈرے کہ کہیں لاش گھوڑوں سے روند نہ جائے۔

عمرو بن العاص نے کہا کہ اے لوگو اللہ نے اُنھیں شہید کردیا، اُن کی روح کو اُٹھا لیا، اب تو وہ صرف ایک جثہ ہے، لہٰذا تم لوگ گھوڑوں سے اُسے روندو، پھر خود انھوں نے اُسے روندا، لوگ اُن کے ساتھ ہوگئے یہاں تک کہ اُنھیں کاٹ ڈالا، جب پوری شکست ہوگئی اور مسلمان لشکر کی طرف لوٹے تو عمرو بن العاص اُن کے پاس دوبارہ گئے، گوشت، اعضاء اور ہڈیوں کو جمع کرکے چمڑے کے فرش میں لادا اور دفن کیا۔

۱۴۳ زید بن اسلم سے مروی ہے کہ عمر بن الخطاب رضؓ کو اُن کی شہادت کی خبر پہنچی تو کہا کہ اسلام کے لیے وہ کیسی اچھی مدد تھے۔

خالد بن معدان (اور دوسرے طرق) سے مروی ہے کہ مسلمانوں اور رومیوں کی سب سے پہلی جنگ اجنادین تھی جو جمادی الاولیٰ ۱۳ھ میں ابوبکر صدیق رضؓ کی خلافت میں ہوئی، اُس روز عمرو بن العاص امیر تھے۔

ابوقیس بن الحارث

ابن قیس بن عدی بن سعد بن سہم، اُن کی والدہ ام ولد تھیں جو

حفر مبیہ تھیں، مکے میں قدیم الاسلام تھے، ہجرت ثانیہ میں ملک حبشہ گئے، پھر آئے اور اُحد میں اور اُس کے بعد کے مشاہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمرکاب رہے، جنگ یمامہ میں شہید ہوئے، جو ابوبکر صدیقؓ کی خلافت میں ۱۲ھ میں ہوئی۔

عبداللہ بن الحارث

ابن قیس بن عدی بن سعد بن سہم، اُن کی والدہ ام الحجاج تھیں جو بنی شنوف بن مُرّہ بن عبد مناۃ بن کنانہ میں سے تھیں۔

محمد بن اسحاق نے کہا کہ عبداللہ بن الحارث شاعر تھے، اُن کو المُبرق (سفر بعید کرنے والا) کہتے تھے، یہ نام اُن کے شعر ذیل کی وجہ سے رکھا گیا جو انھوں نے کہا تھا:

اذا انا لم اُبرق فلا یسعنّنی من الارض برذ و فضاء ولا بحر

(جب میں سفر بعید نہ کروں گا تو مجھے ہرگز کافی نہ ہوگا۔ زمین کا میدان و الاخشکی کا حصہ اور نہ سمندر)۔

مہاجرین حبشہ میں سے تھے، جنگ یمامہ میں شہید ہوئے جو ۱۲ھ میں ابوبکر صدیقؓ کی خلافت میں ہوئی۔

سائب بن الحارث

ابن قیس بن عدی بن سعد بن سہم، اُن کی والدہ ام الحجاج بنی شنوف بن مرہ بن عبد مناۃ بن کنانہ میں سے تھیں، حبشہ کی ہجرت ثانیہ میں موجود تھے،

جنگ طائف میں روانہ ہوئے اور اس کے بعد جنگ نحل میں شہید ہوئے جو سواد اُردن میں پیش آئی، بقیہ اولاد نہ تھی، جنگ نحل عمرؓ بن الخطاب کی خلافت کی ابتدا میں ذی القعدہ ۱۳ھ میں ہوئی۔

۱۴۴

حجاج بن الحارث

ابن قیس بن عدی بن سعد بن سہم، اُن کی والدہ ام الحجاج بنی شنوف بن مرہ بن عبد مناۃ بن کنانہ میں سے تھیں، ہجرت ثانیہ میں مہاجرین حبشہ کے ساتھ تھے، رجب ۱۵ھ میں جنگ یرموک میں شہید ہوئے، بقیہ اولاد نہ تھی۔

تمیم یا نُمیر بن الحارث

ابن قیس بن عدی بن سعد بن سہم، اُن کی والدہ دختر حُرثان بن حبیب بن سواءۃ بن عامر بن صعصعہ تھیں، صرف محمد بن اسحاق نے کہا کہ وہ بشر بن الحارث بن قیس تھے، ہجرت ثانیہ میں مہاجرین حبشہ کے ساتھ تھے۔

سعید بن الحارث

ابن قیس بن عدی بن سعد بن سہم، اُن کی والدہ دختر عروہ بن سعد بن حِذیم بن سلامان بن سعد بن جمح تھیں، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عبد عمرو بن عروہ بن سعد کی بیٹی تھیں، سعید ہجرت ثانیہ میں مہاجرین حبشہ کے ساتھ تھے،

رجب ۱۵ھ میں جنگ یرموک میں شہید ہوئے۔

معبد بن الحارث

ابن قیس بن عدی بن سعد بن سہم، اُن کی والدہ دختر عروہ بن سعد بن حذیم بن سلامان بن سعد بن جمح تھیں، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ عبد عمرو بن عروہ بن سعد کی بیٹی تھیں، ہشام بن محمد نے معبد بن الحارث کہا، محمد بن عمر نے معمر بن الحارث کہا۔

سعید بن عمرو التمیمی

۱۴۵ اُن لوگوں کے حلیف اور اخیافی بھائی تھے، اُن کی والدہ دختر حرثان بن حبیب بن سوارہ بن عامر بن صعصعہ تھیں۔

موسیٰ بن عقبہ اور محمد بن اسحاق نے اسی طرح سعید بن عمرو کہا، محمد بن عمر و ابو معشر نے معبد بن عمرو کہا، ہجرت ثانیہ میں مہاجرین حبشہ کے ساتھ تھے۔

عمیر بن رئاب

ابن حذافہ بن سعید بن سہم، محمد بن عمر نے اسی طرح کہا، ہشام بن محمد بن السائب نے کہا کہ وہ عمیر بن رئاب بن حذیفہ بن مہشم بن سعد بن سہم تھے، اُن کی والدہ ام وائل بنت معمر بن حبیب بن وہب بن حذافہ

بن جمح تھیں۔

محمد بن عمر نے کہا عمیر بن رئاب ہجرت ثانیہ کے مہاجرین حبشہ میں تھے جن کو سب نے اپنی روایت میں بیان کیا، عین التمر میں شہید ہوئے، اُن کی بقیہ اولاد نہ تھی۔

حلفائے بنی سعد

محمیہ بن جزء

ابن عبد یغوث بن عویج بن عمرو بن زبید الاصغر، اُن کا نام منبہ تھا، زبید اس لیے ہوا کہ جب اُن کے چچا اور چچا کے بیٹے بہت ہوگئے تو انھوں نے کہا کہ مجھے اپنی مدد سے کون بڑھائے گا یعنے بنی اود پر مجھے کون اپنی مدد دے گا، اُن لوگوں نے جواب دیا، اس لیے اُن سب کا نام زبید اصغر سے زبید اکبر تک زبید ہوگیا، زبید اصغر ابن ربیعہ بن سلمہ بن مازن بن ربیعہ بن منبہ تھے، وہ زبید اکبر تھے، انھیں تک زبید بن صعب بن سعد العشیرہ کی جو مذحج میں سے تھے جماعتیں ملتی ہیں۔

محمیہ بن جزء کی والدہ ہند تھیں، یہی خولہ بنت عوف بن زہیر بن الحارث بن حماطہ حمیر کے ذی حلیل میں سے تھیں، محمیہ بن جزء ام الفضل لبابہ بنت الحارث کے جو عباس بن المطلب کے لڑکوں کی والدہ تھیں اخیافی بھائی تھے۔

محمد بن عمرو علی بن محمد بن عبد اللہ بن ابی سیف القرشی نے کہا کہ محمیہ بنی سہم کے حلیف تھے، ہشام بن محمد بن السائب الکلبی نے کہا کہ محمیہ بنی جمح کے حلیف تھے، اُن کی بیٹی فضل بن العباس بن عبد المطلب

کے پاس تھیں، اُن سے ام کلثوم پیدا ہوئیں، محمیہ بن جزء کہے ہیں زمانۂ قدیم میں اسلام لائے، سب کی روایت میں ہجرت ثانیہ میں ملک حبشہ کو گئے، اُن کے مشاہد میں سب سے پہلا المریسیع ہے جو غزوۂ بنی المصطلق ہے۔

۱۴۶ ابی بکر بن عبداللہ بن ابی جہم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے المریسیع میں خمس کی تقسیم اور مسلمانوں کے حصوں پر محمیہ بن جزء الزبیدی کو عامل بنایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مال غنیمت میں سے خمس نکالا، محمیہ بن جزء اُس کے محافظ تھے۔

عبداللہ بن عبداللہ بن الحارث بن نوفل سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے خمس پر محمیہ بن جزء الزبیدی کو مامور فرمایا، خمس انھیں کے پاس جمع کیا جاتا تھا۔

نافع بن بُدیل بن ورقاء

بنی جمح بن عمرو بن ہُصَیص بن کعب

عمیر بن وہب بن خلف

ابن وہب بن حذافہ بن جمح، اُن کی کنیت ابو امیہ تھی، والدہ ام سُخیلہ بنت ہاشم بن سُعید بن سہم تھیں۔

عمیر کی اولاد میں وہب بن عمیر بنی جُمح کے سردار اور امیہ اور اُبیّ تھے، اُن کی والدہ رُقیقہ تھیں اور کہا جاتا ہے کہ خالدہ بنت کلدہ ابن خلف بن وہب بن حذافہ بن جمح تھیں۔

عمیر بن وہب مشرکین کے ساتھ بدر میں شریک تھے، اُن لوگوں نے مخبر بنا کے بھیجا تھا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شمار کریں اور اُن کی تعداد لائیں، عمیر نے تعمیل کی، بدر میں قریش کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے سے واپس کرنے کے سخت خواہش مند تھے، جب اُن لوگوں کو شکست ہوئی تو اُن کے بیٹے وہب بن عمیر اسیر ہو گئے، رفاعہ ابن رافع بن مالک الزرقی نے گرفتار کیا۔

عمیر مکے واپس گئے، اُن سے صفوان بن امیہ نے جو اُن کے ساتھ حرم میں تھا کہا کہ تمہارا قرض میرے ذمے ہے، تمہارے عیال میرے ذمے ہیں، میں جب تک زندہ رہوں گا اُن کا خرچ برداشت کروں گا اور تمہارے لیے یہ کروں گا، بشرطیکہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ اور انھیں قتل کر دو، اُنھوں نے ان شرائط پر اُس سے موافقت کرلی اور کہا کہ اُن کے پاس جانے میں مجھے ایک بہانہ بھی ہے، میں کہوں گا کہ آپ کے پاس اپنے بیٹے کے فدیے میں آیا ہوں۔

عمیر مدینے آئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تھے، خدمت نبوی میں حاضر ہوئے تو اس طرح کہ ہاتھ میں تلوار تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا کہ یہ شخص غدر کا ارادہ رکھتا ہے، مگر اللہ اُس کے اور اس غداری کے درمیان حائل ہے۔

جب آگے بڑھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب جھکا، حضرتؐ نے فرمایا کہ تمھیں کیا ہوا کہ ہتھیار لیے ہو، انھوں نے کہا کہ حاضر ہوتے وقت میں بھول سے تلوار لیے چلا آیا، فرمایا کہ تم کیوں آئے؟ اُنھوں نے کہا، میں اپنے لڑکے کے فدیے میں آیا ہوں، فرمایا کہ تم نے حرم میں صفوان بن امیہ سے کیا عہد کیا، عرض کی، میں نے کچھ نہیں کیا، فرمایا، تم نے یہ کیا کہ مجھے اس شرط پر قتل کرو گے کہ وہ تمھیں یہ یہ چیزیں دے گا، تمہارا قرض ادا کرے گا اور تمہارے عیال کا خرچ برداشت کرے گا۔ ۱۴۷

عمیر نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں، یا رسول اللہ، واللہ میرے اور صفوان کے سوا اس کی کسی کو اطلاع نہ تھی، میں جانتا ہوں کہ اللہ نے آپ کو آگاہ کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بھائی کے لیے سہولت کرو اور اُن کے اسیر کو رہا کر دو، وہب بن عمیر بغیر فدیے کے رہا کر دیا گیا۔

عمیر مکے واپس گئے، مگر صفوان بن امیہ کی طرف رُخ بھی نہ کیا صفوان کو معلوم ہو گیا کہ وہ اسلام لے آئے ہیں، اُن کا اسلام بہت اچھا رہا، مدینے کی طرف ہجرت کی، اُحد اور بعد کے مشاہد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے۔

عکرمہ سے مروی ہے کہ عمیر بن وہب یوم بدر میں نکلے، وہ مقتولین میں گر پڑے، جس شخص نے انھیں زخمی کیا تھا تلوار لیکے اُن کے پیٹ پر رکھ دی، انھوں نے تلوار کی آواز سُنی جو سنگریزوں میں تھی، گمان کیا کہ اُن کو قتل کر دیا گیا ہے۔

عمیر نے رات کی ٹھنڈک پائی تو کسی قدر افاقہ ہو گیا، وہ کھسکنے لگے اور مقتولین میں سے نکل کر مکے واپس گئے اور اچھے ہو گئے، ایک روز جب کہ وہ اور صفوان بن امیہ حرم میں تھے تو انھوں نے کہا کہ واللہ میں مضبوط کلائی والا عمدہ ہتھیار والا خوب دوڑنے والا ہوں، اگر میرے عیال نہ ہوتے اور مجھ پر قرض نہ ہوتا تو میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاتا اور اچانک قتل کر دیتا، صفوان نے کہا کہ تمھارے عیال میرے ذمے ہیں اور تمھارا قرض بھی میرے ذمے ہے۔

عمیر گئے، اپنی تلوار لی، جب وہ داخل ہوئے تو عمر بن الخطاب رضؓ نے دیکھا، اُٹھ کر اُن کے پاس آئے، تلوار کی پیٹی لے لی اور انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے، عمیر نے پکارا اور کہا کہ جو شخص تمھارے پاس دین میں داخل ہونے کو آئے اُس کے ساتھ تم لوگ

ایسا ہی کرتے ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے عمرؓ انھیں چھوڑ دو۔

انھوں نے (بجائے سلام کے) "انعم صباحا" (یعنے نعمت میں صبح کرو) کہا، آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اللہ نے ہمیں انعم صباحا کے بدلے وہ چیز دے دی جو اس سے بہتر ہے، یعنے "السلام علیکم" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھارا اور صفوان کا حال جو کچھ تم دونوں نے کہا مجھے معلوم ہو گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ تم نے کہا تھا کہ اگر میرے عیال نہ ہوتے اور مجھ پر قرض نہ ہوتا تو میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آتا اور اچانک قتل کر دیتا، اس پر صفوان نے کہا کہ تمھارے عیال اور تمھارا قرض میرے ذمے ہے۔

عمیرؓ نے پوچھا کہ آپ کو اس کی کس نے خبر دی، واللہ ہم دونوں کے ساتھ کوئی تیسرا نہ تھا، فرمایا کہ مجھے جبرئیلؑ نے خبر دی، انھوں نے کہا کہ آپ ہمیں اہل آسمان کی خبر دیتے تھے تو ہم تصدیق نہیں کرتے تھے، آپ ہمیں اہل زمین کی خبر دیتے ہیں، اب میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور اس کے رسولؐ ہیں۔

محمد بن عمر نے کہا کہ عمیر بن وہب عمرؓ بن الخطاب کے عہد تک زندہ رہے۔

حاطب بن الحارث

۱۴۸ ابن معمر بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح، ان کی والدہ قتیلہ بنت مظعون بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح تھیں، مکے میں قدیم الاسلام تھے، ہجرت ثانیہ میں ملک حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی،

ہمراہ اُن کی بیوی فاطمہ بنت المحلل بن عبد اللہ بن ابی قیس بن عبد ود ابن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی بھی تھیں۔
موسیٰ بن عقبہ و محمد بن اسحاق و ہشام بن محمد بن السائب فاطمہ بنت المحلل کہتے تھے، ہشام ام جمیل کہتے تھے، ہجرت حبشہ میں حاطب کے ہمراہ اُن کے دونوں بیٹے محمد و حارث فرزندان حاطب بن الحارث بھی تھے، ملک حبشہ ہی میں حاطب کا انتقال ہو گیا، اُن کی بیوی اور لڑکوں کو دونوں کشتیوں میں سے ایک میں مدینہ میں لایا گیا۔
یہ سب موسیٰ بن عقبہ و محمد بن اسحاق و ابو معشر و محمد بن عمر نے اپنی روایتوں میں بیان کیا ہے، حاطب کی اولاد میں عبد اللہ بھی تھے جن کی والدہ جہیرہ ام ولد تھیں۔
اُن کے بھائی :-

خطّاب بن الحارث

ابن معمر بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جُمح، اُن کی والدہ قتیلہ بنت مظعون بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح تھیں، قدیم الاسلام تھے، ہجرت ثانیہ میں شریک تھے، ہمراہ اُن کی بیوی فُکیہہ بنت ایسار الازدی بھی تھیں جو ابی تجراۃ کی بہن تھیں، ملک حبشہ ہی میں خطاب کی وفات ہوئی، اُن کی بیوی کو دو کشتیوں میں سے ایک میں لایا گیا، خطاب کی اولاد میں محمد تھے۔

سُفیان بن معمر

ابن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح۔

ہشام بن محمد بن السائب نے کہا کہ سفیان کی والدہ اہل یمن میں سے تھیں، انھوں نے اس سے زیادہ نہیں بیان کیا اور نہ اُن کی والدہ کا نسب بتایا گیا۔

محمد بن عمر نے کہا کہ سفیان بن معمر کی والدہ حسنہ شرجیل بن حسنہ کی والدہ تھیں۔

محمد بن اسحاق نے کہا کہ حسنہ شرجیل کی والدہ سفیان بن معمر کی زوجہ تھیں، اُن سے اُن کی اولاد میں خالد اور جُنادہ فرزندان سفیان بن معمر تھے۔

سفیان مکے میں قدیم الاسلام تھے، ہجرت ثانیہ میں ملک حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی، ہمراہ اُن کے دونوں فرزند خالد وجنادہ اور شرجیل بن حسنہ اور شرجیل کی والدہ حسنہ بھی تھیں، حسنہ کو بھی انھوں نے ملک حبشہ کی طرف ہجرت کرائی تھی، یہ محمد بن اسحاق ومحمد ابن عمر کی روایت میں ہے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا، موسیٰ بن عقبہ و ابو معشر نے نہ سفیان بن معمر کو نہ اُن کے کسی لڑکے کو ہجرت ملک حبشہ میں بیان کیا۔ ۱۴۹

نُبیہ بن عثمان

ابن ربیعہ بن وہبان بن حذافہ بن جمح، محمد بن عمر نے کہا کہ وہ مکے میں قدیم الاسلام تھے، ہجرت ثانیہ میں ملک حبشہ کو ہجرت کی، لیکن محمد بن اسحاق کی روایت میں ہے کہ جس نے ملک حبشہ کو ہجرت کی وہ اُن کے والد عثمان بن ربیعہ تھے، واللہ اعلم، موسیٰ بن عقبہ و ابو معشر نے ان باپ بیٹوں میں سے کسی کو بھی مہاجرین حبشہ میں شمار نہیں کیا۔

بنی عامر بن لوّی

سَلیط بن عمرو

ابن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی،
اُن کی والدہ خولہ بنت عمرو بن الحارث بن عمرو یمن کے قبیلۂ عَبْس
میں سے تھیں۔

سَلیط بن عمرو کی اولاد میں سلیط بن سلیط تھے، اُن کی والدہ فُہطُم
بنت علقمہ بن عبداللہ بن ابی قیس بن عبدود بن نصر بن مالک
بن حسل بن عامر بن لوی تھیں۔

سلیط مہاجرین اولین میں سے مکے میں قدیم الاسلام تھے،
ہجرت ثانیہ حبشہ میں شریک تھے، ہمراہ اُن کی بیوی فاطمہ بنت علقمہ بھی
تھیں، بروایت محمد بن اسحاق و محمد بن عمر، لیکن موسیٰ بن عقبہ و ابو معشر نے
ہجرت ملک حبشہ میں اُن کا ذکر نہیں کیا۔

سلیط اُحد اور تمام مشاہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
ہمرکاب رہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنھیں اپنا فرمان دے کے
ہَوذہ بن علی الحنفی کے پاس محرم ۷ھ میں بھیجا تھا، ابو بکر صدیق کی
خلافت میں ہجرت نبوی کے بارھویں سال جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

سکران بن عمرو

ابن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوّی،

۱۵۰ اُن کی والدہ حُبّیٰ بنت قیس بن خبیس بن ثعلبہ بن حیان بن غنم بن مُلیح بن عمرو خُزاعہ میں سے تھیں۔

عسکران بن عمرو کی اولاد میں عبداللہ تھے، اُن کی والدہ سودہ بنت زَمعہ بن قیس بن عبدشمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر ابن لوی تھیں۔

عسکران بن عمرو مکے میں قدیم الاسلام تھے، ہجرت ثانیہ حبشہ میں شریک تھے، ہمراہ اُن کی بیوی سودہ بنت زَمعہ بھی تھیں، سب نے اپنی روایت میں اتفاق کیا کہ عسکران بن عمرو مہاجرین حبشہ میں تھے اور ہمراہ اُن کی بیوی سودہ بنت زمعہ بھی تھیں۔

موسیٰ بن عقبہ اور ابومعشر نے کہا کہ عسکران کی وفات ملک حبشہ میں ہوئی، محمد بن اسحاق و محمد بن عمر نے کہا کہ عسکران مکے واپس آگئے تھے، ہجرت مدینہ سے پہلے مکے ہی میں وفات ہوگئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی بیوی سودہ بنت زمعہ سے نکاح کرلیا، خدیجہؓ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی کی وفات کے بعد وہ سب سے پہلی عورت تھی جن سے آپ نے نکاح کیا۔

مالک بن زَمعہ

ابن قیس بن عبدشمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر ابن لوی، سودہؓ بنت زمعہ زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی تھے اور قدیم الاسلام تھے، ہجرت ثانیہ میں ملک حبشہ کو گئے ہمراہ اُن کی بیوی عُمیرہ بنت السعدی بن وقدان بن عبدشمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی بھی تھیں، اس پر سب نے اپنی روایت میں اتفاق کیا۔

وفات کے وقت مالک بن زمعہ کی بقیہ اولاد نہ تھی۔

ابن ام مکتوم

اہل مدینہ اُن کا نام عبداللہ کہتے ہیں، عراق والے اور ہشام بن محمد ابن السائب کہتے ہیں کہ اُن کا نام عمرو تھا، اس کے بعد اُن کے نسب پر سب نے اتفاق کیا۔ ابن قیس بن زائدہ بن الاصم بن رواحہ بن حجر بن عبد بن معیص بن عامر بن لوی، اُن کی والدہ عاتکہ تھیں، وہی ام مکتوم بنت عبداللہ بن عنکثہ بن عامر بن مخزوم بن یقظہ تھیں۔

ابن ام مکتوم بزمانۂ قدیم مکے میں اسلام لائے، نابینا تھے اور بدر کے کچھ دن بعد مدینے میں مہاجر ہو کے آئے، دار القراء میں جو مخرمہ بن نوفل کا مکان تھا اُترے، بلال رضؓ کے ساتھ وہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اکثر غزوات میں اُنھیں مدینے پر خلیفہ بنا دیا کرتے تھے، وہ لوگوں کو نماز پڑھایا کرتے تھے۔ 151

شعبی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ غزوات ایسے کیے کہ اُن میں ابن ام مکتوم کو مدینے میں اپنا جانشین مقرر فرمایا، وہ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے حالانکہ نابینا تھے۔

شعبی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن ام مکتوم کو خلیفہ بنایا، لوگوں کی امامت کرتے تھے حالانکہ نابینا تھے۔

شعبی سے مروی ہے کہ غزوۂ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ام مکتوم کو مدینے پر خلیفہ بنایا جو لوگوں کی امامت کرتے تھے۔

قتادہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ام مکتوم کو دو مرتبہ مدینے پر خلیفہ بنایا، حالانکہ وہ نابینا تھے۔

شعبی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت

بدر جانے لگے تو ابن ام مکتوم کو مدینے میں اپنا جانشین مقرر فرمایا، لوگوں کو نماز پڑھانے، حالانکہ نابینا تھے۔

ابو عبداللہ محمد بن سعد (مؤلف کتاب ہذا) نے کہا کہ ہم سے یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ ابن ام مکتوم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد اور بدر سے پہلے مدینے آئے۔

براء سے مروی ہے کہ مہاجرین میں سب سے پہلے جو شخص ہمارے پاس آئے وہ بنی عبدالدر بن قصی کے بھائی مصعب بن عمیر تھے، ہم نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیا، انھوں نے کہا کہ آپ اپنے مقام پر تھے اور اصحاب میرے پیچھے تھے، پھر ہمارے پاس عمرو بن ام مکتوم نابینا آئے، لوگوں نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے کیا کیا، انھوں نے کہا کہ وہ لوگ اور بھی زیادہ میرے پیچھے تھے۔

براء سے مروی ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سب سے پہلے جو ہمارے پاس آئے مصعب بن عمیر اور ابن ام مکتوم تھے، دونوں لوگوں کو قرآن سکھانے لگے۔

ابو ظلال سے مروی ہے کہ میں انس بن مالک کے پاس تھا، انھوں نے پوچھا کہ تمھاری آنکھ کب جاتی رہی، میں نے کہا کہ اس وقت گئی کہ میں چھوٹا تھا، انس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبریل ؑ آئے، ابن ام مکتوم بھی حاضر تھے، جبریل ؑ نے پوچھا کہ تمھاری نظر کب گئی، انھوں نے کہا کہ اس وقت جب میں بچہ تھا، انھوں نے کہا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب میں اپنے بندے کی آنکھ لیتا ہوں تو اس کے بدلے سوائے جنت کے کوئی جزا نہیں پاتا۔ ۱۵۲

ابن ام مکتوم سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مؤذن تھا حالانکہ نابینا تھا۔

عائشہ رضؓ سے مروی ہے کہ ابن ام مکتوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن تھے حالانکہ نابینا تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذنوں کے کسی لڑکے نے روایت کی کہ بلال رضی اذان کہتے تھے اور ابن ام مکتوم اقامت، بسا اوقات ابن ام مکتوم اذان کہتے تھے اور بلال رضی اقامت۔

سالم بن عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلال رات کی (یعنے مغرب کی) اذان دیں تو کھاؤ پیو یہاں تک کہ ابن ام مکتوم (فجر کی) اذان دیں، اُنھوں نے کہا کہ ابن ام مکتوم نابینا تھے وہ اُس وقت تک اذان نہیں کہتے تھے جب تک اُن سے یہ نہ کہا جائے کہ صبح ہوگئی، صبح ہوگئی۔

سالم بن عبداللہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (رمضان میں) فرمایا کہ بلال مغرب کی اذان کہیں تو کھاؤ پیو یہاں تک کہ ابن ام مکتوم (فجر کی) اذان کہیں۔

ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلال شام کی اذان کہیں تو کھاؤ پیو یہاں تک کہ ابن ام مکتوم (صبح کی) اذان کہیں۔

ابن عمر سے مروی ہے کہ بلال بن رباح اور ابن ام مکتوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن تھے، بلال رات کی اذان کہتے تھے اور لوگوں کو بیدار کرتے تھے، ابن ام مکتوم فجر کی اذان کا خیال رکھتے تھے اُس (کے وقت) میں کبھی غلطی نہیں کرتے تھے، آنحضرت صلعم فرماتے تھے کہ کھاؤ پیو تاوقتیکہ ابن ام مکتوم اذان نہ کہیں۔

جابر بن عبداللہ الانصاری سے مروی ہے کہ ام ابن مکتوم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کی، یا رسول اللہ، میرا مکان دور ہے، نظر سے معذور ہوں اور میں اذان سنتا ہوں، فرمایا کہ اگر تم اذان سنتے ہو تو اُس کا جواب دو خواہ سرین کے بل ہی کیوں نہ چلنا پڑے یا فرمایا کہ گھٹنوں کے بل ہی کیوں نہ چلنا پڑے۔

ابراہیم سے مروی ہے کہ عمرو بن ام مکتوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے اپنے لانے والے کی شکایت کی اور کہا کہ میرے اور مسجد کے درمیان ایک درخت (حائل) ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم اقامت سُنتے ہو، انھوں نے کہا کہ جی ہاں، آپ نے انھیں ترک جماعت کی اجازت نہیں دی۔

جابر بن عبداللہ الانصاری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے کے کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا تو ابن ام مکتوم حاضر ہوئے اور عرض کی، یارسولؐ اللہ، میرا مکان دور ہے، نظر سے معذور ہوں اور میرا ایک کتا ہے، آپ نے انھیں چند روز کے لیے اجازت دیدی، پھر انھیں بھی اپنے کتے کو قتل کرنے کا حکم دیا۔

ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے لوگوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، جن میں عتبہ بن ربیعہ اور قریش کے چند باوجاہت لوگ تھے، آپ اُن لوگوں سے فرما رہے تھے کہ کیا یہ خوب نہیں ہے اگر میں یہ لاؤں اور وہ لاؤں، وہ لوگ کہہ رہے تھے کہ خونوں کی قسم، ہاں، ہاں، ابن ام مکتوم آئے، آپ اُن لوگوں میں مشغول تھے، انھوں نے آپ سے کچھ دریافت کیا تو آپ نے اُن سے منہ پھیر لیا، اللہ تعالیٰ نے (یہ سورۃ) نازل کی "عبس وتولیٰ ان جاءہ الاعمیٰ" (آپ چیں بجبیں ہو گئے اور متوجہ نہ ہوئے کہ آپ کے پاس (ابن ام مکتوم) نابینا آئے) "اما من استغنیٰ" (لیکن جس شخص نے بے پروائی کی (یعنے عتبہ اور اُس کے ساتھی) "فانت لہ تصدیٰ واما من جاءک یسعیٰ وھو یخشیٰ فانت عنہ تلھیٰ" (تو آپ اُس کے درپے ہیں، لیکن جو شخص آپ کے پاس دوڑتا ہوا آیا (یعنے ابن ام مکتوم) اور وہ اللہ سے ڈرتا ہے تو آپ اُس سے بے اعتنائی کرتے ہیں)۔

ضحاک سے اس آیت "عبس وتولیٰ ان جاءہ الاعمیٰ" کی تفسیر میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے ایک شخص کے درپے ہو کر اسلام کی دعوت دے رہے تھے، عبداللہ بن ام مکتوم نابینا

آئے اور دریافت کرنے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے منہ پھیر رہے تھے اور چیں بجبیں ہو رہے تھے، اور اُس دوسرے شخص کی طرف توجہ فرما رہے تھے، جب وہ آپ سے سوال کرتے تھے تو آپ چیں بجبیں ہو کے منہ پھیر لیتے تھے، اللہ نے اپنے رسولؐ کو پھیر دیا اور فرمایا:

"عبس وتولی ان جاءہ الاعمی وما یدریک لعلہ یزکی الی قولہ فانت عنہ تلھی" (آپ نابینا کے اپنے پاس آنے سے چیں بجبیں ہوئے اور منہ پھیر لیا، حالانکہ آپ کو کیا خبر شاید وہ پاکیزگی حاصل کرتا یا نصیحت قبول کرتا اور اُسے نصیحت سے فائدہ ہوتا، لیکن جس شخص نے روگردانی کی تو آپ اُس کے درپے ہوئے حالانکہ اُس کے پاکیزگی حاصل نہ کرنے کی آپ پر ذمہ داری نہ تھی جو شخص آپ کے پاس دوڑ کر آیا وہ اللہ سے ڈرتا بھی ہے تو آپ اُس سے بے پروائی کرتے ہیں)۔

یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کا اکرام کیا اور دو مرتبہ اپنا جانشین بنایا۔

جابر سے مروی ہے کہ میں نے عامر سے پوچھا کہ کیا نابینا جماعت کی امامت کر سکتا ہے؟ انھوں نے کہا کہ ہاں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن ام مکتوم کو (مدینے پر) خلیفہ بنایا (اور آپ غزوات میں تشریف لے گئے) تو وہ آپ کے بجائے امامت کرتے رہے حالانکہ وہ نابینا تھے)۔

ابی غفیر یعنے محمد بن سہل بن ابی حثمہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت غزوۂ قرقرة الکدر میں بنی سُلیم و غطفان کی طرف روانہ ہوئے تو مدینے پر ابن ام مکتوم کو خلیفہ بنایا جو لوگوں کو جمعہ پڑھاتے تھے اور منبر کے پہلو میں خطبہ پڑھتے تھے، منبر کو اپنی بائیں جانب کرتے تھے، نیز جس وقت آپ بنی سلیم کے غزوۂ بحران میں گئے جو نواحِ الفرع میں ہے تو آپ نے انھیں خلیفہ بنایا، غزوۂ اُحد، حمراء الاسد، بنی النضیر، خندق، بنی قریظہ، غزوۂ بنی لحیان، غزوۂ الغابہ، غزوۂ ذی قرد اور عمرۂ حدیبیہ میں آپ تشریف لے گئے تو انھیں کو جانشین کیا۔

۱۵۴

زید بن ثابت سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ابن ام مکتوم رات کی اذان دیں تو کھاؤ پیو یہاں تک کہ بلال (صبح کی) اذان دیں۔

عبداللہ بن مَعقِل سے مروی ہے کہ ابن ام مکتوم مدینے میں ایک یہودیہ کے پاس اُترے جو ایک انصاری کی پھوپی تھی، وہ اُن پر مہربانی کرتی تھی مگر اللہ اور اُس کے رسولؐ کے بارے میں ایذا دیتی تھی، اُنھوں نے اُسے مار کر قتل کر دیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی گئی، عرض کی، یا رسولؐ اللہ، واللہ وہ مجھ پر مہربانی کرتی تھی لیکن اُس نے مجھے اللہ اور اُس کے رسول کے بارے میں ایذا دی تو میں نے اُسے مار کر قتل کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اُسے دور کرے، اس نے اپنا خون باطل کر دیا۔

ابی عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ جب یہ آیت ”لایستوی القاعدون من المومنین“ (یعنے جو مومنین جہاد سے بیٹھنے والے ہیں وہ ثواب میں مجاہدین فی سبیل اللہ کے برابر نہیں ہیں) نازل ہوئی تو ابن ام مکتوم نے کہا کہ یا رب تو نے مجھے (نابینائی میں) مبتلا کیا ہے، میں کیوں کر (جہاد) کروں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی ”غیرُ اولی الضرر“ (سوائے اُن کے جو نابینائی والے یا بے عذر والے ہیں)۔

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت ”لایستوی القاعدون من المومنین والمجاھدون فی سبیل اللہ“ نازل ہوئی تو عبداللہ بن ام مکتوم نے کہا کہ یا رب میرا عذر بھی نازل کر دے، میرا عذر بھی نازل کر دے، اللہ نے ”غیرُ اولی الضرر“ نازل کر دیا، یہ دونوں (المومنین والمجاہدون) کے درمیان کر دی گئی (یعنے من المومنین غیر اولی الضرر والمجاھدون فی سبیل اللہ)، اس کے بعد وہ جہاد کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جھنڈا مجھے دیدو، کیوں کہ میں نابینا ہوں، بھاگ نہیں سکتا، اور مجھے دونوں صفوں کے درمیان کھڑا کر دو۔

البراء سے مروی ہے کہ جب یہ آیت "لایستوی القاعدون من المومنین والمجاهدون فی سبیل اللہ" نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید کو بلایا اور حکم دیا، وہ کاغذ لائے اور اس پر (اس آیت کو) لکھ لیا، پھر ابن ام مکتوم آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی نابینائی کی شکایت کی تو یہ حصہ نازل ہوا "غیر اولی الضرر"۔

زید بن ثابت سے مروی ہے کہ جب یہ آیت "لایستوی القاعدون من المومنین والمجاهدون فی سبیل اللہ" نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کاغذ منگایا، مجھے بلایا اور فرمایا کہ لکھ لو، ابن ام مکتوم آئے، انھوں نے اپنا ضرر بیان کیا تو "غیر اولی الضرر" نازل ہوا۔ ۱۵۵

زید بن ثابت سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں تھا، آپ پر سکون نازل ہوا تو آپ کی ران میری ران پر گر پڑی، میں نے کوئی چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ران سے زیادہ گراں نہیں پائی، یہ حالت جب جاتی رہی تو فرمایا کہ اے زید لکھ لو، میں نے کاغذ پر لکھا "لایستوی القاعدون من المومنین والمجاهدون فی سبیل اللہ" عمرو بن ام مکتوم نے جو نابینا تھے مجاہدین کی فضیلت سنی تو کھڑے ہوئے اور عرض کی، یارسول اللہ، اس کے ساتھ کیا (معاملہ) ہوگا جو جہاد کی طاقت نہیں رکھتا، ان کا کلام ختم نہ ہوا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سکون طاری ہوا، آپ کی ران میری ران پر گر پڑی، میں نے ویسی ہی گرانی محسوس کی جیسی پہلی مرتبہ محسوس کی تھی، جب یہ حالت جاتی رہی تو فرمایا، اے زید پڑھو، میں نے پڑھا "لایستوی القاعدون من المومنین" فرمایا، (اس کے بعد ہی) لکھو "غیر اولی الضرر" زید نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تنہا اسی حصۂ آیت کو نازل فرمایا کہ گویا میں کاغذ کے کنارے اس کو اس کے متصل کی آیت کے پاس دیکھ رہا ہوں۔

زید بن ثابت سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں لکھوایا "لایستوی القاعدون من المومنین والمجاهدون فی سبیل اللہ"

وہ لکھ ہی رہے تھے کہ آپ کے پاس ابن ام مکتوم آئے جو نابینا تھے اور کہا کہ یا رسول اللہ اگر میں جہاد کی طاقت رکھتا تو ضرور جہاد کرتا، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل فرمایا، آپ کی ران میری ران پر تھی کہ میں نے سمجھ لیا کہ میری ران کچل جائے گی، پھر آپ سے (سکون) جاتا رہا، اللہ تعالیٰ نے آپ پر "غیر اولی الضرر" نازل فرمایا۔

زید بن ثابت سے دوسرے طریق سے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح کی روایت ہے

انس بن مالک سے مروی ہے کہ جنگ قادسیہ میں عبداللہ بن ام مکتوم کے پاس سیاہ جھنڈا تھا، اُن کے بدن پر زرہ تھی۔

انس بن مالک سے مروی ہے کہ ابن ام مکتوم جنگ قادسیہ میں اس طرح روانہ ہوئے کہ بدن پر بڑی زرہ تھی۔

انس سے مروی ہے کہ عبداللہ بن زائدہ یعنے ابن ام مکتوم جنگ قادسیہ میں اس طرح قتال کر رہے تھے کہ بدن پر مضبوط اور بڑی زرہ تھی۔

۱۵۶ انس سے مروی ہے کہ ابن ام مکتوم جنگ قادسیہ میں حاضر تھے، انھیں کے پاس جھنڈا تھا، محمد بن عمر نے کہا کہ پھر وہ مدینے واپس آگئے اور وہیں اُن کی وفات ہوئی، عمرؓ بن الخطاب کی وفات کے بعد اُن کا کوئی ذکر نہیں سنا گیا۔

بنی فہر بن مالک

سُہَیل بن بَیضاء

بیضاء اُن کی والدہ تھیں، والد وہب بن ربیعہ بن ہلال بن مالک ابن ضبہ بن الحارث بن فہر بن مالک تھے، اُن کی والدہ بیضاء تھیں جو

دعد بنت جحدم بن عمرو بن عائش ظرب بن الحارث بن فہر تھیں۔

مکے میں اسلام لائے، اپنا اسلام پوشیدہ رکھا، قریش انھیں اپنے ہمراہ بدر میں لائے، وہ بدر میں مشرکین کے ساتھ تھے، گرفتار ہوئے تو عبداللہ بن مسعود نے شہادت دی کہ انھوں نے مکے میں انھیں نماز پڑھتے دیکھا ہے، انھیں رہا کردیا گیا۔

جس نے اس قصے کو سہیل بن بیضاء کے بارے میں روایت کیا اُس نے غلطی کی، سہیل بن بیضاء عبداللہ بن مسعود سے پہلے اسلام لائے اور اپنا اسلام چھپایا نہیں، انھوں نے مدینے کی طرف ہجرت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب مسلمان ہوکر بدر میں حاضر ہوئے، اس میں کوئی شک نہیں۔

جس نے اس حدیث کو ان کے اور ان کے بھائی کے درمیان روایت کردیا اُس نے غلطی کی، اس لیے کہ سہیل اپنے بھائی سہل سے زیادہ مشہور تھے، اور وہ قصہ سہل کے بارے میں تھا۔

سہل نے مدینے میں قیام کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بعض مشاہد میں حاضر ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تک زندہ رہے۔

عمرو بن الحارث بن زہیر

ابن ابی شداد بن ربیعہ بن ہلال بن مالک بن ضبہ بن الحارث بن فہر بن مالک، ان کی والدہ ہند بنت المضرب بن عمرو بن وہب بن حجیر بن عبد بن معیص بن عامر بن لوئی تھیں، مکے میں قدیم الاسلام تھے، بروایت محمد بن اسحاق و محمد بن عمر انھوں نے حبشہ کی ہجرت ثانیہ میں شرکت کی، مگر موسیٰ بن عقبہ و ابو معشر نے ان کا مہاجرین ملک حبشہ میں ذکر نہیں کیا۔

۱۵۷

عثمان بن عبد غنم بن زہیر

ابن ابی شداد بن ربیعہ بن ہلال بن مالک بن ضبّہ بن الحارث بن فہر بن مالک۔

ہشام بن محمد نے کتاب النسب میں بیان کیا ہے کہ وہ عامر بن عبد غنم تھے، کنیت ابو نافع تھی اور والدہ بنت عبد عوف بن عبد الحارث ابن زہرہ، عبد الرحمٰن بن عوف کی پھوپی تھیں۔

اُن کی اولاد میں نافع اور سعید تھے، ان دونوں کی والدہ بُرزہ بنت مالک بن عبید اللہ بن شہاب بن عبد اللہ بن الحارث بن زہرہ تھیں، مکے میں قدیم الاسلام تھے، بروایت موسیٰ بن عقبہ و محمد بن اسحاق وابی معشر و محمد بن عمر ہجرت ثانیہ میں ملک حبشہ کو گئے، اس کے بعد اُن کی وفات ہوگئی، اُن کا کوئی فرزند جانشین نہ تھا۔

سعید بن عبد قیس

ابن لقیط بن عامر بن امیہ بن الحارث بن فہر بن مالک، مکے میں قدیم الاسلام تھے، بروایت موسیٰ بن عقبہ و محمد بن اسحاق وابی معشر و محمد بن عمر انھوں نے ہجرت ثانیہ میں ملک حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔

بقیہ عرب

عمرو بن غلبہ

ابن خالد بن حذیفہ بن عمرو بن خلف بن مازن بن مالک بن ثعلبہ

ابن بہثہ بن سُلیم بن منظور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان بن مُضَر، کنیت ابونجیح تھی۔

عمرو بن عبسہ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ عکاظ میں تھے، پوچھا کہ اس امر میں کس نے آپ کی پیروی کی، فرمایا، ایک آزاد نے اور ایک غلام نے، آپ کے ساتھ سوائے ابوبکرؓ اور بلالؓ کے کوئی نہ تھا، فرمایا کہ جاؤ یہاں تک کہ اللہ اپنے رسولؐ کو قدرت دے۔

عمرو بن عبسہ سے (ایک اور طریق سے) مروی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، آپ عکاظ میں آئے ہوئے تھے، میں نے کہا یارسولؐ اللہ اس امر (اسلام) میں کون آپ کے ساتھ ہے، فرمایا میرے ساتھ دو شخص ہیں ابوبکرؓ و بلالؓ، اُس وقت میں بھی اسلام لے آیا، میں نے اپنے آپ کو اسلام کا چہارم دیکھا، عرض کی یارسولؐ اللہ، میں آپ کے ہمراہ ٹھیروں یا اپنی قوم میں شامل ہو جاؤں، فرمایا، اپنی قوم میں شامل ہو جاؤ کیونکہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے (وعدہ) وفا کرے گا جن کو تم دیکھتے ہو اور اسلام کو زندہ کر دے گا، میں آپ کے پاس فتح مکہ سے پہلے حاضر ہوا، سلام کیا اور کہا کہ یارسولؐ اللہ میں عمرو بن عبسہ اُلسّلمی ہوں، میں چاہتا ہوں کہ آپ سے وہ امور دریافت کروں جو آپ جانتے ہیں اور میں نہیں جانتا، مجھے نفع ہو اور آپ کو ضرر نہ ہو۔

۱۵۸

عمرو بن عبسہ سے مروی ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور پوچھا، یارسولؐ اللہ، کون اسلام لایا، فرمایا، ایک آزاد اور ایک غلام، یا فرمایا کہ ایک غلام اور ایک آزاد، یعنے ابوبکرؓ و بلالؓ، انھوں نے کہا کہ میں اسلام کا چوتھا ہوں۔

عمرو بن عبسہ سے مروی ہے کہ وہ اسلام میں تیسرے یا چوتھے تھے۔

ابو عمار شداد بن عبداللہ سے جنھوں نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

ایک جماعت کو پایا تھا مروی ہے کہ ابو امامہ نے کہا، اے عمرو بن عبسہ، (تم) اونٹ کی رسیوں والے بنی سُلیم کے آدمی ہو، کس بنا پر یہ دعویٰ کرتے ہو کہ اسلام کے چہارم ہو۔

اُنھوں نے کہا کہ میں جاہلیت میں بھی لوگوں کو گمراہی پر سمجھتا تھا اور بتوں کو ہیچ جانتا تھا، میں نے ایک شخص کو مکے کی خبریں بیان کرتے اور وہاں کی باتیں کہتے سُنا تو اپنی اونٹنی پر سوار ہوا اور مکے آیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خفیہ طور پر گیا، قوم آپ کے پاس دو حصوں میں تھی۔

میں حیلہ کر کے آپ کے پاس گیا اور پوچھا کہ آپ کون ہیں، فرمایا، میں نبی ہوں، پوچھا، نبی کیا، فرمایا، اللہ کا رسولؐ، عرض کی، اللہ نے آپ کو رسولؐ بنایا ہے، فرمایا، ہاں، پوچھا کہ کس چیز کا (رسولؐ بنایا ہے)، فرمایا، اس امر کا کہ اللہ کو واحد جانو، اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، بتوں کے توڑنے کا اور صلۂ رحم (قرابت داروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے) کا حکم دیا۔

عرض کی، اس امر پر آپ کے ساتھ کون ہے، فرمایا کہ ایک آزاد اور ایک غلام، اُس وقت آپ کے ساتھ ابو بکرؓ و بلالؓ تھے، میں نے کہا کہ میں بھی آپ کا پیرو ہوں، فرمایا کہ تمھیں آج اس کی طاقت نہیں، اپنے متعلقین کے پاس جاؤ، جب میرے متعلق سُننا کہ میں غالب ہو گیا تو مجھ سے ملنا۔

میں اپنے متعلقین کے پاس چلا گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم مہاجر ہو کے مدینے تشریف لائے، میں اسلام لے آیا اور خبریں معلوم کرنے لگا، یثرب سے آپ کے سوار آئے تو میں نے پوچھا کہ ان مکی شخص نے کیا کیا جو تمھارے پاس آئے ہیں، اُن لوگوں نے کہا کہ قوم نے اُن کے قتل کا ارادہ کیا مگر وہ اسے کر نہ سکے، آپ کے اور اُن لوگوں کے درمیان رکاوٹ کر دی گئی، میں نے لوگوں کو

اس کی طرف دوڑتا ہوا چھوڑا۔
میں اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر مدینے آیا، بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوا ۱۵۹
اور عرض کی، یا رسول اللہؐ آپ مجھے پہچانتے ہیں، فرمایا، ہاں، کیا تم وہ شخص نہیں ہو جو میرے پاس مکے میں آئے تھے، میں نے کہا بے شک، عرض کی، یا رسول اللہؐ مجھے وہ باتیں بتائیے جو اللہ نے آپ کو بتائیں اور میں اُن سے ناواقف ہوں۔

فرمایا کہ جب تم صبح کی نماز پڑھو تو آفتاب طلوع ہونے تک نماز ختم کردو، پھر جب طلوع ہو تو اُس وقت تک نماز نہ پڑھو جب تک کہ وہ بلند نہ ہو جائے کیوں کہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے اور اس وقت اُسے کفار سجدہ کرتے ہیں، جب وہ بقدر ایک یا دو نیزے کے بلند ہو جائے تو نماز پڑھو، کیوں کہ نماز (قیامت میں) موجود اور حاضر کی جائے گی، یہاں تک کہ نیزہ سایے کے مقابل ہو جائے، پھر نماز روک دو، اُس وقت جہنم سجدہ کرتی ہے، پھر جب سایہ ڈھل جائے تو نماز پڑھو کیوں کہ نماز موجود اور حاضر کی جائے گی، پھر عصر پڑھ کے نماز روک دو یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو جائے کیوں کہ وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے اور اُس وقت اُسے کفار سجدہ کرتے ہیں۔

عرض کی، یا رسول اللہؐ، مجھے وضو بھی بتائیے، فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو اپنا وضو بطور عبادت کے کرے، غرارہ اور کلی کرے، ناک میں پانی ڈال کے چھینکے اور اُس میں پانی کے ساتھ منہ اور ناک کے گناہ نہ بہیں، وہ اپنا منہ دھوئے جس طرح اللہ نے اُسے حکم دیا اور اُس کے چہرے اور ڈاڑھی کے کناروں کے گناہ پانی کے ساتھ نہ بہیں، اپنے ہاتھ دھوئے اور پانی کے ساتھ اُس کے ہاتھوں کے گناہ اُنگلیوں کی پوروں سے نہ بہیں، سر کا مسح کرے جس طرح اللہ نے حکم دیا اور پانی کے ساتھ بالوں کے کناروں سے سر کے گناہ نہ بہیں،

اس کے بعد وہ اپنے دونوں قدم ٹخنوں تک دھوئے جس طرح اللہ نے اُسے حکم دیا اور اُس کے قدموں کے گناہ اُنگلیوں کی پوروں سے پانی کے ساتھ نہ بہیں، وہ کھڑا ہوا اور اللہ کی حمد و ثنا کرے جس کا وہ اہل ہے، دو رکعت نماز پڑھے تو اس ہیئت سے وہ اپنے گناہوں سے پاک و صاف ہو جائے گا جس طرح سے کہ پیدائش کے دن اُس کی ماں نے اُسے پاک و صاف جنا تھا۔

ابوامامہ نے کہا کہ اے عمرو بن عبسہ غور کرو، تم کیا کہتے ہو، کیا تم نے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کیا آدمی کو یہ سب اپنے مقام میں دیا جائے گا، عمرو بن عبسہ نے کہا کہ اے ابوامامہ، میرا سن بڑھ گیا، ہڈیاں پتلی ہو گئیں اور موت قریب آگئی، مجھے کوئی ایسی حاجت نہیں کہ اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولوں، اگر میں نے اُسے صرف ایک یا دو یا تین مرتبہ سُنا ہوتا، میں نے تو اُسے سات یا آٹھ مرتبہ، یا اس سے بھی زیادہ آپ سے سُنا ہے۔

عمرو بن عبسہ السُّلمی سے مروی ہے کہ میں جاہلیت میں بھی اپنی قوم کے معبودوں (بتوں) سے متنفر تھا، یہ اس لیے کہ وہ باطل تھے، پھر میں اہل الکتاب کے کاہنوں میں سے ایک شخص سے ملا، میں نے کہا کہ میں اُن لوگوں میں سے ہوں جو پتھر کو پوجتے ہیں، قبیلے میں اُترتے ہیں تو اُن کے ساتھ معبود نہیں ہوتے، ایک شخص نکل کر چار پتھر لاتا ہے، تین کو تو وہ اپنی ہانڈی (کے چولھے) کے لیے نصب کرتا ہے اور اچھے پتھر کو معبود بنا لیتا ہے، جس کی وہ پرستش کرتا ہے، جب وہ کسی دوسری منزل میں اُترتا ہے تو کوچ کرنے سے پہلے اگر اُس سے اچھا پتھر پا جائے تو اُسے چھوڑ دیتا ہے اور دوسرے کو اختیار کر لیتا ہے، میری رائے ہے کہ وہ معبود باطل ہے جو نہ نفع پہنچاتا ہے نہ ضرر، مجھے ایسا طریقہ بتاؤ جو اس سے بہتر ہو۔

اُس نے کہا کہ مکے سے ایک شخص ظاہر ہوگا جو اپنی قوم کے معبودوں سے نفرت کرے گا اور کسی دوسرے معبود کی طرف دعوت دے گا، جب تم

اُسے دیکھنا تو اُس کی پیروی کرنا، کیوں کہ وہ سب سے بزرگ دین لائے گا۔

جب سے اُس نے یہ کہا تھا تو میرا قصد سوائے مکے کے کہیں کا نہ ہوتا تھا، میں آتا تھا اور لوگوں سے پوچھتا تھا کہ کیا مکے میں کوئی نئی بات ہوئی؟ کہا جاتا تھا کہ نہیں، ایک بار اسی طرح سے آیا اور دریافت کیا تو لوگوں نے کہا کہ مکے میں ایک شخص ظاہر ہوا ہے جو اپنی قوم کے معبودوں سے نفرت کرتا ہے اور دوسرے معبود کی طرف دعوت دیتا ہے

میں اپنے متعلقین کے پاس آیا، اونٹنی پر کجاوہ کسا اور مکے میں اپنی اُس منزل میں آیا جہاں میں اُترا کرتا تھا، دریافت کیا تو اُسے پوشیدہ پایا اور قریش کو دیکھا کہ اس معاملے میں بہت سخت تھے۔

میں نے بہانہ تلاش کیا اور آنحضرتؐ کے پاس گیا، دریافت کیا کہ آپ کیا ہیں، فرمایا کہ نبی، میں نے کہا کہ آپ کو کس نے بھیجا، فرمایا، اللہ نے، میں نے کہا، اُس نے آپ کو کس چیز کے ساتھ بھیجا، فرمایا، اللہ کی عبادت کے ساتھ، جو واحد ہے، جس کا کوئی شریک نہیں، اور خونوں کی حفاظت، بتوں کے توڑنے، قرابت داروں سے اچھے برتاؤ اور راستے کے امن کے ساتھ مبعوث ہوا ہوں۔

عرض کی، یہ تو بہت اچھی باتیں ہیں جن کے ساتھ آپ بھیجے گئے، میں آپ پر ایمان لاتا ہوں اور آپ کی تصدیق کرتا ہوں، کیا آپ مجھے حکم دیتے ہیں کہ آپ کے ساتھ ٹھیروں یا واپس جاؤں، فرمایا، میں جو کچھ لایا ہوں کیا تم اُس کے ساتھ لوگوں کی ناگواری نہیں دیکھتے؟ ایسی صورت میں تمھارا یہاں ٹھیرنا ممکن نہیں، تم اپنے متعلقین میں رہو، جب سُننا کہ میں نے کسی طرف ہجرت کی تو میری پیروی کرنا۔

میں اپنے متعلقین میں ٹھیرا رہا یہاں تک کہ آپ مدینے کی طرف روانہ ہوئے، میں بھی آپ کے پاس روانہ ہوا اور مدینے آیا، قدمبوس ہوا تو عرض کی، یا نبی اللہ، کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں، فرمایا، ہاں، تم وہی السلمی ہو جو میرے پاس مکے میں آئے تھے اور مجھ سے فلاں فلاں

باتیں پوچھی تھیں، میں نے تم سے یہ کہا تھا۔

میں نے مکے کی اُس صحبت کو بہت مغتنم سمجھا اور جان لیا کہ اُس مجلس میں زمانے نے آپ کے قلب کو مجھ سے فارغ نہیں کیا، عرض کی، یا نبیؐ اللہ، کس ساعت کی (نماز و دعا) زیادہ سُنی (اور قبول) کی جاتی ہے۔

فرمایا، آخر کی تہائی شب کی، کیوں کہ اُس وقت نماز حاضر کی جاتی اور قبول کی جاتی ہے یہاں تک کہ آفتاب طلوع ہو، جب دیکھو کہ وہ سُرخ سُرخ طلوع ہو گیا کہ گویا وہ ڈھال ہے تو نماز روک دو کیوں کہ وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے اور کفار اُس کی نماز پڑھتے ہیں، جب وہ بقدر ایک یا دو نیزے کے بلند ہو جائے تو نماز حاضر کی جائے گی اور قبول کی جائے گی، جب آدمی کا سایہ اُس کے برابر ہو جائے تو اُسے روک دو کیوں کہ اُس وقت جہنم سجدہ کرتی ہے، سایہ ڈھل جائے تو نماز پڑھو کیوں کہ نماز حاضر کی جائے گی اور قبول کی جائے گی یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو، جب دیکھو کہ آفتاب سُرخ سُرخ ہو کر غروب ہو گیا گویا وہ ایک ڈھال ہے تو نماز روک دو۔

وضو کو بیان فرمایا کہ جب تم وضو کرو تو دونوں ہاتھ، مُنہ اور دونوں پاؤں دھو، وضو کر کے تم بیٹھ گئے تو یہ تمھارے لیے پاک کرنے والا ہے اور اگر تم نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور اپنے رب کو اُن صفات سے یاد کیا جن کا وہ اہل ہے تو تم اپنی نماز سے اس طرح پلٹو گے جس طرح تم کو تمھاری ماں نے گناہوں سے پاک جنا تھا۔

محمد بن عمر نے کہا کہ جب عمرو بن عبسہ مکے میں اسلام لائے تو اپنی قوم بنی سلیم کے شہروں میں واپس چلے گئے، وہ صُفّہ اور حاذہ میں اُترا کرتے تھے جو بنی سلیم کی زمین ہے، وہ وہیں مقیم رہے یہاں تک بدر و اُحد و خندق و حدیبیہ و خیبر (کا وقت) گذر گیا، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

ابوذر

نام جُندُب تھا، ابن جنادہ بن کعیب بن صُعیر بن الوقعہ بن حرام بن سفیان بن عبید بن حرام بن غفار بن مُلیل بن ضمرہ بن بکر بن عبدمناۃ بن کنانہ بن خُزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مُضر۔

نعیم بن عبداللہ المجُمر نے اپنے والد سے روایت کی کہ ابوذر کا نام جُندب بن جُنادہ تھا، ایسا ہی محمد بن عمر و ہشام بن محمد بن السائب الکلبی وغیرہ اہل علم نے کہا۔

محمد بن عمر نے کہا کہ میں نے ابو معشر نجیح کو کہتے سُنا کہ ابوذر کا نام بُریر بن جنادہ تھا۔

ابی ذر سے مروی ہے کہ ہم لوگ اپنی قوم غفار سے نکلے، وہ لوگ شہر حرام (رجب و شوال تا محرم) میں قتل و قتال کو حلال جانتے تھے، میں اور میرے بھائی انیس اور ہماری والدہ نکلیں، ہم لوگ روانہ ہوئے، اپنے ایک ماموں کے پاس اُترے، انھوں نے ہمارا اکرام کیا اور ہمارے ساتھ احسان کیا۔

اُن کی قوم نے ہم لوگوں پر حسد کیا، اُن لوگوں نے اُن سے کہا کہ جب تم اپنے متعلقین سے علیحدہ ہوگے تو انیس تمھارے خلاف اُن لوگوں سے مل جائیں گے، ماموں ہمارے پاس آئے اور جو کچھ اُن سے کہا گیا تھا ہم سے بیان کر دیا، میں نے کہا کہ گزشتہ احسان کو تم نے مکدر کر دیا، اب تم سے ہماری موافقت ممکن نہیں۔

ہم نے اپنے اونٹوں کو قریب کیا اور سوار ہوگئے، ماموں چادر سے منہ ڈھانک کر رونے لگے، ہم لوگ روانہ ہوئے اور مکے کے قریب اُترے۔

انیس نے ہم سے منافرہ[ل] کیا، جتنے اونٹ ہمارے پاس تھے اُتنے ہی اور فراہم کیے اور منافرے کے لیے کاہن کے پاس آئے، اُس نے انیس کو اُن کی حالت کی خبر دی، ہم اپنی اونٹنیوں کو اور اُن کے ہمراہ دوسری اونٹنیوں کو لائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات سے تین سال پہلے میں نے بھتیجے کے ساتھ نماز پڑھی تھی، پوچھا کہ (یہ نماز) کس کے لیے ہے، انھوں نے کہا اللہ کے لیے، میں نے کہا کہ کدھر رُخ کرتے ہو انھوں نے کہا کہ جدھر اللہ میرا رُخ کر دیتا ہے، میں عشاء کی نماز پڑھتا ہوں، جب آخرِ سحر ہوتی ہے تو مجھے اس طرح القا کیا جاتا ہے کہ گویا میں ایک مخفی شے ہوں، یہاں تک کہ آفتاب بلند ہو جاتا ہے۔

انیس نے کہا کہ مجھے مکے میں ایک کام ہے، اجازت دو کہ کام کر کے تمھارے پاس آؤں، انیس گئے اور بہت دیر کے بعد آئے تو پوچھا کہ تمھیں کس نے روکا تھا، انھوں نے کہا کہ میں مکے میں ایک شخص سے ملا جو تمھارے دین پر ہے، وہ دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ نے اُسے رسول بنایا ہے، پوچھا کہ لوگ اُسے کیا کہتے ہیں تو انھوں نے کہا کہ لوگ شاعر، کاہن اور ساحر کہتے ہیں۔

انیس ایک شاعر تھے مگر انھوں نے کہا کہ واللہ میں نے کاہنوں کا قول بھی سُنا ہے، لیکن یہ باتیں اُن کے قول کے مطابق نہیں، میں نے اُن کے قول کو اقسامِ شعر پر بھی رکھ کے پرکھا، مگر وہ کسی کی زبان پر نہیں بھرتا، یہ بعید ہے کہ وہ شعر ہو، واللہ وہ ضرور سچے ہیں اور لوگ جھوٹے ہیں۔

۱۶۲

میں نے کہا کہ مجھے بھی فرصت دو کہ جاؤں اور دیکھوں، انھوں نے کہا، اچھا، مگر مکے والوں سے خبردار رہنا، کیوں کہ اُن لوگوں نے اُن کے ساتھ بُرائی اور بد اخلاقی کی ہے۔

میں روانہ ہو کر مکے آیا، ایک شخص کو کمزور سمجھ کر اُس سے پوچھا کہ وہ شخص کہاں ہے جسے تم لوگ بے دین کہتے ہو، اُس نے مجھے اشارہ کیا

[ل] منافرہ وہی ہے جسے گنواری زبان میں آج کل ڈوئل کہتے ہیں۔

اور کہا کہ یہ ہے وہ بے دین، مجھ پر اہل وادی ہر ڈھیلے اور ہڈی سے ٹوٹ پڑے، میں بیہوش ہو کر گر پڑا، جب اٹھا تو اس طرح کہ گویا ایک سرخ بت ہوں۔

میں زمزم پر آیا، اس کا پانی پیا اور اپنے جسم سے خون دھویا، اے بھتیجے، تیس شبانہ روز وہاں اس طرح رہا کہ میرے لیے سوائے آب زمزم کے کچھ نہ تھا مگر میں موٹا ہو گیا، پیٹ کی شکنیں جاتی رہیں اور میں نے اپنے جگر پر بھوک کی کمزوری محسوس نہیں کی۔

اہل مکہ ایک روشن چاندنی رات میں تھے کہ اللہ نے اُن کے دماغوں پر ضرب لگا دی، سوائے دو عورتوں کے کوئی بھی بیت اللہ کا طواف نہیں کرتا تھا، دونوں عورتیں میرے پاس آئیں، اساف اور نائلہ (بتوں) کو پکارتی تھیں، میں نے کہا کہ تم دونوں اساف و نائلہ میں سے ایک کا دوسرے سے نکاح کر دو۔

اس بات نے اُن کو پکارنے سے باز نہ رکھا، وہ میرے پاس آئیں تو میں نے کچھ اس طرح کہا جیسے لکڑی سے آواز آئے، البتہ میں نے بات چھپائی نہیں، عورتیں پشت پھیر کے یہ کہتی ہوئی چلی گئیں کہ کاش اس جگہ ہمارے گروہ میں سے کوئی ہوتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضؓ اُن دونوں کے سامنے آئے، آپ دونوں (حضرات) پہاڑ سے اُتر رہے تھے، عورتوں سے پوچھا کہ تمھارے لیے کیا ہوا، تو اُن دونوں نے کہا کہ کعبے اور اس کے پردوں کے درمیان ایک بے دین ہے، فرمایا کہ اُس نے تم دونوں سے کیا کہا، انھوں نے کہا کہ اُس نے ہم سے ایک ایسا کلمہ کہا جو منہ کو بھر دیتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صاحب (ابوبکر رضؓ) آئے، حجر اسود کو بوسہ دیا، بیت اللہ کا طواف کیا اور نماز پڑھی، جب نماز پوری کر لی تو میں آپ کے پاس آیا، میں پہلا شخص تھا جس نے آپ کو

اسلامی سلام کیا، آپ نے فرمایا، وعلیک (السلام) ورحمۃ اللہ، تم کن لوگوں میں سے ہو، عرض کی، قبیلۂ غفار سے، آنحضرتؐ نے اپنا ہاتھ پیشانی کی طرف اس طرح بڑھایا، میں نے اپنے جی میں کہا کہ آپ نے یہ ناپسند کیا کہ میں نے اپنے آپ کو غفار کی طرف منسوب کیا۔

میں نے بڑھ کے آپ کا ہاتھ پکڑنا چاہا تھا کہ حضرت کے ساتھی (ابوبکر صدیقؓ) نے توجہ کی جو آپ سے زیادہ مجھے جانتے تھے، پوچھا کہ تم یہاں کب سے ہو، عرض کی، تیس دن سے، فرمایا کہ تمھیں کھانا کون کھلاتا ہے، عرض کی، میرے لیے سوائے آبِ زمزم کے کوئی کھانا نہیں، میں موٹا ہو گیا، شکم کی شکنیں جاتی رہیں، مجھے اپنے جگر پر بھوک کی تکلیف بھی معلوم نہیں ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ مبارک ہے، وہ بھوکے کی غذا ہے۔

ابوبکرؓ نے کہا، یارسولؐ اللہ، آج رات اُن کی مہمانی کی مجھے اجازت دیجیے، آپ نے اجازت دی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ روانہ ہوئے، میں بھی اُن کے ہمراہ چلا، ابوبکرؓ نے ایک دروازہ کھولا اور میرے لیے طائف کی کشمش لینے لگے، یہ پہلا کھانا تھا جو میں نے مکے میں کھایا۔

میں نے مکے میں قیام کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا کہ مجھے ایک کھجور کے باغ والی زمین کی طرف روانگی کا حکم دیا گیا ہے، میں اُسے سوائے یثرب (مدینے) کے اور کوئی نہیں خیال کرتا، کیا تم میری جانب سے اپنی قوم کو (پیامِ حق) پہنچا سکو گے؟ قریب ہے کہ اللہ ان لوگوں کو تمھارے ذریعے سے فائدہ دے اور تمھیں اُن کے بارے میں اجر دے۔

میں روانہ ہو گیا، اپنے بھائی اُنیس سے ملا تو انھوں نے پوچھا کہ تم نے کیا کیا، میں نے کہا کہ میں اسلام لے آیا اور آپ کی تصدیق کی، اُنیس نے ۱۶۴ کہا کہ مجھے بھی تمھارے دین سے انکار نہیں، میں بھی اسلام لے آیا اور میں نے بھی تصدیق کی، ہم دونوں والدہ کے پاس آئے تو انھوں نے بھی

کہا کہ مجھے تم دونوں کے دین سے انکار نہیں، میں بھی اسلام لے آئی اور میں نے بھی تصدیق کی۔

ہم لوگ سوار ہوئے اور اپنی قوم کے پاس آئے، ان کے نصف لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینے تشریف لانے سے پہلے اسلام لے آئے، ایماء بن رحضہ ان کی امامت کرتے تھے اور وہی ان کے سردار تھے، بقیہ لوگوں نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے تشریف لائیں گے تو ہم لوگ بھی اسلام قبول کریں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے تشریف لائے تو یہ لوگ بھی اسلام لے آئے، قبیلۂ اسلم کے لوگ آئے اور عرض کی، یا رسول اللہ، ہم بھی ان باتوں پر اسلام لاتے ہیں جن پر ہمارے بھائی اسلام لائے، وہ لوگ بھی داخل دین ہو گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غفار کے لیے اللہ مغفرت کرے اور اسلم سے اللہ مسالمت (مصالحت) کرے۔

خفاف بن ایماء بن رحضہ سے مروی ہے کہ ابو ذر راستہ روکتے تھے اور ایسے شجاع (بہادر) تھے کہ تنہا جا کر رہزنی کرتے تھے، صبح کی تاریکی میں اپنے گھوڑے کی پشت پر یا پیادہ اس طرح اونٹوں کو لوٹتے تھے گویا وہ درندے ہیں، رات کو وہ قبیلے میں جاتے تھے اور جو چاہا لے لیتے تھے۔

اللہ نے ان کے قلب میں اسلام ڈال دیا، انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا جو اس زمانے میں مکے میں تھے اور خفیہ طور پر دعوت دیتے تھے، وہ آپ کو دریافت کرتے ہوئے آپ کے مکان میں آئے، اس کے قبل انھوں نے کسی ایسے شخص کو تلاش کیا جو انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دے مگر کوئی نہ ملا، وہ خود دروازے تک پہنچے اور اجازت چاہی، اندر گئے تو آپ کے پاس ابو بکرؓ تھے جو ایک یا دو دن پہلے اسلام لا چکے تھے اور کہہ رہے تھے، یا رسول اللہ ہم اسلام کو چھپائیں گے نہیں، ہم اسے ضرور ظاہر کریں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں کچھ جواب نہ دیتے تھے۔

ابو ذر نے کہا، یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، آپ کس کی طرف دعوت دیتے ہیں، فرمایا، اللہ کی طرف جو واحد ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور بتوں کے چھوڑ دینے کی (طرف)، تم گواہی دو کہ میں اللہ کا رسولؐ ہوں، میں نے کہا، میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ اللہ کے رسولؐ ہیں۔

ابو ذر نے کہا، یا رسولؐ اللہ، میں اپنے متعلقین کے پاس واپس ہوتا ہوں اور جہاد کے حکم کا انتظار کرتا ہوں اُس وقت آپ سے ملوں گا، کیوں کہ میں، ساری قوم کو آپ کے خلاف دیکھتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے درست کہا۔

وہ واپس ہوئے، ثنیۃ غزال کے نیچے رہتے تھے، قافلہائے قریش کو روکتے اور لوٹ لیتے، کہتے کہ میں اس میں سے کوئی چیز تم لوگوں کو واپس نہ کروں گا تاوقتیکہ یہ شہادت نہ دو کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسولؐ ہیں۔

شہادت دیتے تو جو کچھ لیا تھا سب واپس کر دیتے اور اگر وہ انکار کرتے تو کچھ واپس نہ کرتے، اسی حال پر وہ رہے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی اور بدر و اُحد کا زمانہ گذرا، پھر وہ آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینے میں مقیم ہو گئے۔

نجیح ابو معشر سے مروی ہے کہ ابو ذر زمانۂ جاہلیت میں بھی عبادت کرتے تھے "لا الہ الا اللہ" کہتے تھے اور بتوں کی پرستش نہیں کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے کے بعد اہل مکہ میں سے ایک شخص اُن سے ملا اور کہا کہ اے ابو ذر مکے میں ایک شخص ہے جو تمھاری ہی طرح کہتا ہے، جس طرح تم لا الہ الا اللہ کہتے ہو، اور دعوٰی کرتا ہے کہ وہ نبی ہے، پوچھا کہ وہ کن لوگوں میں سے ہے تو اُس نے کہا کہ قریش میں سے۔

ابو ذر نے کوکل میں سے کچھ لیا، اُس کا توشہ بنایا اور مکے آئے، ابو بکرؓ کو دیکھا کہ لوگوں کی ضیافت کرتے ہیں اور انھیں کشمش کھلاتے ہیں،

۱۶۴

انھوں نے بھی سب کے ساتھ بیٹھ کر کھائی۔

پھر دوسرے روز پوچھا کہ اہل مکہ میں سے کسی میں تم نے کوئی نئی بات دیکھی ہے، بنی ہاشم کے ایک شخص نے کہا کہ ہاں، میرے چچازاد بھائی لا الہ الا اللہ کہتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ نبی ہیں، انھوں نے کہا کہ مجھے اُن کو بتاؤ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دکان پر اپنی چادر مُنہ پر ڈالے ہوئے سو رہے تھے، ابو ذر نے آپ کو جگایا، بیدار ہوئے تو انھوں نے انعم صباحا (آپ کی صبح نعمت میں ہو) کہا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ "علیک السلام" ابو ذر نے کہا کہ آپ جو شعر کہتے ہیں مجھے بھی سُنایئے، فرمایا کہ میں شعر نہیں کہتا، وہ تو قرآن ہے، میں نے اُسے نہیں کہا ہے، اللہ نے کہا ہے، انھوں نے کہا کہ مجھے پڑھ کر سُنایئے، قرآن کی ایک سورۃ پڑھ کر سُنائی تو ابو ذر نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اُس کے رسولؐ ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم کن لوگوں میں سے ہو، انھوں نے کہا کہ بنی غفار میں سے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تعجب کیا کیوں کہ وہ لوگ رہزنی کرتے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو بغور دیکھنے لگے اور اس واقعے کے تعجب سے اپنی رائے کو درست فرمانے لگے اس لیے کہ آپ اُن لوگوں کے حالات جانتے تھے، فرمایا کہ اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔

ابو ذر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی تھے کہ ابو بکرؓ آرہے، آپ نے انھیں اُن کے اسلام کی خبر دی، ابو بکرؓ نے کہا کہ کیا تم شام کو میرے مہمان نہ ہوگے، انھوں نے کہا، کیوں نہیں، انھوں نے کہا کہ میرے ساتھ چلو، وہ ابو بکرؓ کے ساتھ اُن کے مکان پر گئے، ابو بکرؓ نے انھیں دو گیروے رنگ کی چادروں کی پوشاک دی۔

ابو ذر چند روز مقیم رہے، ایک عورت کو دیکھا کہ بیت اللہ کا طواف

کرتی ہے اور دنیا کی سب سے اچھی دعا کرتی ہے کہتی ہے کہ مجھے یہ اور یہ دے اور میرے ساتھ یہ اور یہ کر، سب سے آخر کو اس نے کہا کہ اے اساف اور اے نائلہ، ابو ذر نے کہا کہ ان میں سے ایک کا اُس کے ساتھی سے (یعنے اساف کا نائلہ سے) نکاح کر دے، وہ اُن کے لپٹ گئی اور کہا کہ تو بد دین ہے، قریش کے چند نوجوان آئے، اور اُن کو مارا، بنی بکر کے چند لوگ آئے، اُنھوں نے مدد کی اور کہا کہ ہمارے ساتھی کو کیا ہوا کہ وہ مارا جاتا ہے حالانکہ تم لوگ اپنے لڑکوں کو چھوڑ دیتے ہو، وہ لوگ باہم رک گئے

ابو ذر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کی، یا رسول اللہ میں قریش کو تو نہ چھوڑوں گا تاوقتیکہ اُن سے انتقام نہ لے لوں، اُنھوں نے مجھے مارا ہے، وہ روانہ ہو گئے اور عُسفان میں قیام کیا، جب کبھی کوئی قافلۂ قریش غلّہ لے کر آتا تھا وہ اُن لوگوں کو ثنیہ غزال لے جاتے تھے اور اُن کے بار لے لیتے تھے، لوگ گیہوں جمع کرتے تھے، ابو ذر اپنی قوم سے کہتے تھے کہ کوئی شخص ایک حبہ بھی نہ چھوئے تاوقتیکہ لا الہ الا اللہ نہ کہے، لوگ لا الہ الا اللہ کہتے تھے اور لوٹ کا مال لیتے تھے۔

ابی ذر سے مروی ہے کہ میں اسلام میں پانچواں تھا۔

حکام بن ابی الوضاح البصری سے مروی ہے کہ ابو ذر کا اسلام چوتھا یا پانچواں تھا۔

۱۶۵ ابو جمرۃ الضُبعی سے مروی ہے کہ ابن عباس نے اُن لوگوں کو ابو ذر کے اسلام کی ابتدا کی خبر دی کہ جب اُنھیں یہ معلوم ہوا کہ مکے میں ایک شخص ظاہر ہوا ہے جو دعویٰ کرتا ہے کہ وہ نبی ہے تو اُنھوں نے اپنے بھائی کو بھیجا اور کہا کہ تم جاؤ اور میرے پاس اس شخص کی خبر لاؤ اور جو کچھ اُن سے سنو بیان کرو، اُن کے بھائی روانہ ہوئے اور مکے میں آئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا اور ابو ذر کے پاس لوٹ گئے، اُنھیں خبر دی کہ وہ نیکی اور اخلاق حمیدہ کا حکم دیتے ہیں اور بدی سے منع فرماتے ہیں۔

ابو ذر نے کہا کہ تم نے میرا اطمینان نہیں کیا، وہ خود روانہ ہوئے، ہمراہ ایک پرانی مشک رکھ لی جس میں پانی اور توشہ تھا، مکے آئے اور

اس سے گھبرائے کہ کسی سے کچھ دریافت کریں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے تو رات ہو چکی تھی، مسجد (حرام) کے کسی گوشے میں سو رہے، آدھی رات ہو گئی تو انھیں علیؓ لے گئے، آنحضرتؐ نے پوچھا کہ یہ کن لوگوں میں سے ہیں؟ علیؓ نے کہا کہ بنی غفار کے ایک شخص ہیں، فرمایا کہ اپنے مکان لے جاؤ، وہ انھیں اپنے مکان لے گئے، ان دونوں (علیؓ و ابو ذر) میں سے کسی نے بھی اپنے ساتھی سے کچھ نہ پوچھا۔

ابو ذر صبح کو جستجو میں روانہ ہوئے مگر آپ سے نہ ملے، انھوں نے کسی سے آپ کو دریافت کرنا ناپسند کیا، پلٹ کے سو گئے، شام ہوئی تو علیؓ لے گئے، انھوں نے کہا کہ اب وقت آگیا ہے کہ اس شخص کا مکان معلوم کیا جائے، علیؓ انھیں لے گئے، وہ سوئے، صبح ہوئی تو دونوں میں سے کوئی بھی اپنے ساتھی سے کچھ نہ پوچھتا تھا۔

تیسرے روز صبح کو انھوں نے علیؓ سے عہد لیا کہ اگر وہ اس بات کو ان سے ظاہر کریں گے جو وہ چاہتے ہیں تو وہ ضرور پوشیدہ رکھیں گے اور چھپائیں گے، علیؓ نے وعدہ کیا تو انھیں خبر دی کہ ان کو اس شخص کے نکلنے کی خبر پہنچی جو دعویٰ کرتا ہے کہ وہ نبی ہے، میں نے اپنے بھائی کو بھیجا کہ میرے پاس ان کی اور جو کچھ ان سے سنیں اس کی خبر لائیں، وہ ان کی کوئی ایسی بات میرے پاس نہیں لائے جو مجھے مطمئن کرتی تو میں خود آیا تاکہ ان سے ملوں۔

علیؓ نے کہا کہ میں صبح کو جانے والا ہوں، تم میرے پیچھے پیچھے چلنا، اگر میں کوئی ایسی بات دیکھوں گا جس سے مجھے تم پر اندیشہ ہوگا تو ٹھہرے ہونے کا بہانہ کروں گا کہ گویا میں پانی پھینکتا ہوں پھر تمھارے پاس آؤں گا، اور اگر میں کسی کو نہ دیکھوں گا تو تم میرے پیچھے ہو جانا اور جہاں میں داخل ہوں تم بھی داخل ہونا۔

ابو ذر نے اس ہدایت پر عمل کیا اور علیؓ کے نقش قدم پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے، آپ کو واقعہ بتایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا

کلام سن کر اسی وقت اسلام لے آئے اور کہا کہ یا نبی اللہ، آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں، فرمایا کہ اپنی قوم کے پاس واپس جاؤ یہاں تک کہ میرا حکم پہنچے، عرض کی، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، میں اس وقت تک واپس نہ ہوں گا جب تک کہ مسجد میں اسلام کا اعلان نہ کر دوں۔

ابو ذر مسجد حرام میں داخل ہوئے، بلند آواز سے ندا دی کہ "اشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم" مشرکین نے کہا کہ یہ شخص بے دین ہو گیا، یہ شخص بے دین ہو گیا، لوگوں نے انھیں اتنا مارا کہ وہ گر پڑے۔

عباس آئے، ان پر اوندھے پڑے اور کہا کہ اے گروہ قریش تم نے اس شخص کو قتل کر دیا، تم لوگ تاجر ہو اور تمھارے راستے پر غفار رہتے ہیں، کیا یہ چاہتے ہو کہ تمھاری رہزنی کی جائے، لوگ ان سے باز آئے، ابو ذر دوسرے روز آئے اور پھر ایسا ہی کیا، لوگوں نے انھیں مارا جس سے گر پڑے، عباس ان پر اوندھے پڑے اور ان سے اسی طرح کہا جس طرح پہلی مرتبہ کہا تھا، لوگ ان سے باز آ گئے۔

یہی ابو ذر کے اسلام کی ابتدا تھی۔

۱۶۲　سلیمان بن یسار سے مروی ہے کہ ابو ذر نے اپنے اسلام کے شروع ہی میں اپنے بھتیجے سے "یا ابن الامۃ" (اے لونڈی کے بیٹے) کہا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب تک تم سے اعرابیت (گنوار پن) نہ گئی۔

محمد بن اسحاق نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو ذر غفاری اور منذر بن عمرو کے درمیان عقد مواخاۃ کیا تھا جو بنی ساعدہ کے ایک فرد تھے اور وہی شخص تھے جنھوں نے (بیر معونہ میں) اپنے کو موت کے لیے پیش کر دیا تھا، محمد بن عمر نے ابو ذر اور منذر بن عمرو کے درمیان مواخاۃ سے انکار کیا ہے اور کہا کہ مواخاۃ تو صرف قبل بدر رہی تھی، جب آیت میراث نازل ہو گئی تو مواخاۃ ختم ہو گئی، ابو ذر جب اسلام لائے تو اپنی قوم کے شہروں میں واپس چلے گئے، بدر و احد و خندق کا زمانہ گذر گیا، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

ابی ذر سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوذر اُس وقت تمھارا کیا حال ہوگا جب تم پر ایسے امراء ہوں گے جو مال غنیمت کو خود لے لیں گے، عرض کی قسم ہے اُس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا، اُس وقت میں اپنی تلوار سے اتنا ماروں گا کہ آپ سے مل جاؤں، فرمایا کہ میں تمھیں وہ طریقہ نہ بتاؤں جو اس سے بہتر ہے، (وہ یہ کہ) صبر کرنا یہاں تک کہ مجھ سے مل جانا۔

زید بن وہب سے مروی ہے کہ میں الرّبذہ سے گذرا تو ابوذر ملے، میں نے کہا کہ تم کو اس منزل میں کس نے اُتارا، انھوں نے کہا کہ میں شام میں تھا، مجھ سے اور معاویہ سے اس آیت میں اختلاف ہوا "والذین یکنزون الذہب والفضۃ ولا ینفقونہا فی سبیل اللہ" (اور وہ لوگ جو سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اُسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے) معاویہ نے کہا کہ یہ آیت اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی، میں نے کہا کہ ہمارے بارے میں، اور اُن کے بارے میں نازل ہوئی، میرے اور اُن کے درمیان اس بارے میں بحث ہوگئی۔

معاویہؓ نے عثمانؓ کو میری شکایت لکھی، عثمانؓ نے لکھا کہ میں مدینے آؤں، میں مدینے آگیا، لوگ اس طرح مجھ پر جمع ہوگئے کہ گویا انھوں نے مجھے اس کے قبل نہیں دیکھا تھا، یہ عثمانؓ سے بیان کیا گیا تو انھوں نے مجھ سے کہا کہ اگر تم چاہو تو کنارے ہو جاؤ اور قریب ہو جاؤ، یہ سبب ہے جس نے مجھے اُس منزل میں اُتارا، اگر مجھ پر کوئی حبشی امیر بنا دیا جاتا تو میں اُس کی فرمانبرداری و طاعت کرتا۔

محمد بن سیرین سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذر سے فرمایا کہ جب خبر (کوہِ) سلع پہنچے تو اُس سے نکل جانا، آپ نے اپنے ہاتھ سے شام کی طرف اشارہ فرمایا، میں تمھارے امرا کو نہیں دیکھتا کہ وہ تمھیں بلائیں، انھوں نے کہا کہ یارسولؐ اللہ جو میرے اور آپ کے حکم کے درمیان حائل ہو تو کیا میں اُس سے قتال نہ کروں؟ فرمایا،

نہیں، اُنھوں نے کہاکہ پھر آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں، فرمایاکہ (اُس کی بات) سُنو اور مانو اگرچہ حبشی غلام ہی ہو۔

جب یہ ہوا تو وہ شام کی طرف گئے، معاویہ رضؓ نے عثمان رضؓ کو لکھاکہ ابوذر نے شام میں لوگوں کو بگاڑ دیا ہے، عثمانؓ نے اُنھیں بلا بھیجا، وہ اُن کے پاس آ گئے، لوگوں نے اُن کے متعلقین کو بھی بھیج دیا، اُن لوگوں نے ابوذر کے پاس ایک تھیلی یا کوئی چیز دیکھی، گمان کیاکہ وہ درم ہیں گروہ پیسے تھے۔ ۱۶۷

ابوذر مدینے آئے تو عثمان نے اُن سے کہاکہ میرے پاس رہو، صبح و شام تمھارے پاس (دودھ پینے کے لیے) دودھ والی اونٹنیاں آئیں گی، اُنھوں نے کہاکہ مجھے تم لوگوں کی دنیا کی کوئی حاجت نہیں، اجازت دیجئے کہ میں الرّبذہ چلا جاؤں، اُنھوں نے اجازت دے دی اور وہ الربذہ چلے گئے۔

الربذہ میں جب پہنچے تو نماز کی اقامت کہی جا چکی تھی، عثمان رضؓ کی طرف سے ایک حبشی امیر تھا، وہ (مصلے سے) پیچھے ہٹا تو ابوذر نے کہاکہ آگے بڑھو اور نماز پڑھاؤ کیوں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سُنوں اور فرمانبرداری کروں اگرچہ حبشی غلام ہی کی ہو، تم حبشی غلام ہو۔

بنی ثعلبہ کے دو بوڑھے میاں بیوی سے مروی ہے کہ ہم الربذہ میں اُترے تو ایک بوڑھا پراگندہ سفید سر اور ڈاڑھی والا شخص گذرا، لوگوں نے کہاکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ہیں، ہم نے اُن کا سر دھونے کی اجازت چاہی، اُنھوں نے اجازت دی اور ہم سے مانوس ہو گئے۔

ہم اسی حالت میں تھے کہ اُن کے پاس عراق یا کوفے کی ایک جماعت آئی اور کہاکہ اے ابوذر، آپ کے ساتھ اس شخص (عثمانؓ) نے یہ کیا اور یہ کیا، کیا آپ ہمارے لیے ایک جھنڈا نصب کردیں گے، ہم اُتنے آدمی پورے کردیں گے جتنے آپ چاہیں گے۔

اُنھوں نے کہاکہ اے اہل اسلام، تم لوگ مجھ پر یہ امر نہ پیش کرو

اور نہ سلطان کو ذلیل کرو، کیوں کہ جس نے سلطان کو ذلیل کیا اُس کے لیے توبہ نہیں ہے، واللہ اگر عثمانؓ مجھے بڑی سے بڑی لکڑی یا بڑے سے بڑے پہاڑ پر سُولی پر چڑھا دیتے تو میں سُنتا، مانتا، صبر کرتا، سمجھتا اور مجھے نظر آتا کہ یہی میرے لیے بہتر ہے، اگر وہ مجھے ایک اُفق سے دوسرے اُفق (کنارۂ آسمان) تک چلاتے یا مشرق و مغرب کے درمیان چلاتے تو میں سُنتا اور فرمانبرداری کرتا اور سمجھتا اور رائے قایم کرتا کہ یہی میرے لیے بہتر ہے اور اگر وہ مجھے مکان واپس کر دیتے تو میں سُنتا اور مانتا اور صبر کرتا اور خیال کرتا اور یہ رائے قایم کرتا کہ میرے لیے یہی بہتر ہے۔

عبداللہ بن سیدان السلمی سے مروی ہے کہ عثمانؓ و ابو ذرؓ نے تنہائی میں باتیں کیں دونوں کی آوازیں بلند ہوگئیں، ابو ذر مسکراتے ہوئے واپس ہوئے، لوگوں نے کہا کہ تمھارے اور امیر المومنین کے لیے کیا ہے، انھوں نے کہا کہ میں سُننے اور ماننے والا ہوں، اگر وہ مجھے یہ حکم دیں کہ میں صنعا و یا عدن جاؤں اور مجھے اس کے کرنے کی طاقت بھی ہو تو میں ضرور کروں گا، عثمانؓ نے اُنھیں حکم دیا کہ وہ الربذہ چلے جائیں۔

ابی ذر سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم نشین تھا، آپ ایک گدھے پر سُوار تھے اور اُس پر چار جامہ تھا یا چادر تھی۔

عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ ابو ذر سے زیادہ سچے آدمی کو نہ زمین نے اُٹھایا اور نہ آسمان نے سایہ ڈالا۔

۱۶۸ ابی ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابو ذر سے زیادہ سچ بولنے والے پر نہ آسمان نے سایہ ڈالا اور نہ زمین نے اُسے اُٹھایا، جسے عیسیٰؑ بن مریمؑ کی تواضع دیکھنا پسند ہو وہ ابو ذر کی طرف دیکھے۔

مالک بن دینار سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کون مجھ سے اُس حال پر ملے گا جس حال پر میں اُسے چھوڑوں گا۔

ابو ذر نے کہا کہ میں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سچے ہو، پھر فرمایا کہ ابو ذر سے زیادہ سچ بولنے والے پر نہ آسمان نے سایہ ڈالا اور نہ زمین نے اٹھایا، جسے عیسیٰؑ بن مریمؑ کا زہد دیکھنا پسند ہو وہ ابو ذر کی طرف دیکھے۔

ابی الدرداء سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابو ذر سے زیادہ سچ بولنے والے پر نہ آسمان نے سایہ ڈالا اور نہ زمین نے اٹھایا۔

محمد بن سیرین سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابو ذر سے زیادہ سچ بولنے والے پر نہ آسمان نے سایہ ڈالا اور نہ زمین نے اٹھایا۔

عراک بن مالک سے مروی ہے کہ ابو ذر نے کہا کہ قیامت کے دن میری مجلس تم سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوگی، یہ اس لیے کہ میں نے آپ کو فرماتے سنا کہ قیامت کے دن تم میں سب سے زیادہ میرے قریب مجلس اس شخص کی ہوگی جو دنیا سے اس طرح نکل جائے جس طرح میں نے اسے چھوڑا تھا، سوائے میرے واللہ تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں جس نے اس میں سے کچھ نہ کچھ حاصل نہ کیا ہو۔

احنف بن قیس سے مروی ہے کہ میں مدینے آیا، پھر شام گیا، جمعے کی نماز پڑھی تو ایسے شخص سے ملا جو کسی ستون کے پاس پہنچتا تو پاس والے جھک جاتے، وہ نماز پڑھتا اور اپنی نماز کو مختصر کرتا تھا، میں اس کے پاس بیٹھ گیا اور اس سے کہا کہ اے بندۂ خدا آپ کون ہیں، انھوں نے کہا کہ میں ابو ذر ہوں، مجھ سے پوچھا کہ تم کون ہو، میں نے کہا کہ میں احنف بن قیس ہوں، انھوں نے کہا کہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ، میں تمھیں شر کے لیے تیار نہ کروں گا، پوچھا کہ تم مجھے شر کے لیے کیوں کر تیار کروگے، انھوں نے کہا کہ معاویہ کے منادی نے یہ ندا دی ہے کہ کوئی شخص میرے ساتھ نہ بیٹھے۔

ابی ذر سے مروی ہے کہ مجھے میرے خلیل (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سات باتوں کی وصیت فرمائی:۔

مساکین سے محبت کرنے اور ان کے قریب رہنے کا حکم دیا۔

اپنے سے کمتر کو دیکھوں اور اپنے سے برتر کو نہ دیکھوں۔

میں کسی سے کچھ سوال نہ کروں۔

میں صلۂ رحم کروں (قرابت داروں سے اچھا برتاؤ کروں)، اگرچہ مجھے اچھی نظر سے نہ دیکھا جائے۔

حق کہوں اگرچہ وہ تلخ ہو۔

اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کروں۔

اور مجھے یہ حکم دیا کہ "لاحول ولا قوۃ الا باللہ" کی کثرت کروں کیوں کہ یہ کلمات عرش کے نیچے کے خزانے کے ہیں۔

عبداللہ بن الصامت سے مروی ہے کہ وہ ابوذر کے ساتھ تھے، ان کو عطا ملی، ہمراہ ان کی لڑکی بھی تھی جو ان کی حوائج (اسی وظیفے سے) پوری کرنے لگی، اس کے پاس کچھ سامان زیادہ ہو گیا تو انھوں نے حکم دیا کہ وہ اس سے پیسے بھنا لے، میں نے کہا کہ اس کو ضرورت کے لیے رکھ چھوڑیے جو آپ کو پیش آئے گی یا مہمان کے لیے جو آپ کے پاس اترے گا۔ انھوں نے کہا کہ میرے خلیل (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وصیت کی ہے کہ جس مال پر خواہ وہ سونا ہو یا چاندی، بخل کیا جائے گا تو وہ اپنے مالک پر چنگاری ہے تاوقتیکہ وہ اسے اللہ کی راہ میں صرف نہ کر دے۔

سعید بن ابی الحسن سے مروی ہے کہ ابوذر کی عطا چار ہزار (سالانہ) تھی، جب وہ اپنا وظیفہ لیتے تو خادم کو بلاتے، اس سے وہ چیزیں پوچھ لیتے جو انھیں ایک سال کے لیے کافی ہوں، خادم ان کے لیے خرید لیتا تھا، جو بچتا تھا اس کے پیسے کرا لیتے اور کہتے کہ جس نے سونے یا چاندی کو

١٦٩

بخل کر کے جمع کیا وہ اپنے مالک پر (آگ بنکے) بھڑکے گا۔

احنف بن قیس سے مروی ہے کہ مجھ سے ابو ذر نے کہا کہ وظیفہ لو جب تک کہ وہ توشہ ہے اور جب وہ قرض ہو جائے تو اُسے ترک کردو۔

ابی بُریدہ سے مروی ہے کہ ابو موسیٰ الاشعری آئے اور ابو ذر سے ملے، ابو موسیٰ اُن کے ساتھ رہنے لگے، ابو موسیٰ الاشعری دُبلے پتلے اور پست قد تھے اور ابو ذر کالے اور گھونگروالے بال کے آدمی تھے، اشعری اُن کے ساتھ رہنے لگے، ابو ذر کہتے تھے کہ تم مجھ سے الگ رہو اور اشعری کہتے تھے کہ میرے بھائی کو مرحبا (یعنے آنا مبارک)، ابو ذر اُنھیں جواب دیتے اور کہتے کہ میں تمھارا بھائی نہیں ہوں، میں تو صرف تمھارے عامل بنائے جانے سے پہلے تمھارا بھائی تھا۔

ابو ذر، ابو ہریرہ سے ملے، ابو ہریرہؓ اُن کے ساتھ ہو گئے اور کہا کہ میرے بھائی کو مرحبا، ابو ذر نے کہا کہ مجھ سے الگ رہو، کیا تم نے ان لوگوں کے لیے عمل کیا ہے (یعنے عامل بنے ہو)، انھوں نے کہا، ہاں، ابو ذر نے کہا کہ تم نے عمارت میں طول دیا ہے یا زراعت یا مواشی اختیار کیے ہیں، انھوں نے کہا نہیں، ابو ذر نے کہا کہ تم میرے بھائی ہو، تم میرے بھائی ہو۔

احنف بن قیس سے مروی ہے کہ میں نے ابو ذر کو دیکھا، وہ دراز قد گندم گوں سفید سر اور ڈاڑھی والے آدمی تھے۔

کُلیب بن شہاب الجرمی سے مروی ہے کہ میں نے ابو ذر کو کہتے سُنا کہ مجھے اپنی ہڈیوں کی باریکی اور اپنے بالوں کی سفیدی نے عیسیٰؑ بن مریمؑ کی ملاقات سے مایوس نہیں کیا ہے۔

عبد اللہ بن خراش سے مروی ہے کہ میں نے ابو ذر کو ایک سایہ بان کے نیچے دیکھا جس کے زیرین حصے میں ایک بی بی بیٹھی تھیں، اس روایت میں لفظ "سایہ بان" کے ساتھ زاد بوں نے "بالوں کا سایہ بان" کہا ہے۔

۱۷۰

محمد سے مروی ہے کہ میں نے ابو ذر کے ایک بھانجے سے پوچھا کہ ابو ذر نے کیا چھوڑا تو انھوں نے کہا کہ دو گدھیاں، ایک گدھا، چند بکریں اور چند سواری کے اونٹ۔

ابی ذر سے مروی ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو ذر میں تمھیں کمزور دیکھتا ہوں اور تمھارے لیے بھی وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں، تم دو آدمی پر بھی حکم نہ دینا اور نہ مال یتیم کے والی بننا۔

حارث بن یزید الحضرمی سے مروی ہے کہ ابو ذر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے امارت کی درخواست کی تو فرمایا کہ تم ضعیف ہو اور وہ امانت ہے، قیامت کے روز رسوائی شرمندگی ہے سوائے اُس شخص کے جو اُسے اُس کے حق کے ساتھ اختیار کرے اور اُسے ادا کرے جو اُس پر اُس کے بارے میں ہے۔

غالب بن عبد الرحمٰن سے مروی ہے کہ میں ایک شخص سے ملا جس نے کہا کہ میں بیت المقدس میں ابو ذر کے ساتھ نماز پڑھتا تھا، جب وہ داخل ہوتے تھے تو اپنے موزے اُتار دیتے تھے، تھوکتے یا کھنکھارتے تھے تو انھیں دونوں (موزوں) پر، اُس نے کہا کہ جو کچھ اُن کے گھر میں تھا اگر وہ جمع کیا جاتا تو اُن تمام چیزوں سے اس شخص کی چادر (قیمت میں) زیادہ ہوتی، جعفر نے کہا کہ پھر میں نے یہ حدیث مہران بن میمون سے بیان کی تو انھوں نے کہا کہ میں تو نہیں سمجھتا کہ اُن کے گھر میں جو کچھ تھا وہ درم کے بھی برابر تھا۔

علیؓ سے مروی ہے کہ سوائے ابو ذر کے آج نہ میں اور نہ اور کوئی شخص ایسا باقی ہے جو اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہ کرتا ہو، انھوں نے (اظہار افسوس کے لیے) اپنا ہاتھ اپنے سینے پر مارا۔

ابن جریج وغیرہ سے مروی ہے کہ علیؓ سے ابو ذر کو دریافت کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ ابو ذر نے اتنا علم (اپنے سینے میں) بھرا کہ وہ (بھرنے بھرتے)

عاجز ہو گئے، وہ بخیل و حریص تھے، بخیل اپنے دین پر تھے اور حریص علم پر، وہ بہت سوال کیا کرتے تھے، انھیں (جواب یا علم) دیا جاتا تھا اور ان (کی حاجت) کو روکا جاتا تھا، ان کے ظرف میں اتنا بھر گیا تھا کہ وہ بھر گئے تھے، مگر لوگوں کو یہ نہ معلوم ہوا کہ وہ (علیؓ) اپنے اس قول "وعی علما عجز فیہ" سے کیا مراد لیتے تھے (انھوں نے علم کو اتنا بھرا کہ وہ بھرتے بھرتے عاجز ہو گئے) آیا جو علم ان کے پاس تھا اس کے ظاہر کرنے سے عاجز ہو گئے، یا جو علم انھوں نے طلب کیا اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے طلب کرنے میں عاجز ہو گئے۔

عبداللہ بن الصامت سے مروی ہے کہ میں ابوذر کے ساتھ قوم غفار کے ایک گروہ کے ہمراہ عثمانؓ بن عفان کے پاس اس دروازے سے گیا جس سے ان کے پاس کوئی نہیں جاتا تھا، خوف ہوا کہ عثمانؓ ناخوش ہو جائیں، ابوذر ان کے پاس گئے، سلام کیا، پھر سوائے اس کے اور کوئی بات شروع نہ کی کہ "کیا آپ نے مجھے ان لوگوں میں سے سمجھ رکھا ہے، میں ان (اہل فتنہ) میں سے نہیں ہوں، اگر آپ مجھے حکم دیں کہ کجاوے کی دونوں لکڑیاں پکڑوں تو آپ کے حکم تک میں انھیں ضرور پکڑوں گا، پھر ان سے ربذہ جانے کی اجازت چاہی، انھوں نے کہا، اچھا، ہم تمھیں اجازت دیتے ہیں، تمھارے لیے صدقے کے اونٹوں میں سے اونٹوں کا حکم دیتے ہیں جو تمھیں مہلت کے ساتھ ملیں گے، ابوذر نے ندا دی کہ اے گروہ قریش دنیا کو تمھیں اختیار کر لو اور تمھیں لوگ اسے سمیٹو، ہمیں اس کی کچھ حاجت نہیں، ہم اسے کوئی چیز نہیں سمجھتے۔

وہ روانہ ہوئے اور ان کے ساتھ میں بھی چلا، ہم دونوں الربذہ آئے، عثمانؓ کے مولیٰ کے پاس پہنچے جو ایک حبشی غلام تھا اور ان لوگوں کی امامت کرتا تھا، نماز کی اذان کہہ دی گئی تھی، وہ آگے بڑھا، مگر ابوذر کو دیکھ کے پیچھے ہٹا، ابوذر نے اسے اشارہ کیا کہ آگے بڑھو اور نماز پڑھاؤ اور خود اس کے پیچھے نماز پڑھی۔

ابراہیم بن الاشتر سے مروی ہے کہ ابوذر کی وفات کا وقت آیا تو

وہ المربذہ میں تھے، ان کی بیوی رونے لگیں، پوچھا کہ تمھیں کیا چیز رلاتی ہے
انھوں نے کہا کہ میں اس لیے روتی ہوں کہ مجھے تمھارے دفن کرنے کی طاقت
نہیں اور نہ میرے پاس کوئی ایسی چادر ہے جو تمھیں کفن کے لیے کافی ہو۔

انھوں نے کہا کہ روؤ نہیں، میں نے ایک روز رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے، جب کہ میں خدمت نبوی میں ایک جماعت کے ساتھ تھا، فرماتے
سنا کہ ضرور ضرور تم میں سے ایک شخص ایک بیابان میں مرے گا جس کے پاس
مسلمانوں کی ایک جماعت حاضر ہوگی، جتنے لوگ اس مجلس میں میرے ساتھ تھے
وہ جماعت اور آبادی میں مرے، ان میں سے سوائے میرے کوئی باقی نہیں
رہا، میں نے اس حالت میں بیابان میں صبح کی ہے کہ اب مرتا ہوں، لہذا تم
راستے میں انتظار کرو، عنقریب وہی دیکھوگی جو میں تم سے کہتا ہوں، واللہ نہ میں نے
جھوٹ کہا اور نہ مجھ سے جھوٹ کہا گیا، بیوی نے کہا، یہ کیوں کر ممکن ہے، حاجی بھی تو
اب نہیں، انھوں نے کہا کہ تم راستے میں انتظار کرو۔

وہ اسی حالت میں تھیں کہ ایک جماعت نظر آئی جن کو ان کی سواریاں
اس طرح لیے جارہی تھیں کہ گویا وہ لوگ چمرگدھ (مرغ مردار خوار) ہیں،
قوم سامنے آئی، لوگ ان بیوی کے پاس کھڑے ہوگئے اور پوچھا کہ تمھیں
کیا ہوا، انھوں نے کہا کہ ایک مسلمان ہے جس کو تم لوگ کفن دوگے تو اجر
ملے گا، پوچھا، وہ کون ہے، ان (بیوی) نے کہا کہ ابوذر ہیں، انھوں نے
کہا کہ ہمارے ماں باپ ان پر فدا ہوں۔

۱۷۲ لوگ اپنے کوڑے گلے میں ڈال کر ابوذر کی طرف بڑھنے لگے،
ابوذر نے کہا کہ تمھیں مبارک ہو، تم وہ جماعت ہو کہ تمھارے حق میں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا وہ فرمایا، تم لوگ خوش
ہو جاؤ، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جن دو
مسلمانوں کے درمیان دو یا تین لڑکے ہلاک ہوں اور وہ لوگ اسے
(موجب اجر) سمجھیں اور صبر کریں تو وہ کبھی دوزخ کو نہ دیکھیں گے۔

پھر کہا کہ میں نے آج جہاں صبح کی تم لوگ بھی دیکھتے ہو، اگر میرے کپڑوں میں سے

کوئی چادر کافی ہوتی تو میں اُسی کو کفن کے لیے اختیار کرتا، میں تمھیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ تم میں سے کوئی شخص جو حاکم ہو، یا نائب، یا قاصد مجھے ہرگز کفن نہ دے، ساری قوم نے ان اوصاف میں سے کچھ نہ کچھ حاصل کیا تھا سوائے انصار کے ایک نوجوان کے جو اُن کے ساتھ تھا، اُس نے کہا کہ میں آپ کا ساتھی ہوں، میرے صندوق میں دو چادریں ہیں جو میری والدہ کی بنی ہوئی ہیں، اُن میں سے ایک میرے بدن پر ہے، ابو ذر نے کہا کہ تم میرے ساتھی ہو، تم مجھے کفن دو۔

ابراہیم بن الاشتر نے اپنے والد سے روایت کی کہ جب ابو ذر کی وفات کا وقت آیا تو اُن کی بیوی رونے لگیں، انھوں نے پوچھا کہ تمھیں کیا چیز رُلاتی ہے، کہنے لگیں، میں اس لیے روتی ہوں کہ تمھارے دفن کرنے کی مجھے طاقت نہیں، نہ میرے پاس کوئی ایسا کپڑا ہے جو کفن کے لیے کافی ہو۔

انھوں نے کہا کہ روؤ نہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک جماعت سے جن میں میں بھی تھا فرماتے سُنا کہ ضرور ضرور تم میں سے ایک شخص بیابان میں مرے گا جس کے پاس مومنین کی ایک جماعت آ رہے گی، میں وہی شخص ہوں جو بیابان میں مرتا ہے، واللہ نہ میں نے جھوٹ کہا اور نہ مجھ سے جھوٹ کہا گیا، لہٰذا تم راستہ دیکھو، اُنھوں نے کہا کہ یہ کیسے ہوگا، حاجی بھی تو چلے گئے اور راستے طے ہو گئے۔

وہ ایک ٹیلے پر جاتیں، کھڑی ہو کر دیکھتیں، پھر واپس آ کر اُن کی تیمار داری کرتیں اور ٹیلے کی طرف لوٹ جاتی تھیں، اسی حالت میں تھیں کہ اُنھیں ایک قوم نظر آئی جن کی سواریاں اُنھیں اس طرح لیے جا رہی تھیں کہ گویا چھر گدھ ہیں، چادر ہلائی تو وہ لوگ آ رہے اور اُن کے پاس رُک گئے، پوچھا کہ تمھیں کیا ہوا، اُنھوں نے کہا کہ ایک مسلمان کی وفات ہوتی ہے، تم لوگ اُسے کفن دو، پوچھا وہ کون ہے، اُنھوں نے کہا، ابو ذر ہیں، کہنے لگے کہ اُن پر ہمارے ماں باپ فدا ہوں۔

اپنے کوڑے گلوں میں ڈال لیے اور اُن کی طرف بڑھے، پاس آئے تو

ابو ذر نے کہا کہ تم لوگوں کو خوشخبری ہو، اور وہ حدیث بیان کی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی، پھر کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ جن دو مسلمانوں کے درمیان دو یا تین لڑکے مرتے ہیں اور وہ ثواب سمجھ کر صبر کرتے ہیں تو وہ دوزخ نہیں دیکھیں گے، تم لوگ سنتے ہو، اگر میرا کوئی ایسا کپڑا ہو جو کفن کے لیے کافی ہو تو سوائے اُس کپڑے کے کسی میں کفن نہ دیا جائے، یا میری بیوی کا کوئی ایسا کپڑا ہو جو مجھے کافی ہو تو سوائے اُن کے کپڑے کے کسی میں نہ کفن دیا جائے، میں تم کو اللہ کی اور اسلام کی قسم دیتا ہوں کہ تم میں جو شخص حاکم یا نائب یا نقیب یا قاصد ہو وہ ہرگز مجھے کفن نہ دے۔

قوم ان اوصاف میں سے کسی نہ کسی کی حامل تھی، سوائے ایک نوجوان انصاری کے جس نے کہا کہ میں آپ کو کفن دوں گا کیوں کہ آپ نے جو بیان کیا میں نے اس میں سے کچھ نہیں پایا، میں آپ کو اس چادر میں کفن دوں گا جو میرے بدن پر ہے اور اُن دو چادروں میں سے ہے جو میرے صندوق میں ہیں اور انھوں نے میرے لیے بُنا تھا، انھوں نے کہا کہ تم مجھے کفن دینا، راوی نے کہا کہ انھیں اُس انصاری نے کفن دیا جو اُس جماعت میں تھے اور اُن کے پاس حاضر ہوئے تھے، انھیں میں حجر بن الادبر اور مالک الاشتر بھی ایک جماعت کے ساتھ تھے، یہ سب کے سب یمنی تھے۔ ۱۷۳

عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ جب عثمانؓ نے ابو ذر کو ربذہ جلاوطن کیا اور وہاں اُن کی شئے مقدر (موت) پہنچی اور سوائے اُن کی بیوی اور ایک غلام کے اُن کے ساتھ کوئی نہ تھا تو انھوں نے وصیت کی کہ تم دونوں مجھے غسل و کفن دینا اور شاہ راہ پر رکھ دینا، سب سے پہلے جو جماعت گذرے اُس سے کہنا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ابو ذر ہیں، اُن کے دفن میں ہماری مدد کرو۔

جب اُن کا انتقال ہو گیا تو اُن دونوں نے اُن کے ساتھ یہی کیا، انھیں شاہ راہ پر رکھ دیا، عبداللہ بن مسعود اہل عراق کی ایک جماعت

کے ساتھ جو شہر کے رہنے والے تھے آرہے، وسط راہ پر جنازے نے ان لوگوں کو خوف و پریشانی میں ڈالا کہ قریب تھا کہ اونٹ اُسے روند ڈالیں، غلام اُٹھ کر اُن کے پاس گیا اور کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ابوذر ہیں، اُن کے دفن میں ہماری مدد کرو۔

عبداللہ بلند آواز سے رونے لگے اور کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا تھا کہ تم تنہا جاؤ گے، تنہا مرو گے اور (قیامت میں) تنہا اُٹھائے جاؤ گے، وہ اور اُن کے ساتھی اُترے اور انھیں دفن کیا، پھر عبداللہ بن مسعود نے اُن لوگوں سے آپ کی حدیث بیان کی اور جو کچھ آپ نے اُن سے اپنی روانگی تبوک میں فرمایا تھا بیان کیا۔

سعید بن عطاء بن ابی مروان نے اپنے والد سے روایت کی کہ ابوذر کو ایک چادر میں دیکھا جسے وہ باندھ کر نماز پڑھتے تھے، میں نے کہا کہ اے ابوذر کیا تمھارے پاس اس چادر کے سوا دوسری چادر نہیں ہے، انھوں نے کہا کہ اگر میرے پاس ہوتی تو تم ضرور اُسے میرے بدن پر دیکھتے، میں نے کہا کہ میں نے بہت دنوں سے تمھارے بدن پر دو چادریں دیکھی تھیں، انھوں نے کہا کہ اے بھتیجے وہ دونوں میں نے ایسے شخص کو دے دیں جو اُن کا مجھ سے زیادہ محتاج تھا، میں نے کہا، واللہ تم بھی تو اُن کے محتاج تھے، انھوں نے کہا کہ اے اللہ مغفرت کر، تم تو دنیا کو بہت بڑا سمجھتے ہو، کیا تم دیکھتے نہیں کہ میرے بدن پر یہ چادر ہے اور مسجد کے لیے ایک اور ہے، میرے پاس بھیڑیں ہیں جن کا ہم دودھ دوہتے ہیں اور گدھے ہیں جن پر ہم اپنا غلّہ لادتے ہیں، میرے پاس وہ شخص ہے جو ہماری خدمت کرتا ہے اور کھانے کی مشقت سے ہمیں سبکدوش کرتا ہے، پھر اور کونسی نعمت ہے جو اُس سے افضل ہے جس میں ہم ہیں؟

ابی شعبہ سے مروی ہے کہ ہماری قوم کا ایک شخص ابوذر کے پاس آکر کچھ ہدیہ پیش کرنے لگا، ابوذر نے اُس کے لینے سے انکار کیا اور کہا کہ ہمارے پاس گدھے ہیں جن پر ہم سوار ہوتے ہیں، بھیڑیں ہیں

جنھیں ہم دوہتے ہیں، لونڈی ہے جو ہماری خدمت کرتی ہے اور ہمارے پہننے سے زیادہ عبا رہے، مجھے اندیشہ ہے کہ زیادہ کا مجھ سے حساب لیا جائے گا۔

عیسیٰ بن عمیلہ الفزاری سے مروی ہے کہ مجھے اُس شخص نے خبر دی جس نے ابوذر کو اپنی بکری کا دودھ دوہتے دیکھا ہے کہ وہ اپنی ذات سے پہلے اپنے ہمسایہ اور مہمانوں سے (اُس کا پلانا) شروع کرتے تھے، میں نے انھیں ایک رات کو دیکھا کہ انھوں نے اتنا دوہا کہ بکری کے تھنوں میں کچھ نہ رہا، سب انھوں نے نچوڑ لیا اور مہمانوں کے آگے کھجوریں بھی رکھ دیں جو تھوڑی سی تھیں، پھر معذرت کی کہ اگر ہمارے پاس وہ چیز ہوتی جو اس سے افضل ہے تو ہم اُسے بھی لے آتے، میں نے انھیں اُس رات کو کچھ چکھتے نہیں دیکھا۔ ۱۷۴

خالد بن حیان سے مروی ہے کہ ابوذر و ابوالدرداء دمشق میں بالوں کے ایک ہی سایہ بان میں تھے۔

عبداللہ بن خراش الکعبی سے مروی ہے کہ میں نے الربذہ میں ابوذر کو بالوں کے ایک سایہ بان میں پایا جس کے نیچے ایک عورت سحماء بھی تھی، میں نے کہا کہ اے ابوذر سحماء سے نکاح کر لو، انھوں نے کہا، میں اُس سے نکاح کروں گا جو مجھے ذلیل کرے، یہ مجھے اُس سے زیادہ پسند ہے جو میری عزت کرے، میرے لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر برابر رہا۔ یہاں تک کہ حق نے میرے لیے کوئی دوست نہ چھوڑا۔

ابی اسماء الرحبی سے مروی ہے کہ میں ابوذر کے پاس گیا، وہ ربذہ میں تھے، ساتھ اُن کی بیوی بھی تھیں جو کالی اور آراستہ تھیں، زعفران عطر کا کوئی نشان نہ تھا، ابوذر نے کہا کہ کیا تم لوگ دیکھتے نہیں کہ مجھے یہ کالی کیا مشورہ دیتی ہے، یہ کہتی ہے کہ میں عراق جاؤں، وہاں لوگ مجھ پر اپنی دنیا کے ساتھ جھک پڑیں گے، لیکن میرے خلیل (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے وصیت کی ہے کہ جہنم کے پُل کے نیچے ایک ایسا راستہ ہے جو چکنا اور

پھسلنے والا ہے، ہم اگر اُس پر اس حالت میں آئیں کہ ہماری گٹھریوں میں قوت ہوگی تو ہم اُس حالت سے نجات پانے کے زیادہ اہل ہوں گے کہ ہم اُس پر اس حالت میں آئیں کہ ہم لدی ہوئی پھلدار کھجور کی طرح ہوں۔

ابی عثمان النہدی سے مروی ہے کہ میں نے ابوذر کو اس حالت میں دیکھا کہ اپنی سواری پر جھکے ہوئے تھے اور مشرق کی طرف مُنہ کیے ہوئے تھے، میں نے اُنھیں سوتا ہوا خیال کیا، اُن سے قریب ہوگیا اور کہا کہ اے ابوذر کیا تم سوتے ہو، اُنھوں نے کہا، نہیں بلکہ میں نماز پڑھتا تھا۔

یزید بن عبداللہ سے مروی ہے کہ ابوذر کے ساتھ ایک کالی لڑکی ہوگئی، اُن سے کہا گیا کہ اے ابوذر یہ تمھاری بیٹی ہے، اُنھوں نے کہا کہ اُس کی ماں تو یہی دعویٰ کرتی ہے۔

عون بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود سے مروی ہے کہ ابوذر نے دو چادریں اوڑھیں، ایک کو تہمد بنایا اور اُس کے لمبے حصے کو چادر بنالیا، دوسری اپنے غلام کو اڑھادی، قوم کے پاس برآمد ہوئے تو لوگوں نے کہا کہ اگر تم دونوں اوڑھتے تو زیادہ بہتر ہوتا، اُنھوں نے کہا، ہاں، لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ غلاموں کو اُسی میں سے کھلاؤ جو تم کھاؤ، اور اُنھیں اُسی میں سے پہناؤ جو تم پہنو۔

۱۷۵ ایک اہل البادیہ سے مروی ہے کہ میں نے ابوذر کی صحبت اُٹھائی، مجھے اُن کے تمام اخلاق پسند آئے سوائے ایک خلق کے، پوچھا کہ وہ خلق (عادت) کیا ہے، اُنھوں نے کہا کہ وہ عاقل تھے، جب بیت الخلاء سے آتے تو پانی بہادیتے۔

طفیل بن عمرو

ابن طریف بن العاص بن ثعلبہ بن سُلیم بن فہم بن غنم بن دوس

بن عدثان بن عبد اللہ بن زہران بن کعب بن الحارث بن کعب بن عبد اللہ
بن مالک بن نصر بن الازد۔

عبد الواحد بن ابی عون الدوسی سے، جن کا قریش سے معاہدۂ حلف تھا،
مروی ہے کہ طفیل بن عمرو الدوسی شریف، شاعر، مالدار اور بہت دعوت
کرنے والے آدمی تھے، مکے میں آئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی
وہیں تھے۔

قریش کے کچھ لوگ اُن کے پاس آئے اور کہا کہ اے طفیل تم ہمارے
شہر میں آئے ہو، یہ شخص جو ہمارے درمیان ہے اس نے ہمیں حیران کر دیا ہے،
ہماری جماعت کو منتفرق کر دیا اور ہماری حالت کو منتشر کر دیا ہے، اُس کا کلام
مثل سحر کے ہے جو بیٹے اور باپ کے درمیان، بھائی اور بھائی کے درمیان،
میاں اور بیوی کے درمیان جدائی ڈال دیتا ہے، ہم لوگ تم پر اور تمھاری
قوم پر اُسی بات کا اندیشہ کرتے ہیں جو ہم میں آگئی، لہٰذا تم اُس سے کلام
نہ کرو اور نہ اُس کی کوئی بات سنو۔

طفیل نے کہا کہ واللہ وہ لوگ برابر میرے ساتھ رہے یہاں تک کہ میں نے
ارادہ کر لیا کہ اُس شخص سے کچھ نہ سنوں گا اور نہ اُس سے کلام کروں گا، صبح کو
میں مسجد گیا تو اس اندیشے سے اپنے دونوں کانوں میں روئی ٹھونس لی تھی کہ
اُس کے کلام کی آواز پہنچے گی، یہاں تک کہ مجھے دو روئی والا کہا جاتا تھا۔

ایک روز صبح کو مسجد گیا، اتفاق سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کعبے کے پاس کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے، میں آپ کے قریب
کھڑا ہو گیا، اللہ کو اس کے سوا کچھ منظور نہ ہوا کہ وہ مجھے آپ کا کچھ کلام
سنائے، میں نے اچھا کلام سنا، اپنے دل میں کہا کہ وائے گریۂ مادر،
واللہ میں بھی ایک عقلمند شاعر ہوں، مجھ پر بُرے سے اچھا پوشیدہ نہیں
ہے، کیا چیز اس امر سے مانع ہے کہ یہ شخص جو کچھ کہتا ہے اُسے نہ سنوں،
جو کچھ وہ لائے اگر اچھا ہو تو اُسے قبول کروں اور بُرا ہو تو چھوڑ دوں۔

میں ٹھیرا رہا یہاں تک کہ آپ اپنے مکان کی طرف واپس ہوئے،

میں آپ کے پیچھے گیا، جب آپ اندر گئے تو میں بھی ساتھ گیا، میں نے کہا، یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، آپ کی قوم نے مجھ سے یہ اور یہ جس سبب سے کہا، کہا، واللہ مجھے انھوں نے آپ سے اُس وقت تک خوف دلانا نہ چھوڑا جب تک کہ میں نے اپنے دونوں کان روئی سے بند نہ کر لیے تاکہ میں آپ کا کلام نہ سنوں، اللہ تعالیٰ کو اس کے سوا کچھ منظور نہ ہوا کہ وہ مجھے آپ کا کلام سنائے، میں نے اچھا کلام سنا، لہذا آپ اپنا معاملہ مجھ پر پیش کیجیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن پر اسلام پیش کیا اور قرآن کی تلاوت فرمائی، اُنھوں نے کہا کہ واللہ، میں نے کبھی اس سے اچھا کلام نہیں سنا اور نہ کوئی معاملہ اُس سے زیادہ مناسب دیکھا، میں اسلام لاتا ہوں اور حق کی شہادت دیتا ہوں، عرض کی، یا نبی اللہ، میں ایسا آدمی ہوں کہ قوم میں میری فرمانبرداری کی جاتی ہے، میں اُنھیں کے پاس لوٹنے والا ہوں اور اُنھیں اسلام کی طرف دعوت دینے والا ہوں، لہذا اللہ سے دعا کیجیے کہ میں جس امر کی اُنھیں دعوت دوں اُس میں وہ میرا مددگار ہو جائے، فرمایا، اے اللہ اُن کے لیے کوئی نشانی کر دے۔ ۱۷۶

میں اپنی قوم کی طرف روانہ ہوا، جب اُس گھاٹی میں تھا جہاں حاضر و موجود لوگ نظر آتے تھے تو میری دونوں آنکھوں کے درمیان چراغ کی طرح ایک نور پیدا ہو گیا، میں نے کہا، اے اللہ، میرے مُنہ کے علاوہ اس نور کو کہیں اور پیدا کر دے، میں ڈرتا ہوں کہ لوگ گمان کریں گے کہ وہ مثلہ (چہرے کا تغیر یا داغ ہے) جو ان کے دین کے اختلاف کی وجہ سے پیدا ہو گیا ہے، وہ نور بدل کر میرے کوڑے کے سرے میں پیدا ہو گیا، حاضرین اُس نور کو میرے کوڑے میں اس طرح دیکھ رہے تھے جیسے آویزاں قندیل۔

طفیل اپنے مکان میں داخل ہوئے، اُنھوں نے کہا کہ میرے پاس والد آئے، میں نے اُن سے کہا کہ اے والد مجھ سے دُور رہو کیوں کہ

اب تم میرے نہیں ہو اور نہ میں تمھارا ہوں، پوچھا، میرے بیٹے، کیوں، میں نے کہا کہ میں اسلام لے آیا اور دین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی کرلی، انھوں نے کہا کہ اے فرزند میرا دین بھی وہی ہے جو تمھارا دین ہے، میں نے کہا کہ جاؤ، غسل کرو اور اپنے کپڑے پاک کرو، وہ آئے تو میں نے اُن پر اسلام پیش کیا جس کو انھوں نے قبول کیا۔

میری بیوی آئیں تو میں نے اُن سے بھی کہا کہ مجھ سے دور رہو کیوں کہ نہ میں تمھارا ہوں نہ تم میری، انھوں نے کہا کہ میرے باپ تم پر فدا ہوں، کیوں، میں نے کہا کہ اسلام نے میرے اور تمھارے درمیان جدائی کردی، میں اسلام لے آیا اور دین محمد کی پیروی کرلی، انھوں نے کہا کہ میرا دین بھی وہی ہے جو تمھارا دین ہے، میں نے کہا کہ حسی ذی الشریٰ جاؤ اور اس سے خوب طہارت کرو۔

ذی الشریٰ دوس کا بُت تھا اور حسی اُس کے محافظ تھے، وہاں پانی کا ایک چشمہ تھا جو پہاڑ سے گرتا تھا، انھوں نے کہا کہ میرے باپ تم پر فدا ہوں، کیا تمھیں ذی الشریٰ کے لڑکوں سے کسی شرارت کا اندیشہ ہے؟ میں نے کہا، نہیں، تمھیں جو بات پیش آئے اُس کا میں ضامن ہوں، وہ گئیں، غسل کیا اور آئیں تو میں نے اُن پر اسلام پیش کیا، وہ اسلام لے آئیں۔

میں نے دوس کو اسلام کی دعوت دی تو انھوں نے تاخیر کی، مکے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی یارسول اللہ دوس مجھ پر غالب آگئے آپ اللہ سے اُن پر بددعا کیجئے، فرمایا، اے اللہ دوس کو ہدایت دے۔

ابوہریرہ رضہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ آپ اللہ سے دوس پر بددعا کیجئے تو آپ نے فرمایا کہ اے اللہ دوس کو ہدایت کردے، اور انھیں لے آئے۔

اس کے بعد پھر طفیل کی حدیث ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا، اپنی قوم کی طرف روانہ ہو، انھیں دعوت دو اور ان کے ساتھ نرمی کرو، میں روانہ ہوا اور دوس کی بستی میں رہ کر برابر انھیں دعوت دیتا رہا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے کی طرف ہجرت فرمائی اور بدر و احد و خندق کا زمانہ بھی گذر گیا۔

قوم کے ان لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا جو اسلام لائے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں تھے، مدینے میں دوس کے ستر یا اسی گھر (کے لوگ) اُتارے، ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیبر میں ملے، آپ نے مسلمانوں کے ساتھ ہمارا بھی حصہ لگایا، ہم نے عرض کی یا رسول اللہ ہم لوگوں کو اپنے لشکر کا میمنہ بنا دیجئے اور ہمارا شعار (جو بوقت جنگ اپنی شناخت کے لیے زبان سے کہتے ہیں) مبرور کر دیجئے، آنحضرتؐ نے ہماری درخواست منظور فرمائی، تمام قبیلۂ ازد کا شعار آج تک مبرور ہے۔

طفیل نے کہا کہ میں برابر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا، یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو مکے کی فتح دی، عرض کی، یا رسول اللہ مجھے ذی الکفین کی طرف بھیج دیجئے جو عمرو بن حممہ کا بت تھا کہ میں اُسے جلا دوں، آنحضرتؐ نے انھیں اس کی جانب بھیجا اور انھوں نے اس کو جلا دیا، بت لکڑی کا تھا، طفیل اس پر آگ لگاتے وقت کہہ رہے تھے:

۱۷۷

یا ذی الکفین لست من عبادک - میلادنا اقدم من میلادک

انا حششت النار فی فؤادک

(اے ذو الکفین میں تیرے بندوں میں نہیں ہوں - ہماری ولادت تیری ولادت سے پہلے ہے - میں نے تیرے دل میں آگ لگا دی)۔

محمد بن اسحاق سے مروی ہے کہ طفیل بن عمرو کا ایک بت تھا جس کا نام ذوالکفین تھا، انھوں نے اُسے توڑ کے آگ لگا دی اور کہا:

یاذی الکفین لست من عبادک - میلادنا اقدم من میلادک
اناحشوت النار فی فؤادک

اس کے بعد حدیث اول کی طرف رجوع ہے۔
جب میں نے ذی الکفین کو آگ لگا دی تو ان لوگوں کو جو اُس کا سہارا لیتے تھے ظاہر ہو گیا کہ وہ کوئی چیز نہیں ہے اور سب کے سب اسلام لے آئے، طفیل بن عمرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور آپ کی وفات تک مدینے میں رہے۔
جب عرب مرتد ہو گئے تو وہ مسلمانوں کے ساتھ نکلے اور جہاد کیا، طلیحہ اور سارے ملک نجد سے فارغ ہو گئے، پھر وہ مسلمانوں کے ساتھ یمامہ گئے، ہمراہ اُن کے بیٹے عمرو بن طفیل بھی تھے، طفیل بن عمرو یمامہ میں شہید ہو گئے۔
اُن کے بیٹے عمرو بن الطفیل مجروح ہوئے، ایک ہاتھ کاٹ ڈالا گیا، پھر وہ تندرست ہو گئے اور ہاتھ بھی اچھا ہو گیا، عمرؓ بن الخطاب کے پاس تھے کہ کھانا لایا گیا، وہ اُس سے الگ ہٹ گئے، عمرؓ نے کہا کہ تمھیں کیا ہوا، شاید اپنے ہاتھ کی وجہ سے الگ ہو گئے، انھوں نے کہا، ہاں، عمرؓ نے کہا کہ واللہ میں اُسے نہ چکھوں گا تاوقتیکہ تم اپنے ہاتھ سے چھو نہ لو، کیوں کہ واللہ، سوائے تمھارے قوم میں کوئی ایسا شخص نہیں جس کا کچھ حصہ جنت میں ہو۔
خلافت عمرؓ بن الخطاب میں جنگ یرموک میں شریک تھے کہ شہید ہو گئے۔

ضماد الازدی

ازد شنوءہ میں سے تھے۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ ازد شنوءہ سے ایک شخص عمرے کے لیے مکے میں آیا نام ضماد تھا، کفار قریش کو کہتے سنا کہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجنون ہیں، اس نے کہا کہ اگر میں اس شخص کے پاس جا کر اس کا علاج کروں (تو اچھا ہو جائے گا)، وہ آپ کے پاس آئے اور کہا، یا محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ہوا سے علاج کرتا ہوں، اگر آپ چاہیں تو آپ کا علاج کروں، شاید اللہ نفع دے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمۂ شہادت پڑھا، اللہ کی حمد کی اور ایسے کلمات فرمائے جنھوں نے ضماد کو تعجب میں ڈال دیا، عرض کی، میرے سامنے ان کا اعادہ فرمائیے، آپ نے ان کلمات کا اعادہ کیا تو انھوں نے کہا کہ میں نے اس کلام کے مثل کبھی نہیں سنا، میں نے کاہنوں کا اور شاعروں کا اور ساحروں کا کلام سنا ہے، مگر اس کا مثل کبھی نہیں سنا جو دریا کی گہرائی تک پہنچا ہوا ہے، وہ اسلام لے آئے اور حق کی شہادت دی، اپنے اوپر اور اپنی قوم پر آپ سے بیعت کر لی۔ ۱۷۸

اس کے بعد علی رضؓ بن ابی طالب ایک سریے میں یمن کی طرف روانہ ہوئے، لوگوں کو چمڑے کے برتن ملے تو علیؓ نے فرمایا انھیں واپس کر دو کیوں کہ یہ قوم ضماد کے برتن ہیں، کہا جاتا ہے کہ انھیں کسی مقام پر بیس اونٹ ملے، لوگوں نے لے لیا، علیؓ کو معلوم ہوا کہ وہ قوم ضماد کے ہیں تو کہا کہ لوگوں کو واپس کر دو، اونٹ واپس کر دیئے گئے۔

بُرَیدہ بن الحُصَیب

ابن عبد اللہ بن الحارث بن الاعرج بن سعد بن رزاح بن عدی بن سہم بن مازن بن الحارث بن سلامان بن اسلم بن افصی، اسلم

اُن لوگوں میں ہیں جو خود اور اُن کے دونوں بھائی مالک و ملکان فرزندان افصی بن حارثہ بن عمرو بن عامر جو ماء السماء تھے بطون خزاعہ سے الگ ہو گئے تھے۔

بریدہ کی کنیت ابو عبداللہ تھی، وہ اُس وقت اسلام لائے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے لیے اُن پر گذرے۔

ہاشم بن عاصم الاسلمی نے اپنے والد سے روایت کی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکے سے مدینے کی طرف ہجرت کی تو الغمیم میں بریدہ بن الحصیب حاضر ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت دی، وہ اور جو لوگ اُن کے ہمراہ تھے سب اسلام لے آئے، وہ لوگ قریب اسّی گھر کے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھی تو اُن لوگوں نے بھی آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔

منذر بن جہم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسی رات کو بُریدہ بن الحصیب کو سورۂ مریم کے شروع کی تعلیم دی تھی، بریدہ بن الحصیب بدر و اُحد گذرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقیم ہو گئے، وہ ساکنین مدینہ میں سے تھے اور آپ کے ہمرکاب مغازی میں شرکت کی۔

ابی بکر بن عبداللہ بن ابی جہم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے المریسیع کے قیدیوں کے متعلق حکم دیا تو اُن کے بازو باندھ دیئے گئے اور اُنھیں ایک کنارے کر دیا گیا، آپ نے اُن پر بریدہ بن الحصیب کو عامل مقرر فرمایا۔

محمد بن عمر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ فتح مکہ میں دو جھنڈے باندھے، ایک کو بریدہ بن الحصیب نے اُٹھایا اور دوسرے کو ناجیہ بن الاعجم نے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بریدہ بن الحصیب کو

قبیلۂ اسلم و غفار سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت غزوۂ تبوک کا ارادہ فرمایا تو اُن کو اسلم کے پاس بھیجا کہ اُن لوگوں کو دشمن کے مقابلے پر چلنے کو کہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدینے ہی میں مقیم رہے ایصرہ جب فتح ہوا اور اُسے شہر بنایا گیا تو وہاں منتقل ہو گئے، اور زمین لے لی، وہاں سے وہ جہاد کے لیے خراسان کی طرف روانہ ہوئے، مرو میں یزید بن معاویہ کی خلافت میں وفات ہوئی، اُن کے بیٹے وہیں رہے، اُن کی ایک جماعت آئی اور بغداد میں اتری، سب نے وہیں وفات پائی۔ ۱۷۹

محمد بن ابی یعقوب الضبی سے مروی ہے کہ مجھ سے اُس شخص نے بیان کیا جس نے بریدہ الاسلمی کو نہر بلخ کے پیچھے سے کہتے سُنا کہ ایک لشکر کے دوسرے لشکر کو دفع کرنے کے سوا کوئی زندگی نہیں ہے۔

بکر بن وائل کے ایک شخص سے جن کا نام ہم سے نہیں لیا گیا مروی ہے کہ میں سجستان میں بریدہ الاسلمی کے ساتھ تھا، بریدہ نے کہا کہ میں علیؓ و عثمانؓ و طلحہ و زبیر پر اعتراض کرنے لگا کہ اُن کی رائے معلوم کروں، قبلہ رو ہو کے اپنے ہاتھ اُٹھائے اور کہا کہ اے اللہ عثمانؓ کی مغفرت کر، اے اللہ علیؓ ابن ابی طالب کی مغفرت کر، اے اللہ طلحہ بن عبید اللہ کی مغفرت کر اور اے اللہ زبیر بن العوام کی مغفرت کر۔

اس کے بعد وہ میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ تمھارا باپ نہ رہے، کیا تم نے میرے قتل کا ارادہ کیا ہے، میں نے کہا، واللہ، میں نے تمھارے قتل کا ارادہ نہیں کیا، لیکن میں تم سے یہی چاہتا تھا، اُنھوں نے کہا کہ وہ ایک قوم تھی جن کے لیے اللہ کی طرف سے بہت سی نیکیاں گذر گئیں۔ پھر اگر وہ چاہے تو جو نیکیاں اُن کی گذریں اُن کی وجہ سے اُن کی مغفرت کر دے اور اگر چاہے تو جو کچھ اُنھوں نے نئی باتیں کیں اُن کی وجہ سے اُن پر عذاب کرے، اُن کا حساب اللہ پر ہے۔

مالک و نعمان فرزندان خلف

ابن عوف بن دارم بن عنز بن وائلہ بن سہم بن مازن بن الحارث بن سلامان بن اسلم بن اقصی بن حارثہ۔

ہشام بن محمد بن السائب الکلبی نے ہمیں اُن کے نام و نسب اسی طرح بتائے، اور کہا کہ دونوں یوم اُحد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مخبر تھے، اُسی روز شہید ہوئے اور ایک ہی قبر میں مدفون ہوئے۔

ابو رہم الغِفاری

نام کلثوم بن الحصین بن خلف بن عبید بن معشر بن زید بن اُحَیمس بن غفار بن مُلیک بن ضمرہ بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینے تشریف لانے کے بعد اسلام لائے، غزوۂ اُحد میں حاضر ہوئے، اُسی روز اُنھیں ایک تیر مارا گیا جو سینے میں لگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے اُس پر تھوک لگا دیا جس سے وہ اچھے ہو گئے، ابو رہم کا نام منحور ہو گیا (یعنے جس کا سینہ چھید ا جائے)۔　۱۸۰

ابی رہم الغفاری سے مروی ہے کہ عمرۂ قضا دیں میں اُن لوگوں میں تھا جو قربانی کے اونٹوں کو ہکاتے تھے اور اُن پر سوار ہوتے تھے۔

محمد بن عمر نے کہا کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے جعرانہ جا رہے تھے تو ابو رہم الغفاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں اپنی اونٹنی پر تھے، پاؤں میں دو ناپاک جوتیاں تھیں، اُن کی

اونٹنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی سے ٹکرا گئی۔

ابورہم نے کہا کہ میری جوتی کا کنارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلی میں لگا جس سے آپ کو چوٹ لگ گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پاؤں پر کوڑا مار کر فرمایا کہ تم نے میرے پاؤں کو چوٹ لگا دی اپنا پاؤں پیچھے رکھو، مجھے اپنے اگلے پچھلے گناہوں کی فکر ہو گئی اور اندیشہ ہوا کہ اُس سخت فعل کی وجہ سے جو میں نے کیا میرے بارے میں قرآن نازل ہوگا۔

جب ہم نے جعرانہ میں صبح کی تو میں جانوروں کو چرانے کے لیے نکل گیا، حالانکہ میری باری کا دن نہ تھا، اس خوف سے بچنا چاہتا تھا کہ نبی علیہ السلام کا قاصد مجھے بلانے کے لیے آئے گا۔

شام کو اونٹ واپس لایا، دریافت کیا تو لوگوں نے کہا کہ تمھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یاد فرمایا تھا، میں نے کہا کہ واللہ ایک بات پیش آ ہی گئی، میں آپ کے پاس ڈرتے ڈرتے آیا، فرمایا کہ تم نے مجھے اپنے پاؤں سے دُکھ دیا تو میں نے تمھیں کوڑا مارا اور تمھیں دُکھ دیا، لہٰذا یہ بکریاں اُس مار کے بدلے لے لو۔

ابورُہم نے کہا کہ آپ کا مجھ سے راضی ہو جانا مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت تبوک کی روانگی کا ارادہ فرمایا تو ابورہم کو اُن کی قوم کی طرف بھیجا کہ دشمن کے مقابلے پر چلنے کو کہیں اور حکم دیا کہ اُن لوگوں کو بستیوں میں تلاش کریں، وہ اُن کے پاس اُن کے گھومنے کے مقام پر آئے، اُن لوگوں کی بہت بڑی جماعت تبوک میں حاضر ہوئی۔

ابورہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینے ہی میں رہے، جب آپ جہاد کرتے تھے تو وہ بھی شریک ہوتے تھے، بنی غفار میں اُن کا ایک مکان تھا، اکثر الصفراء، عنیقہ اور اُس کے

قرب و جوار میں اُترتے تھے جو کنانہ کی زمین ہے۔

عبداللہ و عبدالرحمٰن فرزندان ہُبَیب

بنی سعد بن لیث بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ میں سے تھے، دونوں کی والدہ ام نوفل بنت نوفل بن خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی تھیں، دونوں زمانۂ قدیم میں اسلام لائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب اُحد میں حاضر ہوئے اور اسی روز شوال میں ہجرت کے بتیسویں مہینے شہید ہوئے۔

جُعال بن سُراقہ الضمری

کہا جاتا ہے کہ ثعلبی تھے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بنی سواد میں ان کا شمار ہوتا تھا جو انصار بنی سلمہ میں سے تھے، فقرائے مہاجرین میں سے تھے، مرد صالح، کریہ منظر اور بد شکل تھے، زمانۂ قدیم میں اسلام لائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب اُحد میں حاضر تھے۔

۱۸۱ اُسامہ بن زید نے اپنے والد سے روایت کی کہ جعال بن سراقہ نے اُحد کی طرف جاتے ہوئے کہا کہ یا رسول اللہ، مجھ سے کہا گیا ہے کہ آپ کل قتل کر دیئے جائیں گے، وہ بے چینی سے سانس لیتے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اُن کے سینے پر پھیرا اور فرمایا کہ کیا کل سارا زمانہ نہ ہوگا۔

عاصم بن عمر بن قتادہ سے مروی ہے کہ جعیل بن سراقہ مرد صالح، کریہ منظر اور بد شکل تھے، خندق میں مسلمانوں کے ساتھ کام کرتے تھے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس روز اُن کا نام بدل دیا، آپ نے اُن کا نام عمر رکھا، مسلمان لوگ رجز پڑھنے اور کہنے لگے:

سماہ من بعد جُعَیل عمر وکان للبائس یوما ظہر

(آپ نے جعیل کے بعد اُن کا نام عمر رکھا۔ اور آپ اُس دن فقیر کے پشت و پناہ تھے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان (ناموں میں) سے کچھ نہ کہتے تھے سوائے اس کے کہ آپ عمر کہتے تھے۔

شریک بن عبداللہ بن ابی نمر سے مروی ہے کہ جُعیل بھی مسلمانوں کے ساتھ "سماہ من بعد جعیل عمر" کہنے لگے اور سب کے ساتھ وہ بھی ہنستے تھے، مسلمانوں کو معلوم ہوگیا کہ وہ پرواہ نہیں کرتے۔

محمد بن عمر نے کہا کہ وہ جعال بن سراقہ تھے، تصغیر کر کے جُعیل کہا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کا نام عمرو رکھا، لیکن شعر میں اسی طرح عمر آیا، جعال المریسیع اور تمام مشاہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب حاضر ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جعرانہ میں غنائم خیبر میں سے اُن لوگوں کو دیا جن کی تالیف قلوب منظور تھی تو سعد بن ابی وقاص نے کہا کہ یا رسول اللہؐ آپ نے عیینہ بن حصن اور الاقرع بن حابس اور ان کے مشابہ لوگوں کو تو سو سو اونٹ عطا فرمائے اور جُعیل بن سراقہ الضمری کو چھوڑ دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ جُعیل بن سراقہ روئے زمین کے تمام عیینہ اور الاقرع جیسے لوگوں سے بہتر ہیں، لیکن میں نے ان لوگوں کے قلوب کو مانوس کیا تاکہ یہ اسلام لے آئیں اور میں نے جُعیل بن سراقہ کو اُن کے اسلام کی سپرد کر دیا۔

عمارۃ بن غزیہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ ذات الرقاع میں جعیل بن سراقہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور

مسلمانوں کی سلامتی کا بشیر (خوشخبری دینے والا) بنا کے مدینے بھیجا تھا۔

وہب بن قابوس المزنی

کوہ مزینہ سے اپنی بکریاں لائے، ہمراہ اُن کے بھتیجے حارث بن عقبہ بن قابوس تھے، ان دونوں نے مدینے کو متغیر پایا تو دریافت کیا کہ لوگ کہاں ہیں، لوگوں نے کہا کہ اُحد میں ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین قریش سے قتال کرنے گئے ہیں، ان دونوں نے کہا کہ بچشم خود دیکھ لینے کے بعد ہم کوئی علامت نہیں دریافت کرتے، دونوں اسلام لے آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اُحد میں حاضر ہوئے، قوم کو جنگ کرتے ہوئے پایا، غلبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی طرف تھا۔ ۱۸۲

یہ لوگ بھی مسلمانوں کے ساتھ لوٹ میں شریک ہوگئے، پیچھے سے خالد بن الولید اور عکرمہ بن ابی جہل کا لشکر آیا، سب لوگ مل گئے، ان دونوں نے اتنا سخت قتال کیا کہ مشرکین کا ایک گروہ ہٹ گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے گروہ مشرکین کو بڑھتے ہوئے دیکھ کے فرمایا کہ اس گروہ کو کون ہٹائے گا؟ وہب بن قابوس نے کہا کہ یا رسول اللہ میں، وہ کھڑے ہوئے اور لوگوں پر اتنے تیر برسائے کہ سب واپس ہوگئے، وہب لوٹے، ایک اور گروہ ہٹ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس لشکر کو کون ہٹائے گا؟ المزنی نے کہا، یا رسول اللہ میں، وہ کھڑے ہوئے اور اُس لشکر کو تلوار سے دفع کیا، وہ سب بھاگے، المزنی واپس آئے۔

ایک اور لشکر ظاہر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ ان لوگوں کے لیے کون اُٹھے گا، المزنی نے کہا، یا رسول اللہ میں، فرمایا، اُٹھو، تمھیں

جنت کی خوشخبری ہے، المزنی خوش ہو کے یہ کہتے ہوئے اٹھے کہ واللہ نہ میں قیلولہ کروں گا نہ جہاد سے معافی چاہوں گا، وہ کھڑے ہوئے، ان لوگوں میں گھس کر تلوار مارنے لگے اور ان کے انتہائی حصے سے نکل جاتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان ان کی طرف دیکھتے تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اے اللہ ان پر رحمت کر۔

وہ برابر اسی طرح لڑتے رہے، لوگ انھیں گھیرے ہوئے تھے کہ ایک دم سے تلواریں اور نیزے ان پر پڑنے لگے، ان لوگوں نے انھیں قتل کر دیا، اس روز ان کے جسم پر بیس زخم پائے گئے جو سب کے سب نیزے کے تھے اور ہر زخم موت کے لیے کافی تھا، اس روز بہت بری طرح ان کا مثلہ کیا گیا (یعنے ان کے اعضاء کاٹے گئے)۔

پھر ان کے بھتیجے حارث کھڑے ہوئے اور انھیں کے طریقے پر قتال کیا، وہ بھی قتل ہو گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی لاش کے پاس کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اللہ تم سے راضی ہے کیوں کہ میں تم سے راضی ہوں یعنے وہب سے، آپ ان کے قدموں کے پاس کھڑے ہوئے باوجود اس کے کہ آپ کو جو زخم لگے تھے اور کھڑا ہونا آپ پر گراں تھا، مگر آپ برابر کھڑے رہے یہاں تک کہ المزنی قبر میں رکھ دیے گئے۔

کفن ایک چادر کا تھا جس میں سرخ دھاریاں تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ چادر سر پر کھینچ دی اور اسے ڈھانک دیا اور لمبان میں اس میں انھیں داخل کیا تو ان کی نصف ساق تک پہنچی، آپ نے حکم دیا ہم نے گھانس (حرمل) جمع کی اور ان کے پاؤں پر ڈال دی جو لحد میں تھے، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے۔

عمر بن الخطاب اور سعد بن ابی وقاص کہا کرتے تھے کہ ہمیں

کوئی حال المزنی کے حال سے زیادہ پسند نہیں جس پر ہم مر کر اللہ سے ملیں۔

عمرو بن اُمیہ

ابن خویلد بن عبداللہ بن ایاس بن عبد بن ناشرہ بن کعب بن جُدّی بن ضمرہ بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ، اُن کی بیوی سخیلہ بنت عبیدہ بن الحارث بن المطلب بن عبد مناف بن قصی تھیں جن سے اُن کے یہاں ایک جماعت پیدا ہوئی۔ ۱۸۳

عمرو بن اُمیہ بدر و اُحد میں مشرکین کے ساتھ آئے تھے، مشرکین اُحد سے واپس ہوئے تو وہ اسلام لے آئے، بہادر آدمی تھے کہ جن کو جرأت تھی، کنیت ابو امیہ تھی، وہ وہی شخص ہیں جن سے اس طرح روایت آئی ہے: ابو قلابہ الجرمی عن ابی امیہ (یعنے ابو قلابہ الجرمی ابی امیہ سے روایت کرتے ہیں)۔

ابی قلابہ سے اُس حدیث میں مروی ہے جو انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے عمرو بن امیۃ الضمری سے فرمایا، یا ابا اُمیَّہ (اے ابو امیہ)۔

محمد بن عمر نے کہا کہ سب سے پہلا مشہد جس میں عمرو بن امیہ مسلمان ہو کر حاضر ہوئے بیر معونہ تھا جو ہجرت کے چھتیسویں مہینے صفر میں ہوا، اُس روز انھیں بنی عامر نے گرفتار کر لیا، عامر بن الطفیل نے اُن سے کہا کہ میری ماں کے ذمے ایک قیدی کا آزاد کرنا تھا لہٰذا تم اُن کی طرف سے آزاد ہو، اُن کی پیشانی کو قطع کر دیا، وہ مدینے آئے، آپ کو اصحاب کی خبر دی جو بیر معونہ میں شہید ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم بچ گئے اور قتل نہیں کئے گئے جس طرح وہ لوگ قتل کئے گئے۔

عمرو، بیر معونہ سے واپس آرہے تھے کہ مدینے کے قریب بنی کلاب کے دو آدمی ملے، اُنھوں نے اُن دونوں سے قتال کیا اور قتل کر دیا، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اُنھیں امان تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کا خون بہا ادا کیا، یہ مقتول وہی تھے جن کے سبب سے رسول اللہ علیہ وسلم بنی النضیر کی طرف تشریف لے گئے تاکہ ان لوگوں سے اُن کی دیت میں مدد مانگیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن امیہ اور اُن کے ساتھ سلمہ بن اسلم بن حریش الانصاری کو بطور سریہ مکے میں ابو سفیان بن حرب کے پاس بھیجا، قریش کو معلوم ہوا تو اُن کی جستجو کی، یہ دونوں پوشیدہ ہو گئے۔

عمرو بن امیہ شہر کے کنارے ایک غار میں پوشیدہ تھے کہ عبید اللہ بن مالک بن عبید اللہ التیمی پر قابو پا گئے اور اُسے قتل کر دیا، خبیب بن عدی (رضی اللہ عنہ) کی طرف قصد کیا جو دار پر تھے اور اُنھیں تختۂ دار سے اُتار لیا، مشرکین کے ایک اور شخص کو، جو بنی الدیل میں سے تھا اور کانا اور لانبا تھا، قتل کیا، پھر مدینے آگئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے آنے سے مسرور ہوئے، اور دعائے خیر دی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنھیں دو فرمان دے کے نجاشی کے پاس بھیجا، ایک میں آپ نے یہ لکھا تھا کہ وہ ام حبیبہ بنت ابی سفیان بن حرب کا آپ سے نکاح کر دیں، اور دوسرے میں فرمایش تھی کہ جو اصحاب اُن کے پاس باقی ہیں وہ اُنھیں آپ کے پاس سوار کرا دیں، نجاشی نے ام حبیبہ کا نکاح آپ سے کر دیا اور آپ کے اصحابہ کو دو کشتیوں میں آپ کے پاس روانہ کر دیا، مدینے میں عمرو بن امیہ کا مکان بڑھیوں کے پاس تھا، معاویہ بن ابی سفیان کی خلافت میں مدینے میں اُن کی وفات ہوئی۔

۱۸۴

دحیہ بن خلیفہ

ابن فروہ بن فضالہ بن زید بن امرئ القیس بن الخزرج، وہ زیدمناۃ ابن عامر بن بکر بن عامر الاکبر بن عوف بن بکر بن عوف بن عذرہ بن زید اللات بن رفیدہ بن ثور بن کلب بن وبرہ بن تغلب بن حلوان ابن عمران بن الحاف بن قضاعہ تھے۔

دحیہ بن خلیفہ زمانۂ قدیم میں اسلام لائے، بدر میں حاضر نہیں ہوئے، انھیں جبریلؑ سے تشبیہ دی جاتی تھی۔

عامر الشعبی سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے امتیہ کے تین آدمیوں کو تشبیہ دی، فرمایا کہ دحیہ الکلبی جبریلؑ کے مشابہ ہیں، عروہ بن مسعود الثقفی عیسیٰ بن مریم کے مشابہ ہیں اور عبدالعزیٰ دجال کے مشابہ ہے۔

ابی وائل سے مروی ہے کہ دحیہ الکلبی کو جبریلؑ سے تشبیہ دی جاتی تھی، عروہ بن مسعود کی مثال صاحب یٰسین کی سی تھی اور عبدالعزیٰ بن قطن کو دجال سے تشبیہ دی جاتی تھی۔

ابن شہاب سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں نے جس شخص کو سب سے زیادہ جبریلؑ کے مشابہ دیکھا وہ دحیہ الکلبی ہیں۔

ابن عمر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ جبریلؑ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دحیہ الکلبی کی صورت میں آتے تھے۔

عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت تیزی کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے، میں نے دیکھا تو آپ کے ساتھ ایک شخص تھا جو ترکی گھوڑے پر کھڑا تھا، اُس کے سر پر سفید عمامہ تھا جس کا کنارہ وہ اپنے شانوں کے درمیان لٹکائے ہوئے تھا،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا ہاتھ اُس کے گھوڑے کی ایال پر رکھے ہوئے تھے، عرض کی رسول اللہ، آپ نے ایک دم کھڑے ہو کے مجھے اس شخص سے ڈرا دیا، فرمایا، کیا تم نے اُسے دیکھا تھا، عرض کی، جی ہاں، فرمایا، تم نے کس کو دیکھا، عرض کی، میں نے دحیہ الکلبی کو دیکھا، فرمایا، وہ جبریل علیہ السلام تھے۔

مجاہد سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تنہا دحیہ الکلبی کو بطور سریہ بھیجا۔

۱۸۵ عبد اللہ بن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر کو ایک فرمان لکھا جس میں اُسے اسلام کی دعوت دی، فرمان دحیہ الکلبی کے ہمراہ روانہ کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ اُسے بُصریٰ کے سردار کو دے دیں کہ اُسے قیصر کے پاس بھیج دے، بصریٰ کے سردار نے اُسے قیصر کو بھیج دیا۔

محمد بن عمر نے کہا کہ دحیہ اس سے حمص میں ملے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان دیا، یہ واقعہ محرم ۷ھ کا ہے، دحیہ بدر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تمام مشاہد میں حاضر ہوئے، خلافت معاویہ بن ابی سفیان تک زندہ رہے۔

کتاب الطبقات کے حصۂ دہم کا جزو آخر ختم ہوا۔ الحمد للہ رب العلمین و صلوٰۃ علی خیرتہ من خلقہ محمد و آلہ وصحبہ (اجمعین)۔

تذکرۂ مہاجرین کے بعد انصار کا طبقۂ ثانیہ مذکور ہوگا جو بدر میں حاضر نہیں ہوئے، مگر اُحد اور اُس کے بعد کے غزوات میں شریک ہوئے۔ وصلی اللہ علی محمد و آلہ۔

صحابہؓ جو فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے

خالد بن الولیدؓ

خالدؓ کہتے ہیں، میں مصاحب تھا، عثمان بن طلحہ سے ملا، اُن سے وہ بات بیان کی جس کا میں ارادہ کرتا تھا، اُنھوں نے فوراً قبول کر لیا، ہم دونوں روانہ ہوئے اور پچھلی شب کی تاریکی میں چلے، الہل پہنچے تو اتفاق سے عمرو بن العاص ملے، اُنھوں نے ہم کو مرحبا (خوش آمدید) کہا، ہم نے کہا کہ تم کو بھی (مرحبا)، پوچھا، تمھاری روانگی کہاں ہے، ہم نے اُنھیں خبر دی، اُنھوں نے بھی ہمیں یہ خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قصد رکھتے ہیں تاکہ اسلام لائیں۔

ہم تینوں ساتھ ہو گئے، یکم صفر ۸ھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینے میں حاضر ہوئے، جب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا تو آپ کو یا نبی اللہ کہہ کر سلام کیا، آنحضرتؐ نے خندہ پیشانی سے سلام کا جواب دیا، میں اسلام لایا اور حق کی شہادت دی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمھارے لیے عقل سمجھتا تھا اور امید کرتا تھا کہ وہ تمھیں سوائے خیر کے اور کسی کے سپرد نہ کرے گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کے بعد عرض کی، میں نے اللہ کے راستے سے روکنے میں جو کچھ نقصان پہنچایا اُس میں میرے لیے دعائے مغفرت فرمائیے، فرمایا کہ اسلام اپنے قبل کے گناہوں کو قطع کر دیتا ہے، عرض کی،

یا رسول اللہ اس کے باوجود (دعائے مغفرت فرمائیے)، فرمایا، اے اللہ، خالدؓ بن الولید نے تیری راہ سے روکنے میں جو کچھ نقصان پہنچایا اس میں ان کی مغفرت کر دے۔

خالدؓ نے کہا کہ عمرو بن العاص اور عثمان بن طلحہ بھی آئے اور اسلام لائے، دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی، واللہ جس روز سے میں اسلام لایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز میں جزاد یتے تھے اس میں کسی کو میرے برابر نہیں کرتے تھے۔

عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالدؓ بن الولید کو مکان کے لیے زمین عطا فرمائی۔

محمد بن عمر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے بعد اور خالدؓ کے اپنے پاس آنے کے بعد انھیں المناء (جو مکان کا نام ہے) عطا فرمایا، المناء، حارثہ بن النعمان کے مکانات تھے جو انھیں اپنے بزرگوں سے وراثت میں ملے تھے، وہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیے، ان میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالدؓ بن الولید اور عمار بن یاسر کو بطور جاگیر عطا فرمایا۔

ابراہیم بن یحییٰ بن زید بن ثابت سے مروی ہے کہ جنگ موتہ میں امراء شہید ہو گئے تو ثابت بن اقرم نے جھنڈا لے لیا اور پکارنے لگے کہ اے آل انصار، لوگ ان کی طرف لوٹنے لگے، انھوں نے خالد بن الولید کو دیکھا تو کہا کہ اے ابو سلیمان، تم جھنڈا لے لو، خالد نے کہا کہ میں اسے نہ لوں گا، تم مجھ سے زیادہ اس کے مستحق ہو، تمھارے لیے سن کی بھی بزرگی ہے اور تم بدر میں بھی حاضر تھے، ثابت نے کہا کہ اے شخص تم اسے لو، کیونکہ واللہ میں نے اسے صرف تمھارے ہی لیے لیا ہے، ثابت نے لوگوں سے کہا، کیا تم خالد پر متفق ہو، انھوں نے کہا ہاں۔

خالد نے جھنڈا لے لیا اور تھوڑی دیر اٹھائے رہے، مشرکین ان پر حملہ کرنے لگے تو وہ ثابت قدم رہے، اس پر مشرکین پس و پیش کرنے لگے،

خالد نے مع اپنے اصحاب کے حملہ کر دیا، انھوں نے اُن کے گروہ میں سے ایک جماعت کو جدا کر دیا، اُن کے بہت سے آدمیوں کو چھاپ لیا، پھر مسلمانوں کو جمع کیا، مشرکین ہزیمت کے ساتھ پلٹے۔

عبداللہ بن الحارث بن الفضل نے اپنے والد سے روایت کی کہ جب خالد بن الولید نے جھنڈا لے لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب تنورِ (جنگ) بھڑکا۔

قیس بن ابی حازم سے مروی ہے کہ میں نے حیرہ میں خالد بن الولید کو کہتے سنا کہ یوم موتہ میں میرے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹیں۔

عمرو بن العاصؓ

(کہتے ہیں کہ) ...... میرے لیے میرے دین میں زیادہ مناسب ہے، اے محمد تم نے مجھے ایسی چیز کا مشورہ دیا ہے جو دنیا میں میرے لیے زیادہ معقول ہے اور آخرت میں بدتر، علیؓ سے بیعت کرلی گئی ہے، وہ اپنی گذشتہ روایات پر اترانے ہیں، مجھے اپنی خلافت کے کسی کام میں شریک کرنے والے نہیں ہیں، اے وردان میں کوچ کروں گا، وہ روانہ ہوئے، ہمراہ اُن کے دونوں بیٹے بھی تھے، معاویہؓ بن ابی سفیانؓ کے پاس آئے، اُن سے خون عثمانؓ کے انتقام کے مطالبے پر بیعت کی اور دونوں کے مابین ایک عہدنامہ لکھا گیا جس کی نقل یہ ہے:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ وہ عہدنامہ ہے جو قتل عثمانؓ بن عفان کے بعد بیت المقدس میں معاویہ بن ابی سفیان و عمرو بن العاص کے درمیان ہوا ہے، دونوں میں سے ہر ایک نے اپنے ساتھی کی امانت برداشت کی ہے کہ ہمارے درمیان اللہ اور اسلام کے امر میں باہم مدد کرنے، خلوص کرنے اور خیر خواہی کرنے پر اللہ کا عہد ہے، ہم میں سے کوئی

شخص اپنے ساتھی کی کسی طرح کی مدد ترک نہ کرے گا اور نہ بغیر اس کے کوئی راہ اختیار کرے گا، ان امور میں جو ہمارے امکان میں ہوں گے ہماری حیات تک نہ بیٹا ہمارے درمیان حائل ہو گا نہ باپ، جب مصر فتح ہو جائے گا تو عمرو اس کے ملک اور اس کی اس امارت پر ہوں گے جس پر امیر المومنین نے انھیں امیر بنایا ہے، ہمارے درمیان میں ان امور پر جو ہیں پیش آئیں گے باہم خیر خواہی، مشورہ اور مدد رہے گی، لوگوں میں اور تمام امور میں معاویہؓ عمرو بن العاص پر امیر ہیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ امت کو متفق کر دے، پھر جب امت متفق ہو جائے گی تو دونوں اس کے عمدہ طریقے میں اس عمدہ شرط پر ان لوگوں میں بھی ہوں گے جو اللہ کے معاملے ان دونوں کے درمیان اس صحیفے میں ہے (یعنے ساری امت کے متفق ہونے پر بھی عمرو بن العاص معاویہؓ کے ماتحت ہوں گے)، بہ قلم وردان ۔ سنہ ۳۸ھ ۔

علیؓ کو معلوم ہوا تو وہ کھڑے ہوئے، اہل کوفہ کو خطبہ سنایا اور کہا کہ اما بعد، مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ عمرو بن العاص نے، جو بدتر ابن بدتر ہیں، معاویہؓ سے خون عثمانؓ کے انتقام کے مطالبے پر بیعت کر لی ہے اور انھوں نے اس پر ان لوگوں کو برانگیختہ کیا ہے، واللہ، عمرو اور ان کی مدد خشک بازو ہے۔

عکرمہ بن خالد وغیرہ سے مروی ہے کہ زمانۂ صفین میں عمرو بن العاص قلب لشکر میں خود اپنے ہاتھ سے قتال کرتے تھے، جب انھی دنوں میں سے ایک دن ہوا تو اہل شام و اہل عراق نے باہم قتال کیا، یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا، ہماری صفوں کے پیچھے سے ایک بہت ہتھیار والا لشکر نظر آیا جنھیں میں پانچ سو سمجھتا ہوں، ان میں عمرو بن العاص تھے، علیؓ ایک دوسرے لشکر کے ساتھ آئے جو تعداد میں عمرو بن العاص کے لشکر کے برابر تھا، رات کے ایک گھنٹے تک باہم جنگ ہوئی، مقتولین کی کثرت ہو گئی، عمرو بن العاص نے اپنے ساتھیوں سے چلا کر کہا کہ اے

۳

اہل شام، اپنی زین کا خیال کرو، لوگ پیادہ ہو گئے اور وہ انھیں لے گئے، اہل عراق بھی پیادہ روانہ ہوئے، میں نے عمرو بن العاص کو دیکھا کہ اپنے ہاتھ سے قتال کرتے تھے اور کہتے تھے:

وصبرنا علی مواطن ضنک و خطوب تری البیاض الولید!

(ہم نے اُن تنگ اور خطروں کے مقامات میں صبر کیا ہے۔ جو بچے کو بوڑھا بنا دیتے ہیں)۔

اہل عراق کا ایک شخص آرہا تھا، وہ بجکر عمرو تک پہنچ گیا اور انھیں ایک ایسی تلوار ماری جس نے اُن کا شانہ مجروح کر دیا، وہ کہہ رہا تھا کہ میں ابوالسمراء ہوں، عمرو بھی اُسے پا گئے اور ایسی تلوار ماری کہ اُس کے آرپار کر دی، عمرو اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ہٹ آئے، اُن کے ساتھی بھی ہٹ گئے۔

عبیداللہ بن ابی رافع سے مروی ہے کہ میں نے جنگ صفین میں عمرو بن العاص کو اس حالت میں دیکھا کہ اُن کے لیے کرسیاں رکھی گئی تھیں، لوگوں کی صفیں وہ خود قایم کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ مونچھ کترنے کی طرح (کاٹ ڈالو)، وہ بغیر زرہ کے تھے، میں اُن سے قریب تھا اور انھیں کہتے سن رہا تھا کہ شیخ ازدی یا دجال (کا قتل) تم پر لازم ہے، یعنے ہاشم بن عتبہ کا۔

الزہری سے مروی ہے کہ لوگوں نے صفین میں ایسا شدید قتال کیا کہ اُس کا مثل اس امت میں کبھی نہیں ہوا، اہل شام و اہل عراق نے بھی قتال کو ناپسند کیا، باہمی شمشیر زنی نے طرفین کو بیزار کر دیا تو عمرو بن العاص رض نے جو اُس روز معاویہ رض کی طرف سے امیر جنگ تھے کہا کہ (اے معاویہ رض)، کیا تم میری بات مانو گے کہ کچھ لوگوں کو قرآن بلند کرنے کا حکم دو جو کہیں کہ اے اہل عراق ہم تمھیں قرآن کی طرف اور جو اُس کے شروع میں ہے اور اُس کے ختم میں ہے اُس کی طرف دعوت دیتے ہیں، اے معاویہ رض

اگر تم یہ کرو گے تو اہل عراق میں باہم اختلاف ہو جائے گا اور یہ امر اہل شام میں سوائے اتفاق کے اور کچھ زیادہ نہ کرے گا۔

معاویہؓ نے ان کی بات مان لی اور عمل کیا، عمرو نے اہل شام میں سے چند آدمیوں کو حکم دیا جنھوں نے قرآن پڑھا اور ندا دی کہ اے اہل عراق ہم تمھیں قرآن کی طرف دعوت دیتے ہیں، اہل عراق میں اختلاف ہو گیا، ایک گروہ نے کہا کہ کیا ہم کتاب اللہ اور اپنی بیعت پر نہیں ہیں، دوسروں نے جو قتال کو ناپسند کرتے تھے ہماری دعوت کتاب اللہ کو قبول کر لیا۔

جب علی علیہ السلام نے اُن لوگوں کی سُستی اور اُن کی جنگ سے بیزاری دیکھی تو معاویہؓ نے جس امر کی دعوت دی تھی اُس میں اُن کے قریب ہو گئے، باہم قاصدوں کی آمد و رفت ہوئی، علی علیہ السلام نے کہا کہ ہم نے کتاب اللہ کو قبول کر لیا، مگر ہمارے اور تمھارے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ کون کرے گا؟ معاویہؓ نے کہا کہ ایک آدمی ہم اپنی جماعت میں سے لیں گے جسے ہم منتخب کریں گے اور ایک تم اپنی جماعت میں سے لینا جس کو تم منتخب کرنا، معاویہؓ نے عمرو بن العاص کو منتخب کیا اور علیؓ نے ابو موسیٰ الاشعری کو۔

زیاد بن النضر سے مروی ہے کہ علی علیہ السلام نے ابو موسیٰ الاشعری کو بھیجا، اُن کے ہمراہ چار سو آدمی تھے جن پر (امیر) شریح بن ہانی تھے، اور عبد اللہ بن عباسؓ بھی تھے جو اُن لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے اور اُن کے امور کے نگران تھے، معاویہؓ نے بھی عمرو بن العاصؓ کو چار سو شامیوں کے ہمراہ بھیجا، دونوں گروہ دومۃ الجندل میں پہنچ گئے۔

عمر بن الحکم سے مروی ہے کہ جب لوگ دومۃ الجندل میں جمع ہوئے تو ابن عباسؓ نے اشعری سے کہا کہ عمرو سے ہوشیار رہنا، وہ یہی چاہیں گے کہ تم کو آگے کریں اور کہیں گے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہو اور مجھ سے عمر میں زیادہ ہو، لہذا اُن کے کلام میں خوب

غور کرلینا۔

یہی ہوا کہ جب دونوں جمع تھے تو عمرو کہتے تھے کہ تم نے مجھ سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل کی ہے اور تم مجھ سے عمر میں بھی زیادہ ہو لہذا تم تقریر کرو، پھر میں تقریر کروں گا، عمرو یہی چاہتے تھے کہ تقریر میں ابوموسیٰ کو آگے کریں تاکہ وہ علیؓ کو معزول کردیں۔

دونوں اس پر متفق ہوگئے تو عمرو نے خلافت کو معاویہؓ پر باقی رکھنا چاہا، مگر ابوموسیٰ نے انکار کیا، ابوموسیٰ نے کہا کہ عبداللہ بن عمر (کو خلیفہ کیا جائے)، عمرو نے کہا کہ مجھے اپنی رائے سے خبر دو، ابوموسیٰ نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ ہم لوگ ان دونوں کو معزول کردیں اور اس امر خلافت کو مسلمانوں کے مشورے پر چھوڑ دیں، وہ لوگ اپنے لیے جسے چاہیں انتخاب کرلیں، عمرو نے کہا کہ یہی میری بھی رائے ہے۔

دونوں، لوگوں کے سامنے آئے جو جمع تھے، عمرو نے ابوموسیٰ سے کہا کہ اے ابوموسیٰ لوگوں کو بتادو کہ ہم دونوں کی رائے متفق ہوگئی ہے۔ ابوموسیٰ نے تقریر کی، انھوں نے کہا کہ ہماری رائے ایک ایسے امر پر متفق ہوگئی ہے جس سے ہمیں امید ہے کہ اس امت کی حالت درست ہوجائے گی۔

عمرو نے کہا کہ سچ کہا اور نیکی کی، ابوموسیٰ اسلام اور اہل اسلام کے کیسے اچھے نگہبان ہیں، لہذا اے ابوموسیٰ تقریر کرو۔

ابن عباسؓ ابوموسیٰ کے پاس آئے، اُن سے خلوت میں گفتگو کی اور کہا کہ تم فریب میں ہو، کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم شروع نہ کرنا اور اُن کے بعد تقریر کرنا؟ مجھے اندیشہ ہے کہ اُنھوں نے تمھیں خالی بات دیدی، اس کے بعد وہ لوگوں کے مجمع میں اور اُن کے جمع ہونے پر اُس سے ہٹ جائیں گے۔ اشعری نے کہا کہ تم اس کا اندیشہ نہ کرو، ہم دونوں متفق ہوگئے ہیں اور ہم نے صلح کرلی ہے۔ 5

ابوموسیٰ کھڑے ہوئے، اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور کہا کہ اے لوگو، ہم دونوں نے اس امت کے معاملے میں غور کیا، کوئی بات اس سے

زیادہ امت کے حال کے مناسب اور اس کی پراگندگی کو زیادہ جوڑنے والی نہیں دیکھی کہ ہم لوگ اس کے امور پر زبردستی قبضہ نہ کریں اور نہ اسے مجبور کریں یہاں تک کہ یہ امر امت کی رضامندی و مشورے سے ہو، میں اور میرے رفیق (عمرو) ایک ہی بات پر متفق ہیں (یعنے) علیؓ و معاویہؓ کے معزول کرنے پر، آیندہ یہ امت اس امر میں غور کرے گی، ان میں مشورہ ہوگا، اپنے میں سے جس کو چاہیں گے والی بنائیں گے، میں نے علیؓ و معاویہؓ کو معزول کردیا ہے، لہذا تم اپنا والی امر جس کو مناسب سمجھو بنالو۔

یہ تقریر کرکے ابوموسیٰ کنارے ہٹ گئے، عمرو بن العاص آگے آئے، اللہ کی حمد و ثنا کی اور کہا کہ انھوں نے جو کچھ کہا وہ تم لوگوں نے سن لیا، انھوں نے اپنے ساتھی (علیؓ) کو معزول کردیا، میں نے بھی ان کے ساتھی کو معزول کردیا جیسا کہ انھوں نے معزول کیا، میں اپنے ساتھی معاویہؓ کو قایم رکھتا ہوں کیوں کہ وہ ابن عفان کے ولی اور ان کے خون کے انتقام کے طلبگار ہیں اور ان کی قایم مقامی کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔

سعد بن ابی وقاص نے کہا کہ اے ابوموسیٰ تم پر افسوس ہے تمھیں عمرو اور ان کے مکائد سے کس نے کمزور کردیا، ابوموسیٰ نے کہا کہ میں کیا کروں، انھوں نے ایک امر میں مجھ سے اتفاق کیا پھر اس سے ہٹ گئے۔

ابن عباسؓ نے کہا کہ اے ابوموسیٰ تمھارا کوئی گناہ نہیں، گناہ کسی اور کا ہے جس نے تمھیں اس مقام پر آگے کیا، ابوموسیٰ نے کہا کہ تم پر خدا کی رحمت ہو انھوں نے مجھ سے وعدہ خلافی کی، تو میں کیا کروں۔

ابوموسیٰ نے عمرو سے کہا کہ تمھاری مثال کتے کی سی ہے کہ اگر اس پر حملہ کرو تو زبان نکال دیتا ہے اور اگر اسے چھوڑ دو تو زبان نکال دیتا ہے، عمرو نے جواب دیا کہ تمھاری مثال اس گدھے کی سی ہے جو دفتر اٹھاتا ہے۔

ابن عمر نے کہا کہ یہ امت کس کی طرف کی جائے گی، اس کی طرف جو پروا نہیں کرتا کہ اس نے کیا کیا اور دوسرے کمزور کی طرف۔

عبد الرحمن بن ابی بکرؓ نے کہا کہ اگر الاشعری اس کے قبل مرجاتے تو ان کے لیے بہتر ہوتا۔

الزہری سے مروی ہے کہ جس وقت خوارج نے علیؓ کے خلاف بغاوت کی تو عمرو معاویہؓ سے کہتے تھے، تم نے میری تدبیر کو اپنے لیے کیسا دیکھا، جس وقت تمہارا دل تنگ تھا اور اپنے گھوڑے الورد کو سست رفتار سمجھ کر اس پر افسوس کر رہے تھے تو میں نے تمہیں مشورہ دیا کہ تم ان لوگوں کو کتاب اللہ کی طرف دعوت دو، میں جانتا تھا کہ اہل عراق شبہے والے ہیں، وہ اس پر اختلاف کریں گے، علیؓ تمہیں چھوڑ کر ان میں مشغول ہو جائیں گے اور وہ لوگ آخر کو (علیؓ) کے قاتل ہوں گے اور کوئی لشکر جنگ میں ان لوگوں سے زیادہ کمزور نہ ہوگا۔

عبد الواحد بن ابی عون سے مروی ہے کہ جب حکومت معاویہؓ کے ہاتھوں میں ہو گئی تو انھوں نے لقمۂ مصر کو عمرو کے لیے ان کی زندگی بھر کے لیے بہت سمجھا، عمرو نے یہ سمجھا کہ پورا معاملہ ان کی وجہ اور خوش تدبیری، ان کی توجہ اور کوشش سے سلجھا، معاویہؓ نے یہ گمان کیا کہ مصر کے ساتھ شام کا بھی اضافہ کردیں گے، اگر کیا نہیں تو عمرو معاویہؓ سے بھڑک گئے، دونوں میں اختلاف اور غلط فہمی ہو گئی، لوگ بھی سمجھ گئے اور گمان کیا کہ ان دونوں کی رائے متفق نہ ہو گی۔

معاویہ بن حدیج نے بیچ میں پڑ کے ان کی حالت درست کر دی، انھوں نے دونوں کے درمیان ایک اقرار نامہ لکھا جس میں لوگوں کے لیے اور خاصکر معاویہؓ و عمرو کے لیے عمرو پر کچھ شرطیں مقرر کیں۔ یہ کہ عمرو کے لیے سات سال تک مصر کی ولایت ہو گی بایں شرط کہ عمرو پر معاویہؓ کی فرمانبرداری و طاعت ضروری ہو گی، اس پر دونوں نے باہم اعتبار و اقرار کر لیا اور دونوں نے اپنے اپنے اوپر گواہ بنا لیے۔

عمرو بن العاص مصر پر والی ہو کے چلے گئے، یہ آخر ۳۷ھ میں

ہوا، پھر واللہ وہ مصر میں دو یا تین سال سے زائد نہ رہے کہ وفات پا گئے۔

ابن شماستہ المہری سے مروی ہے کہ جس وقت عمرو بن العاص موت کے آثار میں تھے تو ہم لوگ اُن کے پاس حاضر ہوئے، وہ اپنا منہ دیوار کی طرف پھیر کر خوب رو رہے تھے۔ بیٹے کہہ رہے تھے کہ آپ کو کیا چیز رُلاتی ہے، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو یہ بشارت نہیں دی اور کیا آپ کو یہ بشارت نہیں دی؟ وہ اس پر بھی رو رہے تھے اور اُن کا منہ دیوار ہی کی طرف تھا۔

انھوں نے ہماری طرف منہ کیا اور کہا کہ جو چیز تم سب سے بہتر مجھ پر شمار کرتے ہو وہ کلمۂ شہادت لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے، لیکن میں تین حالات پر رہا ہوں:۔

میں نے اپنے کو اس حالت میں دیکھا ہے کہ ایک زمانے میں میرے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قابل بغض و عداوت کوئی نہ تھا، مجھے اس سے زیادہ کوئی امر پسند نہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قابو پاؤں اور آپ کو قتل کردوں، اگر میں اس حالت پر مر جاتا تو ضرور اہل دوزخ میں سے ہوتا۔

اللہ نے میرے دل میں اسلام ڈال دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تاکہ آپ سے بیعت کروں، عرض کی یا رسول اللہ، آپ اپنا داہنا ہاتھ پھیلائیے میں آپ سے بیعت کروں گا، آپ نے اپنا ہاتھ پھیلا دیا، میں نے اپنا ہاتھ سمیٹ لیا، فرمایا کہ اے عمرو تمھیں کیا ہوا، عرض کی، میں کچھ شرط کرنا چاہتا ہوں، فرمایا کیا شرط کرتے ہو، عرض کی، یہ کہ میری مغفرت کر دی جائے، فرمایا کہ اے عمرو، کیا تمھیں معلوم نہیں کہ اسلام انسان کے پہلے گناہوں کو ڈھا دیتا ہے، ہجرت بھی اپنے قبل کے گناہ ڈھا دیتی ہے اور حج بھی اپنے قبل کے گناہ ڈھا دیتا ہے۔

میں نے اپنے کو اس حالت میں دیکھا کہ کوئی شخص میرے نزدیک

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب نہ تھا اور نہ میری نظر میں آپ سے زیادہ بزرگ تھا، اگر مجھ سے درخواست کی جاتی کہ میں آپ کی تعریف کروں تو مجھے طاقت نہ تھی اس لیے کہ آپ کی بزرگی کو اپنی آنکھ میں بھرنے کی طاقت نہ تھی۔ پھر اگر میں اس حالت پر مرجاتا تو بھی امید تھی کہ میں اہل جنت میں سے ہوتا۔

بعد کو چند چیزیں ہمارے قریب آگئیں، مجھے معلوم نہیں کہ میں اُس میں کیا ہوں، یا اُس میں میرا کیا حال ہے، جب میں مرجاؤں تو نوحہ کرنے والی اور آگ میرے ساتھ نہ ہو، جب تم لوگ مجھے دفن کرنا تو مٹی ڈالنا، اس سے فارغ ہو کے اتنی دیر میری قبر کے پاس ٹھیرنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کرکے گوشت تقسیم کیا جائے، کیوں کہ تمھاری وجہ سے مجھے اُنس رہے گا، یہاں تک کہ مجھے معلوم ہو جائے کہ میرے پروردگار کے قاصد کس امر کے ساتھ میرے پاس لوٹائے جاتے ہیں۔

حسن سے مروی ہے کہ مجھے یہ معلوم ہوا کہ عمرو بن العاص جب موت کے قریب تھے تو انھوں نے اپنے دربانوں کو بلایا اور کہا کہ میں تمھارا کیسا ساتھی تھا، اُن لوگوں نے کہا کہ آپ ہمارے محبت والے ساتھی تھے کہ ہمارا اکرام کرتے، ہمیں دیتے اور یہ کرتے اور وہ کرتے، انھوں نے کہا کہ میں یہ صرف اس لیے کرتا تھا کہ تم لوگ مجھے موت سے بچالوگے اور موت یہ آگئی، لہٰذا تم لوگ مجھے اُس سے بچاؤ۔

قوم نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا، واللہ، اے ابو عبداللہ، ہم لوگ آپ کو ایسا نہیں سمجھتے تھے کہ آپ ایسی باریک باتیں کریں گے، آپ کو معلوم ہے کہ ہم لوگ موت کو آپ سے ذرا بھی نہیں ہٹا سکتے، عمرو نے کہا، واللہ میں نے اس بات کو کہا ہے اور میں ضرور جانتا ہوں کہ تم لوگ ذرا بھی موت سے مجھے بچا نہیں سکتے، لیکن واللہ، مجھے اپنا اس حالت میں ہونا کہ میں نے تم میں سے کسی کو کبھی اس لیے نہیں اختیار کیا کہ وہ مجھے موت سے بچائے گا فلاں فلاں امر سے زیادہ محبوب ہے، وائے افسوس ابن ابی طالب پر جو کہتے ہیں کہ دربان اُن کی موت کے امداد ہیں۔

عمرو نے کہا کہ اے اللہ میں بری نہیں ہوں، میرا عذر قبول کر، میں قوی نہیں ہوں، میری مدد کر، اور اگر تو نے مجھے رحمت کے ساتھ نہ پایا تو میں ہلاک ہونے والوں میں سے ہوں گا۔

عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ اُن کے والد نے اُنھیں وصیت کی کہ اے بیٹے جب میں مرجاؤں تو مجھے ایک غسل تو پانی سے دینا، پھر کپڑے سے پوچھنا، دوبارہ خالص پانی سے غسل دینا اور کپڑے سے پوچھنا، سہ بارہ ایسے پانی سے غسل دینا جس میں کسی قدر کافور ہو، پھر کپڑے سے پوچھنا۔

جب مجھے کپڑے پہنانا (یعنے کفن دینا) تو گھنڈی لگا دینا کیوں کہ میں جھگڑا کرنے والا ہوں، پھر تابوت پر اُٹھانا تو ایسی رفتار سے لے چلنا جو دونوں رفتاروں (یعنے سست و تیز) کے درمیان ہو، تم میرے جنازے کے پیچھے ہونا کیوں کہ اُس کے آگے کا حصہ ملائکہ کے لیے ہے اور پیچھے کا بنی آدم کے لیے، جب مجھے قبر میں رکھ دینا تو مٹی ڈال دینا۔

اس کے بعد کہا کہ اے اللہ، تو نے ہمیں حکم دیا تو ہم نے عمل کیا اور تو نے ہمیں منع کیا تو ہم نے ترک کیا، میں بری نہیں ہوں، میرا عذر قبول کر، میں قوی نہیں ہوں میری مدد کر، لیکن لا الہ الا اللہ، وہ برابر انھیں کلمات کو کہتے رہے یہاں تک کہ وفات ہوگئی۔

معاویہ بن حدیج سے مروی ہے کہ میں نے عمرو بن العاص کی عیادت کی جو سخت علیل تھے، میں نے کہا کہ آپ اپنے کو کیسا پاتے ہیں، انھوں نے کہا کہ (مرض سے) گھلتا ہوں اور تندرست نہیں ہوتا، اپنی نجات کو مصیبت سے زیادہ پاتا ہوں، اس حالت پر بوڑھے کی زندگی کیا ہوگی۔

عوانہ بن الحکم سے مروی ہے کہ عمرو بن العاص کہتے تھے کہ اُس شخص کے لیے تعجب ہے جس پر موت نازل ہو مگر عقل اُس کے ساتھ ہو، تو وہ کیسے اُسے نہ بیان کرے، جب اُن پر موت نازل ہوئی تو

اُن کے بیٹے عبد اللہ بن عمرو نے کہا کہ اے والد آپ کہا کرتے تھے کہ اُس شخص پر تعجب ہے جس پر موت نازل ہو اور اُس کی عقل اس کے ساتھ ہو تو وہ کیسے اُسے نہ بیان کرے، لہذا آپ ہم سے موت کو بیان کیجیے کیوں کہ آپ کی عقل آپ کے ساتھ ہے۔

انھوں نے کہا کہ اے میرے بیٹے، موت اس سے برتر ہے کہ اُسے بیان کیا جائے۔ لیکن میں اُس میں سے کچھ تم سے بیان کروں گا، میں اپنے کو اس حالت میں پاتا ہوں کہ گویا میری گردن پر کوہ رضویٰ ہے اور میں اپنے کو اس حالت میں پاتا ہوں کہ گویا میرے پیٹ میں کھجور کے خار ہیں اور میں اپنے کو اس حالت میں پاتا ہوں کہ گویا میری سانس سوئی کے ناکے سے نکلتی ہے۔

عمرو بن شعیب سے مروی ہے کہ عمرو بن العاص کی وفات عید کے دن مصر میں ۴۲ھ میں ہوئی اور وہی والی مصر تھے۔

محمد بن عمر نے کہا کہ میں نے کسی کو بیان کرتے سُنا کہ اُن کی وفات ۴۳ھ میں ہوئی۔

محمد بن سعد نے کہا کہ میں نے بعض اہل علم کو کہتے سُنا کہ عمرو بن العاص کی وفات ۵۱ھ میں ہوئی۔

مجاہد سے مروی ہے کہ عمرو بن العاص نے اپنے تمام غلام آزاد کر دیے۔

یزید بن ابی حبیب سے مروی ہے کہ عمر بن الخطاب رضؓ نے عمرو بن العاص کو لکھا کہ اُن لوگوں کو دیکھو جنھوں نے تم سے پہلے درخت کے نیچے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی، اُن کے لیے دو سو دینار پورے کر دو، اپنے لیے امارت کی وجہ سے اور خارجہ بن حذافہ کے لیے اُن کی شجاعت کی وجہ سے اور قیس بن العاص کے لیے اُن کی مہمان نوازی کی وجہ سے دو سو دینار پورے کر دو۔

حبان بن ابی جبلہ سے مروی ہے کہ عمرو بن العاص سے پوچھا گیا کہ

مروت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ آدمی اپنے مال کی اصلاح کرے اور اپنے بھائیوں کے ساتھ احسان کرے۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص

ابن وائل بن ہاشم بن سعید بن سہم، اُن کی والدہ ریطہ بنت مُنبّہ بن الحجاج بن عامر بن حذیفہ بن سعد بن سہم تھیں۔

عبداللہ بن عمرو کی اولاد میں محمد تھے، اُنھیں سے اُن کی کنیت تھی، اُن کی والدہ بنت محمیہ بن جزء الزبیدی تھیں۔

ہشام و ہاشم و عمران و ام ایاس و ام عبداللہ و ام سعید، ان سب کی والدہ ام ہاشم الکندیہ بنی وہب بن الحارث میں سے تھیں۔

محمد بن عمر نے کہا کہ عبداللہ بن عمرو اپنے والد سے پہلے اسلام لائے۔

عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن احادیث کے لکھنے کی اجازت چاہی جو میں نے آپ سے سُنیں تو آپ نے مجھے اجازت دی، میں نے اُنھیں لکھ لیا، عبداللہ نے اس صحیفے کا نام ”الصادقہ“ رکھا تھا۔

مجاہد سے مروی ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمرو کے پاس ایک صحیفہ دیکھا، دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ یہ ”الصادقہ“ ہے جس میں وہ احادیث ہیں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنیں کہ اُن میں میرے اور آپ کے درمیان کوئی نہیں ہے۔

خالد بن یزید الاسکندرانی سے مروی ہے کہ مجھے معلوم ہوا کہ عبداللہ ابن عمرو بن العاص نے کہا، یارسولؐ اللہ میں آپ سے جو احادیث سُنتا ہوں چاہتا ہوں کہ اُنھیں محفوظ رکھوں، کیا میں اپنے قلب کے ساتھ اپنے ہاتھ سے مدد لے لوں یعنے اُنھیں لکھ لوں، فرمایا، ہاں۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا مجھے معلوم نہیں ہوگیا کہ تم رات بھر عبادت کرتے ہو اور دن کو روزہ رکھتے ہو؟ عرض کی، میں زیادہ قوی ہوں، فرمایا کہ تم جب ایسا کروگے تو نگاہ کمزور ہو جائے گی اور دل ضعیف ہو جائے گا، ہر مہینے میں تین روزے رکھ لیا کرو، یہ ہمیشہ کے روزے کے مثل ہوں گے، عرض کی، میں قوت محسوس کرتا ہوں، فرمایا، تو صوم داؤد رکھو جو ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن روزہ ترک کرتے تھے، اور (جہاد میں دشمن کا) جب مقابلہ کرتے تھے تو بھاگتے نہ تھے۔

سلیمان بن حبان سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ابو عبداللہ بن عمرو، تم (روزانہ) دن کو روزہ رکھتے ہو اور رات بھر عبادت کرتے ہو، ایسا نہ کرو، کیوں کہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حصہ ہے، تمہاری بیوی کا بھی تم پر حصہ ہے اور تمہاری آنکھ کا بھی تم پر حصہ ہے، روزہ رکھو اور روزہ ترک کرو، ہر مہینے میں تین روزے رکھا کرو، یہی ہمیشہ کا روزہ ہے، عرض کی، یارسول اللہ میں اپنے اندر قوت محسوس کرتا ہوں، فرمایا، داؤد کا روزہ رکھو، ایک دن روزہ رکھو ایک دن روزہ ترک کرو، عبداللہ کہتے تھے کہ اے کاش میں نے رخصت پر عمل کیا ہوتا۔

عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا مجھے خبر نہیں ہوگئی کہ تم دن کو روزہ رکھتے ہو اور رات کو عبادت کرتے ہو؟ عرض کی، یارسول اللہ بے شک، فرمایا، روزہ رکھو اور روزہ ترک کرو، نماز پڑھو اور سوؤ، کیوں کہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے، تمہارے سینے کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے تمھیں یہ کافی ہے کہ ہر مہینے میں تین روزے رکھ لیا کرو، انھوں نے کہا کہ پھر میں نے سختی کی تو مجھ پر سختی کر دی گئی، عرض کی، یارسول اللہ میں قوت محسوس کرتا ہوں، فرمایا، تو اللہ کے نبی داؤد کے روزے رکھو، (اس پر

نہ بڑھاؤ، عرض کی، یارسولؐ اللہ، داؤد علیہ السلام کے روزے کیا ہیں، فرمایا، وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن روزہ ترک کرتے تھے۔

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف سے مروی ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (میرے متعلق) یہ خبر دی گئی کہ میں کہتا ہوں کہ میں عمر بھر روزہ رکھوں گا اور رات بھر نماز پڑھوں گا، مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ہی ہو جو کہتے ہو کہ میں جب تک زندہ رہوں گا دن کو روزہ رکھوں گا اور رات کو نماز پڑھوں گا، عرض کی، یارسولؐ اللہ میں نے یہ کہا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تمھیں اس کی طاقت نہیں ہے، لہٰذا روزہ ترک کرو اور روزہ رکھو، سوؤ اور نماز پڑھو، مہینے میں تین دن روزہ رکھو، کیوں کہ ایک نیکی میں دس گونہ ثواب ہے اور یہ (تین روزے) مثل ہمیشہ کے روزے کے ہیں، عرض کی، میں اس سے بہت زائد کی طاقت رکھتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک دن روزہ رکھو اور دو دن روزہ ترک کرو، عرض کی، میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، فرمایا کہ اس سے زیادہ کی اجازت نہیں۔

عمرو بن دینار سے مروی ہے کہ جب عبداللہ بن عمرو کا سن زیادہ ہوگیا تو انھوں نے کہا کہ کاش میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رخصت کو قبول کر لیا ہوتا، انھی دنوں میں (جن میں وہ روزے سے تھے) ایام تشریق (۱۰ ذی الحجہ تا ۱۳ ذی الحجہ) کا کوئی دن تھا، عمرو نے بلایا اور کہا کہ ناشتے کے لیے آؤ، انھوں نے کہا کہ میں روزہ دار ہوں، انھوں نے کہا کہ یہ تمھارے لیے جائز نہیں اس لیے کہ یہ تو کھانے پینے کے دن ہیں، انھوں نے اُن سے پوچھا کہ تم قرآن کیوں کر پڑھتے ہو، انھوں نے کہا کہ میں اسے ہر شب میں (پورا) پڑھتا ہوں، پوچھا کہ کیا تم اسے ہر دس دن میں نہیں پڑھتے، انھوں نے کہا کہ میں اس سے زیادہ قوی ہوں، انھوں نے کہا کہ اسے ہر چھ دن میں پڑھا کرو۔

جعفر بن المطلب سے مروی ہے کہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص ایام منیٰ (از ۱۰ تا ۱۳ ذی الحجہ) میں عمرو بن العاص کے پاس صبح کو گئے، انھوں نے اُن کو دستر خوان پر بلایا، انھوں نے کہا میں روزہ دار ہوں، دوبارہ بلایا تو انھوں نے اسی طرح کہا، سہ بارہ بلایا تو انھوں نے کہا، نہیں، سوائے اس کے کہ آپ نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہو، عمرو نے کہا کہ میں نے اس کو (یعنے ان ایام میں روزہ افطار کرنے کو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے۔

عبد اللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اے عبد اللہ بن عمرو تم کتنے دن میں قرآن پڑھتے ہو؟ عرض کی، ایک دن اور ایک رات میں، فرمایا، سوؤ اور نماز پڑھو، نماز پڑھو اور سوؤ، اور اُسے ہر مہینے میں پڑھو، میں برابر آپ سے بحث کرتا رہا، آپ مجھ سے بحث کرتے رہے، یہاں تک کہ فرمایا، اُسے ہر سات شب میں پڑھا کرو، پھر فرمایا، کیوں کر روزہ رکھتے ہو، عرض کی، میں روزہ رکھتا ہوں اور اُسے ترک نہیں کرتا، فرمایا کہ روزہ رکھو اور ترک کرو، ہر مہینے میں تین روزے رکھ لیا کرو، میں برابر آپ سے بحث کرتا رہا اور آپ مجھ سے بحث کرتے رہے، یہاں تک کہ آپ نے فرمایا کہ وہ روزے رکھو جو اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہیں، میرے بھائی داؤدؑ کے روزے، ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن روزہ ترک کرو، راوی نے کہا کہ پھر عبد اللہ بن عمرو نے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کا قبول کر لینا اس سے زیادہ پسند تھا کہ میرے لیے سُرخ رنگ کے جانور ہوتے جن کے مر جانے پر میں صبر کرتا۔

خیثمہ سے مروی ہے کہ میں عبد اللہ بن عمرو بن العاص کے پاس گیا جو قرآن پڑھ رہے تھے، پوچھا کہ تم کیا چیز پڑھتے ہو، انھوں نے کہا کہ میں اپنا وہ حصہ پڑھتا ہوں جو آج رات کی نماز میں پڑھوں گا۔ ۱۱

عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا، اے عبداللہ بن عمرو، تم فلاں شخص کے مثل نہ ہونا جو رات کو عبادت کرتے تھے، پھر انھوں نے رات کی عبادت ترک کر دی۔

عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے بدن پر دو سُرخ چادریں دیکھیں تو فرمایا کہ یہ کپڑے تو کفار کے کپڑے ہیں تم انھیں نہ پہنو۔

طاؤس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عمرو کے جسم پر دو سُرخ چادریں دیکھیں تو پوچھا کہ کیا تمھاری ماں نے تمھیں اس کا حکم دیا ہے، عرض کی یارسول اللہؐ میں انھیں دھوڈالوں گا، فرمایا انھیں جلا ڈالو۔

رشد بن کریب سے مروی ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمرو کو دیکھا کہ وہ حرقانی عمامہ باندھے ہوئے تھے، اور ایک بالشت یا ایک بالشت سے کم لٹکائے ہوئے تھے، (یعنے پشت کی طرف)۔

عمرو بن عبداللہ بن شو یفع سے مروی ہے کہ مجھے اُس شخص نے خبر دی جس نے عبداللہ بن عمرو بن العاص کو دیکھا کہ اُن کے سر اور ڈاڑھی کے بال سفید تھے۔

عریان بن الہیثم سے مروی ہے کہ میں اپنے والد کے ساتھ یزید بن معاویہ کے پاس گیا تو ایک لانبا سُرخ اور بڑے پیٹ والا شخص آیا، اُس نے سلام کیا اور بیٹھ گیا، والد نے پوچھا یہ کون ہیں تو کہا گیا کہ عبداللہ بن عمرو۔

عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ سے مروی ہے کہ انھوں نے عبداللہ بن عمرو کا حلیہ بیان کیا کہ وہ سُرخ، بڑے پیٹ والے اور لانبے آدمی تھے۔

مسلم مولائے بنی مخزوم سے مروی ہے کہ نابینا ہونے کے بعد بھی عبداللہ بن عمرو نے بیت اللہ کا طواف کیا۔

شریک بن خلیفہ سے مروی ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمرو کو دیکھا کہ سریانی پڑھ سکتے تھے۔

عبداللہ بن ابی ملیکہ سے مروی ہے کہ عبداللہ بن عمرو والمُغمّس سے

۱۲

مجمع کو آتے تھے اور صبح کی نماز پڑھتے تھے، پھر حرم چلے جاتے اور طلوع آفتاب تک تسبیح و تکبیر پڑھتے، وسط حرم میں کھڑے ہوتے، لوگ ان کے پاس بیٹھ جاتے، ایک روز انھوں نے کہا کہ میں اپنے اوپر صرف تین مقامات سے ڈرتا ہوں:- خونِ عثمان میں، عبداللہ بن صفوان نے کہا کہ اگر آپ اُن کے قتل سے راضی تھے تو آپ اُن کے خون میں شریک ہو گئے۔

میں مال لیتا ہوں اور کہتا ہوں کہ آج شب کو اللہ کو قرض دوں گا (یعنی خیرات کر دوں گا) مگر وہ (مال) اپنی جگہ ہی میں صبح کرتا ہے، ابن صفوان نے کہا کہ (کیا) آپ ایسے آدمی ہیں کہ نفس کے بخل و حرص سے محفوظ نہیں ہیں۔

اُنھوں نے کہا کہ تیسرے جنگ صفین۔

ابن ابی ملیکہ سے مروی ہے کہ عبداللہ بن عمرو نے کہا کہ میرے لیے اور صفین کے لیے کیا ہوگا، میرے لیے اور قتال مسلمین کے لیے کیا ہوگا، چاہتا تھا کہ اُس سے دس سال پہلے مرجاتا، واللہ اس کے باوجود کہ نہ میں نے کوئی تلوار ماری نہ کوئی نیزہ مارا نہ کوئی تیر پھینکا، جن لوگوں نے ان کاموں میں سے کچھ نہ کیا اُن میں کوئی آدمی مجھ سے زیادہ طاقت ور نہ تھا۔

نافع نے کہا کہ میں سمجھتا تھا کہ اُن کے ہاتھ میں جھنڈا تھا اور ایک یا دو منزل تک لوگوں کے پاس آئے تھے۔

زیاد بن سلامہ سے مروی ہے کہ عبداللہ بن عمرو نے کہا کہ میں چاہتا تھا کہ یہ ستون ہوتا۔

حسن سے مروی ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص نے جنگ میں اکثر رجز کے اشعار میں اپنی تلوار کو نظم کیا۔

طلحہ بن عبداللہ بن کُریز الخزاعی سے مروی ہے کہ عبداللہ بن عمرو جس وقت بیٹھتے تو قریش بولتے نہ تھے، ایک روز انھوں نے کہا کہ تم لوگ اُس خلیفہ کے ساتھ کیوں کر ہوگے جو تمھارے اوپر بادشاہ ہوگا اور تم میں سے نہ ہوگا، ان لوگوں نے کہا، اُس روز قریش کہاں ہوں گے، انھوں نے کہا کہ انھیں تلوار فنا کر دے گی۔

سلیمان بن الربیع سے مروی ہے کہ میں حجاج اہل بصرہ کی ایک جماعت کے ساتھ گیا، ہم لوگوں نے کہا کہ اگر اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی کو دیکھتے تو اُن سے باتیں کرتے، عبداللہ بن عمرو بن العاص کو بتایا گیا تو ہم اُن کی منزل میں آئے، وہاں قریب تین سو سواریوں کے تھیں، ہم لوگوں نے کہا کہ کیا ان سب پر عبداللہ بن عمرو نے حج کیا ہے، لوگوں نے کہا، ہاں، وہ اور اُن کے متعلقین اور اُن کے احباب۔

ہم لوگ بیت اللہ گئے، وہاں ایک ایسے شخص سے ملے جن کے سر اور ڈاڑھی کے بال سفید تھے اور دو قطری چادروں کے درمیان تھے، سر پر عمامہ تھا اور بدن پر کرتا نہ تھا، ہم لوگوں نے کہا کہ آپ عبداللہ بن عمرو ہیں اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور قریش کے ایک فرد ہیں، آپ نے کتاب اول پڑھی ہے، ہمیں کوئی شخص جس سے ہم علم حاصل کریں آپ سے زیادہ پسند نہیں، لہٰذا ہم سے کوئی حدیث بیان کیجیے، شاید اللہ ہمیں اُس سے نفع دے۔ ۱۳۱

پوچھا، تم لوگ کون ہو، ہم نے کہا کہ ہم اہل عراق ہیں، انھوں نے کہا کہ اہل عراق میں سے ایک قوم ہے جو خود بھی جھوٹ بولتے ہیں اور (دوسرے کو بھی) جھوٹا بناتے ہیں اور مسخرہ پن کرتے ہیں، ہم نے کہا کہ ہم لوگ ایسے نہیں ہیں کہ جھوٹ بولیں یا آپ کو جھوٹا بنائیں یا آپ سے تمسخر کریں، ہم سے کوئی حدیث بیان کیجیے، شاید اللہ ہمیں اُس سے نفع دے، انھوں نے اُن سے بنی قنطور بن کرکر کے بارے میں حدیث بیان کی۔

مجاہد سے مروی ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص اپنا خیمہ حل (بیرون حرم) میں نصب کرتے تھے اور مصلی حرم میں رکھتے تھے، کہا گیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں، انھوں نے کہا اس لیے کہ حرم میں احداث (نئی بات اور بدعت کرنا) حل (بیرون حرم) میں کرنے سے زیادہ سخت ہے۔

عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ اگر میں کسی شخص کو اس طرح شراب پیتے دیکھوں کہ مجھے سوائے اللہ کے کوئی نہ دیکھتا ہو تو اگر اس شخص کو قتل

سر سکوں تو ضرور قتل کردوں۔

عمرو بن دینار سے مروی ہے کہ منتظم وہط نے (جو عمرو بن العاص کی جائداد کا نام تھا) وہط کا بچا ہوا پانی فروخت کردیا تو اُسے عبداللہ بن عمرو بن العاص نے واپس کردیا۔

عبدالرحمٰن بن السلمانی سے مروی ہے کہ کعب الاحبار اور عبداللہ بن عمرو ملے، کعب نے پوچھا کہ کیا تم فال لیتے ہو، اُنھوں نے کہا کہ، ہاں، پوچھا، تم کیا کہتے ہو، اُنھوں نے کہا کہ میں کہتا ہوں، اے اللہ، سوائے تیرے عمل کے کوئی عمل نہیں، نہ سوائے تیری خیر کے کوئی خیر ہے، نہ تیرے سوا کوئی رب ہے اور نہ بغیر تیرے قوت اور (گناہ و شر سے) باز رہنا ہے، اُنھوں نے کہا کہ تم عرب میں سب سے زیادہ فقیہ ہو، یہ کلمات جیسا کہ تم نے کہے ایسے ہی توریت میں لکھے ہوئے ہیں۔

محمد بن عمرو نے کہا کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص کی وفات ۶۵ھ میں شام میں ہوئی، وہ اُس زمانے میں بہتر سال کے تھے، اُنھوں نے ابوبکرؓ و عمرؓ سے روایت کی ہے۔

بنی جُمح بن عمرو

سعید بن عامر بن حِذیَم

ابن سلامان بن ربیعہ بن سعد بن جمح بن عمرو بن ہُصَیص بن کعب، اُن کی والدہ اروی بنت ابی مُعیط بن ابی عمرو بن امیہ بن عبدالشمس بن عبدمناف تھیں۔ ۱۴

سعید کی کوئی اولاد باپس ماندہ نہ تھا، پس ماندہ اُن کے بھائی جمیل بن عامر بن حذیم کے تھے جن کی اولاد میں سعید بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن جمیل تھے جو لشکرِ مہدی میں بغداد کے والیِ قضاء (قاضی) تھے۔

سعید بن عامر خیبر سے پہلے اسلام لائے، اور مدینے کی طرف ہجرت کی ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب خیبر اور اس کے بعد کے مشاہد میں حاضر ہوئے، ہمیں مدینے میں اُن کے کسی مکان کا علم نہیں۔

سعید بن عبدالرحمٰن الجمحی سے مروی ہے کہ جب عیاض بن غنم کی وفات ہوگئی تو عمر رض بن الخطاب نے سعید بن عامر بن حذیم کو اُن کے عمل کا والی بنایا، حمص اور اس کے قریب شام کے علاقے پر (عامل) تھے، (عمر رض بن الخطاب نے) انھیں ایک فرمان لکھا جس میں اُنھیں اللہ سے ڈرنے کی اور اللہ کے کام میں کوشش کرنے کی اور اُس حق کے ادا کرنے کی جو اُن پر واجب ہے نصیحت کی تھی اور خراج مقرر کرنے اور رعیت کے ساتھ نرمی کرنے کا حکم دیا تھا، سعید بن عامر نے اُن کے فرمان کے طریقے پر اُسے قبول کیا۔

احمد بن عبداللہ بن .....

حجاج بن عِلاط

(سے مروی ہے کہ) ..... ہم لوگ ہرگز اُسے قتل نہ کریں گے تاوقتیکہ ہم اُسے اہل مکہ کے پاس نہ بھیج دیں، راوی نے کہا کہ وہ لوگ مکے پر چلائے اور کہا کہ تمھارے پاس خبر آگئی ہے، میں نے کہا کہ اپنا مال اپنے قرض داروں کے پاس سے جمع کرنے پر تم لوگ میری مدد کرو، میں چاہتا ہوں کہ آؤں اور قبل اس کے کہ اُس مقام پر تجار پہنچیں میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُن کے اصحاب کے مال غنیمت میں سے کچھ حاصل کروں۔

وہ لوگ کھڑے ہوئے اور میرے لیے میرا مال اس سے زیادہ عجلت کے ساتھ جمع کر دیا جتنا میں نے سنا، اپنی بیوی کے پاس آیا جس کے پاس میرا مال تھا، اُس سے کہا کہ میرا مال دے دو، شاید میں خیبر پہنچ جاؤں، اور تجار کے پہنچنے سے پہلے بذریعۂ بیع کچھ حاصل کر لوں۔

عباسؓ بن عبد المطلب نے سنا تو رنج سے اُن کی پیٹھ ٹوٹ گئی اور کھڑے نہ ہو سکے، اُنھوں نے اپنے ایک غلام کو بلایا جس کا نام ابو زبیبہ تھا، اُس سے کہا کہ حجاج کے پاس جاؤ اور کہو کہ عباسؓ تم سے کہتے ہیں کہ تم نے جو خبر دی ہے وہ حق ہے تو اللہ اُس سے بہت بزرگ و برتر ہے، غلام آیا، حجاج نے کہا کہ ابو الفضل سے کہو کہ اپنے کسی مکان میں مجھ سے تنہائی میں ملو کہ میں ظہر کے وقت تمھارے پاس کوئی ایسی خبر لاؤں جو تم پسند کرتے ہو، مجھے ظاہر نہ کرنا۔

وہ ظہر کے وقت اُن کے پاس آئے اور اللہ کی قسم دی کہ تین دن تک ظاہر نہ کریں گے، عباسؓ نے وعدہ کر لیا، اُنھوں نے کہا کہ میں اسلام لے آیا ہوں، میرا مال بیوی کے پاس تھا اور لوگوں پر میرا قرض تھا، اگر انھیں میرا اسلام معلوم ہو جاتا تو مجھے کچھ ادا نہ کرتے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں چھوڑا ہے کہ آپ نے خیبر فتح کر لیا، اُس میں اللہ اور اُس کے رسول کے حصے جاری ہو گئے، میں نے آپ کو اس حالت میں چھوڑا کہ آپ نے حیی بن اخطب کی لڑکی سے شادی کر لی تھی اور بنی ابی الحقیق کو قتل کر دیا تھا۔

حجاج اُس روز شام کو روانہ ہو گئے، مدت گذر جانے کے بعد عباسؓ اس طرح آئے کہ اُن کے بدن پر ایک حُلّہ تھا، عطر لگائے ہوئے تھے، ہاتھ میں ایک لاٹھی تھی، وہ آئے اور حجاج بن علاط کے دروازے پر کھڑے ہو گئے، اُسے کھٹکھٹایا اور پوچھا کہ حجاج کہاں ہیں، اُن کی بیوی نے کہا کہ وہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُن کے اصحابؓ کے مال غنیمت کے لیے گئے ہیں کہ اُس میں سے خریدیں، عباسؓ نے کہا کہ وہ شخص تمھارا شوہر نہیں ہے تاوقتیکہ تم اُس کے دین کی پیروی نہ کرو، وہ اسلام لے آئے اور فتح خیبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر ہوئے۔ ۱۵

عباسؓ مسجد میں واپس آئے، قریش حجاج بن علاط کی خبر بیان کر رہے تھے، عباسؓ نے کہا کہ ہرگز نہیں، قسم ہے اس ذات کی جس کی تم لوگ قسم کھاتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر فتح کر لیا اور آپ کو

اس حالت میں چھوڑا گیا کہ آپ نے حیی بن اخطب کی لڑکی سے شادی کر لی تھی اور ان گورے بھیڑیوں بنی ابی الحقیق کی گردنیں ماردیں جن کو تم نے خیبر و یثرب کے بنی النضیر کا سردار دیکھا ہے، اور حجاج اپنا وہ مال لے کے بھاگ گئے جو ان کی بیوی کے پاس تھا۔

لوگوں نے پوچھا کہ تمھیں یہ خبر کس نے دی، انھوں نے کہا کہ حجاج نے جو میرے دل میں سچے اور میرے سینے میں معتبر ہیں، تم لوگ ان کی بیوی کے پاس بھیجو (اور دریافت کر لو)، ان لوگوں نے بھیجا تو معلوم ہوا کہ حجاج اپنا مال لے گئے اور جو کچھ عباسؓ نے کہا تھا وہ سب ان لوگوں نے سچ پایا، مشرکین رنجیدہ ہوئے اور مسلمان خوش، قریش پانچ دن بھی نہ ٹھیرے تھے کہ ان کے پاس اس کے متعلق خبر آگئی۔

یہ کل محمد بن عمر کی حدیث ہے جو انھوں نے اپنے ان راویوں سے روایت کی ہے جن سے انھوں نے غزوۂ خیبر کو روایت کیا ہے۔

سعید بن عطاء بن ابی مروان نے اپنے باپ دادا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب غزوۂ مکہ کا ارادہ کیا تو آپ نے حجاج بن علاط اور عرباض بن ساریہ السلمی کو (اطراف مدینہ میں) بھیجا کہ وہ لوگوں کو مدینے آنے کا حکم دیں۔

محمد بن عمر نے کہا کہ حجاج بن علاط نے ہجرت کی اور مدینے میں بنی امیہ بن زید میں سکونت اختیار کی، وہاں ایک مکان اور ایک مسجد بنائی جو ان کے نام سے مشہور ہے، وہی ابو نصر بن حجاج تھے، ان کی روایت حدیث بھی ہے۔

عباس بن مرداس

ابن ابی عامر بن حارثہ بن عبد بن عیسیٰ بن رفاعہ بن الحارث بن بُہثہ

بن سُلیم، فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے، اپنی قوم کے نوسو آدمیوں کے ہمراہ گھوڑوں پر نیزوں اور مضبوط زرہوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ فتح مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہیں۔

معاویہ بن جاہمہ بن عباس بن مرداس سے مروی ہے کہ عباس بن مرداس نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اُس وقت قدمبوس ہوا جب آپ وادی المشلل سے اُتر کر مکے جا رہے تھے، ہم لوگ آلات جنگ و اسلحہ کے ساتھ تھے جو ہم پر ظاہر تھے اور گھوڑوں کی باگیں کھینچ رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہم صف بستہ ہو گئے، آپ کے پہلو میں ابوبکرؓ و عمرؓ تھے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے عُیَینہ یہ بنو سُلیم ہیں جو اُس سامان و طیاری کے ساتھ آئے ہیں جو تم بھی دیکھتے ہو، عرض کی، یا رسول اللہ، ان کے پاس آپ کا داعی (بلانے والا) آیا اور میرے پاس نہیں آیا، واللہ، میرے ہم قوم بھی مستعد ہیں، گھوڑوں اور ہتھیاروں کے ساتھ طیار ہیں، وہ لوگ شہسوار، مردان جنگی اور آنکھ کے حلقے میں نیزہ مارنے والے ہیں۔

عباس بن مرداس نے کہا کہ اے شخص بس کر، واللہ تم بھی جانتے ہو کہ ہم لوگ تم سے اور تمہاری قوم سے زیادہ گھوڑوں کی ننگی پیٹھ پر بیٹھنے والے نیزہ مارنے والے اور مشرقی تلواریں چلانے والے ہیں۔

عُیَینہ نے کہا کہ تم نے جھوٹ کہا اور دغا کی، تم نے جو کچھ بیان کیا اُس میں ہم لوگ تم سے بہت بہتر ہیں جس کو تمام عرب جانتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے دونوں کی طرف اشارہ کیا تو خاموش ہو گئے۔

عبدالرحمٰن بن ابی الزناد سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایام خیبر میں) عباس بن مرداس کو ان لوگوں کے برابر دیا جن کی تالیف قلوب منظور تھی، آپ نے انھیں چار اونٹ دیئے تو اشعار میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی:

(۱) کانت نہابا تلا فیتھا — وکرّی علی القوم بالاجرع

جنگ میں جو غنیمت حاصل ہوئی اُسے میں نے حاصل کیا۔ اور

ریگستان میں قوم پر میرے حملے نے (حاصل کیا)۔

(۲) وحثی الجنود لکی یدلجوا اذا ھجع القوم لم اھجع

(اور میرے لشکر کے برانگیختہ کرنے نے (حاصل کیا) تاکہ لوگ رات کے وقت چلیں۔ جس وقت رات کو قوم سوگئی میں نہیں سویا)۔

(۳) فاصبح نہبی ونہب العبید بین عیینۃ والاقرع

(میں نے تاخت وتاراج کرتے ہوئے صبح کی، جو غلام تھے وہ علاقہ عُیینہ واقرع کے درمیان لوٹ رہے تھے)۔

(۴) الا افائل اُعطیتُھا عدید قوائمہ الاربع

(با ایں ہمہ تاخت وتاراج میں نے اپنے لیے کچھ مال غنیمت حاصل نہ کیا، بجز چند خوار وزبوں چوپایوں کے کہ (میرے خلاف مرضی) مجھے دیے گئے)۔

(۵) وما کان بدر ولا حابس یفوقان مرداس فی المجمع

(معرکے میں مرداس پر نہ بدر کو فوقیت تھی نہ حابس کو)

(۶) وقد کنت فی الحرب ذا تُدْرَاُ فلم اُعط شیئاً ولم امنع

(اور میں جنگ میں قوت ومدافعت والا ہوں۔ نہ مجھے کچھ دیا گیا اور نہ مجھ سے روکا گیا)۔

(۷) وما کنت دون امرئٍ منھما ومن تضع الیوم لا یرفع

(اور میں اُن دونوں آدمیوں (بدر وحابس) سے کم نہ تھا۔ اور

جو آج گرا دیا گیا وہ اُٹھ نہیں سکتا)۔
ابوبکرؓ نے اُن کے اشعار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچائے،
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس سے کہا کہ تم نے اپنے اس شعر پر غور کیا ہے:

اصبح نهبی ونهب العبید بین الاقرع وعیینة

ابوبکرؓ نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یا رسولؐ اللہ
یہ شعر اس طرح نہیں ہے، فرمایا، پھر کیوں کر ہے، ابوبکرؓ نے اُسے اُسی طرح پڑھا
جس طرح عباس نے کہا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا برابر ہے، میں نے
الاقرع سے شروع کیا یا عیینہ سے، تمھیں مضر نہیں۔
ابوبکرؓ نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، آپ نہ شاعر
ہیں، نہ شعر کے روایت کرنے والے اور نہ یہ آپ کے لیے مناسب ہے،
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُن کی زبان کاٹ دو، لوگ
گھبرائے اور کہا کہ عباس کے متعلق مثلہ کرنے (اعضاء کاٹنے) کا حکم دیا گیا
ہے، آنحضرتؐ نے انھیں سو اونٹ دیے اور کہا جاتا ہے کہ پچاس اونٹ دیے۔
عروہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
ایام خیبر میں ابوسفیان اور عیینہ اور الاقرع بن حابس کو جو دیا وہ دیا تو
عباس بن مرداس نے (اشعار ذیل بطور شکایت) کہے:

(۱) اتجعل نهبی ونهب العبید بین عیینة والاقرع

(کیا آپ میرے تاخت وتاراج کو اُن غلاموں کے برابر قرار
دیں گے جو عُیینہ واَقرع کے درمیان لوٹ مار مچائے تھے)۔

(۲) وقد کنت فی القوم ذا ثروة فلم اعط شیئا ولم امنع

(میں اپنی جماعت میں صاحب ثروت تھا، نہ مجھے کچھ ملا نہ کسی
شے کو لینا چاہا تو اُس سے باز رکھا گیا)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ضرور ضرور تمہاری زبان کاٹوں گا، اور بلال رضؓ سے (خفیہ طور پر) فرمایا کہ جب میں تمھیں یہ حکم دوں کہ اُن کی زبان کاٹ دو تو تم اُنھیں حُلہ (جوڑا) دینا، فرمایا، اے بلال انھیں لے جاؤ اور اُن کی زبان کاٹ دو۔

بلال رضؓ نے اُن کا ہاتھ پکڑ لیا کہ لے جائیں، عرض کی، یا رسول اللہ، کیا میری زبان کاٹی جائے گی، اے گروہ مہاجرین، کیا میری زبان کاٹی جائے گی، اے گروہ مہاجرین، (فریاد) کیا میری زبان کاٹی جائے گی، بلال رضؓ انھیں گھسیٹ رہے تھے، جب انھوں نے بہت فریاد کی تو بلال رضؓ نے کہا کہ مجھے آپ نے یہ حکم دیا ہے کہ تمھیں حُلہ پہناؤں جس سے تمھاری زبان کاٹ دوں، وہ انھیں لے گئے اور حُلہ دے دیا۔

محمد بن عمر نے کہا کہ عباس بن مرداس نے نہ مکے میں سکونت کی نہ مدینے میں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب جہاد کرتے اور اپنی قوم کے شہروں میں واپس چلے جاتے، وادی بصرہ میں اُترتے اور بصرے میں بہت آتے تھے، بصریوں نے اُن سے روایت کی ہے اُن کی پس ماندہ اولاد بادیہ بصرہ میں تھی، ایک جماعت بصرے میں آگئی تھی۔

جاہمہ بن العباس بن مرداس

اسلام لائے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی اور آپ سے احادیث روایت کیں۔

معاویہ بن جاہمہ السُلمی سے مروی ہے کہ جاہمہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کی، یا رسول اللہ، میں چاہتا ہوں کہ جہاد کروں، آپ کے پاس آپ سے مشورہ کرنے آیا ہوں، فرمایا، تمھاری ماں (زندہ) ہیں،

عرض کی، جی ہاں، فرمایا کہ انھیں کے ساتھ رہو، کیوں کہ جنت اُن کے قدم کے نیچے ہے، پھر دوبارہ وسہ بارہ مختلف مجالس میں اسی کلام کے مثل (آپ نے فرمایا)۔

یزید بن الاخنس بن حبیب

ابن جُرّہ بن زغب بن مالک بن خفاف بن امرئ القیس بن بہثہ بن سُلیم، وہ اُن معن بن یزید السلمی کے والد ہیں جن سے ابوالجویریہ نے روایت کی ہے۔

انھوں نے کہا کہ میں نے اور میرے باپ دادا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی، میں نے آپ سے شکایت کی تو آپ نے مجھے کامیاب کر دیا، فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن چار جھنڈوں میں سے ایک جھنڈا یزید بن الاخنس کے لیے باندھا جو آپ نے بنی سُلیم کے لیے باندھے تھے، اُس کے بعد یزید اور اُن کی اولاد کوفے میں رہی، معن بن یزید جنگ مرج راہط میں (جو ملک شام میں ایک مقام ہے) حاضر تھے۔

ضحاک بن سفیان بن الحارث

۱۸ ابن زائدہ بن عبداللہ بن حبیب بن مالک بن خفاف بن امرئ القیس بن بہثہ بن سُلیم، اسلام لائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی، فتح مکہ کے دن آپ نے اُن کے لیے جھنڈا باندھا۔

عقبہ بن فرقد

فرقد، یربوع بن حبیب بن مالک بن اسعد بن رفاعہ بن ربیعہ بن رفاعہ بن الحارث بن بہثہ بن سُلیم تھے، کوفے کے شریف تھے، اُن لوگوں کو الفرافدہ کہا جاتا تھا۔

خُفاف بن عمیر بن الحارث

ابن الشرید، اُن کا نام عمرو بن رَباح بن یقظہ بن عُصَیَّہ بن خفاف بن امرئ القیس بن بہثہ بن سُلیم تھا، شاعر تھے اور وہی شخص ہیں جن کو خفاف بن نُدبہ کہا جاتا ہے، ندبہ اُن کی والدہ تھیں جن کے نام سے وہ مشہور ہوگئے، (ندبہ) الشیطان بن قنان کی بیٹی تھیں اور بنی حارث بن کعب میں سے قیدی تھیں، کہا جاتا ہے کہ نُدبہ سوداء کی لونڈی تھیں۔

خُفاف فتح مکے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب حاضر تھے اور بنی سُلیم کا دوسرا جھنڈا اُن کے پاس تھا۔

ابن ابی العوجاء السُلمی

زہری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی الحجہ ۷ھ میں ابن ابی العوجاء السلمی کو پچاس آدمیوں کے ہمراہ بطور سریہ بنی سُلیم کی جانب بھیجا، قوم اُن لوگوں پر غالب آگئی اور شدید قتال کیا، اکثر

مسلمان شہید ہو گئے، اُن کے ساتھی ابن ابی العوجاء کو بھی مقتولین کے ساتھ زخم لگے، بہ مشکل روانہ ہوئے اور مدینے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یکم صفر ۸ھ کو پہنچے۔

وردین خالد بن حذیفہ

ابن عمرو بن خلف بن مازن بن مالک بن ثعلبہ بن بہثہ بن سلیم، اسلام لائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی، فتح مکے کے دن آپ کے (لشکر کے) میمنہ پر تھے۔

19

ہوذہ بن الحارث بن عجرہ

ابن عبد اللہ بن یقظہ بن عصیہ بن خفاف بن امرئ القیس بن بہثہ ابن سلیم، اسلام لائے اور فتح مکے میں حاضر ہوئے، یہ وہی شخص ہیں جنھوں نے اپنے چچا زاد بھائی سے جھنڈے کے بارے میں جھگڑا کیا اور عمر بن الخطاب کو کہتے تھے:

نقل دار هذا الامر فی غیر اهله فابصر ولی الامر این تریدُ

(یہ امر یعنی جھنڈے کا معاملہ) اُس شخص میں گھوما جو اُس کا اہل نہ تھا۔ لہٰذا اے والیِ امر دیکھو کہ تم کہاں کا قصد کرتے ہو)۔

عرباض بن ساریۃ السلمی

کنیت ابو نجیح تھی۔

حبیب بن عبید سے مروی ہے کہ عرباض بن ساریہ نے کہا کہ کاش لوگ یہ نہ کہتے کہ ابو نجیح (یعنے خود العرباض بن ساریہ) نے کیا، ابو نجیح نے کیا۔

ابو حصین السلمی

جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ ابو حصین السلمی اُن لوگوں کی کان میں سے سونا لائے اور اس سے انھوں نے وہ قرض ادا کیا جو اُن پر تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی طرف سے برداشت کر لیا تھا اُن کے پاس کبوتر کے انڈے کے برابر سونا بچ گیا تو اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور عرض کی، یارسول اللہ اسے وہاں خرچ کیجیے جہاں اللہ آپ کو بتائے یا جہاں آپ کی رائے ہو۔ وہ آپ کے پاس داہنی جانب سے آئے تو آپ نے مُنہ پھیر لیا، بائیں جانب سے آئے تو منہ پھیر لیا، بعدہٗ آپ کے سامنے سے آئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر جُھکا لیا۔

جب انھوں نے آپ کے پاس (آنے میں) کثرت کی تو آپ نے وہ سونا اُن کے ہاتھ سے لے لیا، اور اسی سے انھیں مارا کہ اگر لگ جاتا تو ضرور زخمی ہو جاتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تم میں سے ایک شخص اپنے مال کا قصد کرتا ہے، اُسے خیرات کرتا ہے، اس کے بعد بیٹھ کر لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتا ہے، صدقہ تو صرف مالدار کی طرف سے ہے اور (صدقہ دو تو) اپنے عیال سے شروع کرو۔

بنی اشجع بن ریث بن غطفان بن سعد بن قیس عیلان بن مضر

نعیم بن مسعود بن عامر

ابن انیف بن ثعلبہ بن قنفذ بن حلاوہ بن سبیع بن بکر بن اشجع۔

عبداللہ بن عاصم الاشجعی نے اپنے والد سے روایت کی کہ نعیم بن مسعود نے کہا کہ میں بنی قریظہ میں کعب بن اسد کے پاس آتا بہت دنوں تک اُن کے پاس ٹھیر کر اُنھیں کا پانی پیتا اور کھانا کھاتا، وہ لوگ کھجوریں میری سواری پر لاد دیتے، میں اپنے متعلقین کے پاس لے آتا۔

جب احزاب (مختلف گروہ مشرکین) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب روانہ ہوئے تو میں بھی اپنی قوم کے ساتھ چلا، میں اپنے اُسی دین پر تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مجھ سے واقف تھے، پھر اللہ نے میرے قلب میں اسلام ڈال دیا، میں نے اُسے اپنی قوم سے پوشیدہ رکھا۔

ایک دن میں روانہ ہوا، مغرب وعشاء کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، آنحضرتؐ نماز میں مشغول تھے، مجھے دیکھا تو بیٹھ گئے اور فرمایا کہ اے نُعیم تمھیں کیا چیز لائی، عرض کی، میں آپ کی تصدیق کرنے آیا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ آپ جو کچھ لائے ہیں وہ حق ہے، یا رسولؐ اللہ آپ جو چاہیں مجھے حکم دیں، فرمایا کہ جہاں تک تم ان مشرکین کے گروہ کو ہم سے دفع کر سکتے ہو کرو، عرض کی، یا رسولؐ اللہ، میں بات بناؤں گا، فرمایا کہ جو تمھیں مناسب معلوم ہو بات بناؤ، تمھارے لیے حلال ہے۔

میں بنی قریظہ کے پاس گیا اور کہا کہ مجھے ظاہر نہ کرنا، مجھے ظاہر نہ کرنا، اُن لوگوں نے کہا کہ ہم (عمل) کریں گے، میں نے کہا کہ قریش اور غطفان نے محمد علیہ السلام کے مقابلے سے واپس جانے کا فیصلہ کر لیا ہے، اگر وہ لوگ (حملے وغیرہ کی) فرصت پا گئے تو اُسے مال غنیمت سمجھیں گے ورنہ اپنے اپنے شہروں کو چلے جائیں گے، لہٰذا تم لوگ اُن کی ہمراہی میں قتال نہ کرنا وقتیکہ اُن سے ضمانت نہ لے لو، لوگوں نے کہا کہ تم نے ہمیں عقل کا اور ہمارے ساتھ خیر خواہی کا مشورہ دیا۔

نُعیم، سفیان بن حرب کے پاس آئے اور کہا کہ میں تمھارے پاس خیر خواہی لایا ہوں لہٰذا مجھے ظاہر نہ کرنا، اُس نے کہا کہ میں (عمل) کروں گا،

انھوں نے کہا، تم جانتے ہو کہ قریظہ نے جو کچھ اپنے اور محمد علیہ السلام کے درمیان کیا ہے اس پر نادم ہیں اور اس کی اصلاح اور اس سے واپس ہونا چاہتے ہیں، میرے سامنے انھوں نے آپ کے پاس کہلایا کہ ہم لوگ قریش اور غطفان کے ستر اشراف لے کے آپ کے سپرد کردیں گے تاکہ آپ ان کی گردن ماردیں، ہم لوگ قریش اور غطفان کے مقابلے پر آپ کے ساتھ ہوں گے اور انھیں آپ کے مقابلے سے واپس کردیں گے، آپ ہمارے اس بازو کو جس کو آپ نے ان لوگوں کے شہروں کی طرف توڑ دیا یعنے بنی النضیر کو واپس کردیں گے، اس لیے اگر وہ لوگ تم سے ضمانت منگا بھیجیں تو کسی کو ان کے حوالے نہ کرنا اور ان سے ڈرنا۔

نعیم غطفان کے پاس آئے، ان سے بھی وہی کہا جو قریش سے کہا تھا، وہ انھیں میں کے ایک فرد تھے اس لیے ان لوگوں نے ان کی تصدیق کی۔

بنی قریظہ نے قریش سے کہلا بھیجا کہ واللہ ہم لوگ تمھارے ہمراہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے قتال نہ کریں گے تاوقتیکہ ہمیں اپنے میں سے ضمانت نہ دو جو ہمارے پاس رہیں، کیوں کہ ہمیں اندیشہ ہے کہ تم لوگ بھاگ جاؤ گے اور ہمیں اور محمدؐ کو چھوڑ جاؤ گے، ابوسفیان نے کہا کہ یہ وہی بات ہے جو نعیم نے کہی تھی، ان لوگوں نے بنی غطفان کے پاس بھی اسی طرح کہلا بھیجا جس طرح قریش کے پاس کہلا بھیجا تھا اور ان سے بھی اسی طرح کہا۔ غطفان و قریش نے کہا کہ واللہ ہم لوگ تم کو کوئی ضمانت نہیں دیں گے، البتہ تم نکلو اور ہماری ہمراہی میں قتال کرو۔

یہود (بنی قریظہ) نے کہا کہ ہم لوگ توریت کی قسم کھاتے ہیں کہ وہ خبر جو نعیم نے بیان کی سچ ہے، قریش و غطفان بھی کہنے لگے کہ خبر وہی (درست) ہے جو نعیم نے بیان کی، یہ لوگ ان لوگوں کی مدد سے اور وہ لوگ ان لوگوں کی مدد سے مایوس ہوگئے، ان کا کام

مختلف ہوگیا اور سب جدا جدا ہوگئے۔

نعیم کہا کرتے تھے کہ میں نے احزاب (مختلف گروہ کفار) کے درمیان ترک جنگ کی تدبیر کی، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ لوگ ہر طرح سے منفرق ہوگئے اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز پر آپ کا امین ہوں، اس کے بعد وہ صحیح الاسلام رہے۔

محمد بن عمر نے کہا کہ اس کے بعد نعیم بن مسعود نے ہجرت کی اور مدینے میں سکونت اختیار کی، اُن کی اولاد بھی وہیں تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کرتے تو وہ آپ کے ہمرکاب رہتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب روانگی تبوک کا قصد فرمایا تو اُنھیں اُن کی قوم کے پاس بھیجا کہ دشمن کے جہاد کے لیے اُن سے چلنے کو کہیں۔

سعید بن عطاء بن ابی مروان نے اپنے باپ دادا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نُعیم بن مسعود و معقل بن سنان کو قبیلۂ اشجع کی جانب بھیج کر اُن لوگوں کو غزوۂ مکہ کے لیے مدینہ حاضر ہونے کا حکم دیا تھا۔

خلف بن خلیفہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ جس وقت نُعیم ابن مسعود کی وفات ہوئی (تو اُن کے مُنھ میں کیلیں تھیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مُنھ سے نعیم بن مسعود کی کیلیں نکالیں۔

محمد بن عمر نے کہا کہ یہ حدیث وہم ہے، نعیم بن مسعود کی وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نہیں ہوئی، وہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے زمانے تک زندہ رہے۔

مسعود بن رُخَیلہ بن عائذ

ابن مالک بن حبیب بن نبیح بن ثعلبہ بن قنفذ بن خلاوہ بن مسعود

ابن بکر بن اشجع، یوم احزاب (غزوۂ خندق) میں قبیلۂ اشجع کے سردار تھے جو مشرکین کے ساتھ تھے، اس کے بعد وہ اسلام لے آئے، اُن کا اسلام بہت اچھا تھا۔

حُسیل بن نُویرۃ الاشجعی

غزوۂ خیبر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رہبر تھے، یہ وہی شخص ہیں کہ الجناب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو خبر دی کہ غطفان کی ایک جماعت الجناب میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس وقت بشر بن سعد کو بطور سریہ الجناب بھیجا، ہمراہ تین سو مسلمان تھے، ان لوگوں نے برکت وخیریت کے ساتھ مقابلہ کیا۔

عبداللہ بن نُعیم الاشجعی

غزوۂ خیبر میں حُسیل بن نویرہ کے ساتھ یہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رہبر تھے۔

عوف بن مالک الاشجعی

ابوسنان نے اپنے بعض اصحاب سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالدرداء اور عوف بن مالک الاشجعی کے درمیان عقد مواخاۃ کیا۔

محمد بن عمر نے کہا کہ عوف بن مالک مسلمان ہو کر خیبر میں حاضر ہوئے،

فتح مکہ کے دن اشجع کا جھنڈا عوف بن مالک کے پاس تھا۔
مکحول سے مروی ہے کہ عوف بن مالک الاشجعی سونے کی انگوٹھی پہنے ہوئے عمرؓ بن الخطاب کے پاس آئے تو عمرؓ نے اُن کے ہاتھ پر مارا اور کہا کہ کیا تم سونا پہنتے ہو، انھوں نے اُسے پھینک دی، عمرؓ نے کہا کہ ہمیں نے تمھیں تکلیف دی اور تمھاری انگوٹھی ضائع کر دی، دوسرے دن لوہے کی انگوٹھی پہنے ہوئے آئے تو کہا، یہ اہل دوزخ کا زیور ہے، تیسرے دن چاندی کی انگوٹھی پہنے ہوئے آئے تو وہ اُن سے خاموش رہے۔

جاریہ بن حُمیل بن نُشبَہ

ابن قرط بن مُرّہ بن نصر بن دُہمان بن بصار بن سبیع بن بکر بن اشجع، زمانۂ قدیم میں اسلام لائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی۔
ہشام بن محمد بن السائب الکلبی نے اپنے والد سے بیان کیا کہ جاریہ بن حمیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب بدر میں شریک تھے، یہ بات اُن کے سوا علماء میں سے کسی نے نہیں بیان کی اور نہ یہ ہمارے نزدیک ثابت ہے۔

عامر بن الاضبط الاشجعی

عبدالرحمن بن عبداللہ بن ابی حدرد الاسلمی نے اپنے والد سے روایت کی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ابو قتادہ الانصاری کے ساتھ بطن اضم روانہ کیا تو عامر بن الاضبط الاشجعی ہمارے پاس سے گذرے اور ہمیں اسلامی طریقے سے سلام کیا، ہم لوگ تو

اُن سے باز رہے لیکن محلم بن جثامہ نے جو ہمارے ساتھ تھے، حملہ کر کے انھیں قتل کر دیا اور اُن کا اونٹ اور اسباب اور دودھ کا برتن چھین لیا۔

ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہمارے بارے میں قرآن نازل ہوا "یا ایھا الذین آمنوا اذا ضربتم فی سبیل اللہ فتبینوا ولا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مومنا۔ الی آخر الایۃ (اے ایمان والو جب تم اللہ کی راہ میں سفر کرو تو ہوشیار رہا کرو۔ اور جو شخص تمھیں سلام کرے اُسے یہ نہ کہو کہ تم مومن نہیں ہو۔ آخر آیت تک)۔

محمد بن عمر کہتے ہیں کہ ہم نے محلم بن جثامہ کا قصہ سُنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عامر بن الاضبط کے بدلے انھیں مقید کرنے کا ارادہ فرمایا تھا، عیینہ بن بدر اور اقرع بن حابس کی حنین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کی گفتگو کا واقعہ بھی سُنا تھا اور اس کے بعد یہ بھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خوں بہا میں پچاس اونٹ فوراً ادا کرنا مناسب سمجھا اور پچاس اونٹ اُس وقت کہ جب ہم لوگ مدینہ واپس ہوں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محلم بن جثامہ کے قصے میں برابر اُس قوم کا ساتھ دیتے رہے یہاں تک کہ اُن لوگوں نے خوں بہا کو قبول کیا۔

معقل بن سنان بن مظہر

ابن عرکی بن فتیان بن سُبیع بن بکر بن اشجع، یوم الفتح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے اور یوم الحرہ تک زندہ رہے۔

عبدالرحمن بن عثمان بن زیاد الاشجعی نے اپنے والد سے روایت کی کہ معقل بن سنان نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی اور فتح مکہ میں اپنی قوم کا جھنڈا لیے تھے، وہ خوش مزاج جوان تھے اور اس کے بعد بھی

زندہ رہے، انھیں ولید بن عتبہ بن ابی سفیان نے، جو مدینے کی امارت پر تھا، یزید بن معاویہ کی بیعت کے لیے بھیجا۔

معقل بن سنان اہل مدینے کے ایک وفد کے ساتھ شام آئے، وہ اور مسلم بن عقبہ جس کا عرف مسرف تھا یکجا ہوئے، معقل بن سنان نے مسرف سے، جس نے انھیں مانوس کر لیا تھا، یہاں تک باتیں کیں کہ یزید بن معاویہ بن ابی سفیان کا ذکر کیا اور کہا کہ میں بہ مجبوری اس شخص کی بیعت کے لیے نکلا ہوں، میرا اس کی طرف روانہ ہونا بھی مقدرات میں سے تھا جو ایسا آدمی ہے کہ شراب پیتا ہے اور محرمات سے نکاح کرتا ہے۔

معقل نے یزید کو برا کہا اور برابر برا کہتے رہے، پھر مسرف سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ یہ باتیں تمھیں تک رہیں، مسرف نے کہا کہ میں آج تو اس کو امیر المومنین سے بیان نہ کروں گا، لیکن اللہ کے لیے مجھ پر یہ عہد و میثاق ہے کہ میرے ہاتھوں کو جب تم پر قابو ہوگا اور مجھے تم پر مقدرت ہوگی تو میں اس امر میں کہ جس میں تم ہو تمھاری آنکھیں پھوڑ دوں گا۔

مسرف مدینہ آیا تو اس نے جنگ حرہ میں جس روز معقل مہاجرین کے سردار تھے اہل مدینہ پر حملہ کیا، معقل کو گرفتار کر کے اس کے پاس لایا گیا، اس نے کہا کہ اے معقل بن سنان، کیا تم پیاسے ہو؟ انھوں نے کہا، ہاں، اللہ امیر کی اصلاح کرے، اس نے کہا کہ ان کے لیے بادام کا شربت بناؤ، لوگوں نے شربت بنایا، انھوں نے پیا تو مسرف نے ان سے پوچھا کہ تم نے پی لیا اور سیراب ہو گئے، انھوں نے کہا کہ، ہاں۔

مسرف، مفرج کی طرف مخاطب ہوا اور کہا کہ مجھے اس (شربت) سے ذلیل نہ کر، اٹھ اور معقل کی گردن مار دے، پھر اس نے کہا کہ تو بیٹھ جا، نوفل بن مساحق سے کہا کہ تو کھڑا ہو اور ان کی گردن مار دے، وہ اٹھ کر ان کے پاس گیا اور گردن مار دی۔

مسرف معقل کی لاش کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ واللہ اس

۲۴

کلام کے بعد جو میں نے تم سے سُنا تھا، میں تمھیں چھوڑنے والا نہ تھا، تم نے اپنے امام (یزید) پر طعنہ زنی کی تھی (کہ اُسے شراب خوار و زانی کہہ دیا تھا) اُس نے اُنھیں جراءت کے ساتھ قتل کر دیا، واقعۂ حرّہ ذی الحجہ ۶۳ھ میں ہوا تھا، شاعر نے کہا کہ:

الا تلکم الانصار تنعی سراتھا واشجع تنعی معقل بن سنان

(آگاہ ہو کہ تم انصار کی جماعت اپنی جماعت کی خبر مرگ دیتے ہو۔ اور اشجع، معقل بن سنان کی خبر مرگ دیتے ہیں)

ابو ثعلبۃ الاشجعی

ابی ثعلبۃ الاشجعی سے مروی ہے کہ میں نے کہا کہ یا رسول اللہ اسلام میں میرے دو بچے مرے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے اسلام میں دو بچے مریں گے تو اللہ تعالیٰ اُن دونوں پر اپنی کمال رحمت کی وجہ سے اُس شخص کو بھی جنت میں داخل کرے گا۔

ابو مالک الاشجعی

ابی مالک الاشجعی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑی خیانت ایک گز زمین کی ہے کہ تم دو شخصوں کو پاؤ جو دونوں زمین یا مکان میں ہمسایہ ہوں، اُن میں سے ایک شخص اپنے بھائی کے حصے میں سے ایک گز زمین لے لے تو قیامت کے دن اُس کے گلے میں ساتوں زمینوں کا طوق ڈالا جائے گا۔

ثقیف کی شاخ قسی بن منبہ بن بکر ابن ہوازن بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس ابن عیلان بن مضر

مغیرۃ بن شعبہ بن ابی عامر

ابن مسعود بن مُعتِّب بن مالک بن کعب بن عمرو بن سعد بن عوف ابن ثقیف، اُن کی والدہ اسماء بنت الافقم بن ابی عمرو ظویلم بن جعیل بن عمرو بن دہمان بن نصر تھیں، مغیرہ بن شعبہ کی کنیت ابو عبداللہ تھی، انھیں مغیرۃ الرائی (رائے کو برانگیختہ کرنے والا) کہا جاتا تھا، وہ ایسے عاقل تھے کہ جب دو باتیں اُن کے دل میں کھٹکتی تھیں تو ضرور کسی ایک میں راہ پا لیتے تھے۔

۲۵ محمد بن یعقوب بن عتبہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ مغیرہ بن شعبہ نے کہا کہ ہم لوگ عرب کی وہ قوم تھے جو اپنے دین کو مضبوط پکڑے تھے، ہم لوگ لات (بُت) کے خدّام تھے، اپنے متعلق میری رائے یہ تھی کہ اگر میں اپنی قوم کو دیکھوں کہ وہ اسلام لے آئے تو میں اُن کی پیروی نہ کروں گا۔

بنی مالک کے ایک گروہ نے مقوقس (بادشاہ مصر) کے پاس (بطور وفد) جانے کا ارادہ کیا، انھوں نے اُس کے لیے ہدایا و تحائف جمع کیے، میں نے بھی ان لوگوں کے ساتھ جانے پر اتفاق کیا اور اپنے چچا عروہ ابن مسعود سے مشورہ کیا، انھوں نے مجھے منع کیا اور کہا کہ تمھارے ساتھ

تمہارے والد کی اولاد میں سے کوئی نہیں، لیکن میں نے سوائے روانگی کے انکار کیا۔

میں اُن لوگوں کے ساتھ روانہ ہو گیا، اُن کے حلیفوں میں سوائے میرے کوئی نہ تھا، ہم لوگ اسکندریہ میں داخل ہوئے، مقوقس دریا پر ایک سایہ دار مجلس میں تھا، ہم کشتی میں سوار ہو کر اُس کی مجلس کے سامنے گئے۔

اُس نے میری طرف دیکھا اور مجھ سے اندیشہ کیا، ایک شخص کو حکم دیا کہ دریافت کرے کہ میں کون ہوں اور کیا چاہتا ہوں، اُس شخص نے مجھ سے دریافت کیا تو میں نے اُسے اپنا کام اور اُس کے پاس اپنا آنا بتایا، ہمارے متعلق حکم دیا کہ کنیسہ میں اتارے جائیں اور ہماری مہمانداری کی جائے۔

اُس نے انہیں بلایا تو اُس کے پاس گئے، بنی مالک کے رئیس کی طرف دیکھا، اُسے اپنے قریب کیا اور اپنے پاس بٹھایا، دریافت کیا کہ کیا ساری قوم بنی مالک میں سے ہے، اُس نے کہا کہ ہاں، سوائے ایک شخص کے جو حلیفوں میں سے ہے، اُس نے میرا تعارف کرایا، میں اُس کے نزدیک قوم بھر میں سب سے ذلیل تھا۔

اُن لوگوں نے اپنے ہدایا اُس کے آگے رکھے، وہ خوش ہوا اور اُن کے لینے کا حکم دیا، لوگوں کے لیے انعامات کا حکم دیا جس میں بعض کو بعض پر فضیلت دی، میرے ساتھ بخل کیا، مجھے اس قدر قلیل شے دی جو قابل ذکر نہیں۔

ہم لوگ روانہ ہوئے، بنی مالک اپنے متعلقین کے لیے ہدایا خریدنے لگے، وہ لوگ مسرور تھے، کسی نے بھی میرے ساتھ کوئی ہمدردی نہ کی۔

وہ لوگ روانہ ہوئے، اپنے ساتھ شراب لے لی تھی، وہ بھی پیتے تھے اور میں بھی اُن کے ساتھ پیتا تھا۔

میرا دل انکار کرتا تھا اور کسی طرح راضی نہ ہوتا تھا، لوگ بادشاہ کے عطا کردہ تحفے و ہدایا لیے ہوئے طائف جا رہے تھے اور اُس نے میرے ساتھ جو بخل کیا اور میری توہین کی اُس کی خبر میری قوم کو

دے رہے تھے، میں نے اُن لوگوں کے قتل کا عزم کر لیا۔
میں بُساق میں مریض بن گیا، سر میں پٹی باندھ لی، لوگوں نے پوچھا کہ تمھیں کیا ہوا، میں نے کہا کہ درد سر ہے، اُنھوں نے اپنی شراب رکھی اور مجھے بلایا تو میں نے کہا کہ میرے سر میں درد ہے لیکن میں بیٹھوں گا اور تم لوگوں کو پلاؤں گا، اُن لوگوں نے انکار نہ کیا، میں بیٹھ کر اُنھیں پلانے لگا، پیالے پر پیالہ پلاتا تھا۔

جب دور چلا تو اور شراب کی خواہش ہوئی، میں خالص شراب دینے لگا، لوگ پی رہے تھے اور جانتے نہ تھے، شراب نے اُنھیں بدہوش کر دیا اور اس طرح سوگئے کہ عقل جاتی رہی میں نے حملہ کرکے سب کو قتل کر دیا اور جو کچھ اُن کے پاس تھا لے لیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ کو اپنے اصحاب کے ساتھ مسجد میں بیٹھا ہوا پایا، میں سفری لباس میں تھا، آپ کو اسلامی سلام کیا تو آپ نے ابوبکر بن ابی قحافہ کی طرف دیکھا جو مجھے پہچانتے تھے، فرمایا، میرے بھائی عروہ کے بیٹے ہو، عرض کی، جی ہاں، میں آیا ہوں کہ شہادت دوں، لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب تعریفیں اُسی اللہ کے لیے ہیں جس نے تمھیں اسلام کے لیے ہدایت کی، ابوبکر نے کہا کہ کیا تم لوگ مصر سے آئے ہو؟ میں نے کہا ہاں، پوچھا کہ وہ مالکی کہاں گئے جو تمھارے ساتھ تھے۔ ۲۶

میں نے کہا کہ میرے اور اُن کے درمیان بعض وہ امور ہو گئے جو عرب کے درمیان ہوتے ہیں، ہم لوگ دین شرک پر تھے، میں نے اُنھیں قتل کرکے سامان لے لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا ہوں کہ آپ خمس لے لیں یا جو رائے آپ کی ہو، یہ تو مشرکین کی غنیمت ہے، اور میں مسلم ہوں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھارا اسلام تو میں نے

قبول کر لیا لیکن اُن لوگوں کے مال میں سے کچھ نہ لوں گا اور نہ اُس کا خمس لوں گا، اس لیے کہ یہ بدعہدی ہے اور بدعہدی میں کوئی خیر نہیں۔

مجھے قریب و بعید کے اندیشے دامنگیر ہوگئے، عرض کی، یارسول اللہ میں نے تو اس حالت میں اُنھیں قتل کیا کہ اپنی قوم کے دین پر تھا، جب آپ کے پاس آیا تو اسلام لایا، فرمایا کہ اسلام اپنے ماقبل کے گناہ مٹا دیتا ہے، انھوں نے کہا کہ اُن لوگوں میں سے قتل کئے گئے.......

عمران بن الحصین

عمران بن الحصین سے مروی ہے کہ جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہے اس وقت سے میں نے اپنا خاص عضو اُس ہاتھ سے نہیں چھوا۔

حکم بن الاعرج سے مروی ہے کہ عبید اللہ بن زیاد نے عمران بن الحصین کو قاضی بنایا، دو شخصوں نے اُن کے پاس اپنا مقدمہ پیش کیا جن میں سے ایک کے خلاف شہادت قایم ہوگئی اور انھوں نے اُس کے خلاف فیصلہ کر دیا، اُس شخص نے کہا کہ آپ نے بغیر غور کئے میرے خلاف فیصلہ کر دیا، واللہ یہ فیصلہ باطل ہے، اُنھوں نے کہا کہ اللہ وہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اُٹھے اور عبید اللہ بن زیاد کے پاس گئے، اُس سے کہا کہ مجھے عہدۂ قضاء سے معزول کر دو، اُس نے کہا، اے ابو نجید، ذرا ٹھیرو، اُنھوں نے کہا، نہیں، قسم ہے اُس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں جب تک اللہ کی عبادت کروں گا دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ نہ کروں گا۔

محمد بن سیرین سے مروی ہے کہ بصرے سے اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ایک بھی ایسا نہیں آیا جسے عمران بن الحصین پر فضیلت

دی جاتی۔

مُطَرِّف سے مروی ہے کہ میں عمران بن حصین کے ساتھ کوفے سے بصرہ روانہ ہوا، کوئی دن ایسا نہیں آیا کہ وہ ہمیں ایک شعر نہ سُناتے ہوں اور کہتے تھے کہ تمھارے لیے ان کلمات میں کذب سے بچنے کا راستہ ہے۔

۲۷

قتادہ سے مروی ہے کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ عمران بن حصین نے کہا مجھے پسند تھا کہ وہ راکھ ہوتا جسے ہوائیں اُڑاتی ہیں۔

حُجَیر بن الربیع سے مروی ہے کہ عمران بن حصین نے انھیں بنی عدی کے پاس بھیجا اور کہا کہ تم اُن سب کے پاس جاؤ جو مسجد میں ہوں، یہ عصر کا وقت تھا، پھر تم کھڑے ہو جانا۔

حُجَیر کھڑے ہو گئے اور کہا کہ مجھے تمھارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی عمران بن حصین نے بھیجا ہے جو تمھیں اسلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے ہیں اور خبر دیتے ہیں کہ میں تم لوگوں کا خیر خواہ ہوں، وہ اُس اللہ کی قسم کھاتے ہیں جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ انھیں ایک ایسا نکٹا حبشی غلام ہونا، جسے پہاڑ کی چوٹی پر دودھ والی بھیڑیں چراتے چراتے موت آجاتی ہے، اس سے زیادہ پسند ہے کہ وہ کسی ایک فریق پر بھی تیر اندازی کریں خواہ وہ صحیح راستے پر ہو یا غلط راستے پر، لہٰذا تم لوگ بھی، میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں، باز رہو۔

قوم نے اپنے سر اُٹھائے اور کہا کہ اے غلام، اپنی طرف سے ہمیں چھوڑ دے، واللہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے میل کچیل کو بھی کسی شے کے عوض کبھی نہ چھوڑیں گے، وہ لوگ یوم الجمل میں صبح کو گئے، واللہ بشر کثیر اُس روز عائشہؓ کے گرد مقتول ہوئے جن میں ستر حافظ قرآن تھے اور جو حافظ قرآن نہ تھے اس سے بھی بہت تھے۔

ابی قتادہ سے مروی ہے کہ مجھ سے عمران بن حصین نے کہا کہ تم اپنی مسجد ہی میں رہو، میں نے کہا کہ اگر لوگ میرے پاس گھس آئیں تو انھوں نے کہا کہ پھر اپنے گھر میں رہو، پوچھا، اگر لوگ میرے گھر میں بھی گھس آئیں، عمران بن حصین نے کہا کہ اگر کوئی شخص میرے پاس میرے گھر میں گھس آئے اور

وہ میری جان و مال کا خواہاں ہو تو میری رائے میں میرے لیے اُس کا قتال حلال ہے۔

محمد بن سیرین سے مروی ہے کہ تیس سال تک عمران بن حصین کو مرض استسقاء رہا جس میں ہر سال داغنے کو اُن سے کہا جاتا تھا مگر وہ اس سے انکار کرتے رہے یہاں تک کہ وفات سے دو سال قبل داغ لیا۔

قتادہ سے مروی ہے کہ عمران بن حصین سے ملائکہ مصافحہ کرتے تھے، لیکن جب انھوں نے داغ لیا تو وہ لوگ کنارہ کش ہو گئے۔

عمران بن حصین سے مروی ہے کہ ہم نے داغ لیا مگر داغ لینے کی سلائیاں نہ مفید ہوئیں نہ کامیاب۔

حسن سے مروی ہے کہ عمران بن حصین نے کہا کہ ہم نے داغ لیا مگر وہ (سلائیاں) نہ مفید ہوئیں نہ کامیاب۔

لاحق بن حمید سے مروی ہے کہ عمران بن حصین داغنے سے منع کرتے تھے، وہ مبتلا ہوئے تو داغ لیا، چلاتے تھے اور کہتے تھے کہ مجھے آگ کی سلائی سے داغا گیا جس نے نہ تکلیف سے نجات دی نہ مرض سے شفا۔

۲۸ مطرف سے مروی ہے کہ مجھ سے عمران بن حصین نے کہا کہ مجھے معلوم ہوتا تھا کہ ملائکہ کی طرف سے مجھے سلام کیا جاتا ہے، جب مجھے داغا گیا تو سلام کرنا بند ہو گیا، پوچھا، آپ کے سر کی جانب سے سلام کی آواز آتی تھی یا پاؤں کی طرف سے، انھوں نے کہا کہ سر کی طرف سے، میں نے کہا کہ میں نہیں سمجھتا کہ بغیر اس کے دوبارہ آئے آپ کی وفات ہو گی، جب اس کے بعد کا زمانہ ہوا تو انھوں نے کہا کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ سلام کرنا میرے لیے دوبارہ آ گیا، وہ بہت ہی کم رہے کہ وفات ہو گئی۔

مطرف بن عبداللہ بن الشخیر سے مروی ہے کہ مجھ سے عمران بن حصین نے کہا کہ جو چیز مجھ سے بند ہو گئی تھی وہ لوٹ آئی یعنی ملائکہ کا سلام کرنا، راوی نے کہا کہ انھوں نے مجھ سے کہا، میری اس بات کو پوشیدہ رکھنا۔

مطرف سے مروی ہے کہ بیماری میں عمران بن حصین نے مجھے بلا بھیجا اور کہا کہ مجھے ملائکہ سلام کرتے ہیں، اگر میں زندہ رہوں تو میری بات

پوشیدہ رکھنا اور اگر مرجاؤں تو تمہارا جی چاہے تو اُسے بیان کردینا۔

مطرف سے مروی ہے کہ عمران بن حصین کو (ملائکہ کی طرف سے) سلام کیا جاتا تھا، انھوں نے کہا کہ میں نے اُس وقت تک سلام کو نہ پایا جب تک کہ مجھ سے آگ سے داغنے کا اثر نہ چلا گیا، میں نے اُن سے کہا کہ آپ کہاں سے سلام سنتے ہیں، انھوں نے کہا کہ گھر کے اطراف سے، میں نے کہا کہ اگر آپ کو سر کی جانب سے سلام کیا جائے گا تو وہ آپ کی موت کے قریب ہوگا، انھوں نے اپنے سر کے پاس سلام کرنے کی آواز سنی، مگر میں نے اسے محض اپنی رائے سے کہا تھا جو اُن کے وقت وفات کے موافق ہوگیا۔

مطرف بن عبداللہ بن الشخیر سے مروی ہے کہ مجھے عمران بن حصین نے اپنے مرض وفات میں بلا بھیجا اور کہا کہ میں تم سے احادیث بیان کیا کرتا تھا شاید میرے بعد اللہ تمھیں اُن سے نفع دے، اگر میں زندہ رہوں تو میری بات پوشیدہ رکھنا اور اگر مرجاؤں تو اگر تم چاہو تو اُسے بیان کردینا کہ مجھے (ملائکہ کی جانب سے) سلام کیا جاتا ہے، جان لو کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک ہی سفر میں) حج و عمرہ کو جمع کیا ہے، اُس کے بارے میں نہ قرآن نازل ہوا اور نہ اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو روکا گیا جس کے بارے میں کسی نے اپنی رائے سے جو چاہا کہہ دیا۔

مطرف سے مروی ہے کہ میں نے عمران بن حصین سے کہا کہ مجھے آپ کی عیادت سے صرف یہی چیز روکتی ہے کہ میں آپ کا حال دیکھتا ہوں، انھوں نے کہا کہ ترک عیادت نہ کرو، مجھے بھی سب سے زیادہ (اپنا) وہی حال پسند ہے جو اللہ کو زیادہ پسند ہے۔

حسن سے مروی ہے کہ عمران بن حصین کو نہایت سخت بیماری ہوئی، لوگ اس کی وجہ سے اُن کی عیادت کو آنے لگے، کسی آنے والے نے ان سے کہا کہ ہمیں صرف یہی امر روکتا تھا کہ ہم آپ کے ساتھ آپ کے پاس آنے والوں کو دیکھتے ہیں، انھوں نے کہا کہ ایسا نہ کرو کیوں کہ مجھے بھی وہی حال زیادہ پسند ہے جو اللہ کو زیادہ پسند ہے۔

حفص بن النضر السلمی نے اپنی والدہ سے جو عمران بن حصین کی بیٹی تھیں روایت کی کہ عمران بن حصین کی وفات کا وقت آیا تو انھوں نے کہا کہ جب میں مرجاؤں تو مجھے میرے عمامے سے تابوت پر باندھ دینا، پھر جب دفن کرکے پلٹنا تو اونٹ ذبح کرکے کھلانا۔

ابی رجاء العطاردی سے مروی ہے کہ عمران بن حصین ہم لوگوں کے پاس آئے، وہ

ایک ایسی دھاری دار سوت اور ریشم ملی ہوئی چادر اوڑھے تھے کہ ہم نے نہ پہلے اُن کے بدن پر دیکھی تھی نہ بعد کو۔ پھر انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی بندے کو کوئی نعمت دیتا ہے تو چاہتا ہے کہ اس کی نعمت کا اثر اس کے بندے پر دیکھا جائے۔

ابو عمران الجونی سے مروی ہے کہ انھوں نے عمران بن حصین کے بدن پر دھاری دار سوت و ریشم ملے ہوئے کپڑے کی چادر دیکھی۔

قتادہ سے مروی ہے کہ عمران بن حصین سوت، ریشم ملا ہوا کپڑا استعمال کرتے تھے۔

ہلال بن یساف سے مروی ہے کہ میں بصرے آیا، مسجد میں گیا تو سفید سر اور ڈاڑھی والے شیخ کو دیکھا کہ ایک حلقے میں ستون سے تکیہ لگائے ہوئے لوگوں سے باتیں کر رہے تھے، پوچھا کہ یہ کون ہیں، لوگوں نے کہا کہ، عمران بن حصین۔

محمد بن عمرو غیرہ نے کہا کہ عمران بن حصین نے ابوبکر رضؓ و عثمان رضؓ سے روایت کی ہے، اُن کی وفات زیاد بن ابی سفیان کی وفات سے ایک سال پہلے ہوئی، زیاد کی وفات معاویہ بن ابی سفیان کی خلافت ۵۳ھ میں ہوئی۔

اکثم بن ابی الجون

وہ عبدالعزیٰ بن منقذ بن ربیعہ بن اصرم بن ضبیس بن حرام بن حبشیہ بن کعب بن عمرو تھے، یہ وہی شخص ہیں جن کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے سامنے دجال پیش کیا گیا جو سیاہ گھونگر والے بال کا تھا، جس شخص کو سب سے زیادہ اس کے مشابہ دیکھا وہ اکثم بن ابی الجون ہیں، اکثم نے عرض کی، یا رسول اللہ کیا میری اُس کے ساتھ مشابہت مجھے مضر ہوگی، فرمایا نہیں تم مسلم ہو وہ کافر ہے۔

سلیمان بن صُرد بن الجُون

ابن ابی الجون، اور وہ عبدالعزیٰ بن منقذ بن ربیعہ بن اصرم بن ضبیس بن حرام بن حبشیہ بن کعب بن عمرو تھے، کنیت ابو مطرف تھی، اسلام لائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی۔

نام لیسار تھا، مسلمان ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلیمان رکھا، سن بہت زیادہ تھا اور اپنی قوم میں بھی شرف حاصل تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو مدینے سے چلے گئے، کوفے میں جب مسلمان اُترے تو وہ بھی وہاں جا بسے، علی بن ابی طالب علیہ السلام کے ہمراہ جنگ جمل وصفین میں شریک ہوئے۔

سلیمان ان لوگوں میں تھے جنھوں نے حسین بن علیؓ کو کوفے آنے کی دعوت دی، لیکن جب وہاں آئے تو وہ اُن سے الگ رہے اور اُن کے ہمراہ جنگ میں شریک نہ ہوئے، وہ بہت شکی اور انتظار کرنے والے آدمی تھے، حسینؓ شہید ہوگئے تو وہ اور مسیب بن نجبۃ الفزاری اور وہ تمام لوگ جنھوں نے حسینؓ کی مدد ترک کی اور اُن کے ساتھ جنگ میں شرکت نہیں کی نادم ہوئے۔

اُن لوگوں نے کہا کہ ہم نے جو کچھ کیا اس سے نجات اور توبہ کی کیا صورت ہے، آخرکار شروع ماہ ربیع الآخر ۶۵ھ میں النخیلہ میں لشکر جمع کیا، سلیمان بن صُرد کو اپنے امور کا والی بنایا اور کہا کہ ہم لوگ شام جائیں گے اور خون حسینؓ کا قصاص طلب کریں گے، ان لوگوں کا نام توابین (توبہ کرنے والے) رکھا گیا، کل چار ہزار آدمی تھے۔

یہ لوگ روانہ ہوئے، اور عین الوردہ میں آئے جو قرقیسیا کے نواح میں ہے، اہل شام کی ایک جماعت نے اُن کا مقابلہ کیا جو بیس ہزار تھے اور اُن پر امیر حصین بن نمیر تھا، انھوں نے ان سے قتال کیا۔

سلیمان بن صرد نے کوچ کیا اور لڑے، یزید بن الحصین بن نمیر نے ایک تیر مار کر انھیں قتل کردیا، وہ گرے اور کہا کہ رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوگیا، اُن کے اکثر ساتھی قتل کردیے گئے، جو بچ گئے وہ کوفے واپس آگئے۔ سلیمان بن صرد اور مسیب بن نجبہ کے سر مروان بن الحکم کے پاس ادہم بن محرز الباہلی لے گیا، سلیمان بن صرد جس روز قتل ہوئے ترانوے سال کے تھے۔

خالد الاشعر بن خُلیف

ابن منقذ بن ربیعہ بن اصرم بن ضبیس بن حرام بن حبشہ بن کعب بن عمرو وہ اُن حزام بن ہشام بن خالد الکعبی کے دادا تھے جن سے محمد بن عمر و عبداللہ بن مسلمہ بن قعنب وابوالنضر ہاشم بن القاسم نے روایت کی ہے، حزام قُدَید میں اُترا کرتے تھے۔

خالد الاشعر فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب فتح مکہ میں شریک ہوئے وہ اور کرز بن جابر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس راستے کے خلاف چلے جس سے آپ داخل ہوئے، راستہ بھول گئے، مشرکین کا ایک لشکر ملا، دونوں شہید کر دیے گئے، جس نے خالد الاشعری کو قتل کیا وہ ابی الاجادع الجمحی کا بیٹا تھا، ہشام بن محمد بن السائب کہتے تھے کہ وہ حُبیش بن خالد الاشعری تھے۔

عمرو بن سالم بن حَضیرہ

ابن سالم جو بنی مُلَیح بن عمرو بن ربیعہ میں سے تھے اور شاعر تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حُدیبیہ میں اترے تو انھوں نے آپ کو ایک بھیڑ اور ایک اونٹ ہدیۃً بھیجا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عمرو کو برکت عطا فرمائے، عمرو اور بُدیل بن ورقاء اسی روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو قریش کا حال بتایا، فتح مکہ کے دن عمرو ایک جھنڈا بنی کعب کے اُن تین جھنڈوں میں سے اُٹھائے ہوئے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن لوگوں کے لیے باندھا تھا، یہ وہی

شخص ہیں جو اس روز یہ شعر پڑھتے تھے:

لاھم انی ناشد محمداً حلف ابینا وابیہ الاتلدا

اے اللہ میں محمد کو (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے باپ اور اُن کے باپ الاتلد کے معاہدۂ حلف کی قسم دیتا ہوں۔

بُدیل بن ورقاء بن عبد العُزیٰ

ابن ربیعہ بن جُزَی بن عامر بن مازن بن عدی بن عمرو بن ربیعہ، ان کو اور بُسر بن سفیان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھ کر اسلام کی دعوت دی تھی۔

اُن کے بیٹے نافع بن بُدیل اپنے والد سے پہلے اسلام لائے، بیر معونہ میں مسلمانوں کے ساتھ حاضر ہوئے اور اسی روز شہید ہو گئے۔

عبداللہ بن بدیل جنگ صفین میں علی بن ابی طالب علیہ السلام کی ہمراہی میں قتل ہوئے۔

بدیل بن ورقاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب فتح مکہ و حنین میں شریک تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلۂ ہوازن کے قیدیوں کو حنین سے الجعرانہ تک تقسیم کیا اور ان پر بُدیل بن ورقاء الخزاعی کو عامل بنایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب روانگی تبوک کا ارادہ کیا تو اُن کو اور عمرو بن سالم اور بُسر بن سفیان کو بنی کعب کی طرف بھیجا کہ یہ لوگ اُن سے اپنے دشمن کے مقابلے میں چلنے کو کہیں، یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تبوک میں حاضر ہوئے، بُدیل بن ورقاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں بھی حاضر ہوئے۔

بُدیل بن ورقاء سے مروی ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (منیٰ میں) ایام تشریق (۱۰ ار ۱۱ ار ۱۲ ار ۱۳ ار ذی الحجہ) میں یہ ندا دینے کا حکم دیا کہ یہ کھانے پینے کے دن ہیں لہذا روزہ نہ رکھو۔

ابو شُریح الکعبی

نام خویلد بن عمرو بن صخر بن عبد العزیٰ بن معاویہ بن المحترش بن عمرو بن زمّان بن عدی بن عمرو بن ربیعہ تھا، فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے فتح مکہ میں خزاعہ کی شاخ بنی کعب کے تین جھنڈوں میں سے ایک جھنڈا لیے ہوئے تھے، وفات ۶۸ھ میں مدینے میں ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث بھی روایت کی ہیں۔

تمیم بن اسد بن عبد العُزّیٰ

ابن جُعوُنہ بن عمرو بن القَرَب بن رزاح بن عمرو بن سعد بن کعب ابن عمرو، فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام الفتح میں تمیم بن اسد الخزاعی کو بھیجا، اُنھوں نے حرم کے اُن پتھروں کو توڑ ڈالا جن پر غیر اللہ کو پکارا جاتا تھا اور اُن کے نام کی قربانی ہوتی تھی۔

علقمہ بن القعواء بن عبید

ابن عمرو بن زمّان بن عدی بن عمرو بن ربیعہ، قدیم الاسلام تھے،

ابن شرحبیل کے چشموں پر اترا کرتے تھے جو ذی خُشُب اور مدینے کے درمیان تھے، کثرت سے مدینے آتے تھے، تبوک کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رہبر تھے۔
اُن کے بھائی:

عمرو بن القعواء

عبداللہ بن عمرو بن القعواء الخزاعی نے اپنے والد سے روایت کی کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا، آپ کا ارادہ یہ تھا کہ بعد فتح مکہ مجھے ابوسفیان کے پاس مال دے کے بھیجیں کہ وہ اُسے مکے میں قریش میں تقسیم کردیں، فرمایا کہ اپنا ساتھی ڈھونڈلو، میرے پاس عمرو بن امیۃ الضمری آئے اور کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نکلنا چاہتے ہو اور ساتھی ڈھونڈھتے ہو، میں نے کہا ہاں، انھوں نے کہا کہ میں تمھارا ساتھی ہوں۔ ۳۲

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی کہ میں نے ساتھی پالیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب تمھیں ساتھی مل جائے تو مجھ سے اجازت لے لینا، آپ نے فرمایا کہ کون، عرض کی، عمرو بن امیۃ الضمری، فرمایا کہ جب اُن کی قوم کی آبادی میں اترنا تو ان سے ہوشیار رہنا کیوں کہ کہنے والے نے کہا ہے کہ "اخوک البکری ولا تا منہ" (تیرا بھائی البکری ہے اور تو اس سے بے خوف نہ رہ)۔

ہم روانہ ہوئے، جب میں الابواء میں آیا تو اُنھوں نے کہا کہ میں اپنی قوم سے جو وَدّان میں ہے جا کے اپنی حاجت پوری کرنا چاہتا ہوں، تم میرا انتظار کرو، میں نے کہا کہ کامیابی کے ساتھ (جاؤ)، جب وہ پلٹے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یاد آیا، اپنے اونٹ پر کجاوا کسا اور اُسے تیز بھگاتا ہوا روانہ ہوا اصافر میں ایک

جماعت کے ہمراہ انھوں نے مجھے روکا، میں نے اونٹ کو بھگایا اور اُن سے آگے نکل گیا۔

جب اُنھوں نے دیکھا کہ میں اُن سے بچ گیا تو واپس ہو گئے، عمرو بن امیہ الضمری میرے پاس آئے اور کہا کہ مجھے اپنی قوم کے پاس ایک ضرورت تھی، میں نے کہا بے شک، پھر ہم دونوں روانہ ہوئے اور مکے آئے، میں نے مال ابی سفیان کو دے دیا۔

عبداللہ بن اقرم الخزاعی

عبید اللہ بن عبد اللہ بن اُقرم نے اپنے والد سے روایت کی کہ میں صحرائے نمرہ میں اپنے والد کے ساتھ تھا کہ سواروں کی ایک جماعت گذری، انھوں نے راستے کے کنارے اونٹ بٹھا دیے، مجھ سے والد نے کہا کہ اے میرے بیٹے تم اپنی بکریوں میں رہو تاکہ میں اس قوم کے پاس جاؤں اور اُن لوگوں سے سوال کروں، وہ روانہ ہوئے اور میں بھی روانہ ہو لیعنے وہ بھی قریب سے گئے اور میں بھی قریب گیا، دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، نماز کا وقت تھا میں نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی گویا میں آپ کے بغل کے بالوں کو دیکھ رہا ہوں جب آپ نے سجدہ کیا تھا۔

ابو لاس الخزاعی

ابی اللاس الخزاعی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں زکوٰۃ کے اونٹوں میں سے ایک ایسے اونٹ پر حج کے لیے سوار کیا جس پر

سواری نہیں کی گئی تھی، ہم نے عرض کی، یا رسول اللہ ہماری رائے نہیں ہے کہ آپ ہمیں اس پر سوار کریں، فرمایا، کوئی اونٹ ایسا نہیں ہے جس کے کوہان میں شیطان نہ ہو، لہذا جب اس پر سوار ہو تو اللہ کا نام یاد کرو جس طرح میں تمھیں حکم دیتا ہوں، پھر اسے اپنی خدمت کے لیے استعمال کرو، کیوں کہ اللہ ہی سوار کرتا ہے۔

ان لوگوں میں سے جو کمزوری کی وجہ سے جدا رہے تھے:

اسلم بن افصیٰ بن حارثہ

ابن عمرو بن عامر۔
انھیں میں سے:

جرہد بن رزاح

۳۴ ابن عدی بن سہم بن مازن بن الحارث بن سلامان بن اسلم بن افصیٰ شریف تھے، کنیت ابو عبد الرحمٰن تھی، اہل صفہ (فقرائے صحابہؓ) میں سے تھے۔

زہری سے مروی ہے کہ وہ جرہد بن خویلد الاسلمی تھے۔

زرعہ بن عبد الرحمٰن بن جرہد الاسلمی نے اپنے دادا جرہد سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر گذرے، میری ران کھلی ہوئی تھی، فرمایا، اپنی ران ڈھانکو، کیوں کہ ران ستر میں سے ہے۔

محمد بن عمر نے جرہد بن رزاح کہا، اسی طرح ہشام بن محمد بن السائب الکلبی نے بھی کہا، انھوں نے بھی ان کا نسب وہی بیان کیا

جو اسلم تک ہم نے بیان کیا، مدینے میں جرہد کا زقاق بن حنین میں ایک مکان تھا، وفات مدینے میں آخر خلافت معاویہ بن ابی سفیان اور شروع خلافت یزید بن معاویہ میں ہوئی۔

ابو برزۃ الاسلمی

نام جیسا کہ محمد بن عمر نے ابو برزہ کے کسی لڑکے سے بیان کیا عبداللہ ابن نضلہ تھا، ہشام بن محمد بن السائب الکلبی وغیرہ اہل علم نے کہا کہ اُن کا نام نضلہ بن عبداللہ تھا، بعض اہل علم نے کہا کہ وہ ابن عبید اللہ بن الحارث ابن حبال بن ربیعہ بن دعبل بن انس بن خزیمہ بن مالک بن سلامان بن اسلم ابن افصی تھے اور دعبل تک عیال ہیں، قدیم الاسلام تھے اور فتح مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے۔

ابی برزہ سے مروی ہے کہ میں نے فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ سب لوگوں کو امن ہے سوائے عبدالعزیٰ بن خطل اور بدکار بُنا نہ کے، پھر میں نے عبدالعزیٰ بن خطل کو جو کعبے کے پردوں میں لٹکا ہوا تھا قتل کر دیا۔

محمد بن عمر نے کہا کہ عبداللہ بن خطل بنی الادرم بن تیم بن غالب ابن فہر میں سے تھا۔

ابی برزۃ الاسلمی سے مروی ہے کہ میں نے کہا، یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جو میں کروں، فرمایا کہ راستے سے ایذا پہنچانے والی چیز (کانٹے پتھر وغیرہ) دُور کر دیہی تمھاری خیرات ہے۔

محمد بن عمر نے کہا کہ ابو برزہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک برابر آپ کے ہمرکاب جہاد کرتے رہے، جب مسلمان بصرے میں اُترے تو وہ بھی بصرے میں جا بسے اور وہاں ایک مکان بنا لیا، اُس میں اُن کے

پس ماندگان تھے، اس کے بعد خراسان کا جہاد کیا اور وہیں وفات پائی۔

۳۵ حسن بن حکیم سے مروی ہے کہ مجھ سے میری والدہ نے بیان کیا کہ ابو برزہ الاسلمی کا ایک بہت بڑا پیالہ ثرید کا صبح کو اور ایک بہت بڑا پیالہ شام کو بیوگان و یتامی و مساکین کے لیے ہوتا تھا۔

سیّار بن سلامہ سے مروی ہے کہ میں نے ابو برزہ کو سفید سر اور ڈاڑھی والا دیکھا۔

ثابت البُنانی سے مروی ہے کہ ابو برزہ کمبل کا لباس پہنتے تھے، اُن سے ایک شخص نے کہا کہ آپ کے بھائی عائذ بن عمرو سوت اور ریشم ملا ہوا لباس پہنتے ہیں اور آپ کے لباس سے نفرت کرتے ہیں، انھوں نے کہا، تم پر افسوس ہے، عائذ کے مثل کون ہے، اُن کا مثل کوئی نہیں، پھر وہ شخص عائذ کے پاس آیا اور کہا کہ آپ کے بھائی ابو برزہ کمبل کا لباس پہنتے ہیں اور آپ کے لباس سے نفرت کرتے ہیں، انھوں نے کہا کہ تم پر افسوس ہے، ابو برزہ کے مثل کون ہے، ابو برزہ کے مثل کوئی نہیں، جب ان دونوں میں سے ایک کی وفات ہوئی تو انھوں نے وصیت کی کہ اُن پر دوسرا بھائی نماز پڑھے۔

ثابت البُنانی سے مروی ہے کہ ثابت بن عمرو سوت ریشم ملا ہوا لباس پہنتے تھے اور گھوڑے پر سوار ہوتے تھے اور ابو برزہ سوت ریشم ملا ہوا لباس (خز) نہیں پہنتے تھے اور نہ گھوڑے پر سوار ہوتے تھے، بلکہ گیروں رنگی ہوئی دو چادریں استعمال کرتے تھے۔

ایک شخص نے دونوں کے درمیان چغل خوری کا ارادہ کیا، عائذ ابن عمرو کے پاس آیا اور کہا کیا آپ ابو برزہ کو نہیں دیکھتے کہ آپ کے لباس وضع و طریقے سے نفرت کرتے ہیں اور (خز) سوت ریشم ملا ہوا کپڑا نہیں پہنتے، نہ گھوڑے پر سوار ہوتے ہیں، عائذ نے کہا کہ ابو برزہ پر اللہ رحمت کرے، ابو برزہ کے مثل ہم میں کون ہے۔

وہ شخص ابو برزہ کے پاس آیا اور کہا کہ کیا آپ عائذ کو نہیں دیکھتے کہ

آپ کی وضع اور طریقے سے نفرت کرتے ہیں، گھوڑے پر سوار ہوتے ہیں، اور (خز) سوت ریشم ملا ہوا لباس پہنتے ہیں، اُنھوں نے کہا کہ عائذ پر اللہ رحمت کرے، ہم میں عائذ کے مثل کون ہے۔

عبداللہ بن زیاد سے مروی ہے کہ جس نے ہمیں حوض کی خبر دی اُس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ابو برزہ اس جگہ تھے۔ ابو برزہ موٹے آدمی تھے جب اُس نے انھیں دیکھا تو کہا کہ تمہارا یہ محمدی پست قد ہے، ابو برزہ ناراض ہوئے اور کہا کہ سب تعریفیں اُسی اللہ کے لیے ہیں کہ میں بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا اپنے اوپر عیب لگائے ہوئے نہیں مرا، پھر وہ غصے میں آئے اور یہاں تک کہ عبیداللہ کے تخت پر بیٹھ گئے، اُن سے حوض (کوثر) کو دریافت کیا تو انھوں نے کہا، جو شخص اُس کی تکذیب کرے اللہ اُسے اُس پر وارد نہ کرے اور نہ اللہ اُسے اُس سے سیراب کرے، وہ ناراض ہوتے ہوئے چلے گئے۔

ابو المنہال سیّار بن سلامہ سے مروی ہے کہ جب ابن زیاد (کی امارت) کا زمانہ ہوا تو ابن زیاد کو نکالا گیا، شام میں (امارت کے لیے) ابن مروان جہاں کھڑا ہوا کھڑا ہوا، ابن الزبیر مکے میں کھڑے ہوئے، وہ لوگ جو قاری کہلاتے تھے بصرے میں کھڑے ہوئے، میرے والد کو شدید غم ہوا، ابو المنہال اپنے والد کی بہترین تعریف کرتے تھے، راوی نے کہا کہ اُنھوں نے مجھ سے کہا، میرے ساتھ اس شخص ابو برزہ کے پاس چلو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ میں ہیں۔

عبداللہ بن ابی اوفیٰ

ابن ابی اوفیٰ سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

ہمراہ سات جہاد کیے، جن میں ہم لوگ ٹڈیاں کھاتے تھے۔

عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سات جہاد کئے، ہم لوگ آپ کے ساتھ ٹڈیاں کھاتے تھے۔

محمد بن عمر نے کہا کہ کوفیوں نے عبداللہ بن ابی اوفیٰ کے متعلق اُن کے مشاہد کے بارے میں روایت کی ہے وہ تم دیکھتے ہو لیکن ہماری روایت میں سب سے پہلا مشہد جس میں وہ ہمارے نزدیک حاضر ہوئے خیبر ہے، پھر اُس کے بعد کے مشاہد ہیں۔

اسماعیل بن ابی خالد نے عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے روایت کی کہ میں نے اُن (ابن ابی اوفیٰ) کے ہاتھ میں ایک تلوار کے زخم کا نشان دیکھا، پوچھا، یہ کیا ہے تو اُنھوں نے کہا کہ یہ مجھے حنین کی جنگ میں مارا گیا تھا، میں نے کہا کہ آپ حنین کی جنگ میں حاضر تھے، اُنھوں نے کہا، ہاں اور اس سے پہلے بھی۔

اسماعیل بن ابی خالد سے مروی ہے کہ میں نے عبداللہ بن ابی اوفیٰ کو دیکھا کہ اُن کا خضاب سُرخ تھا۔

ابی خالد سے مروی ہے کہ میں نے ابن ابی اوفیٰ کو دیکھا کہ وہ سُرخ سر اور ڈاڑھی والے تھے۔

ابی سعد البقال سے مروی ہے کہ میں نے ابن ابی اوفیٰ کے سر پر بھورے رنگ کی (خز) سوت ریشم ملے ہوئے کپڑے کی ٹوپی دیکھی۔

عمرو سے مروی ہے کہ میں نے عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے (کوئی مضمون) سنا، وہ اصحاب شجرہ میں سے تھے (یعنے حدیبیہ میں درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں میں تھے)۔

سعید بن جہمان سے مروی ہے کہ ہم لوگ عبداللہ بن ابی اوفیٰ کے ہمراہ خوارج سے قتال کر رہے تھے، عبداللہ کا ایک غلام خوارج سے مل گیا، ہم لوگوں نے اُسے پکارا جو اُس کنارے (ساحل) پر تھا کہ اے

فیروز، تیرے مولیٰ عبداللہ یہ ہیں، اُس نے کہا کہ اگر وہ ہجرت کریں تو بہت اچھے آدمی ہیں، ابن ابی اوفیٰ نے کہا کہ اللہ کا دشمن کیا کہتا ہے، وہم نے کہا، وہ کہتا ہے کہ اگر وہ ہجرت کریں تو بہت اچھے آدمی ہیں، انھوں نے تین مرتبہ کہا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ میری ہجرت کے بعد بھی کوئی ہجرت ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ اُس شخص کے لیے خوش خبری ہے جو باغیوں کو قتل کرے اور باغی اُسے قتل کریں۔

محمد بن عمر نے کہا کہ عبد بن ابی اوفیٰ مدینے ہی میں رہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو کوفے کی طرف چلے گئے اور وہیں اترے جہاں مسلمان اُترے تھے، اسلم کے محلے میں ایک مکان بنالیا، پھر بصرے چلے گئے تھے، وفات ۸۶ھ میں کوفے میں ہوئی۔

۳۷

حسن سے مروی ہے کہ کوفے میں عبداللہ بن ابی اوفیٰ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ میں سب سے آخر میں وفات ہوئی۔

محمد بن اعین ابوالعلا نیہ المرائی سے مروی ہے کہ میں کوفے میں تھا، عبداللہ بن ابی اوفیٰ کو دیکھا کہ انھوں نے کوفے کی مسجد الرمادہ سے احرام باندھا اور تلبیہ کہنے لگے۔

الاکوع

نام سنان بن عبداللہ بن قُشیر بن خزیمہ بن مالک بن سلامان بن اسلم ابن افصیٰ تھا، وہ اور ان کے دونوں بیٹے عامر و سلمہ قدیم الاسلام تھے، سب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے مستفید ہوئے۔

۳۷

عامر بن الاکوع

شاعر تھے۔
مجزاۃ بن زاہر سے مروی ہے کہ عامر بن الاکوع نے جنگ خیبر میں مشرکین کے ایک شخص کو مار کے قتل کر دیا اور اپنے آپ کو زخمی کر لیا، انھوں نے کہنا شروع کیا کہ میں نے اپنے آپ کو قتل کر لیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو فرمایا، اُن کے لیے دو اجر ہیں۔
زہری وغیرہم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی روانگی خیبر میں عامر بن سنان سے فرمایا تھا کہ اے ابن الاکوع اُترو اور ہمارے لیے اپنی بعض لذیذ اشیاء (اشعار) شروع کرو، عامر اپنی سواری سے اُتر پڑے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رجز (کے اشعار) سُناتے تھے اور کہتے تھے:

۱ لاھم لولا انت ما اھتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا

یا اللہ اگر تو نہ ہوتا تو ہم لوگ ہدایت نہ پاتے۔ نہ زکوٰۃ دیتے نہ نماز پڑھتے۔

۲ فالقین سکینۃ علینا وثبت الاقدام ان لاقینا

اگر ہم دشمن کا مقابلہ کریں تو اے اللہ ہم پر سکون نازل کر اور ہمیں ثابت قدم رکھ۔

۳ انا اذا صیح بنا اتینا وبالصیاح عولوا علینا

جب ہمیں پکارا گیا تو ہم آگئے۔ اور پکارنے ہی کے ذریعے سے

ہم سے مدد مانگی گئی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تم پر رحمت کرے، عمرؓ بن الخطاب نے کہا کہ واللہ یا رسول اللہ (رحمت ان پر) واجب ہوگئی، پھر قوم میں سے ایک شخص نے کہا کہ یا رسولؐ اللہ ان کے ذریعے سے ہمیں فائدہ پہنچایئے۔

عامر یوم خیبر میں شہید ہو گئے، وہ مشرکین میں سے ایک شخص کو تلوار مارنے گئے تو تلوار پلٹ آئی، انھوں نے اپنے آپ کو زخمی کر لیا اور ان کی وفات ہوگئی، انھیں اٹھا کر رجیع لایا گیا اور محمود بن مسلمہ کے ساتھ غار کے اندر ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔

محمد بن مسلمہ نے عرض کی، یا رسولؐ اللہ مجھے میرے بھائی کی قبر کے پاس زمین دیجیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھارے لیے ایک گھوڑا دوڑانے بھر کی جگہ ہے اور اگر تم نے عمل (کاشت وغیرہ) کیا تو دو گھوڑے دوڑانے بھر کی جگہ ہے۔

۳۸ اُسید بن حضیر نے کہا کہ عامر کا عمل رائگاں ہو گیا، اس لیے کہ انھوں نے خودکشی کر لی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو فرمایا، جس نے یہ کہا اُس نے غلط کہا، کیوں کہ اُن کے لیے دو اجر ہیں، وہ مجاہد ہونے کی حالت میں مقتول ہوئے، وہ جنت میں بھنگے کی طرح تیرتے ہیں۔

سلمہ بن الاکوع سے مروی ہے کہ ایک شخص نے عامر سے کہا کہ ہمیں اپنی عمدہ چیزوں میں سے کچھ سناؤ، عامر شاعر تھے، وہ اُتر کر حُدی (وہ اشعار جن سے اونٹ مست ہو کر چلتا ہے) پڑھنے اور کہنے لگے:

اللھم لولا انت ما اھتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا

اے اللہ اگر تو نہ ہوتا تو ہم لوگ ہدایت نہ پاتے۔ اور

نہ زکوٰۃ دیتے نہ نماز پڑھتے۔

فاغفر فداءً لک ما اقتفینا　　انا اذا اصیح بنا اتینا

ہم نے جو کچھ جمع کر لیا تیرے قربان مغفرت کر دے۔ جب ہمیں پکارا گیا تو ہم آ گئے۔

وبالصیاح عولوا علینا

اور پکارنے ہی کے ذریعے سے ہم سے مدد مانگی گئی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ حدی خوان کون ہے، لوگوں نے کہا ابن الاکوع، فرمایا اللہ اُن پر رحمت کرے، قوم میں سے ایک شخص نے کہا کہ (اُن کے لیے رحمت) واجب ہوگئی، یا نبیؐ اللہ آپ نے ہمیں اُن کے ذریعے سے کیوں نہ فائدہ پہنچایا۔

راوی نے کہا کہ خیبر ہی میں، اُن پر مصیبت آگئی، وہ یہود کے ایک شخص کو مارنے گئے تو اُن کی تلوار کی نوک اِن کے گھٹنے کی چپنی میں لگی، لوگوں نے کہا کہ عامر کا عمل رائگاں گیا کہ انھوں نے خودکشی کر لی۔

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینے تشریف آوری کے بعد حاضر ہوا، آپ مسجد میں تھے، عرض کی، یا رسول اللہ، لوگ خیال کرتے ہیں کہ عامر نے اپنا عمل رائگاں کر دیا، فرمایا، کون کہتا ہے، عرض کی، انصار کے کچھ لوگ کہتے ہیں جن میں فلاں وفلاں ہیں، اور اسید بن حضیر ہیں، فرمایا، غلط کہا جس نے کہا، اُن کے لیے دو اجر ہیں، آنحضرتؐ نے اپنی انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی سے اشارہ فرمایا کہ ایک مجاہد نے جہاد کیا، ایک عربی نے قطع کیا، اُس میں اُس کے مثل پیدا ہوا۔

سلمہ بن الاکوع

سلمہ بن الاکوع سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب سات جہاد کئے، اور زید بن حارثہ کے ساتھ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو ہم پر امیر بنایا تھا نو جہاد کئے تھے۔

ایاس بن سلمہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر ابو بکرؓ کو امیر بنایا، ہم نے چند مشرکین سے جہاد کیا، اُن پر شب خون مارا اور قتل کیا، ہمارا شعار "اَمِتْ اَمِتْ" تھا، اُس شب کو میں نے اپنے ہاتھ سے سات گھر والوں کو قتل کیا۔

سلمہ بن الاکوع سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب سات جہاد کیے، راوی نے کہا کہ انھوں نے حدیبیہ، خیبر، حنین اور یوم القرد کا ذکر کیا اور کہا کہ بقیہ غزوات میں بھول گیا۔

۳۹ سلمہ بن الاکوع سے مروی ہے کہ میں الغابہ کے ارادے سے روانہ ہوا، عبد الرحمن بن عوف کے غلام سے ملا، اُسے کہتے سُنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دودھ والی اونٹنیاں پکڑ لی گئیں، میں نے کہا کہ انھیں کس نے پکڑا، اُس نے کہا کہ غطفان نے۔

میں گیا اور ندا دی: وائے صبح، وائے صبح، یہاں تک کہ اپنی آواز اُن لوگوں کو سنا دی جو دونوں سنگریزے والی زمینوں کے درمیان تھے، پھر میں گیا اور اونٹنیوں کو اُن لوگوں سے چھین لایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ آئے، عرض کی، یا رسول اللہ قوم پیاسی ہے، ہم نے اُن کے ساتھ اتنی عجلت کی کہ وہ اپنے ہونٹ سیراب نہ کرسکے، فرمایا، اے ابن الاکوع غالب ہو تو نرمی کیا کرو، کیوں کہ اب اُن کو غطفان کی طرف روانہ کیا جائے گا، انھوں نے

کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے پیچھے بٹھالیا۔

سلمہ بن الاکوع سے مروی ہے کہ میں نے حدیبیہ میں درخت کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اور کنارے بیٹھ گیا، جب لوگ کم ہو گئے تو آپ نے فرمایا، اے سلمہ تمھیں کیا ہوا کہ بیعت نہیں کرتے، عرض کی، یا رسولؐ اللہ میں نے بیعت کرلی ہے، فرمایا، پھر سہی، میں نے آپ سے بیعت کرلی، راوی نے کہا کہ میں نے پوچھا، اے ابومسلم تم لوگوں نے آپ سے کس امر پر بیعت کی تھی، انھوں نے کہا موت پر۔

محمد بن عمرؓ نے کہا کہ میں نے کسی کو بیان کرتے سُنا کہ سلمہ کی کنیت ابوایاس تھی۔

ایاس بن سلمہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب حدیبیہ میں آئے پھر مدینے کی واپسی کے لیے روانہ ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج ہمارے سب سے اچھے سوار ابوقتادہ ہیں اور ہمارے سب سے اچھے پیادے سلمہ ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دو حصے دیے، ایک حصہ سوار کا ایک حصہ پیادے کا، دونوں۔

ایاس بن سلمہ بن الاکوع نے اپنے والد سے روایت کی کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اُٹھا، خبر دی گئی کہ وہ مشرکین کا جاسوس ہے، فرمایا جو شخص اُسے قتل کرے گا اُس کا سامان اُسی کا ہوگا، میں اُس سے ملا اور قتل کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کا اسباب مجھے دے دیا۔

سلمہ بن الاکوع سے مروی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دیہات میں رہنے کی اجازت چاہی تو آپ نے اجازت دے دی۔

عبدالرحمٰن بن زید العراقی سے مروی ہے کہ ربذہ میں ہمارے پاس سلمہ بن الاکوع آئے، انھوں نے ہماری طرف اپنا ہاتھ نکالا جو ایسا بڑا

تھا کہ گویا اونٹ کا پیر، انھوں نے کہا کہ میں نے اپنے اسی ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی، ہم نے ان کا ہاتھ پکڑ کر اسے بوسہ دیا۔

ایاس بن سلمہ بن الاکوع نے اپنے والد سے روایت کی کہ وہ اصحاب شجرہ میں سے تھے یعنے حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب حاضر ہوئے اور درخت کے نیچے بیعت کی، ان لوگوں کے بارے میں قرآن نازل ہوا "لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ" (اللہ مومنین سے راضی ہوا ہے جب کہ وہ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کرتے تھے)۔

۴۰ ایاس بن سلمہ بن الاکوع نے اپنے والد سے روایت کی کہ واقعۂ حدیبیہ ذی القعدہ ۶ ؁ھ میں ہوا، ہم لوگ اس میں سولہ سو تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی جہل کے اونٹ کو ہدی (قربانی حج وعمرہ) بنایا۔

سلمہ بن الاکوع سے مروی ہے کہ جو شخص اللہ کے نام پر ان سے سوال کرتا تھا وہ اسے ضرور دیتے تھے اور اس (طریقۂ سوال) کو ناپسند کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ الحاف (گڑگڑا کے مانگنا ہے جس کی مذمت آئی) ہے۔

یزید بن ابی عبید سے مروی ہے کہ سلمہ بن الاکوع سے جب اللہ کے نام پر سوال کیا جاتا تھا تو افسوس کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جو اللہ کے نام پر بھی نہ دے گا تو وہ اور کس چیز میں دے گا، کہتے تھے کہ یہ سوال الحاف ہے (گڑگڑا کر مانگنا ہے)۔

یزید بن ابی عبید سے مروی ہے کہ وہ موقع المصحف تلاش کرتے تھے جس میں تسبیح پڑھتے تھے، انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس مقام کو تلاش کیا کرتے تھے، انھوں نے کہا کہ قبلے اور منبر کے درمیان ایک بکری گذرنے بھر کی جگہ تھی۔

یزید بن ابی عبید سے مروی ہے کہ جب نجدہ غالب ہو گیا اور

[ا]س نے صدقات وصول کرلیے تو سلمہ سے کہا گیا کہ آپ ان لوگوں سے [د]وری نہیں اختیار کرتے، انھوں نے کہا، واللہ نہیں دوری اختیار [ک]رتا ہوں نہ اس سے بیعت کرتا ہوں، انھوں نے اپنا صدقہ ان لوگوں کو [د]ے دیا۔

یزید بن ابی عبید سے مروی ہے کہ سلمہ بن الاکوع اپنے مال کا صدقہ خریدنا ناپسند کرتے تھے۔

سلمہ بن الاکوع سے مروی ہے کہ وہ اپنے لڑکوں کو اربعة عشر کھیلنے سے منع کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ گناہ ہے۔

سلمہ بن الاکوع سے مروی ہے کہ انھوں نے وضو کیا، سر کے اگلے حصے کا مسح کیا، دونوں پاؤں دھوئے اور اپنے ہاتھ سے اپنے کپڑے اور اپنا بدن تر کیا۔

سلمہ بن الاکوع سے مروی ہے کہ وہ پانی سے استنجا کیا کرتے تھے۔

سلمہ سے مروی ہے کہ انھوں نے (ستو، کھجور اور گھی کا مرکب) حلوا کھایا، نماز کا وقت آگیا تو وہ اٹھ کر نماز کو گئے اور وضو نہیں کیا۔

یزید بن ابی عبید سے مروی ہے کہ حجاج نے سلمہ کو کچھ انعام دیا تو انھوں نے اسے قبول کرلیا۔

ایاس بن سلمہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ عبدالملک بن مروان ہمارے واسطے انعامات کے لیے مدینے سے کوفے لکھتا تھا، ہم جاتے تھے اور لے لیتے تھے۔

محمد بن عجلان بن عمر بن عبیداللہ بن رافع سے مروی ہے کہ میں نے سلمہ بن الاکوع کو دیکھا کہ اپنی مونچھیں اتنی کتروا تے تھے جو منڈانے کے برابر تھا۔ ۱۴۱

ایاس بن سلمہ سے مروی ہے کہ ابو سلمہ بن الاکوع کی وفات ۷۴ھ میں مدینے میں ہوئی جب وہ اسی سال کے تھے۔

محمد بن عمر نے کہا کہ سلمہ نے ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ سے روایت کی ہے۔

اُہبان بن الاکوع

بھیڑیے سے گفتگو کرنے والے مشہور ہیں، بروایت ہشام بن محمد بن السائب اُن کی اولاد میں جعفر بن محمد بن عقبہ بن اہبان بن الاکوع ہیں، عثمان رضی ابن عفان نے عقبہ میں اہبان بن الاکوع کو کلب و بلقین و غسان کے صدقات پر عامل بنا کے بھیجا تھا۔

ہشام نے کہا کہ مجھ سے جعفر بن محمد کے بعض لڑکوں نے اسی طرح نسب بیان کیا، محمد بن الاشعث کہتے تھے کہ میں اوروں سے زیادہ اسے جانتا ہوں، عقبہ بن اُہبان مکلم الذئب (بھیڑیے سے کلام کرنے والے) ابن عبّاد ابن ربیعہ بن کعب بن امیہ بن یقظہ بن خزیمہ بن مالک بن سلامان بن اسلم ابن افصی۔

محمد بن عمر کہتے تھے مکلم الذئب (بھیڑیے سے کلام کرنے والے) اُہبان ابن اوس الاسلمی تھے، انھوں نے اُن کا نسب نہیں بیان کیا۔

بیُنَ میں رہتے تھے جو بلاد اسلم میں ہے، جس وقت وہ اپنی بکریاں حرّۃ الوبرہ (نام صحرا) میں چرا رہے تھے تو ایک بکری پر بھیڑیا جھپٹا (اور پکڑ لی)، انھوں نے اس کو چھین لیا، بھیڑیا کنارے ہٹ گیا، اپنی دُم کے بل بیٹھ گیا اور کہا کہ تم پر افسوس ہے، مجھ سے وہ رزق کیوں روکتے ہو جو مجھے اللہ نے دیا ہے۔

اُہبان الاسلمی اپنے دونوں ہاتھوں سے تالیاں بجانے لگے اور کہنے لگے کہ میں نے اس سے زیادہ عجیب امر کبھی نہیں دیکھا، بھیڑیے نے کہا کہ اس سے زیادہ عجیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو ان کھجور کے باغوں کے درمیان ہیں، اس نے مدینے کی طرف اشارہ کیا۔

پھر اُہبان اپنی بکریاں مدینے ہنکا لائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے پاس آئے، آپ سے اُنھوں نے بیان کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس سے تعجب فرمایا اور حکم دیا کہ جب وہ عصر کی نماز پڑھیں تو اسے اصحابؓ سے بیان کریں، انھوں نے بیان کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انھوں نے سچ کہا، یہ اُن علامات میں سے ہے جو قبل قیامت ہوں گی۔ اُہبان اسلام لائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی، اُن کی کنیت ابوعقبہ تھی وہ کوفے میں اترے اور وہاں بنی اسلم میں ایک مکان بنا لیا، اُن کی وفات معاویہؓ بن ابی سفیان کی خلافت اور مغیرہ بن شعبہ کی ولایت میں ہوئی۔

عبداللہ بن ابی حدرد

۴۲

ابی حدرد کا نام سلامۃ بن عمیر بن ابی سلامہ بن سعد بن مُساب ابن الحارث بن عبس بن ہوازن بن اسلم بن افصی تھا، بعض نے کہا کہ ابو حدرد کا نام عبداللہ تھا، عبداللہ کی کنیت ابو محمد تھی، سب سے پہلا مشہد جس میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب حاضر ہوئے حدیبیہ تھا، پھر خیبر اور اس کے بعد کے مشاہد۔

محمد بن ابراہیم سے مروی ہے کہ ابو حدرد نے اپنی بیوی کے مہر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد مانگی تھی۔

محمد بن عمرؓ نے کہا کہ یہ وہم ہے، حدیث یہ ہے کہ ابو حدرد الاسلمی کے بیٹے نے اپنی بیوی کے مہر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد مانگی تو آپ نے فرمایا کہ تم نے اُن کا کتنا مہر باندھا ہے، انھوں نے کہا، دو سو درم، فرمایا کہ اگر تم لوگوں نے بطحان سے اخذ کیا ہوتا تو زیادہ نہ کرتے۔

عبداللہ بن ابی حدرد کی وفات ۷۱ھ میں ہوئی، اس زمانے میں وہ اکاسی برس کے تھے، انھوں نے ابوبکرؓ و عمرؓ سے روایت کی ہے۔

ابو تمیم الاسلمی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینے تشریف لانے کے بعد اسلام لائے، یہ وہی ہیں جنھوں نے اپنے غلام مسعود بن ہنیدہ کو عرج سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیادہ بھیجا تھا کہ آپ کو غزوۂ احد میں قریش کے آنے کی اور جو تعداد اور سامان اور طیاری اور لشکر اور ہتھیار ان کے ہمراہ ہیں اس کی خبر دے۔

مسعود بن ہنیدہ مولائے اوس بن حجر ابی تمیم الاسلمی

مسعود بن ہنیدہ سے مروی ہے کہ میں دوپہر کو الغُذ وات میں تھا کہ ابو بکرؓ نظر آئے جو ایک اور شخص کو لا رہے تھے، میں نے انھیں سلام کیا، وہ ابو تمیم کے خالص دوست تھے، انھوں نے مجھ سے کہا کہ ابی تمیم کے پاس جاؤ، میرا سلام کہو اور کہو کہ مجھے ایک اونٹ اور توشہ اور رہبر بھیجیں۔

میں روانہ ہوا اور اپنے مولی کے پاس آیا، ابو بکرؓ کے پیام سے آگاہ کیا، انھوں نے مجھے اپنے متعلقین کا ایک ہودے والا اونٹ جس کا نام الذیال تھا، ایک مشک دودھ اور ایک صاع کھجور دی اور رہبر بنا کے مجھے بھیجا، مجھ سے کہا کہ انھیں راستہ بتا دو یہاں تک کہ تمھاری ضرورت نہ رہے۔

میں ان لوگوں کو کوہ رکوبہ تک لے گیا، جب ہم اس پر چڑھے تو نماز کا وقت آگیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے، اور ابو بکرؓ آپ کی داہنی جانب تھے، اسلام میرے قلب میں داخل ہو گیا، میں اسلام لے آیا اور آپ کے دوسرے پہلو میں کھڑا ہو گیا، آپ نے

ابو بکرؓ کے سینے پر اپنا ہاتھ رکھ کر ہٹا یا، ہم دونوں نے آپ کے پیچھے صف باندھ لی، مسعود نے کہا کہ میں سوائے بریدہ بن الحصیب کے بنی سہم میں سے کسی کو نہیں جانتا جو مجھ سے پہلے اسلام لایا ہو۔

مسعود بن ہنیدہ سے مروی ہے کہ جب ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب قباء میں اُترے تو ایک مسجد پائی جس میں اصحابؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے اور سالم مولائے ابو حذیفہ نماز پڑھاتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اضافہ کیا، انھیں نماز پڑھائی، میں آپ کے ہمراہ قباء میں مقیم رہا یہاں تک کہ پانچ نمازیں پڑھیں، پھر میں رخصت ہونے کو آیا، آپ نے ابو بکرؓ سے فرمایا کہ انھیں کچھ دے دو، انھوں نے مجھے نہیں درم دیے اور ایک چادر اڑھائی، میں اپنے مولیٰ کے پاس واپس آیا، میرے پاس حلۂ الظعینہ (جوڑا) تھا، پھر میں قبیلے میں آیا، میں مسلمان تھا، مجھ سے میرے مولیٰ نے کہا کہ تم نے جلدی کی، میں نے کہا، اے میرے مولیٰ میں نے ایسا کلام (قرآن مجید) سنا کہ اس سے اچھا کلام نہیں سنا تھا، بعد کو میرے مولیٰ اسلام لائے۔

ابن مسعود بن ہنیدہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب المریسیع میں حاضر ہوئے، انھیں ان کے مولیٰ نے آزاد کر دیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس اونٹ عطا فرمائے۔

سعد مولائے الاسلمیین

عبد اللہ بن سعد نے اپنے والد سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العرج میں تھے، میں آپ کا رہبر تھا، ہم لوگ رکوبہ میں چلے، میں پہاڑوں میں چلا اور انھیں میں رہ گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المتخذوات سے گذرے، جو العرج سے قریب ہے، ابو تمیم نے آپ کے پاس توشہ اور

اپنے غلام مسعود کو رہبر بنا کے بھیجا، ہم سب روانہ ہو کے الحجاز پہنچے جو مدینے سے ایک برید (۱۲ میل) کے فاصلے پر ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں نماز پڑھی، آج اُس جگہ آپ کی مسجد ہے، ہم نے اپنے دستر خوان کا بقیہ کھانا صبح کے وقت کھایا، شام کو ایک بکری ذبح کی تھی اور اُسے بھون لیا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمیں بنی عمرو بن عوف کا راستہ کون بتائے گا، راوی نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب سعد بن خیثمہ کے پاس اُترا، اسلمیین کے مولیٰ سعد اسلام لائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی۔

ربیعہ بن کعب الاسلمی

۴۴

زمانۂ قدیم میں اسلام لائے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی، آپ ہی کے ساتھ رہتے تھے، اہل صُفّہ میں سے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتے تھے۔

ربیعہ بن کعب الاسلمی سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے کے پاس سوتا تھا، آپ کو وضو کا پانی دیتا تھا، رات کے ایک حصے میں "سمع اللہ لمن حمدہ" اور دوسرے حصے میں "الحمد للہ رب العلمین" سُنتا تھا۔

ابو عمران الجونی سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ و ربیعہ الاسلمی کو ایک زمین عطا فرمائی جس میں کھجور کا ایک درخت تھا جڑ اُس کی ربیعہ کی زمین میں تھی اور شاخ ابوبکرؓ کی زمین میں، ابوبکرؓ نے کہا کہ یہ درخت میرا ہے، ربیعہ نے دعویٰ کیا کہ میرا ہے۔

ابوبکرؓ نے اُن کے ساتھ تیزی کی، ربیعہ کی قوم کو معلوم ہوا تو وہ اُن کے پاس آئے، ربیعہ نے اُن لوگوں سے کہا کہ میں تم میں سے

ہر شخص کو قطعاً اُن سے کچھ کہنے کو منع کرتا ہوں جس سے وہ ناراض ہوں اور اُن کی ناراضی کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوں، پھر اپنے رسولؐ کی ناراضی کی وجہ سے اللہ ناراض ہو۔

جب ابو بکرؓ کا غصہ فرو ہوگیا تو انھوں نے کہا کہ اے ربیعہ (درخت) مجھے واپس کر دو، انھوں نے کہا کہ میں آپ کو واپس نہ دوں گا، ابو بکرؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے، ربیعہ نے حاضر خدمت ہونے میں اُن پر سبقت کی اور عرض کی میں اللہ کے غضب سے اور اُس کے رسولؐ کے غضب سے اللہ سے پناہ مانگتا ہوں، فرمایا، کیا واقعہ ہے، انھوں نے آپ کو قصے کی خبر دی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں، تم انھیں واپس نہ کرنا، ابو بکرؓ اپنا منہ دیوار کی طرف کرکے رونے لگے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس شخص کے لیے شاخ کا حکم دیا جس کے لیے جڑ تھی۔

محمد بن عمرؒ نے کہا کہ ربیعہ بن کعب مدینے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہ کر آپ کے ہمرکاب جہاد کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو ربیعہ مدینے سے چلے گئے اور بین میں اُترے جو بلاد اسلم میں سے ہے اور مدینے سے ایک برید (۱۲ میل) کے فاصلے پر ہے، ربیعہ جنگ حرّہ تک زندہ رہے اور حرّہ کا واقعہ ذی الحجہ ۶۳ھ میں یزید بن معاویہ کی خلافت میں ہوا۔

ناجیہ بن جُندُب الاسلمی

اسلم کے ایک بطن بنی سہم میں سے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب حدیبیہ میں حاضر ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حدیبیہ روانہ ہوئے تو آپ نے اپنی ہدی (قربانیٔ حج) پر اُن کو عامل بنایا اور

حکم دیا کہ وہ اُسے لیکے ذوالحلیفہ تک آگے جائیں۔

۴۵ عبداللہ بن دینار سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرۂ قضاء کے لیے روانہ ہوئے تو آپ نے اپنی ہدی (قربانی حج) پر ناجیہ ابن جندب الاسلمی کو مقرر فرمایا، وہ ہدی کو درختوں میں چارہ تلاش کرتے ہوئے آگے لے جانے لگے، اُن کے ہمراہ اسلم کے چار نوجوان بھی تھے۔

محمد بن عمرؓ نے کہا کہ ابن جندب فتح مکہ میں شریک تھے، حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اپنی ہدی پر عامل بنایا، ناجیہ بنی سلمہ میں اُترے تھے، معاویہؓ بن ابی سفیان کی خلافت میں مدینے میں اُن کی وفات ہوئی۔

ناجیہ بن الاعجم الاسلمی

حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم کاب تھے۔

عطا بن ابی مروان نے اپنے والد سے روایت کی کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چودہ اصحابؓ نے بیان کیا کہ ناجیہ بن الاعجم وہی شخص ہیں کہ حدیبیہ کے کنویں میں تیر ڈالا تو آب شیریں ابلنے لگا اور لوگ پانی کے گرد اگرد لوٹے۔

محمد بن عمرؓ نے کہا کہ جنھوں نے تیر ڈالا وہ ناجیہ بن جندب تھے، دوسری روایت ہے کہ البراء بن عازب تھے، یہ بھی مذکور ہے کہ عباد بن خالد الغفاری تھے، لیکن اول الذکر زیادہ ثابت ہے کہ ناجیہ ابن الاعجم تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ میں قبیلۂ اسلم کے لیے دو جھنڈے باندھے جن میں ایک ناجیہ بن الاعجم نے اُٹھایا اور دوسرا بریدہ بن الحصیب نے۔

ناجیہ بن الاعجم کی وفات مدینے میں آخر زمانۂ خلافت معاویہ رضہ ابن ابی سفیان میں ہوئی، کوئی پس ماندہ نہ تھا۔

حمزہ بن عمرو الاسلمی

محمد بن حمزہ سے مروی ہے کہ حمزہ بن عمرو کی کنیت ابو محمد تھی، وفات سنہ ۶۱ھ میں ہوئی، اس وقت وہ اکہتر سال کے تھے، ابوبکر رضہ و عمر رضہ سے روایت کی ہے۔

محمد بن عمر رضہ نے کہا کہ حمزہ بن عمرو نے کہا کہ جب ہم لوگ تبوک میں تھے اور منافقین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی العقبہ میں بھگا دی جس سے آپ کے کجاوے کا کچھ سامان بھی گر پڑا تو میری پانچوں انگلیوں میں نور پیدا کر دیا گیا، روشنی ہوگئی اور سامان میں سے جو چھوٹ گیا تھا، کوڑا اور گدہ، وغیرہ، وہ میں اٹھانے لگا۔

حمزہ بن عمرو وہ شخص ہیں کہ کعب بن مالک کو ان کی توبہ (قبول ہونے) کی اور جو ان کے بارے میں قرآن نازل ہوا تھا اس کی بشارت دی تو انھوں نے اپنے بدن کی دونوں چادریں اُتار کے انھیں اُڑھا دیں۔ کعب نے کہا کہ واللہ میرے پاس ان دو چادروں کے سوا کچھ نہ تھا (ورنہ وہ بھی دے دیتا) انھوں نے کہا کہ پھر میں نے ابو قتادہ سے دو چادریں مانگ لیں۔

عبدالرحمٰن بن الاشیم الاسلمی

سلمہ بن وردان سے مروی ہے کہ میں نے عبدالرحمٰن بن الاشیم الاسلمی کو

دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ میں سے سفید سر اور ڈاڑھی والے تھے۔

محجن بن الادرع الاسلمی

بنی سہم میں سے تھے، یہ وہی شخص ہیں جن کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ رمی کرو اور میں ابن الادرع کے ساتھ ہوں، مدینے میں رہتے تھے، خلافت معاویہؓ بن ابی سفیان کے زمانے میں وہیں اُن کی وفات ہوئی۔

عبداللہ بن وہب الاسلمی

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے فیضیاب ہوئے، جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو وہ عمان میں تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر پہنچی تو وہ (عبداللہ بن وہب) اور حبیب بن زید المازنی عمان سے عمرو بن العاص کے پاس روانہ ہوئے، مسیلمہ نے ان لوگوں کو روکا، ساری قوم بچ گئی، حبیب بن زید اور عبداللہ بن وہب پر کامیابی حاصل کرلی گئی، مسیلمۂ کذاب نے کہا کہ کیا تم دونوں شہادت دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں، حبیب نے شہادت دینے سے انکار کیا تو اُس نے اُنھیں قتل کر دیا اور اُن کا ایک ایک عضو کاٹ ڈالا، عبداللہ بن وہب نے اقرار کرلیا، اگرچہ اُن کا قلب ایمان پر مطمئن تھا، اُس نے اُنھیں قتل نہیں کیا بلکہ قید کر دیا، خالدؓ بن الولید اور مسلمان یمامہ میں اُترے اور اُن لوگوں نے

مسیلمہ سے قتال کیا تو عبد اللہ بن وہب بچ کے اُسامہ بن زید کے پاس آئے جو خالدؓ بن الولید کے ہمراہ تھے، انھوں نے مسلمانوں کے ہمراہ حملہ کر کے مسیلمہ اور اُس کے ساتھیوں سے شدید قتال کیا۔

حرملہ بن عمرو الاسلمی

وہ اُن عبد الرحمٰن بن حرملہ کے والد تھے جن سے سعید بن المسیب نے روایت کی ہے۔

حرملہ بن عمرو سے مروی ہے کہ میں نے اس طرح حجۃ الوداع کیا کہ میرے چچا سنان بن سنہ مجھے اپنا ہم نشین (ردیف) بنائے ہوئے تھے، جب ہم لوگوں نے وقوفِ عرفات کیا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اپنی ایک اُنگلی دوسری اُنگلی پر رکھی، میں نے اپنے چچا سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرماتے ہیں، اُنھوں نے کہا، فرماتے ہیں کہ حصی الخذف (مٹر کے دانے) کے برابر کنکریوں سے رمی کرو۔

سنان بن سنۃ الاسلمی

۴۷ حرملہ بن عمرو کے چچا تھے، حرملہ عبد الرحمٰن بن حرملہ الاسلمی کے والد تھے جن سے سعید بن المسیب نے روایت کی ہے اسنان بن سنۃ اسلام لائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے فیضیاب ہوئے۔

عمرو بن حمزہ بن سنان الاسلمی

منذر بن جہم سے مروی ہے کہ عمرو بن حمزہ بن سنان، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب حدیبیہ میں حاضر ہوئے تھے، وہ مدینے آئے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دیہات واپس جانے کی اجازت چاہی، آنحضرت نے اجازت مرحمت فرمائی، وہ روانہ ہوئے جب الضبوعہ میں تھے جو مکے کی طرف الحجہ کے راستے پر مدینے سے بارہ میل کے فاصلے پر ہے تو انھیں عرب کی ایک خوب صورت لڑکی ملی، شیطان نے انھیں بہکایا، وہ اُس سے مبتلا ہوئے اور شادی شدہ نہ تھے، پھر نادم ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کے خبر دی تو آپ نے ان پر اس طرح حد قایم فرمائی کہ ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ انھیں ایسے کوڑے سے تازیانے مارے جو دو کھالوں سے بنایا گیا ہو اور نرم ہو۔

حجاج بن عمرو الاسلمی

وہ اُن حجاج کے والد تھے جن سے عروہ بن الزبیر نے روایت کی ہے، حجاج بن حجاج نے ابی ہریرہؓ سے بھی روایت کی ہے۔

حجاج بن عمرو سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ جو (سفر حج میں) تھک جائے یا لنگڑا ہو جائے تو حلال (احرام سے باہر) ہو گیا اور اُس پر دوسرا حج فرض ہے، راوی نے کہا کہ میں نے ابن عباسؓ اور ابو ہریرہ کو اس حدیث کی خبر دی تو ان

دونوں نے فرمایا کہ سچ کہا۔

حجاج بن الحجاج نے اپنے والد سے روایت کی کہ عرض کی کہ یارسولؐ اللہ مجھ سے رضاع (دودھ پینے) کی مذمت کیا چیز لی جائے گی تو آپ نے فرمایا لونڈی یا غلام۔

عمرو بن نُہم الاسلمی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب حدیبیہ گئے، ثنیۃ ذات الحنظل کے راستے پر آپ کے رہبر تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آپ کے آگے آگے چلے اور آپ کو اُس پر (لے جا کے) ٹھیرا دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ آج کی شب اس ثنیہ کی مثال ایسی ہی ہے جیسے بنی اسرائیل کا وہ دروازہ (جس کے متعلق) اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے فرمایا تھا کہ "اُدخلوا الباب سُجّداً و قولوا حطۃ" (دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو اور کہو کہ گناہوں کو معاف کر) فرمایا کہ آج کی شب جو شخص اس ثنیہ سے گذرے گا اُس کی مغفرت کر دی جائے گی۔

زاہر بن الاسود بن مخلع

نام عبداللہ بن قیس بن دعبل اور انھیں تک پرورش تھی۔ ابن انس ابن خُزیمہ بن مالک بن سلامان بن افصیٰ۔

مجزأۃ بن زاہر بن الاسود الاسلمی نے اپنے والد سے روایت کی، جو اُن لوگوں میں سے تھے جو درخت حدیبیہ کے نیچے حاضر ہوئے تھے، ہیں

آگ سلگا رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے ندا دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم لوگوں کو گدھے کے گوشت سے منع کرتے ہیں۔

محمد بن عمر نے کہا کہ جب مسلمان کوفے میں اترے تو زاہر بھی وہیں اترے، اُن کے بیٹے مجزاۃ بن زاہر کوفے کے شرفاء تھے، عمرو بن الحمق کے ساتھیوں میں سے تھے۔

ہانی بن اوس الاسلمی

ہانی بن اوس سے مروی ہے کہ وہ اُن لوگوں میں سے تھے جو درخت حدیبیہ کے نیچے حاضر ہوئے تھے، گھٹنے میں درد ہو گیا تو جب سجدہ کرتے تھے تو اپنے گھٹنے کے نیچے تکیہ رکھ لیتے تھے۔

ابو مروان الاسلمی

نام مُعَتِّب بن عمرو تھا جن سے اُن کے بیٹے عطاء بن ابی مروان نے روایت کی اور لوگوں نے عطاء بن ابی مروان سے روایت کی۔

مُعَتِّب بن عمرو الاسلمی سے مروی ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا کہ ماعز بن مالک حاضر ہوئے، انھوں نے کہا کہ میں نے زنا کیا، آپ نے تین مرتبہ منہ پھیر لیا، جب چوتھی مرتبہ کہا تو آپ اُن کی طرف متوجہ ہوئے، فرمایا کہ کیا تم نے اُس سے نکاح کیا ہے، عرض کی جی ہاں یہاں تک کہ یہ عضو اُس کے اُس عضو میں پوشیدہ ہو گیا جس طرح سلائی سُرمہ دانی میں اور ڈول کی رسی کنوئیں میں پوشیدہ ہو جاتی ہے۔

بشیر الاسلمی

۴۹

بشیر بن بشیر الاسلمی نے اپنے والد سے روایت کی کہ جو اصحاب رضی اللہ عنہ شجرہ (درخت حدیبیہ والوں) میں سے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس ناپاک درخت سے کھائے تو وہ ہم سے سرگوشی نہ کرے۔ یہ حدیث یزید بن معاویہؓ کی بیعت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حیا کے بیان میں حُمید سے طول کے ساتھ مروی ہے۔

ہیثم بن نصر بن دہر الاسلمی

محمد بن عمرو، بن ذہر کہتے تھے۔

ہیثم بن ذہر سے مروی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی اور ریش بچہ کو دیکھا، اندازہ کیا تو تین عدد سفید بال ہوں گے۔

حارث بن حبال

ابن ربیعہ بن دعبل بن انس بن خزیمہ بن مالک بن سلامان بن اسلم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی، بہ روایت ہشام بن محمد آپ کے ہمرکاب حدیبیہ میں حاضر ہوئے۔

مالک بن جبیر بن حبال

ابن ربیعہ بن دعبل انہی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی، یہ روایت ہشام بن محمد بن السائب الکلبی حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے۔

۵۰ (کتاب ابن حیویہ کے بارھویں جزو کا آخری حصہ۔ ادراس کے بعد تیرھواں حصہ ہے اور بنی مالک بن افصی کا ذکر ہے جو نیز کمزور تھے۔ الحمد للہ رب العلمین وصلوٰۃ علی محمد وآلہ)۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بنی مالک بن افصیٰ جو اسلم کے بھائی تھے اور وہ بھی اُن لوگوں میں تھے جو کمزور تھے۔

اسما بن حارثہ

ابن سعد بن عبد اللہ بن غیاث بن سعد بن عمرو بن عامر بن ثعلبہ ابن مالک بن افصیٰ اور بنی حارثہ تک بنی مالک بن افصیٰ کا بیت ہے۔

اسما بن حارثہ کی اولاد میں غیلان بن عبد اللہ بن اسما بن حارثہ تھے جو ابو جعفر منصور کے قواد (فوجی سرداروں) میں سے تھے، اُن کا بنی عباس کی دعوت میں (یعنے دفتر مجاہدین و وظیفہ یا فتگان میں) ذکر تھا۔

اسما بن حارثہ الاسلمی سے مروی ہے کہ میں یوم عاشورا (۱۰ محرم) کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا، فرمایا اے اسما کیا آج تم نے روزہ رکھا ہے؟ عرض کی نہیں، فرمایا، روزہ رکھو، عرض کی یا رسول اللہ میں نے تو صبح کا کھانا کھا لیا ہے، فرمایا، دن کے باقی حصے میں روزہ رکھو اور اپنی قوم کو بھی حکم دو کہ عاشورے کا روزہ رکھیں۔ میں نے اپنا جوتا اٹھا کے پاؤں میں ڈالا اور اپنی قوم کے پاس آیا، میں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیتے ہیں، اُن لوگوں نے کہا کہ ہم نے تو صبح کا کھانا کھا لیا ہے

میں نے کہا کہ آپ نے تم لوگوں کو حکم دیا ہے کہ باقی دن میں روزہ رکھو۔
سعید بن عطا بن ابی مروان نے اپنے باپ دادا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسما و ہند فرزندان حارثہ کو قبیلۂ اسلم کی جانب بھیجا کہ دونوں ان لوگوں سے کہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم لوگوں کو حکم دیتے ہیں کہ رمضان میں مدینے میں حاضر ہو، یہ اُس وقت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ مکہ کا ارادہ فرمایا۔

۵۱ محمد بن عمر نے کہا کہ اسماء بن حارثہ کی وفات ۶۶ھ میں ہوئی، اس زمانے میں اسی سال کے تھے۔
محمد بن سعد نے کہا کہ میں نے دوسرے اہل علم کو کہتے سنا کہ اسما کی وفات بصرے میں معاویہؓ بن ابی سفیان کی خلافت اور زیاد کی ولایت میں ہوئی۔
ان کے بھائی:

ہند بن حارثہ الاسلمی

حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر ہوئے۔
محمد بن عمر نے کہا کہ ابو ہریرہؓ کہتے تھے کہ میں نے اسما و ہند فرزندان حارثہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم ہی دیکھا، زمانۂ دراز سے آپ کے دروازے پر رہنا اور دونوں کا آپ کی خدمت کرنا ان کا شیوہ تھا، دونوں محتاج تھے، ان کے پس ماندہ یمن میں تھے، ہند ابن حارثہ کی وفات مدینے میں معاویہؓ بن ابی سفیان کے زمانۂ خلافت میں ہوئی۔
بعض اہل علم نے بیان کیا کہ یہ لوگ آٹھ بھائی تھے جنھوں نے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی، سب کے سب بیعۃ الرضوان میں (جو درخت حدیبیہ کے نیچے لی گئی تھی) حاضر تھے، وہ آٹھوں بھائی اسماء و ہند و خداش و ذؤیب و حمران و فضالہ و سلمہ و مالک فرزندان حارثہ ابن سعید بن عبداللہ بن غیاث تھے۔

ذؤیب بن حبیب الاسلمی

بنی مالک بن افصٰی برادران اسلم میں سے تھے۔

ابن عباس کہتے تھے کہ ہم سے ذؤیب صاحب ہدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ہلاک شدہ ہدی (جانوران قربانی) کو دریافت فرمایا۔

مدینے میں ان کا مکان تھا، معاویہ بن ابی سفیان کے زمانۂ خلافت تک زندہ رہے۔

ہزال الاسلمی

وہ ابو نعیم بن ہزال تھے جو بنی مالک بن افصٰی برادران اسلم میں سے تھے اور ان ماعز بن مالک کے ساتھی تھے جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فعل (زنا) کی وجہ سے جو انہوں نے کیا تھا حکم دیا کہ آپ کے پاس آئیں اور آپ ہی کے پاس ٹھیریں۔

یزید بن نعیم بن ہزال نے اپنے باپ دادا سے روایت کی کہ ماعز کے والد نے اپنے بیٹے ماعز کے متعلق مجھے وصیت کی تھی، وہ میری پرورش میں تھے، ان کی میں اُس سے بھی زیادہ خوبی سے

کفالت کرتا تھا جیسی کوئی کسی کی کرتا ہے، ایک روز وہ میرے پاس آئے اور کہا کہ میں ایک بڑے مہر والی عورت کو پیام دیتا تھا جسے میں پہچانتا تھا، میں نے اس سے اپنا مقصود حاصل کر لیا، اب اپنے کیے پر نادم ہوں، تمھاری کیا رائے ہے، انھوں نے یہ مشورہ دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیں اور آپ کو اطلاع دیں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور زنا کا اقرار کر لیا، وہ شادی شدہ تھے۔

۵۲ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں الحرّاے جانے کا حکم دیا، ہمراہ ابوبکر صدیقؓ کو بھیجا کہ وہ انھیں سنگسار کر دیں، جب پتھر لگے تو العقیق کی طرف بھاگے، انھیں المکین میں پکڑ لیا گیا، جس شخص نے انھیں وظیف حمار میں پکڑا وہ عبداللہ بن انیس تھے، وہ برابر انھیں پتھر مارتے رہے یہاں تک کہ قتل کر دیا۔

عبداللہ بن انیس، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو اطلاع دی، فرمایا کہ تم لوگوں نے انھیں کیوں نہ چھوڑ دیا، شاید وہ توبہ کرتے اور اللہ ان کی توبہ قبول کر لیتا، پھر فرمایا کہ اے ہزالؓ تم نے اپنے یتیم کے ساتھ بہت برا کیا اگر تم اپنی چادر کے کنارے سے اُن کی ستر پوشی کرتے تو تمھارے لیے بہتر ہوتا۔

عرض کی یارسول اللہ مجھے معلوم نہ تھا کہ اس امر میں گنجایش ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو بلایا جس سے انھوں نے یہ فعل کیا تھا، فرمایا چلی جا اور اس سے آپ نے کچھ بازپرس نہیں کی، لوگوں نے ماعز کے بارے میں چہ میگوئی کی اور بہت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انھوں نے ایسی توبہ کی کہ اگر ویسی توبہ میری امت کا ایک ایک گروہ کرتا تو میں اُن سب سے درگذر کرتا۔

ماعز بن مالک الاسلمی

اسلام لائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی، یہ وہی شخص ہیں جو ایک گناہ کے مرتکب ہوئے اور نادم ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اقرار کیا، وہ شادی شدہ تھے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق حکم دیا تو انھیں سنگسار کردیا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ انھوں نے ایسی توبہ کی کہ اگر ویسی توبہ میری امت کا ایک گروہ کرتا تو میں ان سب سے درگذر کرتا۔

ابن بریدہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ ماعز بن مالک کے لیے دعائے مغفرت کرو۔

(اور بقیہ قبائل الازد میں سے، پھر دوس بن عدثان بن عبداللہ بن زہران وبن کعب بن الحارث بن کعب بن عبداللہ بن مالک بن نصر بن الازد میں سے)۔

ابوہریرہ رضؓ

محمد بن عمر نے کہا کہ ان کا نام عبد شمس تھا، اسلام لائے تو عبداللہ رکھا گیا، دوسروں نے کہا کہ ان کا نام عبد نہم تھا، اور کہا جاتا ہے کہ عبد غنم تھا، یہ بھی کہتے ہیں کہ سکین تھا۔

ہشام بن محمد بن السائب الکلبی نے کہا کہ ان کا نام عمیر بن عامر ابن عبد ذی الشری بن طریف بن عیاث بن ابی صعب بن ہنیہ بن سعد بن ثعلبہ بن سلیم بن فہم بن غنم بن دوس تھا، ان کی والدہ دختر صفیح

ابن الحارث بن شابی بن ابی صعب بن ہنیہ بن سعد بن ثعلبہ بن سلیم
ابن فہم بن غنم بن دوس تھیں۔

ابو ہریرہ رضؓ کے ماموں سعد بن صفیح بنی دوس کے سخت لوگوں میں سے
تھے، قریش کے جس شخص کو پکڑ لیتے اُسے ابی اُزیہر الدوسی کے بدلے
قتل کر ڈالتے۔

۵۳

ابی ہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ میں مدینے میں آیا تو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم خیبر میں تھے، بنی غفار کے ایک شخص کو پایا جو نماز فجر میں لوگوں کی
امامت کر رہے تھے، میں نے انھیں پہلی رکعت میں سورۂ مریمؑ اور
دوسری رکعت میں ویل للمطففین پڑھتے سُنا۔

ابی ہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ جب میں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت میں حاضر ہوا تو راستے میں (یہ شعر) کہا:

یا لیلۃً من طولها وعنائها　　علی انها من دارۃ الکفر نجت

(اے شب کی درازی اور اُس کی مشقت۔ علاوہ اس کے کہ
اُس نے کفر کے مقام سے پھینک دیا)۔

راستے میں میرا غلام بھاگ گیا، جب میں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کے پاس آیا اور آپ سے بیعت کرلی تو آپ کے پاس ہی تھا کہ میرا ایک
غلام نظر آیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ابو ہریرہ
یہ تمہارا غلام ہے، عرض کی وہ اللہ کی راہ کے لیے ہے اور میں نے
اُسے آزاد کر دیا۔

ابو ہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ میں یتیمی کی حالت میں پیدا ہوا،
مسکینی کی حالت میں ہجرت کی، بسرۃ بنت غزوان کا اپنے پیٹ کے
کھانے اور پاؤں کی نوبت پر اجیر (مزدور و ملازم) تھا، جب
وہ لوگ اُترتے تھے تو میں خدمت کرتا تھا اور جب وہ لوگ سوار
ہوتے تھے تو میں حدی (وہ اشعار جن سے اونٹ مست ہو کے خوب

چلتا ہے) پڑھتا تھا، پھر اللہ نے اُس سے میرا نکاح کر دیا، سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے دین کو معتدل و مستقیم بنایا اور ابو ہریرہ کو امام بنایا۔

ابی ہریرہؓ سے مروی ہے کہ میں نے اپنے آپ کو دختر غزوان کو پیٹ کے کھانے اور پاؤں کی نوبت پر کرایے کو دے دیا، وہ مجھے تکلیف دیتی تھی، مجبور کرتی تھی کہ میں کھڑا ہو کر چلوں اور برہنہ پا زمین پر چلوں، اس کے بعد اللہ نے اُس سے میرا نکاح کر دیا تو میں اُسے تکلیف دیتا تھا کہ وہ کھڑے ہو کر اور برہنہ پا زمین پر چلے۔

ابی ہریرہؓ سے مروی ہے کہ میں ابن عفانؓ اور دختر غزوان کا اپنے پیٹ کے کھانے اور پاؤں کی نوبت پر نوکر تھا کہ جب وہ سوار ہوتے تھے تو میں اُنھیں چلاتا تھا اور جب اُترتے تھے تو اُن کی خدمت کرتا تھا، دختر غزوان نے ایک روز مجھ سے کہا کہ تم ضرور ضرور کھڑے ہو کر چلو گے اور ضرور ضرور برہنہ پا چلو گے، بعد کو اللہ نے اُس سے میرا نکاح کر دیا تو میں نے کہا کہ تم ضرور ضرور برہنہ پا چلو گی اور ضرور ضرور کھڑی ہو کر چلو گی۔

محمد سے مروی ہے کہ ابو ہریرہؓ نے ناک چھنکی، اُن کے بدن پر کتاں کی گیروے رنگ کی چادر تھی، انھوں نے اُسی میں ناک چھنک لی، پھر انھوں نے کہا کہ واہ وا، ابو ہریرہ کتاں میں ناک چھنکتا ہے، حالانکہ میں نے اپنے آپ کو اس حالت میں دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر اور عایشہؓ کے حجرے کے درمیان آنے والا آتا تھا اور سمجھتا تھا کہ ابو ہریرہ کو جنون ہے حالانکہ مجھے جنون نہ تھا صرف بھوک تھی، میں نے اپنے آپ کو اس حالت میں بھی دیکھا ہے کہ میں ابن عفانؓ اور دختر غزوان کا اپنے پیٹ کے کھانے اور اپنے پاؤں کی نوبت پر نوکر تھا کہ جب وہ لوگ کوچ کرتے تھے تو میں اُنھیں چلاتا تھا اور جب اُترتے تھے تو میں اُن کی خدمت کرتا تھا، پھر ایک

۵۴

روز اس (دختر غزوان) نے کہا کہ تمھیں ضرور پیادہ چلنا ہوگا اور ضرور کھڑے ہو کر چلنا ہوگا، اس کے بعد اللہ نے اُس سے میرا نکاح کر دیا تو میں نے اُس سے کہا کہ تمھیں ضرور پیادہ چلنا ہوگا اور ضرور کھڑے ہو کر چلنا ہوگا۔

عمار بن ابی عمار سے مروی ہے کہ ابو ہریرہؓ نے کہا کہ میں جس مشہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب شریک ہوا آپ نے اُس میں میرا حصہ ضرور لگایا سوائے اس کے کہ جو خیبر میں تھا کیوں کہ وہ اہل حدیبیہ کے لیے مخصوص تھا، ابو ہریرہؓ اور ابو موسیٰ حدیبیہ و خیبر کے درمیان آئے تھے۔

عبد الحمید بن جعفر نے اپنے والد سے روایت کی کہ ابو ہریرہؓ ۷ھ میں اُس وقت آئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں تھے، وہ خیبر چلے گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب مدینے آئے۔

ابی ہریرہؓ سے مروی ہے کہ میں نے تین سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی، اُن سالوں میں جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اُس کے یاد رکھنے سے اور سمجھنے سے زیادہ پسند مجھے کوئی چیز کبھی نہ تھی۔

حمید بن عبد الرحمٰن سے مروی ہے کہ ابو ہریرہؓ نے چار سال تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی۔

عراک بن مالک کے والد نے اپنی قوم کے ایک گروہ سے روایت کی کہ ابو ہریرہؓ اپنی قوم کی ایک جماعت کے ساتھ بطور وفد کے مدینے آئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر جا چکے تھے، آپ نے مدینے پر بنی غفار کے ایک شخص کو جن کا نام سباع بن عرفطہ تھا اپنا جانشین بنایا تھا، وہ نماز فجر میں تھے، انھوں نے پہلی رکعت میں "کھیعص" اور دوسری رکعت میں "ویل للمطففین" پڑھی۔

ابو ہریرہؓ نے کہا کہ پھر میں نماز میں کہتا تھا کہ "ویل لابی فلان له مکیالان اذا اکتال بالوافی واذا کال کال بالناقص" فلاں کے

والد کی خرابی ہے کہ جس کے پاس دو پیمانے ہیں (ایک پورا اور ایک کم) کہ جب وہ تلوائے تو پورے سے (تلوائے) اور جب خود تول کے دے تو کم سے تول کے دے۔

جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو سباع کے پاس آئے، پھر کچھ توشہ لیکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خیبر میں آئے، آپ خیبر فتح کرچکے تھے، پھر آپ نے مسلمانوں سے گفتگو کی تو انھوں نے ہمیں اپنے حصوں میں شریک کرلیا۔

ابی ہریرہؓ سے مروی ہے کہ کوئی مومن اور مومنہ ایسی نہیں جو مجھے سُنے اور مجھ سے محبت نہ کرے، راوی نے کہا کہ میں نے پوچھا، یہ آپ کو کون بتاتا ہے۔

اُنھوں نے کہا کہ میں اپنی والدہ کو اسلام کی دعوت دیتا تھا تو وہ انکار کرتی تھیں، ایک روز میں نے انھیں اسلام کی دعوت دی تو اُنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں وہ باتیں سُنائیں جو میں ناپسند کرتا تھا، میں روتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی، یارسولؐ اللہ، میں والدۂ ابی ہریرہ کو اسلام کی دعوت دیتا تھا تو وہ انکار کرتی تھیں اور آج میں نے اُنھیں دعوت دی تو آپ کے بارے میں وہ باتیں سُنائیں جنھیں میں ناپسند کرتا ہوں، آپ اللہ سے دعا کیجیے کہ وہ والدۂ ابی ہریرہ کو اسلام کی طرف پھیر دے۔ ۵۵

آنحضرت صلعم نے دعا فرمائی، میں (اپنے گھر) آیا تو دروازہ بھڑا ہوا تھا اور پانی کے بہنے کی آواز سُنائی دیتی تھی، والدہ نے اپنا شلوکا پہنا اور جلدی سے اوڑھنی اوڑھی، پھر کہا کہ اے ابوہریرہ اندر آؤ، میں اندر گیا تو کہا کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اُس کے بندے اور اُس کے رسولؐ ہیں۔
میں دوڑتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا،

خوشی سے اسی طرح رو رہا تھا جس طرح غم سے رویا تھا، عرض کی یا رسول اللہ خوش ہو جائیے کہ اللہ نے آپ کی دعا قبول کرکے والدۂ ابی ہریرہ کو اسلام کی ہدایت کر دی، پھر عرض کی، یا رسول اللہ، اللہ سے دعا کیجیے کہ وہ مجھے اور میری والدہ کو مومنین و مومنات کا اور ہر مومن و مومنہ کا محبوب بنا دے، فرمایا، اے اللہ اپنے اس بندے اور اس کی والدہ کو ہر مومن و مومنہ کا محبوب بنا دے، جو مومنہ و مومن مجھے سُنتا ہے وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔

ابی ہریرہؓ سے مروی ہے کہ میں ایک روز اپنے گھر سے مسجد کی طرف نکلا، مجھے صرف بھوک نے نکالا تھا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ کی ایک جماعت کو پایا، اُن لوگوں نے بھی یہی کہا کہ واللہ ہمیں صرف بھوک نے نکالا، ہم لوگ کھڑے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے، فرمایا کہ تم لوگوں کو اس وقت کیا چیز لائی، عرض کی، یا رسول اللہ ہمیں بھوک لائی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طباق منگایا جس میں کھجوریں تھیں، ہم میں سے ہر شخص کو دو دو کھجوریں عطا فرمائیں اور فرمایا کہ یہی دو دو کھجوریں کھاؤ اور پانی پیو تو آج کے دن تمھیں کافی ہوں گی۔

ابو ہریرہؓ نے کہا کہ میں نے ایک کھجور کھالی اور ایک کھجور اپنی تھیلی میں رکھ لی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو ہریرہ تم نے یہ کھجور کیوں اُٹھالی، عرض کی کہ اُسے اپنی والدہ کے لیے اُٹھا لیا ہے، فرمایا، اُسے کھالو کیوں کہ میں تمھیں اُن کے لیے دو کھجوریں دوں گا، میں نے وہ کھالی اور آپ نے مجھے اُن کے لیے دو کھجوریں عطا فرمائیں۔

ابن شہاب سے مروی ہے کہ ابو ہریرہؓ اپنی والدہ کے ساتھ رہنے کی وجہ سے تاوقتیکہ وہ وفات نہ پاگئیں حج نہیں کرتے تھے۔

عبداللہ بن رافع سے مروی ہے کہ میں نے ابو ہریرہؓ سے

کہا کہ لوگوں نے آپ کی کنیت ابو ہریرہ رضؓ کیوں رکھ دی، انھوں نے کہا کہ کیا تم مجھ سے ڈرتے نہیں، میں نے کہا کہ کیوں نہیں، واللہ میں آپ سے ضرور ڈرتا ہوں، انھوں نے کہا کہ میں اپنے متعلقین کی بکریاں چراتا تھا اور میری ایک چھوٹی سی بلی تھی، جب رات ہو جاتی تھی تو میں اُسے درخت پر رکھ دیتا تھا اور صبح ہوتی تھی تو میں اُسے پکڑ کر اس سے کھیلتا تھا، اسی لیے لوگوں نے میری کنیت ابو ہریرہ (بلی کا باپ) رکھ دی۔

۵۶ ابی ہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میں نے آپ سے بہت حدیثیں سنیں مگر انھیں بھول جاتا ہوں، فرمایا، اپنی چادر پھیلاؤ، میں نے اُسے پھیلا دیا تو آپ نے اپنے ہاتھ سے اُسے پھاڑ دیا اور فرمایا کہ اُسے جوڑ لو، میں نے اُسے جوڑ لیا، اس کے بعد میں کوئی حدیث نہیں بھولا۔

ابی ہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی چادر پھیلاؤ، میں نے اُسے پھیلا دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دن بھر حدیث بیان فرمائی، میں نے اپنی چادر اپنے سینے سے لگالی، آپ نے مجھ سے جو کچھ بیان کیا تھا میں اُسے نہیں بھولا۔

ابی ہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ عرض کی، یا رسول اللہؐ، قیامت کے دن آپ کی شفاعت سے سب سے زیادہ سعادت کون حاصل کرے گا؟ فرمایا کہ اے ابو ہریرہ میرا گمان تھا کہ مجھ سے یہ حدیث تم سے پہلے کوئی نہیں پوچھے گا، اس لیے کہ میں تمھارا شوق حدیث دیکھتا تھا، قیامت کے دن میری شفاعت سے سب سے زیادہ سعادت وہ شخص حاصل کرے گا جو اخلاص کے ساتھ اپنے دل سے لا الہ الا اللہ کہے گا۔

الزہری سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ "ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات والھدی من بعد ما بیناہ للناس فی الکتاب۔ الآیۃ" (بے شک جو لوگ اُن دلائل اور ہدایات کو اس کے بعد چھپاتے ہیں کہ ہم نے اُسے کتاب میں لوگوں کے لیے واضح طور پر بیان

کر دیا ہے۔ یہی لوگ ہیں کہ جن پر اللہ لعنت کرتا ہے اور ان پر لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں) ابو ہریرہؓ نے کہا کہ تم لوگ کہتے ہو کہ ابو ہریرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت روایت کی حالانکہ وعدے کا مقام (قیامت) اللہ ہی کے لیے ہے، اور لوگ کہتے ہیں کہ مہاجرین کو کیا عذر ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ احادیث نہیں روایت کرتے۔

میرے ساتھی مہاجرین کو بازار کے معاملات مشغول رکھتے تھے اور میرے ساتھی انصار کو اُن کی زمینیں اور اُن کا انتظام مشغول رکھتا تھا، میں ایک مسکین آدمی تھا اور بہت زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم نشینی اختیار کرتا تھا، جب وہ لوگ باہر ہوتے تھے تو میں حاضر ہوتا تھا اور جب وہ لوگ بھولتے تھے تو میں یاد رکھتا تھا۔

ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے حدیث بیان فرمائی اور فرمایا کہ کون اپنی چادر پھیلاتا ہے کہ میں اُس میں اپنی حدیث انڈیل دوں اور وہ اسے اپنے لگالے، پھر جو کچھ مجھ سے سُنا ہے اُسے کبھی نہ بھولے، میں نے اپنی چادر پھیلادی آپ نے مجھ سے حدیث بیان کی، میں نے اُسے اپنے لگالیا، واللہ میں جو کچھ آپ سے سنتا تھا اُسے کبھی نہ بھولتا تھا، واللہ اگر کتاب اللہ میں یہ آیت نہ ہوتی تو میں تم سے کبھی کوئی حدیث نہ بیان کرتا، پھر انھوں نے یہ آیت تلاوت کی "اِن الذین یکتمون ما انزلنا من البینات والھدیٰ من بعد ما بیناہ للناس فی الکتٰب اولئک یلعنھم اللّٰہ ویلعنھم اللاعنون"۔

ابی ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جس سے علم دریافت کیا گیا اور اُس نے اُسے چھپایا تو اُسے قیامت کے دن آگ کی لگام ڈال کے لایا جائے گا۔

ابی ہریرہؓ سے مروی ہے، کہ اگر سورۂ البقرہ میں یہ آیت نہ ہوتی تو میں تم لوگوں سے کبھی کوئی حدیث نہ بیان کرتا "ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات والھدیٰ من بعد ما بیناہ للناس فی الکتاب اولئک

یلعنهم اللہ و یلعنهم اللاعنون" لیکن وعدے کا دن (قیامت کا دن) اللہ ہی کے لیے ہے۔

ابی ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جو اُس علم کو چھپائے جس سے نفع حاصل ہوتا ہو تو قیامت کے دن اُس کے آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔

ابی ہریرہؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو ظرف بھر کر (حدیثیں) یاد کیں، لیکن اُن میں سے ایک (ظرف) کو تو میں نے پھیلا دیا اور دوسرے کو اگر میں پھیلاؤں تو یہ گلا کاٹ ڈالا جائے۔

ابی ہریرہؓ سے مروی ہے کہ اگر میں تم لوگوں کو وہ سب بتا دوں جو میں جانتا ہوں تو لوگ مجھے ڈھیلے ماریں اور کہیں کہ ابو ہریرہ مجنون ہے۔

ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جو کچھ میرے پیٹ میں ہے اگر وہ سب میں تم لوگوں سے بیان کر دوں تو ضرور تم لوگ مجھے اونٹ کی مینگنیوں سے مارو گے۔

حسنؓ نے کہا کہ انھوں نے سچ کہا، واللہ اگر ہمیں وہ یہ بتاتے کہ بیت اللہ منہدم کیا جائے گا یا جلا یا جائے گا تو لوگ اُن کی تصدیق نہ کرتے۔

ابو ہریرہؓ کہتے تھے کہ لوگ کہتے ہیں، اے ابو ہریرہ تم نے بہت زیادہ بیان کیا، قسم ہے اُس کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ اگر میں تم لوگوں سے وہ سب بیان کر دیتا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے تو تم لوگ مجھے چھلکے مارتے اور مجھ سے کلام نہ کرتے۔

عبد اللہ بن شقیق سے مروی ہے کہ ابو ہریرہؓ کعب سے مسئلہ دریافت کرنے آئے، کعب قوم میں تھے، پوچھا کہ تم اُس سے کیا چاہتے ہو، انھوں نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں کوئی شخص مجھ سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

حدیث کا حافظ نہیں ہے، کعب نے کہا کہ تم نے کسی چیز کا طلبگار ایسا نہ پایا ہوگا جو زمانے کے کسی دن اس چیز سے سیراب نہ کر دیا جائے، سوائے طالب علم یا طالب دنیا کے، ابو ہریرہؓ نے کہا کہ تم کعب ہو، انھوں نے کہا کہ ہاں، ابو ہریرہؓ نے کہا کہ میں اسی قسم کی (حکیمانہ باتوں کے لیے تمھارے پاس آیا تھا۔

ابو ہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ جو شخص جنازے کی نماز پڑھے گا تو اس کے لیے ایک قیراط (ثواب) ہے، اور اس کی نماز پڑھے اور اس کے ساتھ جائے تو اس کے لیے دو قیراط (ثواب) ہے، عبداللہ بن عمر نے کہا کہ غور کر لو کہ تم کیا بیان کرتے ہو، کیوں کہ تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بہت بیان کرتے ہو، ابو ہریرہؓ نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور عائشہؓ کے پاس لے گئے، انھوں نے ان سے اس کو دریافت کیا تو عائشہؓ نے کہا کہ ابو ہریرہؓ نے سچ کہا، ابو ہریرہؓ نے کہا کہ اے ابو عبدالرحمٰن، مجھے بازار کے معاملات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کی صحبت) سے باز نہیں رکھتے تھے، مجھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کلمہ بتا دیتے تھے یا جو لقمہ کھلا دیتے تھے اہم معلوم ہوتا تھا۔

ابو ہریرہؓ سے (دوسرے طریق سے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کے مثل مروی ہے، سوائے اس کے کہ انھوں نے کہا کہ خز (سوت ریشم ملا ہوا کپڑا) جو آپ نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنایا، ابو ہریرہؓ کو بھی ایک خاکی رنگ کی چادر اڑھائی وہ اسے اس کی جوڑان سے وہرا کرتے تھے، پھر اسے کچھ کیڑا لگ گیا (یا پھٹ گئی) تو اسے جوڑ لیا اور اس طرح رفو نہیں کیا جس طرح لوگ رفو کرتے ہیں، گویا میں ان کی ریشم کی چادروں کو دیکھتا ہوں۔

وہب بن کیسان سے مروی ہے کہ میں نے ابو ہریرہؓ کو خز (سوت ریشم ملا ہوا کپڑا) پہنتے دیکھا۔

المقبری سے مروی ہے کہ میں نے ابو ہریرہؓ کے بدن پر

خز کی چادر دیکھی ہے۔

محمد بن زیاد سے مروی ہے کہ میں نے ابو ہریرہ رضؓ کے بدن پر خز کی چادر دیکھی ہے۔

قتادہ سے مروی ہے کہ ابو ہریرہ رضؓ خز پہنتے تھے۔

سعید بن ابی سعید سے مروی ہے کہ میں نے ابو ہریرہ رضؓ کے بدن پر ایک چادر دیکھی جس میں دیبا کی گنڈیاں لگی تھیں۔

جناب بن عروہ سے مروی ہے کہ میں نے ابو ہریرہ رضؓ کو دیکھا کہ اُن کے سر پر سیاہ عمامہ تھا۔

محمد بن سیرین سے مروی ہے کہ ابو ہریرہ رضؓ گیرو کے رنگے ہوئے کپڑے پہنتے تھے۔

عمیر بن اسحاق سے مروی ہے کہ ابو ہریرہ رضؓ کے چادر اوڑھنے کا طریقہ بغل کے نیچے سے تھا۔

قرۃ بن خالد سے مروی ہے کہ میں نے محمد بن سیرین سے پوچھا کہ کیا ابو ہریرہ رضؓ سخت مزاج تھے، انھوں نے کہا نہیں، بلکہ وہ نرم مزاج تھے، پوچھا، اُن کا رنگ کیسا تھا، انھوں نے کہا کہ گورا، میں نے کہا کیا وہ خضاب کرتے تھے، انھوں نے کہا کہ اس طرح کا کہ جیسا تم (میری ڈاڑھی میں) دیکھتے ہو، محمد بن سیرین نے اپنا ہاتھ اپنی ڈاڑھی کی طرف جھکایا جو سُرخ تھی، میں نے کہا اُن کا لباس کیسا تھا، انھوں نے کہا کہ ایسا ہی جیسا تم (مجھے) دیکھتے ہو، اور محمد بن سیرین کے بدن پر کتان کی دو گیرو کے رنگ کی چادریں تھیں۔ انھوں نے کہا کہ ایک روز انھوں نے ناک چھنکی اور کہا کہ واہ واہ، ابو ہریرہ رضؓ کتان میں ناک چھنکتا ہے۔

محمد بن سیرین سے مروی ہے کہ وہ مہندی کا خضاب کرتے تھے، انھوں نے ایک روز اپنی ڈاڑھی پکڑ کے کہا کہ گویا میرا خضاب ابو ہریرہ رضؓ کا خضاب ہے، میری ڈاڑھی مثل ابو ہریرہ رضؓ کی ڈاڑھی کے ہے، میرے بال مثل اُن کے بالوں کے ہیں، میری چادریں مثل اُن کی چادروں کے ہیں، اور اُن کے بدن پر دو گیرو کے رنگ کی چادریں تھیں۔

محمد سے مروی ہے کہ ایک روز ابو ہریرہ رضؓ نے اپنی چادر میں

ناک چھنکی، پھر کہا کہ واہ وا، کتان میں ناک چھنکتا ہے۔

ابو ہلال نے کہا کہ غالباً ایک مدنی شیخ نے ہم سے بیان کیا کہ میں نے ابو ہریرہ رضؓ کو دیکھا کہ اپنے رخساروں کے بال کترواتے تھے اور ان کی ڈاڑھی زرد تھی۔

یحیی بن ابی کثیر سے مروی ہے کہ ابو ہریرہ رضؓ کھڑے ہو کر جوتہ پہننے کو اور اپنے کرتے پر تہمد باندھنے کو ناپسند کرتے تھے۔

عبد الرحمن بن ابی لبیبۃ الطائفی سے مروی ہے کہ میں نے ابو ہریرہ رضؓ کو دیکھا کہ مسجد میں تھے، ابن خیثم نے کہا کہ میں نے عبد الرحمن سے استدعا کی مجھ سے اُن کا حلیہ بیان کیجئے تو انھوں نے کہا کہ وہ گندم گوں آدمی تھے، دونوں شانوں کے درمیان بہت فاصلہ تھا، دو کاکل والے تھے اور آگے کے دو دانتوں کے درمیان فاصلہ تھا۔

ضمضم بن جوس سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں گیا، ایک شیخ نظر آئے جو سر کے بالوں کو گوندھے ہوئے تھے اور ان کے دانت خوب چمکدار تھے، میں نے کہا آپ کون ہیں آپ پر اللہ رحمت کرے، انھوں نے کہا کہ میں ابو ہریرہ رضؓ ہوں۔

عثمان بن عبید اللہ سے مروی ہے کہ میں نے ابو ہریرہ رضؓ کو دیکھا کہ وہ اپنی ڈاڑھی زرد رنگتے تھے، اُس وقت ہم لوگ مکتب میں (پڑھتے) تھے۔

قرۃ بن خالد سے مروی ہے کہ میں نے محمد بن سیرین سے پوچھا کہ ابو ہریرہ رضؓ خضاب کرتے تھے تو انھوں نے کہا کہ ہاں میرا یہ خضاب کرتے تھے۔ اور وہ اُس روز مہندی (کے خضاب) میں تھے۔

ابی ہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ میں بحرین کا عامل تھا عمر رضؓ بن الخطاب کے پاس آیا تو انھوں نے کہا کہ اے اللہ کے اور اسلام کے دشمن یا اے اللہ کے اور اُس کی کتاب کے دشمن، تم نے اللہ کا مال چرا لیا، میں نے کہا نہیں، میں اُس کا دشمن ہوں جو ان دونوں (اللہ و اسلام یا کتاب اللہ) سے عداوت کرے، میں نے چوری نہیں کی

بلکہ) میرے گھوڑوں کی نسل بڑھی اور میرے حصے جمع ہو گئے، اُنھوں نے مجھ سے بارہ ہزار (درم) لے لیے۔

بعد کو مجھ سے کہلا بھیجا کہ تم عامل کیوں نہیں بنتے، میں نے کہا نہیں، پوچھا کیوں، کیا یوسفؑ نے عمل نہیں کیا ہے (یعنی انتظام ملک)، میں نے ۶۰ کہا کہ یوسفؑ تو نبیؑ کے بیٹے نبیؑ تھے، میں آپ لوگوں کے عمل (عہدہ) سے دو یا تین چیزوں سے ڈرتا ہوں، پوچھا کہ پانچ سے کیوں نہیں کہتے، میں نے کہا کہ میں اس سے نہیں ڈرتا کہ لوگ میری آبرو کو بدنام کریں گے یا میرا مال لے لیں گے اور میری پشت پر ماریں گے، میں اس سے ڈرتا ہوں کہ بغیر حلم کے کلام کروں یا بغیر علم کے فیصلہ کروں۔

ابی ہریرہؓ سے مروی ہے کہ مجھ سے عمرؓ نے کہا کہ اے اللہ کے دشمن اور اُس کی کتاب کے دشمن، کیا تم نے اللہ کا مال چرایا، میں نے کہا کہ نہ میں اللہ کا دشمن ہوں نہ اُس کی کتاب کا دشمن ہوں، البتہ میں اُس کا دشمن ہوں جو ان دونوں کا دشمن ہے، میں نے اللہ کے مال کی چوری نہیں کی ہے، پوچھا کہ پھر تمھارے پاس دس ہزار درم کہاں سے جمع ہو گئے، میں نے کہا کہ یا امیرالمومنین میرے گھوڑے کی نسل بڑھی، میرے حصے ملتے رہے اور میری عطا ملتی رہی، امیرالمومنین نے اُن کے متعلق حکم دیا تو وہ لے لیے گئے۔

راوی نے کہا کہ ابو ہریرہؓ کہا کرتے تھے کہ اے اللہ امیرالمومنین کی مغفرت فرما۔

اسحاق بن عبداللہ سے مروی ہے کہ عمر بن الخطابؓ نے ابو ہریرہؓ سے پوچھا کہ اے ابو ہریرہ تم نے امارت کو کیسا محسوس کیا، انھوں نے کہا کہ جس وقت آپ نے مجھے (امارت پر) بھیجا تھا تو میں اُسے ناپسند کرتا تھا اور آپ نے جس وقت معزول کیا ہے تو میں اُسے پسند کرتا تھا۔ ابو ہریرہؓ بحرین سے عمرؓ کے پاس چار لاکھ درم لائے، پوچھا کیا تم نے کسی پر ظلم کیا، انھوں نے کہا نہیں، پوچھا کیا تم نے کوئی چیز بغیر

اُس کے حق کے لی، انھوں نے کہا نہیں، پوچھا، تم اپنے لیے کتنا لائے،
انھوں نے کہا، بیس ہزار، پوچھا کہ تم نے وہ کہاں سے پائے، انھوں نے
کہا کہ میں تجارت کرتا تھا، حکم دیا کہ اپنے سرمائے اور تنخواہ کو دیکھو
اور اُسے لے لو اور جو زائد ہو اُسے بیت المال میں داخل کردو۔

سعید بن الحارث سے مروی ہے کہ مروان جب یا ہر ہوتا تھا
یا حج کرتا تھا تو ابو ہریرہؓ کو خلیفہ بنا جاتا تھا۔

ابی جعفر سے مروی ہے کہ مروان مدینے پر (امیر) رہا کرتا تھا
اور جب وہاں سے نکلتا تھا تو ابو ہریرہؓ کو خلیفہ کر دیتا تھا۔

عبد اللہ بن ابی رافع سے مروی ہے کہ مروان نے ابی ہریرہؓ کو
مدینے پر خلیفہ بنایا اور خود مکے روانہ ہو گیا۔

ابی رافع سے مروی ہے کہ مروان اکثر مدینے پر ابی ہریرہؓ کو خلیفہ
بنا کے خود گدھے پر سوار ہوتا جس پر ایک چارجامہ کسا جاتا اور اندر
اس کے کھجور کی چھال کا گودا ہوتا تھا، اس طرح وہ روانہ ہوتا،
اگر کسی شخص سے ملتا تو کہتا کہ راستے سے بچو امیر آتا ہے، اکثر لڑکے شب کو
61 لعبۃ الغراب (کوے کا کھیل) کھیلتے تھے وہ بے خبر ہوتے تھے، اسی
حالت میں مروان اپنے آپ کو اُن کے درمیان ڈال دیتا تھا اور
اپنے پانو سے مارتا تھا، لڑکے ڈر کر بھاگ جاتے، اکثر اس نے مجھے
رات کو کھانے پر بلاتا اور کہتا کہ ہڈی امیر کے لیے چھوڑ دو، میں
دیکھتا تو روغن زیتون میں پکی ہوئی ثرید (شوربے میں دم دی
ہوئی روٹی) ہوتی تھی۔

ابی ہریرہؓ سے مروی ہے کہ مجھے بخار سے زیادہ کوئی بیماری
پسند نہیں اس لیے کہ وہ ہر جوڑ کو درد کا حصہ دے دیتا ہے اور
اللہ ہر جوڑ کو اس کے اجر کا حصہ دے دیتا ہے۔

ابی ہریرہؓ سے مروی ہے کہ راوی نے اُن سے سنا جو قبیلۂ اسلم کی
مجلس میں تھے اور اُن لوگوں کی مجلس منبر سے قریب تھی، ابو ہریرہؓ

لوگوں کو خطبہ سُنا رہے تھے، وہ (ابو ہریرہ) مجلس اسلم کی طرف متوجہ ہوئے، کہنے لگے کہ مرجاؤ، اے سرداران اسلم، مرجاؤ، اے گروہ اسلم مرجاؤ، تین مرتبہ (کہا) اور ابو ہریرہؓ بھی مرے گا۔

عبید بن باب سے مروی ہے کہ میں برتن سے ابو ہریرہؓ پر پانی ڈال رہا تھا اور وہ وضو کر رہے تھے، ایک شخص اُن کے پاس سے گذرا تو انھوں نے کہا کہ تم کہاں کا ارادہ رکھتے ہو، اُس نے کہا بازار کا، اُنھوں نے کہا کہ اپنی واپسی سے پہلے اگر تم موت خرید سکو تو خرید نا، پھر کہا کہ مجھے اس وجہ سے اللہ سے خوف ہے کہ اُس نے موت کو عاجل کر دیا ہے۔

حبیب بن ابی فضالہ سے مروی ہے کہ ابو ہریرہؓ نے اس طرح موت کا ذکر کیا کہ گویا انھیں اُس کی آرزو ہے، بعض ساتھیوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بعد تم کیوں کر موت کی تمنا کرتے ہو کہ کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ موت کی تمنا کرے، نہ نیکو کار کو نہ بدکار کو، نیکو کار کو تو اس لیے کہ اُس کی نیکی میں اضافہ ہوگا، اور بدکار تو وہ (توبہ کر کے اللہ کو) منالے گا، اُنھوں نے کہا کہ میں کیوں کر موت کی تمنا نہ کروں جب کہ میں خوف کرتا ہوں کہ مجھے چھ چیزیں پالیں گی، گناہ کا خفیف سمجھنا، حکمتوں کا فروخت کرنا، رحموں کا قطع کرنا، لشکروں کی اور نشے کی کثرت، لوگ قرآن کو گانے کے آلات بنالیں گے۔

ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن سے مروی ہے کہ میں ابو ہریرہؓ کے پاس گیا جو بیمار تھے، میں نے کہا، اے اللہ ابو ہریرہؓ کو شفا دے، ابو ہریرہؓ نے کہا کہ اے اللہ تو مجھے واپس نہ کر (صحت نہ دے)، اس کو دو مرتبہ کہا پھر کہا کہ اے ابو سلمہ اگر تم سے مرنا ممکن ہو تو تم بھی مرجاؤ کیوں کہ قسم ہے اُس کی جس کے قبضے میں ابو ہریرہؓ کی جان ہے، عنقریب علماء پر ایسا زمانہ آئے گا کہ اُن میں سے ہر شخص کو موت زر سُرخ سے زیادہ محبوب ہوگی، یا عنقریب لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی

مسلمان کی قبر پر گذرے گا اور کہے گا کہ مجھے پسند تھا کہ اس قبر والا میں ہوتا۔

ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ ابو ہریرہؓ بیمار ہوئے تو میں عیادت کے لیے اُن کے پاس آیا اور کہا کہ اے اللہ ابو ہریرہؓ کو شفا دے، ابو ہریرہؓ نے کہا کہ اے اللہ تو اُس (صحت) کو واپس نہ کر، پھر کہنے لگے کہ اے ابو سلمہ، عنقریب لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ اُن میں سے ایک شخص کو موت زرِ سُرخ سے زیادہ محبوب ہوگی، اور اے ابو سلمہ، اگر میں کچھ دن اور زندہ رہا تو عنقریب آدمی قبر پر آئے گا اور کہے گا کہ کاش اُس کے یا تمھارے بجائے (اس قبر میں) میں ہوتا۔

ابی ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جب اُن کے پاس سے کوئی جنازہ گذرتا تھا تو وہ کہتے تھے کہ جاؤ میں بھی تمھارے پیچھے پیچھے آتا ہوں۔

سعید سے مروی ہے کہ ابو ہریرہؓ کی موت کا وقت آیا تو اُنھوں نے کہا کہ میری قبر پر شامیانہ نہ لگانا اور نہ میرے ساتھ آگ لے چلنا، جب مجھے تم لوگ اُٹھانا تو جلدی لے چلنا کیوں کہ اگر میں نیک ہوں گا تو تم مجھے میرے رب کے پاس لاؤ گے، اور اگر میں اس کے سوا ہوں گا تو وہ صرف ایک ایسی چیز ہوگی جسے تم لوگ اپنے کندھوں سے پھینک دو گے۔

عبدالرحمٰن بن مہران مولائے ابی ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جب ابو ہریرہؓ کی وفات کا وقت آیا تو اُنھوں نے کہا کہ میری قبر پر شامیانہ نہ نصب کرنا اور نہ میرے ساتھ آگ لے چلنا، مجھے جلدی لے چلنا کیوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ جب مردِ صالح یا مومن تابوت پر رکھ دیا جاتا ہے تو کہتا ہے کہ مجھے آگے کرو، اور جب کافر یا بدکار اپنے تخت پر رکھ دیا جاتا ہے تو کہتا ہے، ہائے میری خرابی، تم لوگ مجھے کہاں لیے جاتے ہو۔

عبدالرحمٰن بن مہران سے مروی ہے کہ مروان ابو ہریرہؓ کی

عیادت کے لیے آیا، اُس نے اُنھیں غشی میں پایا تو کہا کہ اللہ آپ کو صحت دے، ابو ہریرہؓ نے اپنا سر اُٹھایا اور کہا کہ اے اللہ سختی کر (یعنے مرض میں) اور قطع کر دے (یعنے زندگی کو) مروان نکلا تو اُسے اصحاب القطا کے قریب ایک آدمی ملا جس نے کہا کہ ابو ہریرہؓ قضا کر گئے۔

ابی ہریرہؓ سے مروی ہے کہ مروان اُن کے مرض موت میں اُن کے پاس آیا اور کہا کہ اللہ آپ کو شفا دے، ابو ہریرہؓ نے کہا کہ اے اللہ میں تیری ملاقات کو پسند کرتا ہوں لہذا تو بھی میری ملاقات کو پسند کر، مروان اصحاب القطا تک بھی نہ پہنچا تھا کہ ابی ہریرہؓ کی وفات ہو گئی۔

سلم بن بشیر بن جحل سے مروی ہے کہ ابو ہریرہؓ اپنی بیماری میں روئے تو اُن سے کہا گیا کہ اے ابو ہریرہؓ آپ کو کیا چیز رلاتی ہے، اُنھوں نے کہا کہ میں تمھاری اس دنیا پر نہیں روتا ہوں، میں اپنے سفر کی دوری اور توشے کی کمی پر روتا ہوں، میں نے جنت و دوزخ کی منزل کی راہ پر صبح کی ہے، مجھے معلوم نہیں کہ ان میں سے کس کی طرف مجھے چلایا جائے گا۔

٦٣

ابی سلمہ سے مروی ہے کہ میں ابو ہریرہؓ کے پاس گیا، وہ انتقال کر رہے تھے، اُنھوں نے اپنے متعلقین سے کہا کہ نہ میرے عمامہ باندھنا اور نہ کرتہ پہنانا، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کیا گیا۔

ثابت بن مسحل سے مروی ہے کہ لوگ عوالی (اطراف مدینہ) سے ابو ہریرہؓ (کی نماز جنازہ) کے لیے آئے، ولید بن عتبہ مدینے کا امیر تھا، اُس نے اُن لوگوں کے پاس کہلا بھیجا کہ بغیر مجھے اطلاع دیے اُن کو دفن نہ کرنا اور خود ظہر کے بعد سو گیا، ابن عمر اور ابو سعید الخدری نے جو موجود تھے کہا کہ ابو ہریرہؓ کو باہر نکالو، اُنھیں بعد ظہر باہر نکالا، موضع الجنائز تک لے گئے، عصر کا وقت قریب آ گیا تو قوم نے کہا کہ

ابو ہریرہؓ پر نماز پڑھ لو، ولید کے قاصد نے کہا کہ تاوقتیکہ امیر نہ آجائیں اُن پر نماز نہیں پڑھی جائے گی، ولید عصر کے وقت نکلا، تو لوگوں کو نماز پڑھائی، پھر ابو ہریرہؓ پر نماز پڑھی، حالانکہ لوگوں میں ابن عمر وابو سعید الخدری بھی تھے۔

عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے مروی ہے کہ ابو ہریرہؓ پر ولید بن عتبہ نے نماز پڑھی جو امیر مدینہ تھا، جس روز ابو ہریرہؓ کی وفات ہوئی تو مروان بن الحکم عمل مدینہ سے معزول تھا۔

محمد بن ہلال نے اپنے والد سے روایت کی کہ جس روز ابو ہریرہؓ کی وفات ہوئی میں حاضر تھا، ابو سعید الخدری اور مروان جنازے کے آگے چل رہے تھے۔

عبداللہ بن نافع نے اپنے والد سے روایت کی کہ میں ابو ہریرہؓ کے جنازے میں ابن عمر کے ساتھ تھا، وہ اُس کے آگے چل رہے تھے اور کثرت سے اُن پر رحمت کی دعا کر رہے تھے، اور کہہ رہے تھے کہ وہ اُن لوگوں میں تھے جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یاد کر کے مسلمانوں تک پہنچائی۔

محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان سے مروی ہے کہ جب ابو ہریرہؓ کی وفات ہوئی تو عثمان کے لڑکے اُن کا جنازہ اُٹھائے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ وہ لوگ اُن کی اُس رائے کی حفاظت کے لیے جو عثمان کے بارے میں تھی بقیع پہنچے۔

ثابت بن مسحل سے مروی ہے کہ ولید بن عتبہ نے معاویہؓ کو خط لکھ کر ابو ہریرہؓ کی وفات کی اطلاع دی تو اُنھوں نے لکھا کہ دیکھو اُنھوں نے کس کو چھوڑا، اُن کے ورثہ کو دس ہزار درم دے دو، اُن کے عہد کو اچھا کرو اور اُن لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو کیوں کہ وہ اُن لوگوں میں تھے جنھوں نے عثمانؓ کی مدد کی تھی اور مکان (محاصرے) میں اُن کے ہمراہ تھے، اللہ اُن پر رحمت کرے۔

محمد بن عمر نے کہا کہ ابو ہریرہؓ ذوالحلیفہ میں اترا کرتے تھے، مدینے میں ان کا ایک مکان تھا جو انھوں نے اپنے موالی کو دے دیا تھا، اس کے بعد ان لوگوں نے اسے عمر بن بزیع کے ہاتھ فروخت کر دیا۔
۶۴ ابو ہریرہؓ نے ابو بکرؓ و عمرؓ سے روایت کی ہے، ان کی وفات ۵۹ھ میں معاویہؓ بن ابی سفیان کے آخر زمانۂ خلافت میں ہوئی، وفات کے روز اٹھتر سال کے تھے انھیں نے عائشہؓ زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر رمضان ۵۸ھ میں نماز پڑھی اور ام سلمہ زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر شوال ۵۹ھ میں نماز پڑھی، حالانکہ ولید بن عتبہ والی مدینہ تھا، وہ الغابہ سوار ہو کے چلا گیا اور ابو ہریرہؓ کو لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دے گیا، انھوں نے شوال میں ام سلمہ پر نماز پڑھی، اس کے بعد اسی سال ابو ہریرہؓ کی وفات ہوئی۔

ابو الروی الدوسی

ازد میں سے تھے، ذوالحلیفہ میں رہا کرتے تھے، وہ عثمانی تھے، ابو بکر صدیقؓ سے روایت کی ہے اور معاویہؓ بن ابی سفیان سے پہلے ان کی وفات ہوئی۔

سعد بن ابی ذباب الدوسی

سعد بن ابی ذباب سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور مسلمان ہوا، عرض کی، یا رسول اللہ میری قوم کے وہ اموال جو بوقت قبول اسلام ان کے قبضے میں تھے انھیں کے لیے

کر دیجئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کر دیا اور مجھے اُن پر عامل بنا دیا، عمرؓ نے بھی مجھے عامل بنایا۔

سعد اہل السراۃ میں سے تھے، انھوں نے کہا کہ میں نے اپنی قوم سے شہد کے بارے میں گفتگو کی اور کہا کہ اُس کی زکوٰۃ دو کیوں کہ اُس پیداوار میں یا مال میں کوئی خیر نہیں جس کی زکوٰۃ نہ دی جائے، لوگوں نے پوچھا کہ تم کتنی (زکوٰۃ) مناسب سمجھتے ہو، میں نے کہا کہ دسواں حصہ، میں نے اُن لوگوں سے دسواں حصہ لے لیا، عمرؓ بن الخطاب کے پاس لایا اور جو واقعہ تھا اُس کی اُنھیں خبر دی، عمرؓ نے اُسے لے لیا اور فروخت کر کے قیمت صدقات مسلمین میں شامل کر دی۔

عبداللہ بن بُحَینہ

بُحینہ اُن کی والدہ تھیں، وہ الارتّ کی بیٹی تھیں اور الارتّ حارث بن المطلب بن عبد مناف بن قصی تھے۔ عبد اللہ کے والد مالک بن القشب تھے اور قشب جندب بن نضلہ بن عبداللہ بن رافع بن مخضب بن مبشر بن صعب بن دُہمان بن نصر بن زہران بن کعب بن الحارث بن عبداللہ بن نصر بن الازد تھے، وہ اپنی قوم بنی مخضب سے کسی امر میں ناراض ہوئے تو قسم کھائی کہ ایک گھر مالک کو اور اُن لوگوں کو جمع نہیں کرے گا، وہ مکے چلے گئے، مطلب بن عبد مناف سے معاہدہ حلف کر لیا اور بحینہ بنت الحارث بن المطلب سے نکاح کر لیا، اُن کے یہاں اُن سے عبداللہ پیدا ہوئے۔ ۶۵

عبداللہ کی کنیت ابو محمد تھی، زمانہ قدیم میں اسلام لائے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی، عابد اور بزرگ تھے، ہمیشہ روزہ رکھتے تھے، مدینے سے تیس میل پر بطن ریم میں رہتے اور وہیں

مروان بن الحکم کے آخر زمانۂ عمل میں معاویہ رضؓ بن ابی سفیان کی خلافت میں وفات ہوئی۔

اُن کے حقیقی بھائی:

جُبیر بن مالک

اُن کی والدہ بُحَینہ بنت الحارث بن عبدالمطلب تھیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی، جنگ یمامہ میں شہید ہوئے جو ۱۱ھ میں ابوبکر صدیقؓ کی خلافت کے زمانے میں ہوئی تھی۔

بنی لہب کے ایک شخص

حارث بن عُمیر الازدی

عمر بن الحکم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حارث بن عمیر الازدی کو اپنے فرمان کے ساتھ شاہ بصریٰ کے پاس بھیجا، جب وہ موتہ میں اُترے تو شرحبیل بن عمرو الغسانی نے روکا، پوچھا کہ تم کہاں کا قصد کرتے ہو، انھوں نے کہا کہ شام کا، پوچھا، شاید تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قاصدوں میں ہو، انھوں نے کہا، ہاں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد ہوں، اس نے اُن کے متعلق حکم دیا تو انھیں رسی سے بکڑ دیا گیا پھر آگے کر کے زبردستی گردن ماردی، اُن کے سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی قاصد قتل نہیں کیا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی تو آپ کو سخت ناگوار ہوا، لوگوں کو بلایا، حارث بن عمیر کی اور اُن کے قتل کرنے والے کی خبر دی، لوگ بہت تیز روانہ ہوئے،

غزوۂ موتہ کا یہی سبب تھا۔

قضاعہ بن مالک بن عمرو بن مُرّہ بن زید بن حمیر کی شاخ جُہینہ بن زید بن لیث بن سود اسلم بن الحاف بن قضاعہ

عقبہ بن عامر بن عبس الجُہنی

کنیت ابو عمرو تھی۔

عقبہ بن عامر سے مروی ہے کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا آنا معلوم ہوا تو اپنی کمائی کے مقام میں تھا، میں نے اُسے ترک کر دیا اور آپ کے پاس آیا، عرض کی، یارسول اللہ میں اس لیے آیا ہوں کہ آپ سے بیعت کروں، فرمایا کہ بیعت عربیت چاہتے ہو یا بیعت ہجرت، میں نے آپ سے بیعت کرلی اور مقیم ہوگیا، آنحضرت صلعم نے ایک روز فرمایا کہ یہاں جو شخص قبیلۂ مَعَدّ سے ہو وہ کھڑا ہو جائے، لوگ کھڑے ہوگئے، میں بھی اُن کے ساتھ کھڑا ہوا تو آپ نے فرمایا کہ تم بیٹھو، آپ نے میرے ساتھ یہی دو یا تین مرتبہ کیا، عرض کی، یارسول اللہ کیا ہم معد میں سے نہیں ہیں، فرمایا نہیں، عرض کی، ہم لوگ کن میں سے ہیں، فرمایا تم لوگ قضاعہ بن مالک بن حمیر میں سے ہو۔

ابو عشّانہ سے مروی ہے کہ میں نے عقبہ بن عامر کو دیکھا کہ

سیاہ خضاب کرتے اور کہتے نغیر اعلاہا وتأبی اصولہا (ہم اُن بالوں کا بالائی حصہ متغیر کر دیتے ہیں حالانکہ اُن کی جڑیں (سیاہی سے) انکار کرتی ہیں)۔

محمد بن عمر نے کہا کہ عقبہ بن عامر صفین میں معاویہ رضہ کے ساتھ تھے، پھر مصر چلے گئے، وہیں رہتے تھے، وہاں انھوں نے ایک مکان بنا لیا، خلافت معاویہ رضہ بن ابی سفیان کے آخر زمانے میں اُن کی وفات ہوئی

زید بن خالد الجُہنی

محمد بن عمر نے کہا کہ اُن کی کنیت ابو عبدالرحمٰن تھی، دوسروں نے کہا کہ اُن کی کنیت ابو طلحہ تھی۔

محمد بن الحجازی الجہنی سے مروی ہے کہ زید بن خالد الجہنی کی وفات ۷۸ھ میں مدینے میں ہوئی، اُس وقت پچاسی برس کے تھے، انھوں نے ابو بکر رضہ و عمر رضہ و عثمان رضہ سے روایت کی ہے۔

محمد بن سعد نے کہا کہ میں نے علاوہ محمد بن عمر کے ہمیشہ سنا کہ زید بن خالد کی وفات کوفے میں آخر زمانہ خلافت معاویہ رضہ بن ابی سفیان میں ہوئی۔

نُعیم بن ربیعہ بن عوفی

ابن جراد بن یربوع بن طُحیل بن عدی بن الربعہ بن رشدان بن قیس بن جہینہ، اسلام لائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

ہمرکاب حدیبیہ میں حاضر ہوئے، درخت کے نیچے بیعت کی۔

رافع بن مکیث بن عمرو

۶۷

ابن جراد بن یربوع بن طحیل بن عدی بن الربعہ بن رشدان بن قیس بن جہینہ، اسلام لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب حدیبیہ میں حاضر ہوئے، انھوں نے درخت کے نیچے بیعت کی، وہ اُس سریے میں زید بن حارثہ کے ہمراہ تھے جس میں انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسمیٰ کی جانب بھیجا تھا اور جمادی الآخرہ سنہ ۶ھ میں ہوا تھا۔

زید بن حارثہ نے رافع کو اُسی قوم کے اونٹوں میں سے ایک اونٹنی پر بشیر بنا کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا، اونٹنی رافع سے علی بن ابی طالب نے راستے میں لے لی اور اُسی قوم کو واپس کردی، یہ اُس وقت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی کو بھیجا کہ جو کچھ ان لوگوں سے لیا گیا ہے واپس کردیں اس لیے کہ وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اسلام لائے، آپ نے ان کے لیے ایک فرمان لکھ دیا۔

کرز بن جابر الفہری کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی الجدر بھیجا تو رافع بن مکیث بھی ان کے ساتھ تھے، عبدالرحمن کے سریئہ دومۃ الجندل میں بھی شریک تھے، فتح مکہ کے دن انھوں نے جہینہ کے ان چار جھنڈوں میں سے ایک جھنڈا اٹھایا تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے لیے باندھے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں صدقات جہینہ پر (عامل بنا کے) بھیجا تھا کہ وہ ان سے زکوٰۃ وصول کریں، مدینے میں ان کا ایک

مکان تھا اور مدینے میں جہینہ کی مسجد تھی۔

جُندُب بن مُکَیث بن عمرو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب حدیبیہ میں حاضر ہوئے اور درخت کے نیچے بیعت کی، کرز بن جابر الفہری کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن عُرنیین کی جانب بطور سریہ بھیجا جنھوں نے ذی الجدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیاں لوٹی تھیں تو جندب بھی اُن کے ہمراہ تھے۔

سعید بن عطاء بن ابی مروان نے اپنے باپ دادا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب غزوۂ مکہ کا ارادہ فرمایا آپ نے جُندب و رافع فرزندان مکیث کو قبیلۂ جہینہ کی جانب بھیجا کہ وہ اُنھیں رمضان میں مدینے میں حاضر ہونے کا حکم دیں، جس وقت آپ نے روانگی تبوک کا ارادہ فرمایا تب بھی آپ نے ان دونوں کو جہینہ کی جانب بھیجا کہ اُن سے اپنے دشمن کے جہاد کے لیے چلنے کو کہیں۔

جندب بن مکیث سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب وفد آتا تھا تو آپ اپنے اچھے کپڑے پہنتے تھے اور اپنے بلند پایہ اصحاب کو بھی اس کا حکم دیتے تھے، جس روز وفد کندہ آیا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں دیکھا کہ جسم مبارک پر حلۂ یمنی تھا اور ایسا ہی ابو بکرؓ و عمرؓ کے بدن پر بھی۔

عبداللہ بن بدر بن زید

ابن معاویہ بن حسان بن اسعد بن ودیعہ بن مبذول بن عدی

ابن غنم بن الربعہ بن رشدان بن قیس بن جہینہ۔

نام عبدالعزیٰ تھا، اسلام لائے تو بدل کر عبداللہ رکھا گیا، اُن کے والد بدر بن زید وہی ہیں جن کا ذکر عباس بن مرداس نے اپنے شعر میں کیا ہے کہ (وماکان بدر دوماحابس۔ یفوقان مرداس فی المجمع ص(۱۶))۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کرز بن جابر الفہری کو بطور سریہ اُن عُرنیین کی جانب بھیجا جنھوں نے ذی الجدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دودھ والی اونٹنیاں لوٹی تھیں تو عبداللہ بن بدر بھی اُن کے ساتھ تھے، فتح مکہ کے دن وہ اُن چار آدمیوں میں سے ایک تھے جنھوں نے جہینہ کے جھنڈے اُٹھائے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن لوگوں کے لیے باندھے تھے۔

عبداللہ بن بدر مدینے میں رہتے تھے، وہاں اُن کا ایک مکان تھا اور بادیہ قبیلہ میں بھی رہتے تھے جو جبال جہینہ میں تھا، انھوں نے ابوبکرؓ سے روایت کی ہے، وفات معاویہؓ بن ابی سفیان کی خلافت میں ہوئی۔

عمرو بن مُرّہ بن عبس

ابن مالک بن الحُرّث بن مازن بن سعد بن مالک بن رفاعہ بن نصر بن غطفان بن قیس بن جہینہ۔

زمانۂ قدیم میں اسلام لائے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی، آپ کے ہمرکاب مشاہد میں حاضر ہوئے، وہ پہلے شخص تھے جو یمن میں قضاعہ میں شامل ہو گئے، بعض الکلوبین نے اسی کے بارے میں کہا کہ:

ع فلا تہلکوا فی لجۃ قالہا عمرو (تم لوگ اُس بحر عمیق میں ہلاک نہ ہو جس میں عمرو ہلاک ہوئے)۔

ان کی اولاد دمشق میں تھی۔

عمرو بن مرۃ الجہنی سے مروی ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قبیلۂ معد کا ہو وہ کھڑا ہو جائے، میں کھڑا ہو گیا، فرمایا تم بیٹھ جاؤ، پھر فرمایا، جو قبیلۂ معد کا ہو وہ کھڑا ہو جائے تو میں کھڑا ہو گیا تو فرمایا تم بیٹھ جاؤ، پھر فرمایا کہ جو قبیلۂ معد کا ہو وہ کھڑا ہو جائے تو میں کھڑا ہو گیا، فرمایا تم بیٹھ جاؤ، عرض کی، یارسول اللہ ہم کن لوگوں میں سے ہیں، فرمایا تم لوگ قضاعہ بن مالک بن حمیر میں سے ہو۔

سبرہ بن معبد الجہنی

وہ ان ربیع بن سبرہ کے والد تھے جن سے زہری نے روایت کی ہے۔

ربیع نے اپنے والد سے روایت کی کہ ہم لوگ حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے، آپ نے متعہ (حج کے احرام سے عمرہ) کرنے کو منع فرمایا۔

سبرہ کا مدینے میں قبیلۂ جہینہ میں ایک مکان تھا، آخر عمر میں ذوالمروہ میں ٹھہر گئے تھے، ان کے پس ماندہ آج تک وہیں ہیں، وفات معاویہؓ بن ابی سفیان کے زمانہ خلافت میں ہوئی۔

69

معبد بن خالد

زرعۃ الجہنی کے والد تھے، از زمانہ قدیم میں اسلام لائے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کرز بن جابر الفہری کو بطور سریہ

عرنیین کی جانب بھیجا، جنھوں نے ذی الجدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دودھ والی اونٹنیاں لوٹی تھیں تو معبد بھی اُن کے ساتھ تھے، فتح مکہ کے روز وہ بھی اُن چار میں سے ایک تھے جنھوں نے جہینہ کے چار جھنڈے اُٹھائے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن لوگوں کے لیے باندھے تھے، وہ اُن سب سے زیادہ بادیہ میں رہنے والے تھے، ابوبکرؓ و عمرؓ سے روایت کی ہے، وفات ۷۲ھ میں ہوئی، اُس وقت نواسی سال کے تھے۔

ضبیس الجہنی
ابوضبیس الجہنی

زمانۂ قدیم میں اسلام لائے، جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کرز بن جابر الفہری کو بطور سریہ عرنیین کی جانب بھیجا جنھوں نے ذی الجدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دودھ والی اونٹنیاں لوٹی تھیں تو وہ بھی اُن کے ساتھ تھے، یہ واقعہ شوال ۶ھ میں ہوا تھا، اس کے بعد وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب حدیبیہ میں حاضر ہوئے اور درخت کے نیچے بیعت کی، فتح مکہ میں بھی حاضر ہوئے، بادیہ (دیہات) میں رہا کرتے تھے، معاویہؓ بن ابی سفیان کے آخر زمانۂ خلافت میں وفات ہوئی۔

کُلیب الجُہنی

عُثیم بن کثیر بن کُلیب الجہنی نے اپنے باپ دادا سے روایت کی کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حج میں دیکھا کہ عرفات سے مزدلفہ کی طرف روانہ ہو چکے تھے، مزدلفہ میں آگ روشن تھی، آپ وہاں کا قصد فرما رہے تھے، یہاں تک کہ اُس کے قریب اتر گئے۔

سُوَید بن صخر الجُہنی

زمانۂ قدیم میں اسلام لائے، جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کرز بن جابر الفہری کو بطور سریہ عرنیین کی جانب بھیجا جنھوں نے ذی الجدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دودھ دینے والی اونٹنیاں لوٹی تھیں تو وہ بھی اُن کے ساتھ تھے، یہ شوال ۶ھ میں ہوا، اس کے بعد وہ حدیبیہ میں حاضر ہوئے اور درخت کے نیچے بیعت کی، فتح مکہ میں وہ اُن چار میں سے ایک تھے جنھوں نے جہینہ کے چار جھنڈے اٹھائے۔ جو اُن لوگوں کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باندھے تھے۔

سِنان بن وَبَر الجُہنی

انصار بنی سالم کے حلیف تھے، المریسیع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب حاضر ہوئے، یہ وہی شخص ہیں جنھوں نے جہجاہ ابن سعد سے اُس روز ڈول پر جھگڑا کیا، دونوں پانی بھرتے تھے کہ اختلاف ہو گیا، دونوں نے جھگڑا کیا اور اپنے اپنے قبائل کو ندا دی، سنان نے انصار کو پکارا، اور جہجاہ نے آواز دی کہ اے آل قریش، اُس روز (سردار منافقین) عبداللہ بن اُبی بن سلول نے کلام کیا،

اپنے بہت مرتبہ کے کلام میں کہا کہ اگر ہم لوگ مدینے واپس جائیں گے تو عزت والے لوگ ضرور ضرور وہاں سے ذلیل کو نکال دیں گے، زید بن ارقم نے اس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چغلی کھائی تو عبد اللہ بن ابی نے انکار کیا، زید کی تصدیق اور ابن اُبی کی تکذیب میں قرآن نازل ہوا۔

خالد بن عدی الجُہنی

خالد اسلام لائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی، انھوں نے آپ سے روایت کی۔

خالد بن عدی الجہنی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ جس کے پاس اپنے بھائی سے کوئی احسان، بغیر مانگے اور بغیر حرص کے آئے، تو اُسے قبول کرے اور واپس نہ کرے، کیوں کہ وہ رزق ہے جو اللہ نے اُس کے پاس بھیجا ہے۔

ابو عبد الرحمٰن الجُہنی

اسلام لائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی، انھوں نے آپ سے روایت بھی کی ہے۔

ابی عبد الرحمٰن الجہنی سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھے کہ یکایک دو سوار نظر آئے، آپ نے انھیں دیکھا تو فرمایا کہ (یہ دونوں) کندی مذحجی ہیں، وہ آپ کے پاس آئے تو دونوں (بنی) مذحج میں سے تھے، ایک قریب آیا کہ آپ سے

بیعت کرے، جب اس نے آپ کا ہاتھ پکڑا تو کہا، یا رسول اللہ، کیا آپ نے غور فرمایا کہ وہ شخص کون ہے جو آپ پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کرے اور آپ کی پیروی کرے، اس کے لیے کیا (ثواب) ہے، فرمایا کہ اس کے لیے خوش خبری ہے، اس نے آپ کا ہاتھ چھوا اور واپس ہوگیا، دوسرا شخص آیا، آپ کا ہاتھ پکڑا کہ بیعت کرے اور کہا یا رسول اللہ کیا آپ نے غور فرمایا کہ اس شخص کے لیے کیا (ثواب) ہے جو آپ پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کرے اور آپ کی پیروی کرے، حالانکہ اس نے آپ کو دیکھا نہ ہو، فرمایا کہ اس کے لیے خوش خبری ہے، پھر اس کے لیے خوش خبری ہے، اس نے آپ کا ہاتھ چھوا اور واپس ہوگیا۔

ابی عبد الرحمن الجہنی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو سوار یہود کی طرف جائے تو تم لوگ انھیں پہلے سلام نہ کرو، جب وہ تمھیں سلام کریں تو کہو "وعلیکم"۔

عبداللہ بن خُبَیب الجہنی

اسلام لائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی، آپ سے روایت کی۔

معاذ بن عبد اللہ بن خبیب نے اپنے والد سے روایت کی کہ ہم لوگ بارش کی تاریک شب میں نکلے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کریں کہ آپ ہمارے لیے دعا فرمائیے، میں نے آپ کو پایا تو فرمایا، کہو، مگر میں نے کچھ نہ کہا، پھر فرمایا، کہو، مگر میں نے کچھ نہ کہا، پھر فرمایا کہو تو عرض کی، یا رسول اللہ میں کیا کہوں، فرمایا کہ جس وقت تم شام کرو اور جس وقت تم صبح کرو تو تین مرتبہ قل ہو اللہ احد اور معوذتین (قل اعوذ برب الفلق۔ قل اعوذ برب الناس) پڑھو، یہ تمھیں

ہر چیز سے کافی ہیں۔

حارث بن عبداللہ الجہنی

معبد الجہنی سے مروی ہے کہ ضحاک بن قیس نے حارث بن عبداللہ الجہنی کو میرے ذریعے سے بیس ہزار درم بھیجے اور کہا کہ اُن سے کہنا کہ امیرالمومنین نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم آپ پر خرچ کریں، لہذا آپ اُن درموں سے مدد لیجئے، میں اُن کے پاس گیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی اِصلاح کرے، امیر نے میرے ہاتھ آپ کے پاس یہ درم بھیجے ہیں، میں نے انھیں اُن درموں کا حال بتایا، پوچھا تم کون ہو، میں نے کہا کہ معبد بن عبداللہ بن عویمر ہوں، انھوں نے کہا، اچھا، پھر کہا کہ امیر نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ آپ سے وہ کلمات دریافت کروں جو یمن کے (عیسائی) عالم نے فلاں فلاں دن کہے تھے، انھوں نے کہا اچھا۔

مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن بھیجا، اگر یقین ہوتا کہ آپ کی وفات ہو جائے گی تو میں کبھی آپ سے جدا نہ ہوتا، میں چلا گیا، میرے پاس عیسائی عالم آیا اور کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفات ہوگئی، پوچھا کب، اس نے کہا آج، اگر میرے پاس ہتھیار ہوتا تو میں ضرور اس سے قتال کرتا۔

۷۴

زیادہ زمانہ نہ گذرا کہ میرے پاس ابوبکر صدیق رضی کا خط آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور آپ کے بعد لوگوں نے بطور خلیفہ کے مجھ سے بیعت کرلی، لہذا تم ان لوگوں سے بیعت لو جو تمھارے پاس ہیں، میں نے کہا کہ جس شخص نے مجھے اُس روز اس بات کی خبر دی وہ اس کا زیادہ اہل ہے کہ اُسے علم ہوگا۔

میں نے اُسے بلا بھیجا اور کہا کہ تم نے جو کچھ کہا تھا سچ تھا،

اُس نے کہا کہ میں جھوٹ بولنے والا نہیں ہوں، پوچھا، تم اسے کہاں سے جانتے ہو، اُس نے کہا کہ وہ نبی جس کا حال ہم اپنی کتاب میں پاتے ہیں یہ ہے کہ وہ فلاں فلاں دن مرے گا، پوچھا، اُس کے بعد ہم لوگ کیوں کر رہیں گے، اُس نے کہا کہ تمہاری چکی (ترقی کے ساتھ) پینتیس سال تک گھومے گی جس میں ایک دن کا بھی اضافہ نہ ہوگا۔

عوسجہ بن حرملہ بن جذیمہ

ابن سبرہ بن خدیج بن مالک بن الحُرَث بن مازن بن سعد بن مالک بن رفاعہ بن نصر بن غطفان بن قیس بن جہینہ۔

محمد بن سعد نے کہا کہ ہشام بن محمد بن السائب الکلبی نے اسی طرح مجھ سے اُن کا نسب بیان کیا اور ہشام نے بیان کیا کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہزار آدمی پر عوسجہ بن حرملہ کو امیر بنایا، اُنھیں ذامر (کی زمین) بطور جاگیر عطا فرمائی۔

محمد بن سعد نے کہا کہ میں نے یہ امر کسی اور سے نہیں سُنا۔

بُنَّتہ الجُہنی

محمد بن سعد نے کہا کہ بُنَّتہ الجہنی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، برہنہ تلوار باہم لی دی نہ جائے۔

ابن حدیدۃ الجہنی

انھیں بھی صحبت حاصل تھی، یہ وہی شخص ہیں جنھیں عمر رضہ بن الخطاب ملے اور پوچھا کہ کہاں کا قصد کرتے ہو تو انھوں نے کہا کہ میں نے نماز عصر کا ارادہ کیا ہے، عمر رضہ نے کہا کہ جلدی جاؤ کیوں کہ وہ شروع ہوگئی ہے۔

رفاعہ بن عَرادۃ الجہنی

بعضوں نے ابن عَرابہ کہا، ابن عرابہ اسلام لائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی۔

بلی بن عمرو بن الحاف بن قضاعہ

رویفع بن ثابت البلَوی

الجناب میں رہتے تھے، اسلام لائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی، آپ سے روایت کی ہے۔

ابو الشموس البلوی

حبش میں رہتے تھے، اسلام لائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی۔

طلحۃ بن البراء بن عُمیر

ابن وَبرہ بن ثعلبہ بن غنم بن سُرّی بن سلمہ بن اُنیف بن جُشَم بن تمیم بن عوذ مناۃ بن ناج بن تیم بن اراشہ بن عامر بن عَبیلہ بن قسمیل بن فران بن بَلیّ، بنی عمرو بن عوف کے انصار میں اُن کا معاہدۂ حلف تھا، وہی شخص ہیں جن کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ تو طلحہ سے اس طرح ملاقات کر کہ تو اُن سے ہنستا ہو اور وہ تجھ سے ہنستے ہوں۔

محمد بن سعد نے کہا کہ مجھے طلحہ کے نسب اور اُن کے اس قصے کی ہشام بن محمد بن السائب الکلبی نے خبر دی۔

ابو اُمامۃ بن ثعلبۃ البلوی

ابی بُردہ بن نیار کے چچازاد بھائی اور البراء بن عازب کے ماموں تھے۔

عبداللہ بن منیب بن عبداللہ بن ابی امامہ نے اپنے باپ دادا سے روایت کی کہ ابو امامہ بن ثعلبہ کو صحبت حاصل تھی، وہ ابی بردہ بن نیار کے چچازاد بھائی تھے، اُنھیں بھرے ہوئے آب کثیر سے اپنے ہاتھ دھوتے ہوئے دیکھا گیا تو اعتراض کیا گیا، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس طور پر آب کثیر سے وضو کرنے کا حکم دیا ہے کہ اُس میں ہم میں سے کوئی کسی کو ایذا نہ دے۔

عبداللہ بن صیفی بن وبرہ

ابن ثعلبہ بن غنم بن سری بن سلمہ بن اُنیف، بنی عمرو بن عوف میں تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ میں حاضر ہوئے اور درخت کے نیچے بیعت کی، محمد بن سعد نے کہا کہ مجھے اس کے متعلق ہشام بن محمد بن السائب الکلبی نے اپنے والد کی روایت سے خبر دی۔

بنی عذرہ بن سعد بن زید بن لیث ابن سود بن اسلم بن الحاف بن قضاعہ

خالد بن عُرفُطہ

ابن ابرہہ بن سنان بن صیفی بن الہائلہ بن عبداللہ بن غیلان بن اسلم ابن حزاز بن کاہل بن عذرہ، بنی زہرہ بن کلاب کے حلیف تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی اور آپ سے روایت کی، سعد ابن ابی وقاص نے جنگ قادسیہ میں اُنھیں والی جنگ بنایا تھا، خالد ہی شخص ہیں جنھوں نے جنگ نخیلہ میں خوارج کو قتل کیا تھا، کوفے میں رہتے تھے اور وہاں ایک مکان بنا لیا تھا، آج اُن کے بقیہ پس ماندگان ہیں۔

حمزہ بن النعمان بن ہوذہ

ابن مالک بن سنان بن البیاع بن دلیم بن عدی بن خزاز بن کاہل ابن عذرہ، عذرہ کے سردار تھے اور اہل حجاز میں پہلے شخص تھے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بنی عذرہ کی زکوٰۃ لائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں وادی القری سے بقدر ان کا کوڑا مارنے اور ان کا گھوڑا دوڑانے کے زمین بطور جاگیر عطا فرمائی، وادی القریٰ ہی میں رہے اور وہاں مکان بنالیا، یہاں تک کہ ان کی وفات ہوگئی۔

ابو خزامۃ العذری

الجناب میں رہتے تھے جو عذرو بلی کی زمین ہے، اسلام لائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی، آپ سے روایت کی۔
(اشعریین میں سے۔ اور وہ لوگ الاشعر کی اولاد ہیں جن کا نام بنت بن ادد بن زید بن یشجب بن عریب بن زید بن کہلان بن سبا ابن یشجب بن یعرب بن قحطان تھا)۔

ابو بردہ بن قیس

ابن سلیم بن حضار بن حرب بن عامر بن عنزہ بن بکر بن عامر بن عذر ابن وائل بن ناجیہ بن الجماہر بن الاشعر، ابو موسیٰ الاشعری کے بھائی تھے،

اسلام لائے اور اپنی قوم کے بلاد سے ہجرت کی، مدینے میں اُن کی آمد مع اشعریین کے، جنھوں نے ہجرت کی تھی اور کہا جاتا ہے کہ وہ پچاس آدمی تھے، ان دونوں کشتی والے (مہاجرین) کی آمد کے ساتھ ہوئی جو ملک حبشہ سے آئے تھے۔

ابوبردہ ابن قیس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

ابوعامر الاشعری

اُن اشعریین میں سے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے، آپ کے ہمرکاب فتح مکہ وحنین میں حاضر ہوئے، یوم حنین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنھیں قبیلۂ ہوازن کے اُن مشرکین کے پیچھے روانہ کیا جو اوطاس کی جانب چلے گئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے لیے جھنڈا باندھا۔

وہ اُن لوگوں کے لشکر تک پہنچ گئے، مشرکین میں سے ایک شخص آگے آیا اور کہا کہ کون جنگ کرتا ہے، ابوعامر نکلے اور اُسے قتل کر دیا، انھوں نے اُن لوگوں سے نو مرتبہ جنگ قبول کی، جب دسواں ہوا تو ابوعامر اُس کے لیے نکلے، اُس نے ابوعامر کو مار کے (تلوار) اُن کے آر پار کر دی۔

وہ اس حالت میں اُٹھائے گئے کہ کچھ جان باقی تھی، ابوموسیٰ الاشعری کو اپنا قایم مقام بنایا اور اُن کو خبر دی کہ زرد عمامے والا شخص اُن کا قاتل ہے، ابوعامر نے ابوموسیٰ کو وصیت کی، جھنڈا اُنھیں دے دیا۔ اور کہا کہ میرا گھوڑا اور ہتھیار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دینا، ابوعامر کی وفات ہوگئی۔

ابوموسیٰ نے اُن لوگوں سے قتال کیا یہاں تک کہ اللہ نے اُنھیں فتح دی، ابوعامر کے قاتل کو بھی قتل کر دیا، اُن کا گھوڑا، ہتھیار

اور ترکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ اُن کے بیٹے کو دے دیا اور فرمایا کہ اے اللہ ابو عامر کی مغفرت کر اور اُنھیں جنت میں میری امت کے بلند ترین لوگوں میں کر۔

اُن کے بیٹے:

عامر بن ابی عامر

اُنھوں نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی، آپ کے ہمرکاب جہاد کیا اور آپ سے روایت کی۔

ابو مالک الاشعری

اسلام لائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی، آپ کی ہمراہی میں جہاد کیا اور آپ سے روایت کی۔

ابی موسیٰ الاشعری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو مالک الاشعری کو تلاش کنندہ لشکر پر امیر بنایا اور جب ہوازن کے لوگ بھاگ گئے تو آپ نے ابو مالک کو اُن کی تلاش کا حکم دیا۔

۷۶ ابی مالک الاشعری نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ وضو ایمان کا جزو ہے۔

ابی مالک الاشعری سے مروی ہے کہ اُنھوں نے اپنے احباب کو جمع کیا اور کہا کہ ادھر آؤ، کیا تمھیں نماز پڑھا دی گئی یا بھلا دی گئی؟ راوی نے کہا کہ وہ (مالک) اشعریین میں سے ایک شخص تھے، اُنھوں نے ایک تسلا پانی منگایا، تین مرتبہ اپنے دونوں ہاتھ دھوئے، کلّی کی، ناک میں

پانی ڈالا، تین مرتبہ منہ اور تین مرتبہ دونوں باہیں دھوئیں، سر اور دونوں کانوں کا مسح کیا اور دونوں پاؤں دھوئے، پھر ظہر کی نماز پڑھی، اس میں انھوں نے دو مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھی اور بیس تکبیریں (کہیں)۔

حارث الاشعری

اسلام لائے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی، آنحضرتؐ سے روایت بھی کی۔

حارث الاشعری نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ اللہ نے یحییٰ بن زکریاؑ کو پانچ کلمات کا حکم دیا کہ وہ اُن پر عمل کریں اور بنی اسرائیل کو حکم دیں کہ وہ لوگ بھی اُن پر عمل کریں۔

(اور حضارمہ میں سے (یعنی حضر موت کے باشندے) اور وہ یمن کے علاقے سے تھے)۔

علاء بن الحضرمی

حضرمی کا نام عبداللہ بن ضماد بن سلمی بن اکبر تھا جو حضرموت علاقۂ یمن کے تھے اور بنی امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف کے حلیف تھے، اُن کے بھائی میمون بن الحضرمی اُس کنویں کے مالک تھے جو مکے کے بلند حصے میں الابطح میں تھا جس کا نام بیر میمون تھا اور اہل عراق کے راستے پر مشہور تھا، انھوں نے اُس کو زمانۂ جاہلیت میں کھودا تھا، علاء بن الحضرمی زمانۂ قدیم میں اسلام لائے۔

علاء بن الحضرمی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

الجعرانہ سے واپسی میں مجھ کو منذر بن ساوی کے پاس بحرین بھیجا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فرمان بنام منذر بن ساوی لکھ کر انھیں کے ہاتھ بھیجا جس میں آپ نے اُس کو اسلام کی دعوت دی تھی اور اُن کو اجازت دی کہ زکوٰۃ جمع کریں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علاء کے لیے ایک یادداشت لکھ دی جس میں اونٹ اور گائے اور بکری اور پھلوں اور مالوں کی زکوٰۃ کے فرایض تھے، تاکہ وہ اُسی کے مطابق لوگوں سے زکوٰۃ وصول کریں، یہ بھی حکم دیا کہ جن کے امرا سے زکوٰۃ وصول کریں انھیں کے فقرا کو دے دیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے ہمراہ ایک جماعت کو بھیجا جن میں ابو ہریرہؓ بھی تھے اور اُن سے فرمایا کہ اُن کی صلاح نیک کو قبول کریں۔

سالم مولائے بنی نصر سے مروی ہے کہ میں نے ابو ہریرہؓ کو کہتے سُنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے علاء بن الحضرمی کے ساتھ بھیجا اور انھیں میرے ساتھ نیکی کی وصیت فرمائی، جب ہم دونوں روانہ ہوئے تو انھوں نے مجھ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمھارے متعلق مجھے نیکی کی وصیت فرمائی ہے، لہذا بتاؤ کہ کیا چاہتے ہو، میں نے کہا کہ مجھے اپنا مؤذن بنا لیجیے اور امین نہ بنائیے، انھوں نے یہ (خدمت) انھیں دے دی۔

عمرو بن عوف حلیف بنی عامر بن لوئی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علاء بن الحضرمی کو بحرین بھیجا، پھر انھیں معزول کر دیا اور ابان بن سعد کو عامل بنا کے بھیجا۔

محمد بن عمرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علاء بن الحضرمی کو عبدالقیس کے بیس آدمیوں کے ہمراہ اپنے پاس آنے کو تحریر فرمایا تھا، وہ عبدالقیس کے بیس آدمیوں کو آپ کے پاس لائے، اُن کے سردار عبداللہ بن عوف الاشج تھے، علاء نے بحرین پر منذر بن ساوی کو خلیفہ بنا دیا تھا، ان بیس آدمیوں کے وفد نے علاء بن الحضرمی کی

شکایت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں معزول کر دیا اور ابان بن سعید بن العاص کو والی بنایا، ان سے فرمایا کہ تم عبدالقیس کے متعلق نیکی کی نصیحت قبول کرو اور ان کے سرداروں کی عزت کرنا۔

علی بن زید سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علاء بن الحضرمی کے بدن پر ایک سُنبلانی کرتا دیکھا جس کی آستینیں لمبی تھیں تو آپ نے اسے انگلیوں کے کناروں کے پاس سے کاٹ ڈالا۔

عمر بن عبدالعزیز سے مروی ہے کہ میں نے سائب بن یزید سے پوچھا کہ آپ نے مکے کی سکونت کے بارے میں کیا سنا ہے تو انھوں نے کہا کہ علاء بن الحضرمی نے کہا کہ مہاجر کے لیے ارکان حج سے نکلنے کے بعد تین دن کے قیام کا حق ہے۔

عمر بن عبدالعزیز سے مروی ہے کہ انھوں نے سائب بن یزید سے پوچھا تو سائب نے کہا کہ میں نے علاء بن الحضرمی سے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ارکان حج سے نکلنے کے بعد مکے میں مہاجر تین رات ٹھیرے۔

(عود بحدیث اول)۔

راوی نے کہا کہ ابان بن سعید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک بحرین کے عامل رہے، ربیعہ بحرین میں مرتد ہو گیا، ابان بن سعید مدینے آگئے اور انھوں نے اپنا عہدہ ترک کر دیا، ابوبکر صدیقؓ نے چاہا کہ انھیں بحرین واپس کر دیں مگر انھوں نے انکار کیا اور کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کا عامل نہ بنوں گا۔

ابوبکرؓ نے علاء بن الحضرمی کے بھیجنے کا تصفیہ کیا، انھیں بلایا اور کہا کہ میں نے تمھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان عمال میں پایا جنھیں آپ نے والی بنایا ہے میں نے مناسب سمجھا کہ تمھیں کو اس کا والی بناؤں جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمھیں

والی بنایا تھا، لہٰذا اللہ کا خوف تم پر لازم ہے۔

علاء بن الحضرمی مدینے سے سولہ سواروں کے ہمراہ اس طرح روانہ ہوئے کہ ان کے ساتھ فرات بن حیان العجلی رہبر تھے، ابوبکرؓ نے علاء بن الحضرمی کے لیے ایک فرمان لکھ دیا کہ جس مسلمان پر گذریں وہ ان کے ہمراہ اپنے دشمن کے مقابلے پر روانہ ہو۔

علاء اپنے پیرووں کے ساتھ چلے اور قلعۂ حواثا میں اترے، انھوں نے اُن لوگوں سے اتنا قتال کیا کہ اُن میں سے کوئی نہ بچا، پھر القطیف آئے، وہاں عجمیوں کی ایک جماعت تھی، اُن سے بھی لڑے اور ایک حصے کو نقصان پہنچایا، وہ لوگ بھاگے اور الزارہ میں گھس گئے۔

علاء اُن کے پاس آئے اور ساحل دریا کی ایک زمین پر اُترے انھوں نے ان لوگوں سے قتال کیا اور یہاں تک محاصرہ کیا کہ ابوبکر رحمہ اللہ کی وفات ہوگئی، عمرؓ بن الخطاب والی ہوئے اہل الزارہ نے صلح چاہی تو علاء نے اُن سے صلح کرلی۔

اس کے بعد علاء نے اہل دارین کی جانب رُخ کیا اور دریا عبور کرکے اُن لوگوں سے جنگ کی، مقاتلین کو قتل کر دیا اور ان کے اہل و عیال قید کر لیے۔

علاء نے عرفجہ بن ہرثمہ کو اسیاف فارس کی جانب روانہ کیا، انھوں نے کشتیوں میں سفر کیا، وہ پہلے شخص تھے جنھوں نے ملک فارس کا ایک جزیرہ فتح کیا اور اس میں مسجد بنائی، باریجان اور اسیاف کو لوٹ لیا، یہ واقعہ ۱۴ھ میں ہوا۔

شعبی سے مروی ہے کہ عمرؓ بن الخطاب نے علاء بن الحضرمی کو جو بحرین میں تھے لکھا کہ تم عتبہ بن غزوان کے پاس جاؤ کیوں کہ میں نے تمھیں اُن کے عہدے کا والی بنا دیا اور خوب سمجھ لو کہ تم ایک ایسے شخص کے پاس جاؤ گے جو مہاجرین اولین میں سے ہیں اور جن کے لیے اللہ کی جانب سے نیکیاں مقرر ہو چکی ہیں۔

میں نے انھیں اس لیے معزول نہیں کیا کہ وہ پارسا مضبوط اور سخت رُعب والے نہ تھے، بلکہ میں نے یہ خیال کیا کہ اُس نواح میں مسلمانوں کے لیے تم ان سے زیادہ کارآمد ہو گے، میں ان کے حقوق جانتا ہوں، میں نے تم سے پہلے ایک شخص کو والی بنایا تھا مگر وہاں پہنچنے سے پہلے ان کی وفات ہوگئی، اگر اللہ چاہے گا کہ تم والی ہو تو تم والی ہونا اور نہ اگر اللہ چاہے کہ عتبہ والی ہوں تو مخلوق اور حکم اللہ ہی کا ہے جو تمام عالموں کی پرورش کرنے والا ہے۔

جان لو کہ اللہ کا امر اُسی حفاظت کے ساتھ محفوظ ہے جس کے ساتھ اس نے نازل کیا ہے، لہذا تم اُس پر نظر رکھو جس کے لیے پیدا کیے گئے ہو، اسی کے لیے عمل کرو اور ماسوا کو ترک کردو، کیوں کہ دنیا ختم ہونے والی ہے اور آخرت ہمیشہ رہنے والی شے ہے، لہذا تمھیں وہ شے جس کا شر باقی رہنے والا ہے اُس شے سے غافل نہ کردے جس کی خیر اُس کے پیچھے آنے والی ہے۔

اللہ کی ناراضی سے اللہ ہی کی طرف بھاگو، اللہ اپنے حکم اور اپنے علم میں جس کے لیے چاہتا ہے فضیلت جمع کرتا ہے ہم اللہ سے اپنے اور تمھارے لیے اُس کی طاعت پر اور اُس کے عذاب سے نجات پر مدد مانگتے ہیں۔

علاء بن الحضرمی ایک جماعت کے ساتھ جن میں ابو ہریرہ رض اور ابو بکرہ بھی تھے بحرین سے روانہ ہوئے، ابو بکرہ کو جس وقت وہ بصرے آئے البحرانی کہا جاتا تھا۔ بحرین میں اُن کے یہاں عبد اللہ بن ابی بکرہ پیدا ہوئے، جب یہ لوگ لیاس میں تھے جو الصعاب کے قریب ہے اور الصعاب بنی تمیم کی زمین میں ہے تو علاء بن الحضرمی کی وفات ہوگئی، ابو ہریرہ رض بحرین لوٹ گئے اور ابو بکرہ بصرے آگئے۔ ۷۹

ابو ہریرہ رض کہا کرتے تھے کہ میں نے علاء بن الحضرمی کی تین باتیں دیکھیں کہ ہمیشہ اُن سے محبت کروں گا، میں نے انھیں دیکھا کہ

جنگ دارین میں اپنے گھوڑے پر دریا کو عبور کیا۔
مدینے سے بحرین کے ارادے سے چلے، الدہناء میں تھے کہ پانی ختم ہوگیا، انھوں نے اللہ سے دعا کی تو ریت کے نیچے سے چشمہ پیدا کردیا گیا، سب سیراب ہوئے اور کوچ کیا۔
ایک شخص کا کچھ اسباب رہ گیا تھا، وہ لوٹے، اسباب لے لیا اور پانی نہیں پایا۔
میں علاء کے ساتھ بحرین سے لشکرِ بصرہ کی جانب روانہ ہوا، ہم لوگ لیاس میں تھے کہ اُن کی وفات ہوگئی، ہم ایسے مقام پر تھے جہاں پانی نہ تھا، اللہ نے ہمارے لیے ایک ابر ظاہر کیا اور ہم پر بارش ہوئی، ہم نے اُنھیں غسل دیا، اپنی تلواروں سے اُن کے لیے قبر کھودی، ہم نے اُن کے لیے لحد (بغلی قبر) نہیں بنائی تھی، واپس ہوئے کہ لحد بنائیں مگر اُن کی قبر کا مقام نہیں پایا، ابوبکرہ علاء بن الحضرمی کی وفات کی خبر بصرے لے گئے۔

شُریح الحضرمی

سائب بن یزید سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شُریح الحضرمی کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ ایسے شخص ہیں جو قرآن کو تکیہ نہیں بناتے۔

عمرو بن عوف

محمد بن عمر نے کہا کہ وہ یمنی تھے جو بنی عامر بن لوی کے حلیف تھے،

زمانۂ قدیم میں اسلام لائے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی اور آپ سے روایت کی۔

لبید بن عقبہ

ابن رافع بن امرئ القیس بن زید بن عبد الاشہل۔

اُن کی والدہ ام البنین بنت حُذیفہ بن ربیعہ بن سالم بن معاویہ بن ضرار بن ذُبیان قضاعہ کے بنی سلامان بن سعد ہذیم میں سے تھیں، لبید بن عقبہ ہی کے متعلق (قرآن میں) اُس شخص کے لیے مساکین کو کھانا کھلانے کی اجازت نازل ہوئی جو روزے پر قادر نہ ہو۔

محمود بن لبید فقیہ (عالم) لبید بن عقبہ کے بیٹے تھے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پیدا ہوئے، دوسرے بیٹے منظور و میمون تھے، ان سب کی والدہ ام منظور بنت محمود بن مسلمہ بن سلمہ بن خالد بن عدی ابن مجدعہ بن حارثہ بن الحارث تھیں جو اوس میں سے تھیں۔ ۸۰

عثمان و اُمیتہ۔ اور اَمۃ الرحمٰن، اُن کی والدہ ام ولد تھیں، ولید بن عقبہ کے پس ماندہ تھے جو سب کے سب ختم ہوگئے، اُن میں سے کوئی باقی نہ رہا۔

حاجب بن بُریدہ

اہل راتج میں سے تھے، وہ لوگ بنی زعورا بن جشم برادران عبد الاشہل ابن جشم تھے، سنہ ۱۲ھ میں جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

بنی حارثہ بن الحارث بن الخزرج بن عمرو

عمرو النبیت تھے۔

براء بن عازب

ابن الحارث بن عدی بن جشم بن مجدعہ بن حارثہ بن الحارث ابن الخزرج۔

اُن کی والدہ حبیبہ بنت ابی حبیبہ بن الحباب بن انس بن زید بن مالک بن النجار بن الخزرج تھیں، کہا جاتا ہے کہ اُن کی والدہ ام خالد بنت ثابت بن سنان بن عبید بن الابجر تھیں اور ابجر خدرہ تھے۔

براء کے یہاں یزید اور عبید اور یونس اور عازب اور یحیٰی اور ام عبد اللہ پیدا ہوئیں، ہم سے اُن کی والدہ کا نام نہیں بیان کیا گیا۔

ابی اسحٰق سے مروی ہے کہ براء بن عازب کی کنیت ابو عمارہ تھی، لوگوں نے بیان کیا کہ عازب بھی اسلام لائے تھے، اُن کی والدہ بنی سُلیم بن منصور میں سے تھیں اور اُن کی اولاد میں براء و عبید تھے اور ام عبد اللہ تھیں جو بیعت کرنے والی تھیں، ان سب کی والدہ حبیبہ بنت ابی حبیبہ بن الحباب تھیں، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اُن کی والدہ ام خالد بنت ثابت تھیں، ہم نے مغازی میں عازب کا کچھ بھی ذکر نہیں سُنا، البتہ اُن کی حدیث اُس کجاوے کے بارے میں سُنی جس کو ابوبکرؓ نے اُن سے خریدا تھا۔

براء سے مروی ہے کہ ابوبکرؓ نے عازب سے تیرہ درم میں ایک

کجاوہ خریدا، ابوبکرؓ نے عازب سے کہا کہ براء کو حکم دو کہ وہ میرے پاس کجاوہ اٹھا لائیں، عازب نے اُن سے کہا کہ نہیں، تا وقتیکہ آپ ہم سے یہ بیان نہ کریں کہ جب آپ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکے سے نکلے اور مشرکین آپ لوگوں کو ڈھونڈھتے تھے تو آپ دونوں صاحبوں نے کیا کیا۔

ابوبکرؓ نے کہا کہ ہم لوگ پچھلی رات کو مکے سے نکلے، اُس رات اور دن کو جاگتے رہے یہاں تک کہ دوپہر ہوگئی اور آفتاب سر پر آگیا تو میں نے اپنی نظر ڈالی کہ آیا مجھے کوئی ایسی جگہ نظر آتی ہے جہاں ہم لوگ پناہ لے سکیں مجھے ایک چٹان نظر آئی تو میں اس کے پاس پہنچا تو اُس سے کچھ سایہ دیکھا، بقیہ سایے کی طرف نظر کی تو اُسے (سایے کے رُخ سے) برابر کیا، میں نے اُس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک کمبل بچھایا اور عرض کی یا رسول اللہ لیٹ جائیے، آپؐ لیٹ گئے۔ ۸۱

میں جا کر اپنے گرداگرد دیکھنے لگا کہ کوئی ڈھونڈھنے والا تو نظر نہیں آتا، مجھے ایک چرواہا نظر آیا جو اپنی بکریاں چٹان کی طرف ہانک رہا تھا، وہ بھی اس سے وہی چاہتا تھا جو ہم چاہتے تھے یعنے سایہ۔

میں نے پوچھا کہ تم کس کے غلام ہو، اس نے کہا کہ قریش کے ایک شخص کا، اُس نے اس کا نام لیا تو میں نے پہچانا، پھر میں نے کہا کہ تمہاری بکریوں میں کچھ دودھ بھی ہے؟ اُس نے کہا ہاں، میں نے کہا، کیا تم میرے لیے دوہ دو گے؟ اُس نے کہا ہاں میں نے اُسے حکم دیا تو اُس نے اپنی بکریوں میں سے ایک بکری کو باندھا، پھر حکم دیا کہ اپنے ہاتھ جھاڑ ڈالے، ابوبکرؓ نے کہا کہ اس طرح اور اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا اُس نے تھوڑا سا دودھ دوہا۔

میں اپنے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک چھوٹی سی مشک بھی لے گیا تھا جس کے منہ پر کپڑے کی ڈاٹ تھی

میں نے دودھ پر ٹپکایا جس سے اُس کا نیچے کا حصہ ٹھنڈا ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، آپ کی بیداری کے ساتھ ساتھ پہنچا، عرض کی، یارسولؐ اللہ نوش فرمائیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا نوش فرمایا کہ میں خوش ہو گیا، پھر عرض کی یا رسولؐ اللہ ہم لوگ روانگی کے لیے تیار ہیں۔

وہاں سے ہم لوگوں نے کوچ کیا، قوم کے لوگ ہمیں تلاش کرتے تھے مگر کسی نے ہمیں نہ پایا سوائے سُراقہ بن مالک بن جعشم کے جو اپنے گھوڑے پر سوار تھا، عرض کی، یا رسولؐ اللہ یہ ڈھونڈنے والا ہم سے مل گیا، فرمایا کہ غم نہ کرو کیوں کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

جب وہ قریب آگیا تو اُس کے اور ہمارے درمیان بقدر دو یا تین نیزوں کے فاصلہ رہ گیا، عرض کی، یا رسولؐ اللہ یہ تلاش کرنے والا ہم سے مل گیا، میں رونے لگا، فرمایا کہ تم کیوں روتے ہو، میں نے کہا واللہ میں اپنی جان پر نہیں روتا بلکہ میں آپ پر روتا ہوں۔

رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس پر بددعا فرمائی کہ اے اللہ تو ہمیں اُس سے جس طرح تو چاہے کافی ہو جا، اسے اُس کے گھوڑے نے زمین میں اپنے پیٹ تک دھنسا دیا۔

وہ اُس سے کود پڑا اور کہا کہ یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے معلوم ہے کہ یہ تمہارا عمل ہے لہٰذا تم اللہ سے دعا کرو کہ وہ مجھے اُس حالت سے نجات دے جس میں میں ہوں تو واللہ میں اُن تلاش کرنے والوں کو جو میرے پیچھے ہیں بہکا دوں گا، یہ میرا ترکش ہے لہٰذا ایک تیر اُس میں سے (بطور علامت کے) لے لیجئے کیوں کہ آپ عنقریب فلاں فلاں مقام میں میرے اونٹ اور بکریوں پر گذریں گے آپ اُن میں سے اپنی ضرورت بھر لے لیجئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمیں تمہارے اونٹوں کی کوئی حاجت نہیں ہے اور اُس کے لیے دعا فرمائی،

وہ پلٹ کر اپنے ساتھیوں کی جانب روانہ ہوگیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور میں آپ کے ہمرکاب روانہ ہوا، ہم لوگ رات کو مدینے آئے قوم نے آپ کے بارے میں جھگڑا کیا کہ آپ کس کے پاس اتریں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آج شب کو بنی النجار کے پاس اتروں گا جو عبدالمطلب کے ماموں ہیں، اس کے ذریعے سے میں اُن کا اکرام کروں گا۔

جس وقت ہم مدینے میں داخل ہوئے تو لوگ راستے اور اپنے مکانوں (کی چھتوں) پر اور لڑکے اور نوکر غل مچاتے ہوئے نکل آئے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آگئے، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آگئے، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آگئے، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آگئے، صبح ہوئی تو آپ روانہ ہوئے اور وہاں اترے جہاں آپ کو حکم دیا گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ چاہتے تھے کہ (نمازمیں) کعبے کی طرف منہ کریں، اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی "قد نری تقلب وجھک فی السماء فلنولینک قبلۃ ترضاھا فول وجھک شطر المسجد الحرام" (ہم آسمان کی طرف آپ کا منہ اٹھانا دیکھتے ہیں، ہم آپ کو اُس قبلے کی طرف پھیر دیں گے جس سے آپ خوش ہوں گے۔ لہذا آپ اپنا منہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیجئے) آپ نے (نمازمیں) کعبے کی طرف منہ کر لیا۔

بعض بے وقوف لوگوں نے کہا کہ "ماولاھم عن قبلتھم التی کانوا علیھا" (انھیں اُس قبلے سے کس نے پھیرا جس پر وہ تھے) تو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا کہ "قل للہ المشرق والمغرب یھدی من یشاء الی صراط مستقیم" (آپ فرما دیجئے مشرق و مغرب اللہ ہی کی ہے اللہ جسے چاہتا ہے راہ راست بتا دیتا ہے)۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک شخص نے نماز پڑھی، نماز کے بعد

انصار کی ایک جماعت پر گذرے جو عصر کی نماز کے رکوع میں
وہ کلے، انصار کی ایک جماعت پر گذرے جو عصر کی نماز کے رکوع میں بیت المقدس کی طرف منہ کیے ہوئے تھے، اُس شخص نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی اور آپ نے کعبے کی طرف منہ کیا، قوم پھر گئی اور کعبے کی طرف منہ کر لیا۔

براء نے کہا کہ مہاجرین میں سے سب سے پہلے جو شخص ہمارے پاس آئے وہ مصعب بن عمیر برادر بنی عبد الدار بن قصی تھے، ہم نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے ہیں، انھوں نے کہا کہ آپ اپنی جگہ پر ہیں اور آپ کے اصحابؓ میرے پیچھے پیچھے آتے ہیں۔

اُن کے بعد عمرو بن مکتوم نابینا برادر بنی فہر آئے، ہم نے پوچھا کہ تمھارے پیچھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحابؓ کیا کرتے ہیں، انھوں نے کہا وہ لوگ قریب تر میرے پیچھے ہیں۔

اُن کے بعد ہمارے پاس عمار بن یاسر اور سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ بن مسعود اور بلال آئے، ان لوگوں کے بعد عمرؓ بن الخطاب بیس شتر سواروں کے ساتھ آئے، اُن کے بعد ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے، آپ کے ہمراہ ابوبکرؓ تھے۔

براء نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمارے پاس آتے ہی میں نے قرآن کی چند سورتیں پڑھیں، پھر ہم لوگ نکلے کہ قافلے کا مقابلہ کریں مگر معلوم ہوا کہ وہ لوگ بچ کے نکل گئے۔

براء سے مروی ہے کہ میں اور ابن عمرؓ یوم بدر میں چھوٹے سمجھے گئے، اس لیے ہم دونوں اُس میں حاضر نہیں ہوئے۔

براء بن عازب سے مروی ہے کہ یوم بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور ابن عمرؓ کو چھوٹا سمجھ کر واپس کر دیا۔

براء سے مروی ہے کہ یوم بدر میں میں اور ابن عمرؓ چھوٹے سمجھے گئے۔

ابو اسحٰق سے مروی ہے کہ میں نے براء کو کہتے سُنا کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے آتے ہی میں نے قرآن کی سورتوں میں "سبح اسم ربک الاعلیٰ" پڑھی۔

براء سے مروی ہے کہ یوم بدر میں میں اور عبداللہ بن عمرؓ چھوٹے تھے۔

ابی اسحٰق سے مروی ہے کہ میں نے براء کو کہتے سُنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ پندرہ غزوات کیے، حالانکہ میں اور عبداللہ بن عمرؓ ساتھ پیدا ہوئے تھے۔

ابی اسحٰق سے مروی ہے کہ میں نے براء بن عازب کو کہتے سُنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب پندرہ غزوات کیے۔

براء بن عازب سے مروی ہے کہ میں اٹھارہ سفروں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہا، میں نے آپ کو نہیں دیکھا کہ آپ نے قبل ظہر کی دو رکعتیں ترک کی ہوں۔

۸۳

ابی بسرۃ الجہنی سے مروی ہے کہ میں نے براء بن عازب کو کہتے سُنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اٹھارہ غزوات کیے، آپ کو سفر یا حضر میں کبھی نہیں دیکھا کہ آفتاب ڈھلنے کے بعد کی دو رکعتیں ترک کی ہوں۔

محمد بن عمرؒ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے براء بن عازب کو غزوۂ خندق کی اجازت دی، اُس وقت وہ پندرہ سال کے تھے، آپ نے اس کے قبل اجازت نہیں دی۔

ابی السفر سے مروی ہے کہ میں نے براء بن عازب کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی۔

محمد بن عمرؒ نے کہا کہ براء کوفے میں رہتے تھے وہیں مصعب بن الزبیر کے زمانے میں اُن کی وفات ہوئی، اُن کے پس ماندہ تھے، براء نے ابوبکرؓ سے روایت کی ہے۔

اُن کے بھائی:

عُبید بن عازب

ابن الحارث بن عدی، وہ اُن کی ماں کی طرف سے بھی بھائی تھے،
عُبید بن عازب کی اولاد میں لوط وسلیمان ونُوَیرہ وام زید تھیں
جن کا نام عُمرہ تھا، ان لوگوں کی والدہ کا نام ہم سے نہیں بیان کیا گیا،
عبید بن عازب اُن دس انصار میں سے ایک تھے جنھیں عمرؓ بن الخطاب نے
عمار بن یاسر کے ساتھ کوفے بھیجا تھا، کوفے میں اُن کی بقیہ اولاد
وپس ماندگان تھے۔

اُسید بن ظہیر

ابن رافع عدی بن زید بن جشم بن حارثہ بن الحارث بن الخزرج
ابن عمرو، اور عمرو ہی النبیت تھے، اُن کی والدہ فاطمہ بنت بشر بن
عدی بن ابی بن غنم بن عوف خزرج کے بنی قوقل میں سے تھیں،
جو بنی عبد الاشہل کے حلیف تھے۔
اُسید کی اولاد میں ثابت ومحمد وام کلثوم وام الحسن تھیں، ان کی
والدہ امامہ بنت خدیج بن رافع بن عدی اوس کے بنی حارثہ
میں سے تھیں۔
سعد وعبد الرحمن وعثمان وام رافع، اُن کی والدہ زینب بنت
وَبرہ بن اوس بنی تمیم میں سے تھیں۔
عبید اللہ اُن کی والدہ ام ولد تھیں۔
عبد اللہ، ان کی والدہ ام سلمہ بنت عبد اللہ بن ابی معقل بن

نہیک بن اساف تھیں۔

اُسید بن ظُہیر کی کنیت ابو ثابت تھی، وہ اُن لوگوں میں سے تھے جو غزوۂ اُحد میں چھوٹے سمجھے گئے اور خندق میں حاضر ہوئے، اُن کے والد ظہیر اہل العقبہ میں سے تھے (یعنے جنھوں نے ستر انصار کے ساتھ عقبہ میں بیعت کی تھی) اُن کی بقیہ اولاد پس ماندگان ہیں۔

عرابہ بن اوس

ابن قیظی بن عمرو بن زید بن جُشم بن حارثہ بن الحارث، اُن کی والدہ شیبہ بنت الربیع بن عمرو بن عدی بن زید بن جُشم تھیں۔

عرابہ کی اولاد میں سعید تھے، اُن کی والدہ کا نام ہم سے نہیں بیان کیا گیا۔

اُن کے والد اوس اور اُن کے دونوں بھائی عبداللہ و کباثہ فرزندان اوس اُحد میں حاضر ہوئے، یوم اُحد میں عرابہ چھوٹے سمجھ کر واپس کیے گئے، غزوۂ خندق میں انھیں اجازت دی گئی۔

عاصم بن عمر بن قتادہ سے مروی ہے کہ یوم اُحد میں عرابہ بن اوس کا سن چودہ سال پانچ مہینے کا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں واپس کر دیا اور اجازت دینے سے انکار کر دیا۔

محمد بن عمرؓ نے کہا کہ عرابہ بن اوس وہی شخص ہیں جن کی الشماخ بن ضرار شاعر نے مدح کی ہے، وہ مدینے آیا تھا، انھوں نے اُس کی سواری پر کھجوریں لاد دی تھیں تو اُس نے کہا:

رأیت عرابۃ الاوسی یسمی الی الخیرات منقطع القرین

(میں نے عرابۃ الاوسی کو دیکھا کہ وہ خاندان سے بچھڑنے والے کی

خیرات کی طرف بڑھتے ہیں)۔

اذا ما رایۃ رفعت لمجد تلقاھا عرابۃ بالیمین

(جب بزرگی کے لیے کوئی جھنڈا بلند کیا جاتا ہے تو عرابہ اُسے داہنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں)۔

عُلبہ بن یزید الحارثی

انصار میں سے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابی تھے، ہم نے بنی حارثہ کے انصار کے نسب میں تلاش کیا مگر کہیں اُن کا نسب نہیں پایا۔

حرام بن سعد بن مُحَیّصہ سے مروی ہے کہ عُلبہ بن زید الحارثی اور اُن کے (قرابت) والے وہ قوم تھے کہ جن کے پاس نہ مال تھا نہ پھل، جب تر کھجوریں آئیں تو ان لوگوں نے کہا، یا رسول اللہ ہمارے پاس نہ کوئی کھجور ہے، نہ سونا، نہ چاندی، ہمارے پاس وہی گشت کرتا ہے جسے آپ بھیجتے ہیں اور آپ کے پاس سال اول سے بچ گیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ اُن کے بدلے کھجوریں مع اُن کی لکڑی کے خرید لو، اُن لوگوں نے یہی کیا، قوم کے لوگ یہ چاہتے تھے کہ اپنے عمال کو تنخواہ میں کھجوریں دیں۔

محمد بن عمرؓ نے کہا کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اُن لوگوں کے لیے اجازت تھی اور دوسروں کے لیے مکروہ ہے۔

علبہ فقراء میں سے تھے، لوگ خیرات دینے لگے، اُن کے پاس کچھ نہ تھا کہ خیرات کرتے، انھوں نے اپنی آبرو خیرات کی اور کہا کہ میں نے اس کو حلال کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

اللہ نے تمہارا صدقہ قبول کر لیا۔

علبہ ان رونے والوں میں سے تھے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روانگی تبوک کا ارادہ فرمایا تو وہ لوگ آپ کے پاس سواری مانگنے آئے، فرمایا کہ میرے پاس کچھ نہیں جس پر میں تم لوگوں کو سوار کراؤں، وہ لوگ اس غم سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی میں ایک غزوہ چھوٹتا ہے روتے ہوئے واپس گئے، اللہ تعالیٰ نے آپ پر ان کے بارے میں یہ آیت نازل کی "ولا علی الذین اذا ما اتوک لتحملہم قلت لا اجد ما احملکم علیہ تولوا واعینہم تفیض من الدمع حزنا ان لا یجدوا ما ینفقون" (اور ان لوگوں پر کوئی گناہ نہیں جب کہ وہ آپ کے پاس آئے تاکہ آپ انہیں سوار کرائیں تو آپ نے کہا کہ میرے پاس کچھ نہیں جس پر میں تم لوگوں کو سوار کراؤں۔ تو وہ لوگ اس طرح واپس ہوئے کہ ان کی آنکھیں اس غم سے آنسو بہا رہی تھیں کہ انہیں (اللہ کی راہ میں) خرچ کرنے کو کچھ نہیں ملتا)، علبہ بن یزید بھی انہیں میں سے تھے۔

مالک و سفیان فرزندان ثابت

دونوں النبیت کے انصار میں سے تھے، محمد بن عمرؓ نے اپنی کتاب میں ان دونوں کا ذکر ان لوگوں میں کیا جو بیر معونہ میں شہید ہوئے، دوسروں نے ان کا ذکر نہیں کیا، ہم نے کتاب نسب النبیت میں ان دونوں کو تلاش کیا مگر نہ پایا۔

بنی عمرو بن عوف بن مالک بن الاوس

یزید بن حارثہ

ابن عامر بن مُجمِّع بن العطاف بن ضبیعہ بن زید بن مالک بن عوف

ابن عمرو بن عوف، اُن کی والدہ نائلہ بنت قیس بن عبدہ بن امیہ بن زید
ابن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف تھیں۔
یزید کے یہاں مُجَمَّع پیدا ہوئے، اُن کی والدہ حبیبہ بنت الجُنَیدَ بن
کنانہ بن قیس بن زہیر بن جَذیمہ بن رَواحہ بن ربیعہ بن مازن بن الحارث
ابن قطعیہ بن عبس بن بغیض تھیں۔
عبد الرحمٰن، اُن کی والدہ جمیلہ بنت ثابت بن ابی الافلح بن عصمہ
ابن مالک بن اَمۃ بن ضُبیعہ بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف
تھیں، اُن کے اخیافی بھائی عاصم بن عمرؓ بن الخطاب تھے۔
عامر بن یزید، اُن کی والدہ ام ولد تھیں۔
یزید بن حارثہ کی وفات مدینے میں ہوئی، اُن کے پس ماندگان تھے۔

مُجَمَّع بن حارثہ

ابن عامر بن مُجَمَّع بن العطاف بن ضبیعہ بن زید، اُن کی والدہ نائلہ　۴۶
بنت قیس بن عبدہ بن امیہ تھیں۔
مجمع بن حارثہ کے یہاں یحیٰی و عبید اللہ پیدا ہوئے، دونوں
یوم الحرہ میں مقتول ہوئے، عبد اللہ اور جمیلہ، اُن کی والدہ سلمٰی
بنت ثابت بن الدحداحہ بن نعیم بن غنم بن ایاس تھیں جو بلی میں سے تھیں۔
محمد بن عمر وغیرہ نے کہا کہ بنی عامر بن العطاف بن ضبیعہ کو زمانۂ
جاہلیت میں اپنی قوم میں شرف کی وجہ سے سونے کا بِتر کہا جاتا تھا۔
مجمع بن حارثہ سے مروی ہے کہ مدینے سے واپس ہوتے ہوئے
ہم لوگ ضُجنان میں تھے کہ میں نے لوگوں کو بھاگتے ہوئے دیکھا، وہ
لوگ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر (قرآن) نازل
ہوا ہے، میں بھی لوگوں کے ساتھ دوڑا، ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو آپ "انا فتحنا لک فتحا مبینا" (ہم نے آپ کو کھلی ہوئی فتح دی) پڑھ رہے تھے، جبریلؑ نے اس کو نازل کیا تو کہا کہ یا رسولؐ اللہ جبریلؑ آپ کو مبارک باد دیتے ہیں، جب آپ کو جبریلؑ نے مبارک باد دی تو مسلمانوں نے بھی مبارک باد دی۔

محمد بن عمر نے کہا کہ سعید بن عبید قاری بنی عمرو بن عوف کی مسجد کے امام تھے، جب وہ قادسیہ میں شہید ہوگئے تو بنی عمرو بن عوف نے امامت کے بارے میں عمرؓ بن الخطاب کے سامنے جھگڑا کیا، سب نے اتفاق کیا کہ مجمع بن حارثہ کو آگے کریں، عمرؓ مجمع پر عیب لگاتے تھے اور اُن سے چشم پوشی کرتے تھے، اس لیے کہ وہ مسجد ضرار کے (جو منافقین نے قباء میں بنائی تھی) امام تھے، عمرؓ نے اُن کو آگے کرنے سے انکار کیا۔

اس کے بعد اُنھوں نے اُن کو بلایا اور کہا کہ اے مجمع میں تمھیں خوب جانتا ہوں اور لوگ تو جو کہتے ہیں وہ کہتے ہیں، اُنھوں نے کہا کہ اے امیر المومنین میں جوان تھا اور میری نسبت باتیں لوگوں میں تیزی سے مشہور ہوگئی تھیں، مگر آج تو میں نے دیکھ لیا ہے جس حالت میں ہوں اور میں نے اشیاء کو پہچان لیا۔

عمرؓ نے اُن کی نسبت دریافت کیا تو لوگوں نے کہا کہ ہم سوائے خیر کے اُن کے متعلق کچھ نہیں جانتے، اُنھوں نے قرآن حفظ کر لیا ہے اور سوائے چند سورتوں کے کچھ یاد کرنا باقی نہیں ہے، عمرؓ نے اُنھیں آگے کیا اور مسجد بنی عمرو بن عوف میں اُن لوگوں کا امام بنا دیا، مسجد بنی عمرو بن عوف کی طرح اور کوئی مسجد معلوم نہیں جس کے امام کے بارے میں رشک کیا گیا ہو۔

مجمع کی وفات مدینے میں معاویہؓ بن ابی سفیان کے زمانۂ خلافت میں ہوئی، اُن کے پس ماندگان نہ تھے۔

ثابت بن ودیعہ

ابن خذام بن خالد بن ثعلبہ بن زید بن عبید بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو ابن عوف، اُن کی والدہ امامہ بنت بجاد بن عثمان بن عامر بن مجمع بن العطاف بن ضبیعہ بن زید تھیں۔

ثابت بن ودیعہ کے یہاں یحییٰ و مریم پیدا ہوئیں، ان دونوں کی والدہ وہبہ بنت سلیمان بن رافع بن سہل بن عدی بن زید بن امیہ بن مازن بن سعد بن قیس بن الایہم بن غسان تھیں جو ساکنین زانج خلفائے بنی زعوراء بن جشم برادر عبد الاشہل بن جشم میں سے تھیں اور ان لوگوں کی دعوت (یعنے دفتر فوج و وظیفے میں نام) بنی عبد الاشہل میں تھا۔ ۸۷

ثابت کی کنیت ابو سعد تھی، اُن کے والد ودیعہ بن خذام منافقین میں سے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ابن ابی ودیعہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو جمعے کو اس طرح غسل کرے جس طرح اُس کا غسل جنابت ہوتا ہے اور تیل یا عطر لگائے بشرطیکہ یہ اُس کے پاس ہو اور اپنے پاس کے کپڑوں میں سے سب سے اچھے کپڑے پہنے اور دو کے درمیان جدائی نہ کرے اور جب اُس کے پاس امام آئے تو وہ اُس کے (خطبے کے) لیے خاموش رہے تو اُس کے دو جمعوں کے درمیان کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔

سعید نے کہا کہ میں نے یہ حدیث ابن حزم سے بیان کی تو انھوں نے کہا کہ خدا اُن کی مغفرت کرے تمھارے والد نے غلطی کی دو جمعوں کے درمیان اور چار کے اضافے ہیں۔

عامر بن ثابت

ابن سلمہ بن امیہ بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف، اُن کی والدہ قتیلہ بنت مسعود الخطمی تھیں، مسعود وہی تھے جنھوں نے عامر بن مجمع ابن العطاف کو قتل کر دیا، عامر بن مجمع بن العطاف جنگ یمامہ میں شہید ہوئے جو سنہ ۱۲ھ میں ہوئی تھی، اُن کے پس ماندگان نہ تھے۔

عبدالرحمٰن بن شبل

ابن عمرو بن زید بن نجدہ بن مالک بن لوذان بن عمرو بن عوف، بنو مالک بن لوذان کو بنو سمیعہ کہا جاتا تھا، زمانۂ جاہلیت میں اُن لوگوں کو بنی صماء کہا جاتا تھا، صماء مزینہ کی ایک عورت تھی جس نے اُن کے والد مالک ابن لوذان کو دودھ پلایا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کا نام بنی سمیعہ رکھا (یعنی سُننے والی کی اولاد کیوں کہ الصماء بہری کو کہتے ہیں)، عبدالرحمٰن بن شبل کی والدہ ام سعید بنت عبدالرحمٰن بن حارثہ ابن سہل بن حارثہ بن قیس بن عامر بن مالک بن لوذان تھیں۔

عبدالرحمٰن کے یہاں عزیز و مسعود و موسیٰ و جمیلہ پیدا ہوئیں، ہمیں ان کی والدہ کا نام نہیں بتایا گیا۔

عبدالرحمٰن بن شبل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے کوّے کی ٹھونگ ماری ہوئی چیز اور درندے کے روندے ہوئے جانور (کے کھانے سے) منع فرمایا۔

۸۸

عُمیر بن سعد

ابن عبید بن (النعمان) بن قیس بن عمرو بن زید بن امیہ بن زید ابن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف۔

اُن کے والد شرکائے بدر میں سے تھے، سعد قاری وہی تھے جن کے متعلق اہل کوفہ روایت کرتے ہیں کہ اُن کے فرزند زید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قرآن جمع کیا تھا، سعد قادسیہ میں شہید ہوئے۔

اُن کے بیٹے عمیر بن سعد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی اور انھیں عمرؓ بن الخطاب نے حمص کا والی بنایا۔

عمیر بن سعد سے مروی ہے کہ وہ امیر حمص اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے تھے، منبر پر کہا کرتے تھے کہ دیکھو اسلام ایک محفوظ دیوار اور مضبوط دروازہ ہے، اسلام کی دیوار عدل ہے اور اُس کا دروازہ حق ہے، جب دیوار ڈھادی گئی اور دروازہ توڑ ڈالا گیا تو اسلام کو فتح کر لیا گیا، اسلام برابر محفوظ رہے گا جب تک سلطان شدید رہے گا، اور سلطان کی شدت تلوار سے قتل کرنا اور کوڑے سے مارنا نہیں ہے، بلکہ حق کا ادا کرنا اور عدل کا اختیار کرنا ہے۔

عُمیر بن سَعید

جلاس بن سُوید بن الصامت کی بیوی کے بیٹے تھے، فقیر تھے

جن کے پاس کوئی مال نہ تھا اور جلاس کے آغوش میں یتیم تھے، اور وہی اُن کے کفیل تھے اور اُن پر خرچ کرتے تھے۔

ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ انصار کے ایک شخص نے جن کا نام جلاس بن سُوید تھا اپنے لڑکوں سے کہا کہ واللہ محمدؐ جو کچھ کہتے ہیں اگر یہ حق ہوا تو ہم بھی حمیر ہیں سے بھی ہیں، یہ بات ایک لڑکے نے سُنی جس کا نام عمیر تھا، وہ اُن کا پروردہ اور بھتیجا تھا، لڑکے نے کہا کہ اے چچا اللہ سے توبہ کرو، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کو خبر دی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بلا بھیجا، وہ قسمیں کھانے لگے اور کہنے لگے کہ واللہ یا رسولؐ اللہ میں نے نہیں کہا، لڑکے نے کہا کہ اے چچا بے شک کہا، واللہ تم نے کہا ہے لہذا اللہ سے توبہ کرو، ایسا نہ ہو کہ قرآن نازل ہو اور جو کچھ تم نے کہا ہے وہ اُس میں مجھے بھی تمھارے ساتھ کر دے۔

راوی نے کہا کہ قرآن نازل ہوا کہ "یحلفون باللہ ما قالوا ولقد قالوا کلمة الکفر وکفروا بعد اسلامھم وھموا بما لم ینالوا، الی آخر الآیة" (یہ لوگ اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انھوں نے نہیں کہا حالانکہ انھوں نے کلمۂ کفر کہا۔ اور اپنے اسلام کے بعد کفر کیا اور اُس چیز کا قصد کیا جو انھیں حاصل نہ ہوئی) اور یہ آیت بھی نازل ہوئی "فان یتوبوا یک خیرا لھم وان یتولوا یعذبھم اللہ عذابا الیما" (پھر اگر یہ لوگ توبہ کریں تو ان کے لیے بہتر ہے اور اگر انکار کریں تو اللہ انھیں دردناک عذاب دے گا)۔

جلاس نے اعتراف کیا کہ میں نے کہا ہے، اللہ نے میرے سامنے توبہ پیش کی ہے، میں توبہ کرتا ہوں، اُن کی توبہ قبول کر لی گئی، اسلام میں اُن کا ایک مقتول تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں دیت اور اُس کا خوں بہا عطا فرمایا، اُس کو انھوں نے خرچ کر ڈالا، انھوں نے مشرکین میں مل جانے کا ارادہ کر لیا تھا، راوی نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

۸۹

لڑکے سے فرمایا کہ تمہارے کانوں نے وفا کی۔

محمد بن عمر نے کہا کہ جلاس کا یہ کلام غزوۂ تبوک میں ہوا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب غزوۂ تبوک میں وہ شریک تھے، غزوۂ تبوک میں اس قدر منافقین آپ کے ہمراہ گئے تھے کہ تبوک سے زیادہ وہ لوگ کبھی کسی غزوے میں نہیں گئے تھے، ان لوگوں نے نفاق کی باتیں کیں، جلاس نے بھی جو کچھ کہا وہ کہا تو عمیر بن سعید نے جو اس غزوے میں ان کے ساتھ تھے ان کے قول کو رد کیا۔

عمیر نے ان سے کہا کہ مجھے کوئی شخص تم سے زیادہ محبوب نہیں اور نہ تم سے زیادہ مجھ پر کسی کا احسان ہے، میں نے تم سے وہ گفتگو سنی ہے کہ اگر میں اسے چھپاؤں تو واللہ میں ہلاک ہو جاؤں اور اگر اسے ظاہر کروں تو تم ضرور ضرور رسوا ہو گے، ان دونوں میں سے ایک بات مجھ پر بہ نسبت دوسری کے سہل ہے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور جلاس نے جو کچھ کہا تھا اس کی آپ کو خبر دی، جب قرآن نازل ہو گیا تو جلاس نے اپنے گناہ کا اعتراف کر لیا اور ان کی توبہ اچھی ہوئی، انھوں نے اس چیز کو نہ روکا جو وہ عمیر بن سعید کے ساتھ کرتے تھے، یہی بات تھی جس سے ان کی توبہ معلوم ہوئی۔

جُدَیّ بن مُرَّہ

ابن سراقہ بن الحباب بن عدی بن الجد بن عجلان جو بلی قضاعہ خلفائے بنی عمرو بن عوف میں سے تھے، خیبر میں شہید ہوئے انھیں ان کی دونوں پستانوں کے درمیان کسی نے نیزہ مار دیا جس سے

وفات ہوگئی، اُن کے والد مرہ بن سراقہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حنین میں شہید ہوئے۔

اوس بن حبیب

بنی عمرو بن عوف میں سے تھے، خیبر میں قلعۂ ناعم پر شہید ہوئے۔

اُنیف بن وائلہ

بنی عمرو بن عوف میں سے تھے، خیبر میں قلعۂ ناعم پر شہید ہوئے۔

عُروہ بن اسماء بن الصَلت السُلَمی

بنی عمرو بن عوف کے حلیف تھے۔

عروہ سے مروی ہے کہ جنگ بیر معونہ میں مشرکین نے عروہ بن الصلت کو امن دینے کی خواہش کی مگر اُنھوں نے انکار کیا، وہ عامر بن الطفیل کے دوست تھے، باوجودیکہ اُن کی قوم بنی سُلیم نے اس کی خواہش کی مگر اُنھوں نے انکار کیا اور کہا کہ میں تم لوگوں کی امان قبول نہیں کرتا اور نہ اپنے آپ کو اپنے ساتھیوں کے مقتل سے ہٹاتا ہوں، وہ آگے بڑھے اور قتال کیا یہاں تک کہ شہید ہوگئے، یہ واقعہ ہجرت کے چھتیسویں مہینے صفر میں پیش آیا۔

۹۰

جزءؔ بن عباس

بنی جحجبا بن کلفہ کے جو بنی عمرو بن عوف میں سے تھے، حلیف تھے،
سنہ ۱۲ھ میں جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

بنی خطمہ بن جشم بن مالک بن الاوس

خزیمہ بن ثابت

ابن الفاکہ بن ثعلبہ بن ساعدہ بن عامر بن غیان بن عامر بن خطمہ،
خطمہ کا نام عبد اللہ بن جشم بن مالک بن الاوس تھا۔

خزیمہ کی والدہ کبیشہ بنت اوس بن عدی بن امیہ بن عامر
بن خطمہ تھیں۔

خزیمہ بن ثابت کے یہاں عبد اللہ و عبد الرحمن پیدا ہوئے ان
دونوں کی والدہ جمیلہ بنت زید بن خالد بن مالک تھیں جو بنی نوفل
میں سے تھیں۔

عمارۃ بن خزیمہ، ان کی والدہ صفیہ بنت عامر بن طعمہ بن زید
الخطمی تھیں۔

خزیمہ بن ثابت اور عمیر بن عدی بن خرشہ نے بنی خطمہ کے بت
توڑے تھے، خزیمہ بن ثابت ہی ذو الشہادتین (دو شہادت والے) تھے
(یعنے وہ ایک گواہ بجائے دو گواہ کے مانے گئے)۔

عمارہ بن خزیمہ بن ثابت نے اپنے چچا سے روایت کی، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے ایک گھوڑا خریدا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے اپنے ساتھ لے لیا تاکہ قیمت عطا فرمائیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رفتار تیز کر دی اور اعرابی آہستہ چلا۔

لوگ اعرابی سے مل کر گھوڑے کا نرخ پوچھنے لگے، انھیں معلوم نہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے خرید لیا ہے، بعض لوگوں نے اعرابی کو گھوڑے کی قیمت اُس سے بھی زیادہ پیش کی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمائی تھی، نرخ جب بالا ہو گیا تو اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارا اور کہا کہ اگر آپ یہ گھوڑا خریدتے ہیں تو خرید لیجئے ورنہ میں اس کو بیچتا ہوں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت اعرابی کا کلام سُنا تو آپ کھڑے ہو گئے، اعرابی کے پاس آئے اور فرمایا کہ کیا میں تجھ سے خرید نہیں چکا ہوں، اعرابی نے کہا نہیں، واللہ میں نے اُسے آپ کے ہاتھ نہیں بیچا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک میں نے اُسے تجھ سے خرید لیا ہے۔ ۹۱

لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اعرابی کے پاس جمع ہونے لگے اور وہ دونوں سوال و جواب کر رہے تھے، اعرابی کہنے لگا کہ آپ کوئی گواہ لائیے جو یہ شہادت دے کہ میں نے آپ کے ہاتھ بیچا، جو مسلمان آیا اُس نے اعرابی سے کہا کہ تجھ پر افسوس ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے نہیں ہیں کہ سوائے حق کے کوئی بات کہیں۔

اتنے میں خزیمہ بن ثابت آئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اعرابی کا سوال و جواب سُنا، اعرابی کہنے لگا کہ آپ کوئی گواہ لائیے جو یہ شہادت دے کہ میں نے آپ کے ہاتھ بیچا ہے، خزیمہ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے آپ کے ہاتھ بیچا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

خزیمہ بن ثابت کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تم کیسے شہادت دیتے ہو؟ عرض کی، یا رسول اللہؐ آپ کی تصدیق سے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خزیمہ کی شہادت بجائے دو آدمیوں کی شہادت کے کردی۔

محمد بن عمر نے کہا کہ ہم سے خزیمہ بن ثابت کے اُن بھائی کا نام نہیں بیان کیا گیا جنھوں نے یہ حدیث روایت کی ہے، اُن کے دو بھائی تھے، ایک کا نام وُحوَح تھا جن کا کوئی پس ماندہ نہ تھا اور دوسرے کا نام عبد اللہ تھا جن کے پس ماندگان تھے ان دونوں کی والدہ بھی خزیمہ کی والدہ کبیشہ بنت اوس بن عدی بن امیہ الخطمی تھیں۔

محمد بن عمارۃ بن خزیمہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے خزیمہ تم کاہے سے شہادت دیتے ہو حالانکہ تم تو ہمارے ساتھ نہ تھے، اُنھوں نے کہا یا رسول اللہؐ، ہم آسمان کی خبریں آپ کی تصدیق کرتے ہیں اور آپ جو فرماتے ہیں اُس میں ہم آپ کی تصدیق نہ کریں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی شہادت دو آدمیوں کی شہادت (کے برابر) کردی۔

ضحاک سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خزیمہ بن ثابت کی شہادت دو آدمیوں کی شہادت کے برابر کردی۔

عامر سے مروی ہے کہ خزیمہ بن ثابت وہ شخص تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی شہادت دو آدمیوں کی شہادت کے برابر قرار دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے کچھ سودا خریدا تو اُس شخص نے کہا کہ آپ جو فرماتے ہیں اس پر اپنے گواہ لائیے، خزیمہ نے کہا کہ یا رسول اللہ میں آپ کے لیے گواہی دیتا ہوں، فرمایا کہ تمھیں کس نے بتایا، عرض کی، میں جانتا ہوں کہ آپ سوائے حق کے کچھ نہیں کہتے، ہم تو اس سے بھی زیادہ اپنے دین میں آپ پر ایمان لائے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی شہادت جائز رکھی۔

قتادہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کیا، خزیمہ بن ثابت نے شہادت دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے مقابلے میں سچے ہیں اور اُس کا آپ پر کوئی حق نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی شہادت جائز رکھی، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے پوچھا کہ کیا تم ہمارے پاس موجود تھے، انھوں نے کہا نہیں، مگر مجھے معلوم ہے کہ آپ جھوٹ نہیں بولتے، اس کے بعد خزیمہ کی شہادت دو آدمیوں کی شہادت کے برابر کردی گئی۔

۹۲

ابن خزیمہ نے اپنے چچا سے روایت کی کہ خزیمہ بن ثابت نے خواب میں وہ دیکھا جو سونے والا دیکھتا ہے کہ گویا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر سجدہ کر رہے ہیں، انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی تو آپ اُن کے لیے لیٹ گئے اور فرمایا کہ اپنے خواب کی تصدیق کرلو، اُنھوں نے آپ کی پیشانی پر سجدہ کیا۔

عمارہ بن خزیمہ بن ثابت سے مروی ہے والد نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر سجدہ کرتا ہوں، میں نے آپ کو اس کی خبر دی، فرمایا کہ روح روح سے ملاقات نہیں کرتی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر اس طرح بڑھا دیا تو انھوں نے اپنی پیشانی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر رکھ دی۔

محمد بن عمر نے کہا کہ غزوۂ فتح میں بنی خطمہ کا جھنڈا خزیمہ بن ثابت کے پاس تھا، خزیمہ بن ثابت صفین میں علی بن ابی طالب علیہ السلام کے ہمراہ تھے اور اسی روز ۳۷ھ میں مقتول ہوئے، اُن کے پس ماندگان تھے، کنیت ابو عمارہ تھی۔

عُمیر بن حبیب

ابن حباشہ بن جویبر بن عبید بن غیان بن عامر بن خطمہ، اُن کی

والدہ ام عمارہ تھیں جو جمیلہ بنت عمرو بن عبید بن غیان بن عامر بن خطمہ تھیں۔

ابی جعفر الخطمی نے اپنے باپ دادا سے روایت کی کہ عمیر بن حبیب ابن خماشہ (وبروایت عفان خماشہ) نے کہا کہ ایمان بڑھتا گھٹتا ہے، پوچھا گیا کہ اُس کی بیشی کیا ہے اور کمی کیا ہے، انھوں نے کہا کہ جب ہم اللہ کو یاد کریں اور اُس سے ڈریں تو یہ اُس کی بیشی ہے اور جب غفلت کریں اور بھول جائیں اور گم کر دیں تو یہ اُس کی کمی ہے۔

عُمارۃ بن اوس

ابن خالد بن عبید بن امیہ بن عامر بن خطمہ، اُن کی والدہ صفیہ بنت کعب بن مالک بن عطفان بنی ثعلبہ میں سے تھیں۔

عمارہ کے یہاں صالح پیدا ہوئے جن کی کنیت ابو واصل تھی، اور رجاء و عامر، اُن کی والدہ ام ولد تھیں۔

عمرو و زیاد اور ام خزیمہ، ان کی والدہ بھی ام ولد تھیں۔

عمارۃ بن اوس الانصاری سے مروی ہے کہ ہم نے عشاء کی نماز پڑھی تھی کہ ایک شخص نے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر ندا دی اُس وقت ہم لوگ نماز میں تھے کہ قبلہ کعبے کی طرف پھیر دیا گیا، ہمارے امام اور مرد اور عورتیں اور بچے کعبے کی طرف پھر گئے۔ ۹۳

بنی السلم بن امرئ القیس بن مالک بن الاوس

عبداللہ بن سعد

ابن خیثمہ بن الحارث بن مالک بن کعب بن النحاط، کہا جاتا ہے کہ

نجار ابن کعب بن حارثہ بن غنم بن السلم، اُن کی والدہ جمیلہ بنت ابی عامر الراہب تھیں، ابو عامر عبد عمرو بن صیفی بن النعمان بن مالک بن اَمَۃ بن ضُبیعہ بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف تھے اور اوس میں سے تھے۔

عبداللہ بن سعد کے یہاں عبدالرحمٰن اور ام عبیدالرحمٰن پیدا ہوئیں، اُن کی والدہ امامہ بنت عبداللہ بن عبداللہ بن اُبی بن سلول بنی الحبلی بن سالم ابن عوف بن الخزرج میں سے تھیں۔

مغیرہ بن حکیم سے مروی ہے کہ میں نے عبداللہ بن سعد بن خیثمہ سے دریافت کیا کہ کیا آپ بدر میں شریک تھے تو انھوں نے کہا، ہاں، اور عقبہ میں بھی، اپنے والد کے ساتھ اُن کا ہمنشین (ردیف) ہو کر۔

محمد بن سعد نے کہا کہ میں نے یہ حدیث محمد بن عمر سے بیان کی تو اُنھوں نے کہا کہ وہ مجھے معلوم ہے اور یہ وہم ہے، عبداللہ بن سعد نہ بدر میں حاضر ہوئے نہ اُحد میں۔

خیثمہ بن محمد بن عبداللہ بن سعد بن خیثمہ نے اپنے آبا و اجداد سے روایت کی کہ عبداللہ بن سعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حدیبیہ و حُنین میں حاضر ہوئے، جس روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی وہ سن میں ابن عمر سے کم تھے، لوگوں کے عبدالملک بن مروان (کی خلافت) پر اتفاق کر لینے کے بعد مدینے میں اُن کی وفات ہوئی۔

محمد بن عمر نے کہا کہ جب وحدیبیہ میں حاضر ہوئے تو غالباً اٹھارہ سال کے تھے۔

۹۴

بنی وائل بن زید بن قیس بن عامر ابن مُرّہ بن مالک بن الاوس

مرہ بن مالک بن الاوس کی اولاد الجعادِرہ کہلاتی تھی

محصَن بن ابی قیس

ابن الاسلت، ابی قیس کا نام صیفی تھا، وہ شاعر تھے، الاسلت کا نام عامر بن جُشم بن وائل تھا، اُن کے بھائی عامر بن ابی قیس کے پس ماندگان تھے جو سب ختم ہو گئے، اُن میں سے کوئی باقی نہ رہا۔

ابو قیس اسلام کے قریب ہی تھے، اُنھوں نے اپنے شعر میں ملت حنیفیہ کا ذکر کیا تھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حال بیان کیا تھا، اُنھیں یثرب میں حنیف (بُت پرستی سے یکسو رہنے والا) کہا جاتا تھا۔

عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے متعدد طرق سے ایک گروہ سے حدیث ابی قیس جمع کر کے روایت کی کہ اوس و خزرج میں سے کوئی شخص ابی قیس بن الاسلت سے زیادہ ملت حنیفیہ کا بیان کرنے والا اور اُس کا دریافت کرنے والا نہ تھا، وہ یثرب کے یہود سے دین کو دریافت کیا کرتے تھے، وہ لوگ اُنھیں یہودیت کی دعوت دیتے تھے،

وہ اُن کے قریب ہو چلے تھے کہ انکار کر دیا۔

وہ شام کی طرف آل جفنہ کے پاس نکل گئے، ان لوگوں سے باز پرس کی تو انھوں نے اُن کو (اپنے ساتھ) شامل کر لیا، ابو قیس نے عیسائی درویشوں اور علماء سے پوچھا تو انھوں نے ان کو اپنے دین کی دعوت دی مگر انھوں نے اُس کا ارادہ نہ کیا اور کہا کہ میں اس میں کبھی داخل نہ ہوں گا، اُن سے شام کے ایک راہب (عیسائی درویش) نے کہا کہ تم دین حنیفیہ چاہتے ہو، ابو قیس نے کہا کہ یہی چیز ہے جسے میں چاہتا ہوں، راہب نے کہا کہ یہ دین ابراہیم تمھارے پیچھے ہے جہاں سے تم نکلے ہو، ابو قیس نے کہا کہ میں دین ابراہیم پر ہوں اور میں اسی دین پر رہوں گا اور اسی پر مروں گا۔

ابو قیس حجاز واپس آکے مقیم ہو گئے، عمرے کے لیے مکے روانہ ہوئے تو زید بن عمرو بن نفیل ملے، اُن سے ابو قیس نے کہا کہ میں دین ابراہیم دریافت کرنے ملک شام گیا تھا تو کہا گیا کہ وہ تو تمھارے پیچھے ہے، زید بن عمرو نے کہا کہ میں نے شام اور جزیرے اور یہود یثرب سے معلوم کرنا چاہا، مگر ان لوگوں کے دین کو باطل سمجھا اور دین تو دین ابراہیم ہی ہے جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا، بیت (اللہ) کی طرف نماز پڑھتا ہے اور غیر اللہ کے نام کا ذبیحہ نہیں کھاتا ہے، ابو قیس کہتے تھے کہ دین ابراہیم پر سوائے میرے اور زید بن عمرو بن نفیل کے کوئی نہیں۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے تشریف لائے اور قبیلۂ خزرج اور قبیلۂ اوس کے گروہوں میں سے پورے بنی عبد الاشہل اور ظفر و حارثہ و معاویہ و عمرو بن عوف سب اسلام لے آئے سوائے اُن لوگوں کے جو اوس اللہ میں سے تھے اور وہ لوگ وائل اور بنو خطمہ و واقف و امیہ بن زید تھے جو ابی قیس بن الاسلت کے ساتھ تھے۔

۹۵

ابو قیس اُن کا رئیس اُن کا شاعر اور اُن کا خطیب (مقرر) تھا، جنگ میں وہی اُن کی رہنمائی کرتا تھا، وہ اسلام لانے کے قریب تھا، اُس نے اپنے شعر میں حنیفیت (ترک بُت پرستی) کا ذکر کیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حال اور آپ کے متعلق جو کچھ یہود خبر دیتے تھے وہ سب بیان کرتا تھا اور یہ بھی کہ آپ کی جائے ولادت مکے میں اور جائے ہجرت یثرب ہے، چنانچہ اُس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کے بعد کہا کہ یہی نبیؐ ہیں جو زندہ ہیں اور یہی اُن کا دارالہجرت ہے۔

جب جنگ بُعاث ہوئی تو وہ اُس میں شریک ہوا، جنگ بُعاث اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے درمیان پانچ سال کا فصل تھا، یثرب میں وہ مشہور تھا اور اُسے حنیف (تارک بت پرستی) کہا جاتا تھا، اُس نے شعر کہا جس میں دین کا ذکر کیا:

ولو شاء ربنا کنا یهودا — وما دین الیهود بذی شکیل

(اگر ہمارا رب چاہتا تو ہم یہودی ہوتے۔ حالانکہ دین یہود راست نہیں ہے)۔

ولو شاء ربنا کنا نصاریٰ — مع الرهبان فی جبل الجلیل

(اور اگر ہمارا رب چاہتا تو ہم نصاریٰ ہوتے۔ راہبوں کے ساتھ کوہِ جلیل میں ہوتے)۔

ولکنا خلقنا اذ خلقنا — حنیفا دیننا عن کل جیل

(لیکن ہم جب پیدا کیے گئے تو اس طرح پیدا کیے گئے۔ کہ ہمارا دین ہر گروہ سے یکسو تھا)۔

تسوق الهدی ترسف مذعنات   تکشف عن مناکبها الجلول

(ہم لوگ ہدی (قربانی حج کو مکے کی طرف) ہنکاتے ہیں جو اپنے شانوں کی جھولیں کھولے ہوئے فرمانبردار ہوکر چلتی ہیں)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے میں تشریف لائے تو اُس سے کہا گیا کہ اے ابو قیس یہی تو تمھارے وہ صاحب ہیں جن کی تم صفت بیان کرتے تھے، اُس نے کہا، بے شک، وہ حق کے ساتھ بھیجے گئے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور پوچھا کہ آپ کس چیز کی طرف دعوت دیتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس امر کی شہادت کی طرف کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔

آنحضرت نے اسلام کے طریقے بیان فرمائے، ابو قیس نے کہا کہ یہ کس قدر اچھا اور کیسا عمدہ ہے، میں اپنے معاملے میں غور کروں گا پھر آپ کے پاس آؤں گا۔

قریب تھا کہ وہ اسلام لاتا مگر عبد اللہ بن ابی (منافق) سے ملا، اُس نے پوچھا کہ کہاں سے (آتے ہو) اس نے کہا، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس سے، انھوں نے کیسا اچھا کلام میرے سامنے پیش کیا، جو وہی ہے جسے ہم جانتے ہیں اور جس کی علمائے یہود ہمیں خبر دیتے تھے۔

اُس سے عبد اللہ بن اُبَی نے کہا کہ واللہ تم نے جنگ خزرج کو ناپسند کیا تو ابو قیس ناراض ہوا اور کہا کہ واللہ ایک سال تک اسلام نہ لاؤں گا، وہ اپنے مکان واپس گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ آیا یہاں تک کہ سال سے پہلے ہی مرگیا۔ یہ واقعہ ہجرت کے دسویں مہینے ذی الحجہ میں ہوا۔

داؤد بن الحصین نے ان لوگوں کے اشیاخ سے روایت کی کہ (ابوقیس کو) مرتے وقت کلمۂ توحید پڑھتے سنا گیا (مگر رسالت کی تصدیق نہ کی)۔

محمد بن کعب القرظی سے مروی ہے کہ جو شخص اپنی عورت کو چھوڑ کے مرتا تھا تو اس کا بیٹا اگر چاہتا تو اس عورت سے نکاح کرنے کا زیادہ مستحق ہوتا تھا، بشرطیکہ وہ عورت اس کی ماں نہ ہو۔

(الحمد للہ جلد رابع قسم ثانی بھی ختم ہو گئی)۔

تمت

تصحیحات

طبقات ابن سعد جزو سابع

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۱	۱	طوں	ملوں	۶۴	۱۹	دافع	رافع
۱۷	۵	شبّہ	شبہہ	۷۸	۱۰	قتنۃ	فتنۃ
″	″	کہ	کے	″	″	کلہٗ	کلہ
۳۶	۲۴	ہوا	ہوئی	۸۰	۹	لٹلی	لٹکی
۳۷	۶	دوسری	دوسروں	۹۷	۱۸	۰	پہنچے تو
۴۸	۴	ب	ئب	۹۹	۱۵	صواب	جواب
″	۹	لَبت	لَبثَ	۱۱۵	۷	رحصتی	رخصتی
″	۱۳	تحزبیَ	تحزبی	۱۱۷	۳	ہمیں	تھیں
۵۳	۵	رلھا	رکھا	۱۹۴	۱۲	فنتۃً	فتنۃً
۵۶	۴	وھتدی	واھتدی	۲۲۹	۶	ہمیشہ	حبشہ
۵۸	۲۱	سرجع	یرجع	۲۳۰	۴	والدہ	زوجہ
۵۹	۸	ں	میں	۲۵۹	۷	وہب مروی	وہب سے مروی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۲۵۹	۹	والدین	والذین	۳۳۹	۲۲	کوافے	کوفے
〃	۱۰	نما	نھا	۳۶۸	۱۳	والا	والد
۲۶۰	۱۷	ولا	والا	۳۶۹	۳	مذمت	
۲۶۳	۶	رخم	رحم	۳۷۲	۳	دِعبل بنی	
۲۶۴	۲۴	زاویوں	راویوں	۳۹۰	۱۷	اس نے	وہ
۲۶۵	۱۶	گے	کے	۴۲۲	〃	رانج	
۱۶۶	۱۷	تمہیں	تم ہی	۴۲۴	۲۰	درہوگے	دوہوگے
〃	۱۸	〃	〃	〃	۲۵	مسلک	مشک
۲۰۴	۱	نابدل	نام بدل	۴۲۹	۶۱	توفل	نوفل
۲۹۳	۱۱	محمد	محمدؐ				
۳۱۰	۱۶	جھولا	جھوٹا	۴۳۸	۱۱		
۳۱۷	۲۰	نروۃ	ثروۃ	۴۴۶	۲۰	و	وہ
۳۲۱	۱۲	دی	ولیؒ				
۳۳۵	۱۱	اسلام	السلام	۴۴۹	۱۶	شا	شاۂ